ہر مسلمان کیلئے دعوت و تبلیغ کے پُرحکمت واقعات اور نصیحتیں جن کے مطالعہ اور عمل کے ذریعے تبلیغ میں حیرت انگیز اثر پیدا کیا جاسکتا ہے

حکمت و نصیحت کے حیرت انگیز واقعات

مجموعہ افادات

حکیم الامّت مجدد الملّت حضرت تھانوی رحمہ اللہ
حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ
شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ
حضرت جی مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ
شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ
ودیگر اکابرین

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکمت و نصیحت
کے حیرت انگیز واقعات
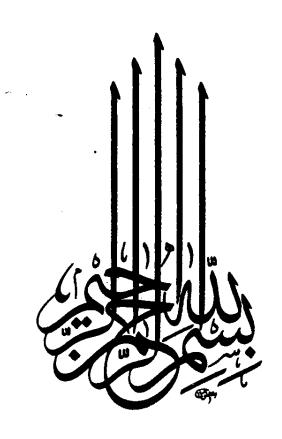
ہر مسلمان کیلئے دعوت وتبلیغ کے پُر حکمت اور نصیحت آموز واقعات
جن کا مطالعہ دعوت وتبلیغ کا نبوی طریقہ سکھاتا ہے

حکمت و نصیحت کے حیرت انگیز واقعات

دعوت وتبلیغ کا حکیمانہ انداز، دین کا فہم اور عمل کا جذبہ بیدار کرنے کیلئے

حکمت پر مبنی مؤثر نصیحت آموز واقعات جن سے زندگی کے ہر شعبہ میں حکمت کی تعلیم ملتی ہے اور اسی حکمت کے ذریعے تعلیم وتدریس اور دعوت وتبلیغ سے لے کر امارت وحکومت تک کے تمام معاملات خوش اسلوبی سے طے کیے جاسکتے ہیں۔ مخاطب کا دل موہ لینے اور بات میں تاثیر پیدا کرنے والے حکیمانہ واقعات سے مزین کتاب جو ہر مسلمان کی دینی ودُنیاوی ضرورت ہے۔

نیز خیر القرون سے تاہنوز اسلاف واکابر کے حکمت ونصیحت سے بھرپور مختصر اور جامع اقوال بھی دیدیئے گئے ہیں جو اس پُر فتن دور میں ہمارے لئے مینارۂ نور ہیں۔

مرتب
محمد اسحٰق مُلتانی
مدیر ماہنامہ ''محاسن اسلام'' ملتان

اِدارۂ تالِیفاتِ اَشرفِیہ
چوک فوارہ مُلتان پاکستان
(061-4540513-4519240

حکمت و نصیحت کے حیرت انگیز واقعات

تاریخ اشاعت..............شوال المکرم ۱۴۳۱ھ
ناشر..............ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت..............سلامت اقبال پریس ملتان

انتباہ

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ادارہ تالیفات اشرفیہ....چوک فوارہ....ملتان
اسلامی کتاب گھر....خیابان سرسید روڈ....راولپنڈی
ادارہ اسلامیات..........انارکلی........لاہور
دارالاشاعت.......اُردو بازار..........کراچی
مکتبہ سید احمد شہید........اردو بازار.....لاہور
مکتبۃ القرآن.......نیوٹاؤن...........کراچی
مکتبہ رحمانیہ........اُردو بازار .... لاہور
مکتبہ دارالاخلاص....قصہ خوانی بازار......پشاور
مکتبہ رشیدیہ......سرکی روڈ................کوئٹہ

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K
(ISLAMIC BOOKS CENTERE

119-121- HALLIWELL ROAD
BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

عرضِ مرتّب وناشر

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ وَالۡعَاقِبَةُ لِلۡمُتَّقِيۡنَ
وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشۡرَفِ الۡاَنۡبِيَاءِ وَالۡمُرۡسَلِيۡنَ
وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ اَجۡمَعِيۡنَ وَمَنۡ تَبِعَهُمۡ اِلٰى يَوۡمِ الدِّيۡنِ

امابعد! اللہ تعالیٰ کی کمال تخلیق کا مظہر اور خدائی خلافت سے سرفراز ''حضرت انسان'' دیگر تمام مخلوقات پر فائق اور اشرف کیوں ہے؟ اس کا جواب صرف تعلیم وتعلم ہی ہوسکتا ہے کہ اسی کی بنیاد پر انسان دیگر تمام مخلوقات پر نہ صرف فائق بلکہ قوی ہیکل جسامت رکھنے والے جانور بھی انسان کے سامنے مسخر نظر آتے ہیں۔ یہ سب تعلیم وتعلم کے مرہون منت ہے۔

علم اور حکمت ونصیحت انسانیت کی وہ قیمتی متاع ہے جس سے کوئی فرد مستغنی نہیں ہوسکتا۔ بالخصوص اہل اسلام کو تو علم وحکمت کی تعلیم پر دنیاوی سرفرازی اور آخرت میں رفع درجات کی بشارت دی گئی ہے اس لئے ہر مسلمان خواہ وہ عمر کے کسی بھی حصہ میں ہو خود کو علم وحکمت اور نصیحت وموعظت کا محتاج سمجھ کر اپنے علم وعمل کو جلا بخشتا رہتا ہے۔

ایک مسلمان علمی اعتبار سے جس مرتبہ پر بھی پہنچ جائے وہ کسی بھی معاملہ میں حکمت کی ضرورت کا انکار نہیں کرسکتا۔ اسی طرح اسلاف کی زندگی کا مطالعہ بتاتا ہے کہ جب بھی دو مسلمان باہم ملاقات کرتے تو رخصت ہوتے وقت بڑا از خود (یا چھوٹے کی درخواست پر) اسے ایسی جامع نصیحت سے نوازتا جو اس کی زندگی کے ہر نشیب وفراز میں کارآمد ہوتی۔

باہمی نصیحت کا یہ متواتر سلسلہ عہد نبوت سے تاحال جاری ہے کہ بڑے اپنے چھوٹوں کو گراں قدر نصائح سے نوازتے چلے آتے ہیں۔

تاریخ کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ مسلم سلاطین جس جگہ بھی جاتے وہاں کے مقامی اللہ

والوں کی خدمت میں حاضری دیتے اور دعا کی درخواست کے ساتھ نصیحت کے طالب بنتے۔ میرے شیخ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفہ عارف ربانی حضرت الحاج محمد شریف صاحب رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ سے نصیحت کی درخواست کی تو حضرت خواجہ صاحب نے مختصر الفاظ میں یوں نصیحت فرمائی۔ ہر کجا کہ باشی باخدا باش۔ یعنی جہاں بھی رہو خدا کو نہ بھولو۔

اکابر کی دعائیں اخروی سرمایہ ہیں تو ان کی نصائح دین و دنیا میں فلاح کی کنجی ہیں۔

حکمت کا دائرہ انسانی زندگی کے ہر شعبہ سے ہے خواہ وہ تعلیم و تعلم کا میدان ہو یا درس و تدریس کا، خواہ دعوت و تبلیغ کا مرحلہ ہو یا وعظ و نصیحت کا، ہر موقع پر حکمت سے معاملہ کرنا ہی ایک مسلمان کے شایان شان ہے۔

آج ہمارے معاشرہ میں اصلاح معاشرہ کی کتنی دینی و سماجی تحریکیں ہیں جو حکمت کے بغیر معاشرہ اور افراد کی اصلاح کے درپے ہیں لیکن معاملہ مزید الجھن کا شکار ہے۔ حالانکہ حکمت کی ضرورت و اہمیت کیلئے یہی بات کافی ہے کہ معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقاصد بعثت میں سے ایک تعلیم حکمت بھی ہے اور آج یہ چیز عوام و خواص کے دینی و دنیاوی امور میں خال خال ہی نظر آتی ہے۔ حالانکہ مشاہدہ ہے کہ حکمت سے کی جانے والی وہی بات اصلاح افروز ثابت ہوتی ہے جو حکمت کے بغیر کئے جانے پر شر و فساد کا ذریعہ بنتی ہے۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ حق بات، حق طریقے اور حق نیت سے کی جائے تو کبھی نزاع کا سبب نہیں بنتی۔

ان تینوں عناصر میں سے کسی ایک کے نہ ہونے پر ہی تنازعات کا باب کھلتا ہے۔

یہ کتاب حکمت و نصیحت پر مشتمل ایک سدا بہار انسائیکلو پیڈیا ہے جو ہر مسلمان کیلئے نعمت غیر مترقبہ ہے، جس کا مطالعہ بتاتا ہے کہ دین کی ترویج و اشاعت اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے سلسلہ میں ہمارے اسلاف کس قدر باریک بینی سے حکمت و بصیرت کو بروئے کار لاتے تھے اور دل سے نکلی ہوئی بات براہ راست دل پر اثر کرتی تھی اور سننے والوں کیلئے رشد و ہدایت کا ذریعہ بنتی تھی۔

زیر نظر کتاب کو چھ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے جس میں عہد رسالت سے موجودہ

بزرگان دین کی گراں قدر نصائح بھی دی گئی ہیں اور اسلاف کے حکیمانہ واقعات بھی جمع کئے گئے ہیں۔ بلاشبہ یہ نصائح اور حکمت بھرے واقعات اس قابل ہیں کہ انہیں حرز جان بنایا جائے اور زندگی کے نشیب وفراز میں ان سے رہنمائی لی جائے۔

ہمارے اکابر رحمہم اللہ نے برصغیر پاک و ہند میں جس حکمت و بصیرت کے ساتھ دین کے جملہ شعبوں میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں وہ ہمارے مینارہ نور ہیں۔ اس لئے کوشش کی گئی ہے کہ زیرنظر کتاب میں اپنے اسلاف واکابر کے ایسے واقعات بکثرت دیئے جائیں جو عوام الناس کے علاوہ اہل علم خطباء وواعظین ومبلغین کیلئے سرمہ بصیرت ثابت ہوں تاکہ وہ دین کی خدمت اسی حکمت و بصیرت کے دائرے میں کرسکیں جو عہد رسالت سے تاحال متواتر ومتوارث چلا آرہا ہے۔

آج کے پُرفتن دور میں ہم مسلمان زندگی کے ہر شعبہ میں انحطاط کا شکار ہیں ان حالات میں ہم سب مسلمان باہمی معاملات سے لیکر دین کی عالمی دعوت وتبلیغ تک ہر میدان میں ہر وقت حکمت اور اسلاف واکابر کی نصائح کے محتاج ہیں' جو ہمارے لیے بمنزلہ اسلحہ کے ہے ان دونوں چیزوں سے مسلح ہوکر ہم نفس وشیطان سے محفوظ بھی رہ سکتے ہیں اور دوسروں تک اسلام کی برکات بھی منتقل کرسکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس جدید مجموعہ کو شرف قبولیت سے نوازیں اور ہمیں ہر قدم پر اپنے اسلاف کی حکیمانہ طرز زندگی کو اپنانے کی توفیق سے نوازیں آمین۔

وماذلک علی اللہ بعزیز

والسلام

راقم الحروف محمد اسحٰق غفرلہ

شوال المکرم ۱۴۳۱ھ

بمطابق ستمبر ۲۰۱۰ء

اجمالی فہرست

باب ۱- انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
کے حکمت ونصیحت پر مبنی واقعات ۲۹

باب ۲- خیر القرون کے اصحاب علم وفضل کے حکمت ونصیحت پر مبنی واقعات ۱۰۸

باب ۳- خیر القرون سے موجودہ دور کے اسلاف ومشائخ
کے حکمت ونصیحت پر مبنی گراں قدر اقوال ۱۴۸

باب ۴- اکابر اسلاف وسلاطین کے حکمت ونصیحت پر مبنی واقعات ۱۷۳

باب ۵- حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمہ اللہ
کے ظاہر وباطن کی اصلاح کیلئے اقوال حکمت ۳۵۴

باب ٦- قدیم وجدید اطباء کی حکمت کے تابناک واقعات ۳۸۰

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَاَبِیْ خَلَّادٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاَیْتُمُ الْعَبْدَ یُعْطٰی زُهْدًا فِی الدُّنْیَا وَقِلَّةَ مَنْطِقٍ فَاقْتَرِبُوْا مِنْهُ فَاِنَّهٗ یُلْقِی الْحِكْمَةَ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ اور ابو خلاد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب تم کسی بندہ کو اس حال میں دیکھو کہ اس کو زہد یعنی دُنیا کی طرف سے بے رغبتی و بے رُخی اور کم سخنی (یعنی لغو اور فضول باتوں سے زبان کو محفوظ رکھنے کی صفت) اللہ نے نصیب فرمائی ہے تو اس کے پاس اور اس کی صحبت میں رہا کرو۔

کیونکہ جس بندے کا یہ حال ہوتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکمت کا القاء ہوتا ہے۔ (شعب الایمان للبیہقی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رَأسُ الْحِكْمَةِ مَخَافَةُ اللّٰهِ

حکمت کی پونجی اللہ تعالیٰ کا خوف ہے

فہرست مطبوعات

باب ۱- انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حکمت ونصیحت پر مبنی واقعات	
حضرت آدم علیہ السلام کی نصیحتیں	۳۰
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتیں	۳۲
امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں	۳۵
امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں	۳۸
حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نصیحت	۳۹
حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں	۳۹
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں	۴۰
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں	۴۲
حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں	۴۳
حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں	۴۶
حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں	۴۷
حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی نصیحت	۴۸
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں	۴۸
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں	۴۹
حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی نصیحت	۴۹
حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی نصیحت	۵۰

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی نصیحت	۵۰
حضرت جندب بجلی رضی اللہ عنہ کی نصیحت	۵۰
حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی نصیحت	۵۱
حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کی نصیحت	۵۳
پڑوسی کے شر سے بچنے کا نبوی نسخہ	۵۴
حکمت سے بے حیا عورت باحیا بن گئی	۵۵
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکیمانہ شفقت	۵۵
حکمت فاروقی کا شاہکار نسخہ	۵۶
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کمال حکمت	۵۷
ایک غلام کی حکیمانہ بات	۵۸
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حکمت وذکاوت	۵۹
اسلام کی جیت کا حکمت بھرا واقعہ	۶۰
افلاطون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حکیمانہ جواب	۶۲
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت وشفقت	۶۲
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حکمت کا واقعہ	۶۳
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حکمت	۶۴
حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی حکمت وفراست	۶۴
حضرات حسنین رضی اللہ عنہم کا حکیمانہ انداز نصیحت	۶۵
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پیر چنگی سے حکیمانہ معاملہ	۶۵
واعظ مدینہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تین اہم نصیحتیں	۶۸
عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا حکیمانہ انداز	۶۸
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک حکیمانہ فیصلہ	۶۹

اسلام کی جیت کا حکیمانہ واقعہ	۷۰
حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا پُر حکمت ونصیحت واقعہ	۷۱
حضرات شیخین کو پُر حکمت نصیحت	۷۵
حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی حکمت کا عجیب واقعہ	۷۶
تبلیغ میں حکمت اور شفقت کی رعایت	۷۷
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک عجیب فیصلہ	۷۹
لطیف شکایت کا حکیمانہ ازالہ	۸۰
حکیمانہ برتاؤ کا عجیب واقعہ	۸۱
غلام کا آقا کو حکیمانہ طمانچہ	۸۳
حضرت لقمان اور ان کی حکمت	۸۵
آپ کا سراپا	۸۵
آپ کا پیشہ	۸۵
آپ ولی تھے نبی نہ تھے	۸۶
حضرت لقمان کی اپنے بیٹے سے پُر حکمت باتیں	۸۷
دل وزبان کی قدر وقیمت	۸۹
کڑوی ککڑی	۸۹
عیب پوشی اور ایذاء دینے والوں کے ساتھ اچھا سلوک	۹۰
حضرت لقمان کو دانائی ملنے کا کیا سبب ہوا	۹۰
حضرت داؤد علیہ السلام نے آپ کی تعریف فرمائی	۹۱
تین سیاہ فام آدمی	۹۱
اسلاف کی جرأت وحکمت	۹۲
حضرت سعید بن میتب	۹۲

امام اوزاعی رحمہ اللہ	۹۳
محدث ابن ابی ذئبؒ کا کلمہ حق وحکمت	۹۵
حضرت یزید بن ابی حبیب رحمہ اللہ	۹۵
امام اعمش رحمہ اللہ	۹۶
حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ	۹۷
امام مالک رحمہ اللہ	۱۰۱
مقاتل بن سلیمان رحمہ اللہ	۱۰۲
قاضی بکار بن قتیبہ رحمہ اللہ	۱۰۳
حضرت کعب بن سوار رضی اللہ عنہ کی حکمت	۱۰۶
عہد رسالت میں جنگی حکمت کی ایک نظیر	۱۰۷
باب ۲- خیر القرون کے اصحاب علم وفضل کے حکمت ونصیحت پر مبنی واقعات	
امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی پڑوسی پر حکیمانہ شفقت	۱۰۹
امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی حکمت ودانائی	۱۱۰
امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا دھریہ سے حکیمانہ مناظرہ	۱۱۰
امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ذہانت وحکمت کا ایک واقعہ	۱۱۳
حکمت وفراست کا دوسرا واقعہ	۱۱۴
امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی حکمت وذہانت کا تیسرا اور واقعہ	۱۱۴
امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ذہانت وحکمت کا چوتھا واقعہ	۱۱۴
امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یادگار مناظرہ	۱۱۶
۳۳ سالہ صحبت کی آٹھ حکمت ونصیحت بھری باتیں	۱۱۹
امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ذہانت وحکمت کا پانچواں واقعہ	۱۲۲

چھٹا واقعہ	۱۲۳
جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی حکیمانہ دعوت اصلاح	۱۲۴
امام ابوزرعہ رحمہ اللہ کے احباب کی کمال بصیرت	۱۲۵
سلطان نورالدین زنگی رحمہ اللہ کی حکمت کا تاریخی واقعہ	۱۲۶
حصول علم کا حکیمانہ طرز	۱۲۸
باندی کی حکمت کا واقعہ	۱۳۰
سلیمان اعمش رحمہ اللہ کی ایک شاگرد سے حکیمانہ گفتگو	۱۳۰
خدائی حکمت کا عجیب واقعہ	۱۳۱
شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی عجیب نصیحت	۱۳۶
قاضی بَکّار بن قُتَیبَہ رحمہ اللہ کی حکمت و نصیحت	۱۳۷
حضرت سعید بن جُبیر رحمہ اللہ کی جرأت مندانہ نصیحت	۱۳۹
قاضی ایاس رحمہ اللہ کی حکمت و ذہانت کے واقعات	۱۴۴
ایک درہم کے بدلے جنت	۱۴۷
باب ۳- خیرالقرون سے موجودہ دور کے اسلاف و مشائخ کے حکمت و نصیحت پر مبنی گراں قدر اقوال	
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اقوال حکمت	۱۴۹
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اقوال حکمت	۱۵۰
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اقوال حکمت	۱۵۰
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقوال حکمت	۱۵۱
حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے اقوال حکمت	۱۵۲
شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے حکیمانہ اقوال	۱۵۲

حضرت فضیل رحمہ اللہ پر حکمت نصیحتیں	۱۵۳
حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے گراں قدر اقوال	۱۵۴
شفیق بلخی رحمہ اللہ کی نصیحتیں	۱۵۴
حضرت یحییٰ برمکی رحمہ اللہ کے حکیمانہ فرمودات	۱۵۵
حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے نصیحت آموز اقوال	۱۵۵
حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ کے اقوال	۱۵۸
خلیفہ مامون الرشید رحمہ اللہ کی حکیمانہ باتیں	۱۵۸
ذوالنون مصری رحمہ اللہ کے اقوال حکمت	۱۵۸
حضرت بابا فرید گنج شکر رحمہ اللہ کی نصائح	۱۵۹
حضرت شیخ ابن عطاء اسکندری رحمہ اللہ کے اقوال	۱۵۹
حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کے فرمودات	۱۶۰
حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کی حکیمانہ باتیں	۱۶۰
حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے اقوال	۱۶۰
حضرت سعید ابن مسیب رحمہ اللہ کے فرمودات	۱۶۱
حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ کی حکیمانہ باتیں	۱۶۱
حضرت عثمان حیری رحمہ اللہ کے حکیمانہ ارشادات	۱۶۱
حضرت احمد حواری رحمہ اللہ کے اقوال حکمت	۱۶۲
خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کی ناصحانہ باتیں	۱۶۲
حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمہ اللہ کے فرمودات	۱۶۲
حضرت یحییٰ معاذ رحمہ اللہ کے اقوال حکمت	۱۶۲
حضرت بشر حافی رحمہ اللہ کے فرمودات	۱۶۳

حضرۃ مولانا کرامت علی جونپوری رحمہ اللہ کے حکیمانہ اقوال	۱۶۳
حضرت شیخ ابراہیم دسوقی رحمہ اللہ کے ارشادات	۱۶۳
ابوالعباس مرعشی رحمہ اللہ کے ملفوظات	۱۶۳
حضرت ابوالقاسم بن ابراہیم رحمہ اللہ کے فرمودات	۱۶۴
خواجہ بہاؤالدین نقشبندی رحمہ اللہ کے فرمودات	۱۶۴
حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے فرمودات	۱۶۴
عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے حکیمانہ اقوال	۱۶۴
شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کے ارشادات	۱۶۵
حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی حکیمانہ باتیں	۱۶۵
حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے اقوال	۱۶۶
حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ کے فرمودات	۱۶۶
حکیم الامت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی حکیمانہ باتیں	۱۶۶
شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے اقوال	۱۶۷
رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمہ اللہ کے ارشادات	۱۶۷
حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب رحمہ اللہ کی حکیمانہ باتیں	۱۶۸
حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کے ارشادات	۱۶۸
مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ کا قول حکمت	۱۶۸
حضرت علامہ شمس الحق افغانی رحمہ اللہ کے ملفوظات	۱۶۹
حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے فرمودات	۱۶۹
حضرت شاہ محمد یعقوب مجددی رحمہ اللہ کے ارشادات	۱۷۰
مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کے ملفوظات	۱۷۰

عارف باللہ حضرۃ حماد اللہ ہالیجوی نور اللہ مرقدہٗ کے فرمودات	۱۷۰
عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی رحمہ اللہ کے اقوال حکمت	۱۷۱
مسیح الامت حضرۃ مولانا مسیح اللہ صاحب رحمہ اللہ کے حکیمانہ فرمودات	۱۷۱
عارف ربانی حضرت حاجی محمد شریف صاحب رحمہ اللہ کے ملفوظات	۱۷۱
فقیہ العصر مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ کی حکیمانہ باتیں	۱۷۲
دس باتیں حکیمانہ نصیحتیں	۱۷۲
باب ۴ - اکابر اسلاف وسلاطین کے حکمت ونصیحت پر مبنی واقعات	
حضرت مولانا شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ کی کمال حکمت	۱۷۴
سلطان محمود کی حکمت اور اس کا انعام	۱۷۵
حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی حکیمانہ جہد پیہم	۱۷۵
اہل روم کی حکمت	۱۷۷
حکیم سقراط کی حکمت وفراست	۱۷۸
اقوال حکمت	۱۷۹
سلطان عالمگیر رحمہ اللہ کی عالمگیر حکمت	۱۸۰
تیر علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں	۱۸۱
حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی حکمت بھری بصیرت	۱۸۳
طالب علم کی شیر شاہ سوری سے حکیمانہ گفتگو	۱۸۴
حکمت بھری تبلیغ کا عجیب واقعہ	۱۸۵
حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا حکمت بھرا جواب	۱۸۶
نیک سیرت بادشاہ کی ملکہ سے نصیحت آموز گفتگو	۱۸۷
خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کی حکمت کا یادگار واقعہ	۱۸۸

جب قاتل کا سراغ مل گیا	۱۸۹
مفتی اعظم رحمہ اللہ کا حکیمانہ طرز عمل	۱۹۰
ایک مجذوب کی حکیمانہ بات	۱۹۲
اسلام کی حقانیت کا یادگار واقعہ	۱۹۳
امام غزالی رحمہ اللہ کی والدہ کا ایک واقعہ	۱۹۴
شیخ سعدی رحمہ اللہ کو والد کی نصیحت	۱۹۴
حکمت سے علاج کا عجیب واقعہ	۱۹۵
شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ کی حکیمانہ باتیں	۱۹۶
اصلاح کا حکیمانہ انداز	۱۹۷
حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمہ اللہ کی حکیمانہ گفتگو	۱۹۷
ایک طالب علم کا دلچسپ واقعہ	۱۹۸
سلطان نور الدین زنگی رحمہ اللہ کی حکمت وفراست	۲۰۰
شیخ عبد اللہ محدث کی حکمت کا عجیب واقعہ	۲۰۲
شیخ جمال الدین کا حکیمانہ جواب	۲۰۴
ایک بزرگ کی حکیمانہ گفتگو	۲۰۴
سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ کا حکیمانہ عدل	۲۰۵
دو آنے کی برکت	۲۰۸
ملکہ کی غیرت مندانہ حکمت کا عجیب واقعہ	۲۰۹
امام غزالی رحمہ اللہ کی طالب علمی کا واقعہ	۲۰۹
حضرت خواجہ بہاؤ الدین زکریا رحمہ اللہ کا حکیمانہ برتاؤ	۲۱۱
ایک بچے کی سلطان عالمگیر سے حکیمانہ گفتگو	۲۱۲

حکیمانہ کردار	۲۱۲
حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ	۲۱۳
کی ایک عیسائی پادری سے گفتگو	۲۱۳
تربیت کا حکیمانہ انداز	۲۱۵
شاہ اہل اللہ کی کمال حکمت	۲۱۷
حکیم الامت رحمہ اللہ کا انداز نصیحت	۲۱۸
حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا انداز نصیحت	۲۱۸
حکیم الامت رحمہ اللہ کا گارڈ کو حکیمانہ جواب	۲۲۰
حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ کی ایک نوجوان سے ملاقات	۲۲۰
اکابر کا انداز نصیحت	۲۲۱
حکمت قاسمی	۲۲۱
علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی عیسائی مناظر سے گفتگو	۲۲۲
انداز نصیحت	۲۲۳
حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ سے کا انداز نصیحت	۲۲۳
حکمت بھری نصیحت	۲۲۴
خدمت خلق کا حکیمانہ انداز	۲۲۵
حکیم الامت رحمہ اللہ کا انداز نصیحت	۲۲۶
امیر شریعت رحمہ اللہ کا حکیمانہ جواب	۲۲۷
حکیم الامت رحمہ اللہ کا ایک اور واقعہ	۲۲۸
حکیم الامت کا ایک حکیمانہ معاملہ	۲۳۱
حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا حکمت بھرا تعویذ	۲۳۱

حکیم الاسلام رحمہ اللہ کا انداز نصیحت	۲۳۲
دو شاعروں کی حکیمانہ اصلاح	۲۳۳
ایک بچے کا حکیم الامت رحمہ اللہ کو حکیمانہ جواب	۲۳۵
اہل اللہ کی نظر کیمیا	۲۳۵
عبدالرحیم خان خاناں کا خاتون کو جواب	۲۳۷
بچے کی اپنے والد کو نصیحت	۲۳۷
قرآنی آیات سے گفتگو کرنیوالے بچے کی حکمت	۲۳۹
سلف صالحین کی اپنے دوستوں کو تین نصیحتیں	۲۴۲
نصیحت آموز قصہ	۲۴۲
ملاح کی طلبا کو نصیحت	۲۴۴
ایک عالم کا حکیمانہ فیصلہ	۲۴۵
شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کی حکیمانہ حاضر جوابی	۲۴۷
فیصلہ میں حکمت	۲۴۸
حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمہ اللہ	۲۴۹
اور انکے خلفائے کرام کے بارے میں صدیوں پہلے پیشینگوئی	۲۴۹
حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ذکر	۲۵۰
حضرت مولانا محمد عیسیٰ الہ آبادیؒ خلیفہ حضرت تھانویؒ کا ذکر	۲۵۰
حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خلفاء کرام کا ذکر	۲۵۱
حضرت قاری طیب صاحب رحمہ اللہ کا ذکر	۲۵۱
حضرت حکیم الامت سے اس واقعہ کا ذکر اور حضرت کا ارشاد	۲۵۲
فراست مؤمن	۲۵۴

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید	۲۵۴
علامہ شیخ جمالی کی حکمت کا تاریخی واقعہ	۲۵۵
شاہ ابن سعود اور علمائے عرب کے سامنے	۲۵۷
شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی تقاریر	۲۵۷
قبر پرست مسلمانوں کے متعلق فقہ کی روشنی میں علامہ عثمانی کی تقریر	۲۵۸
انہدام تعمیرات قبور وزیارت مقامات مقدسہ	۲۶۲
غلاف کعبہ	۲۶۵
غلاف کعبہ کے اسراف وعدم اسراف پر علامہ عثمانی کی تقریر	۲۶۶
تطہیر جزیرۃ العرب	۲۶۷
حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کا حکیمانہ جواب	۲۷۳
اہل اللہ کی حکمت وفراست	۲۷۴
حضرت فضیل بن عیاض کی ہارون رشید کو نصیحت	۲۷۵
خدائی حکمت کا نظارہ	۲۷۷
خلافت عباسیہ	۲۷۸
فاطمی خلفاء	۲۷۹
ایوبی خلفاء	۲۷۹
ترکی خلفاء	۲۷۹
سلطان محمود کی زندگی کا حکیمانہ واقعہ	۲۷۹
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے	۲۸۲
حکیمانہ تبلیغ کے ثمرات	۲۸۴
حکمت بھری نصیحت	۲۸۵

اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں حکمت	۲۸۵
حکیم الامت رحمہ اللہ کا حکیمانہ جواب	۲۸۶
دعوت کا ایک حکیمانہ طریقہ	۲۸۷
مدارس کیلئے ایک حکیمانہ اصول	۲۸۸
حکمت و معرفت کی بات	۲۸۹
نصیحت کی اہم بات	۲۹۰
حضرت شاہ اسماعیل شہید کا حکیمانہ واقعہ	۲۹۰
واثق کے دربار میں ایک پابہ زنجیر عالم	۲۹۱
مامون کی حکیمانہ بات	۲۹۵
معروف کرخی رحمہ اللہ کا حکیمانہ عمل	۲۹۵
حکمت سلیمانی	۲۹۷
حضرت لاہوری رحمہ اللہ کا حکیمانہ ارشاد	۲۹۷
بادشاہ کے سامنے بچے کی حکیمانہ گفتگو	۲۹۷
حکمت کے ساتھ اصلاح کا عجیب واقعہ	۲۹۹
محفل میلاد کی شرکت سے معذرت	۳۰۰
تین عقلمند اور قیافہ شناس آدمی	۳۰۱
عاجزی کا کرشمہ	۳۰۱
کایہ پلٹ حکیمانہ جملہ	۳۰۲
زبان ہو دل کی رفیق	۳۰۳
قاضی شمس الدین کی حکیمانہ جرأت	۳۰۴
حکیم سقراط کی حکیمانہ گفتگو	۳۰۴

استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ کی طلباء کو نصیحت	۳۰۶
ایک لڑکی کا کلمہ حکمت	۳۰۶
حکیمانہ انداز تبلیغ	۳۰۶
حکیم الاسلام رحمہ اللہ کا انداز نصیحت	۳۰۷
حکمت قاسمی کا وارث ''فاتح بمبئی''	۳۰۸
شیخ الاسلام کی طلبا کو قیمتی نصیحت	۳۰۸
حکمت کی بات	۳۰۹
حکیم الامت کا کلمہ حکمت	۳۱۰
شیخ الہند رحمہ اللہ کا حکیمانہ جواب	۳۱۰
مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی ایک اہم نصیحت	۳۱۱
دو سوکنوں کی خدا خوفی اور حکمت و دانائی	۳۱۲
شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کی ایک انگریز سے حکیمانہ گفتگو	۳۱۵
حکیم الامت رحمہ اللہ کی وکلاء سے حکیمانہ گفتگو	۳۲۱
مولانا محمد عمر پالن پوری رحمہ اللہ کی حکیمانہ باتیں	۳۲۲
ایک اہم نصیحت	۳۲۴
علامہ یوسف بنوری رحمہ اللہ کی علامہ طنطاوی کو نصیحت	۳۲۴
تبلیغ دین کیلئے اہم نصیحت	۳۲۵
ذکر اللہ کے ساتھ صحبت شیخ ضروری ہے	۳۲۵
تکبر کا حکیمانہ علاج	۳۲۶
حکیم الامت رحمہ اللہ کی مروجہ تعظیمی رسوم کے خاتمہ کیلئے حکیمانہ تدابیر	۳۲۷
حکیم الامت کی غیر معمولی حکمت کا واقعہ	۳۲۹

عنوان	صفحہ
نصیحت کی حکمت عملی	۳۳۳
وہمی کا حکیمانہ علاج	۳۳۴
حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحتیں	۳۳۴
امام غزالی رحمہ اللہ کا حکیمانہ جواب	۳۳۵
حکمت سے اسلام کی جیت	۳۳۷
حکیمانہ وعظ کی ایک عجیب مثال	۳۳۹
حضرت مولانا عبدالماجد صاحب کی اصلاح کا حکیمانہ واقعہ	۳۴۰
علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی سود کے متعلق اہم نصیحت	۳۴۴
قریب المرگ شخص کی اصلاح کا حکیمانہ طرز	۳۴۵
افلاطون کی یادگار حکیمانہ ضیافت	۳۴۶
نیلسن منڈیلا کی حکیمانہ کاوش	۳۴۸
باب ۵- حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ظاہر و باطن کی اصلاح کیلئے اقوال حکمت	۳۵۴
باب ۶- قدیم و جدید اطباء کی حکمت کے تابناک واقعات	
عورت کے چہرے پر داڑھی	۳۸۰
مردہ زندہ ہوگیا	۳۸۱
مرض کی پیش گوئی	۳۸۳
کوڑے کی مار سے ہوش	۳۸۳
زہریلے راستے سے شفایابی	۳۸۴
مطب کا عجیب انداز	۳۸۵
دو طبیبوں کی صداقت	۳۸۶

سر میں کتے کی کھال	۳۸۶
حیرت انگیز کراماتی پٹی	۳۸۶
حوض کا کمال	۳۸۷
بادشاہ مریضوں کی صف میں	۳۸۷
فراست صادقہ	۳۸۸
نسخے میں قبر کا سامان	۳۸۸
متعفن حمل	۳۸۹
طاعون کا علاج	۳۸۹
طب یونانی کا امتحان	۳۸۹
تین طبیب بہنیں	۳۹۰
جسمانی صحت کا حکیمانہ فارمولا	۳۹۱
حضرت حاجی صاحب کی حکیمانہ تربیت کا واقعہ	۳۹۲
بڑوں کی نصیحت پر عمل کا فائدہ	۳۹۴
بڑوں کی نصیحت پر عمل نہ کرنے کا انجام	۳۹۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم
اللّٰھم
صل علی محمد وعلی آل محمد
کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم
انک حمید مجید
اللّٰھم
بارک علی محمد وعلی آل محمد
کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم
انک حمید مجید

باب ۱

انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حکمت و نصیحت پر مبنی واقعات

حضرت آدم علیہ السلام کی نصیحتیں

میرے بچو! میری نصیحتوں کو غور سے سن کر یاد بھی کرلو۔ ایسا مت کرنا کہ ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دو۔

پہلی نصیحت: ابلیس ملعون اور مردود ہمارا خطرناک دشمن ہے۔ تم لوگ اس کو اپنا دشمن ہی سمجھو اگر اس سے دوستی کروگے تو دھوکا کھاؤ گے جنت میں تمہاری اماں بھی اس کو اپنا دوست اور خیر خواہ سمجھتی تھیں اور میں نے بھی اس کو اپنا دوست اور خیر خواہ سمجھ لیا تھا اس ظالم نے مجھے بھی جنت سے نکلوادیا اور تمہاری امی کو بھی نکلوادیا یہ اللہ کا فضل وکرم ہے کہ اس دنیا میں اس کے مکروفریب سے بچادیا اگر تم لوگ اس سے دوستی کروگے تو وہ جہنم کے ایسے خطرناک گڑھے میں ڈال دے گا کہ پھر تم کو اس خطرناک عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔ جب اس نے ہم لوگوں کو جنت سے نکلوا کر دم لیا تو تم لوگوں کو اس جنت میں کس طرح سے جانے دے گا اس بات کو بار بار سوچتے رہو اور سنبھل کر چلو۔

دوسری نصیحت: شیطان نے ہم لوگوں کو اور ہماری اولاد کو چیلنج کیا ہے کہ میں انسانوں کے آگے سے بھی آؤں گا اور بائیں سے بھی آؤں گا اور ان کو گمراہ کرکے دوزخ میں ڈال کر رہوں گا۔ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اگر اوپر سے ہواؤں میں اڑتا ہوا آئے اور پانی پر چلتا ہوا آئے اور کہے کہ میں بہت بڑا بزرگ ہوں اور تمہارا خیر خواہ ہوں تو اس کو لاحول پڑھ کر بھگا دینا اور کہہ دینا کہ تو بزرگ نہیں ہے بلکہ ہمارا دشمن شیطان مردود ہے ہم کو تیری خیر خواہی اور ہمدردی کی ضرورت نہیں ہے۔ تو نے ہمارے والدین کے ساتھ خیر خواہی کرلی۔

تیسری نصیحت: تم لوگ صرف ایک اللہ کو مان کر ان کے حکم کے مطابق صرف انہیں کی عبادت کرتے رہنا۔

چوتھی نصیحت: میری ہی اولاد میں سے جس کو اللہ تعالیٰ اپنا نبی اور پیغمبر بنائیں گے اور ان کے ذریعہ اپنی عبادت اور اطاعت کا طریقہ بتلائیں گے وہی اصلی دوست

اور تمہارے خیر خواہ، پیغمبر اور نبی ہوں گے وہی لوگ جنت میں جانے کا راستہ بتلائیں گے اگر تم لوگ ان کی تعلیم پر عمل کرو گے تو مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ تم کو جنت میں داخل کریں گے۔

پانچویں نصیحت: خدا کا انکار کر کے کافر مت ہونا اور خدا کی عبادت میں کسی کو شریک مت کرنا۔ ورنہ مرنے کے بعد جہنم میں ڈال دیئے جاؤ گے۔

چھٹی نصیحت: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی مت کرنا۔ ابلیس نے خدا کی نافرمانی کی اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے دربار سے نکال دیا کیونکہ نافرمانی کر کے اس نے معافی نہیں مانگی اور نہ ہی توبہ کی۔ بلکہ تکبر اور غرور اختیار کیا۔ بیٹے! یہ دونوں بڑے بڑے امراض ہیں ان سے کوسوں دور بھاگتے رہنا۔

ساتویں نصیحت: اللہ تعالیٰ نے ہمارے مادہ کو یعنی ہماری اصلیت کو اچھائی اور برائی سے بنایا ہے تم اچھا کام کرتے کرتے کبھی بُرا کام بھی کر بیٹھو گے۔ خدا کی عبادت اور بندگی کرتے کرتے کبھی تم سے ان کی نافرمانی بھی ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ رحیم بھی ہیں کریم بھی ہیں۔ غفار اور غفور بھی ہیں تم مایوس نہ ہونا۔ فوراً اپنی غلطی کا اقرار کرتے ہوئے توبہ کر لینا اور ان سے معافی بھی مانگ لینا وہ تمہاری بڑی سے بڑی خطاؤں اور گناہوں کو معاف بھی فرمائیں گے اور توبہ کرنے کا الگ سے ثواب بھی دیں گے اور اپنی جنت میں داخل بھی فرمائیں گے دیکھو ابلیس ملعون نے بھی غلطی کی تھی مگر توبہ کر کے معافی نہیں مانگی اس لئے وہ اللہ رب العلمین کے دربار سے ہمیشہ کے لئے نکال دیا گیا اور جہنمی بھی بنا دیا گیا۔ ہم لوگوں سے بھی نافرمانی ہو گئی تھی مگر ہم لوگ شرمندہ ہو کر روتے رہے اور توبہ کرتے رہے وہ ہم لوگوں سے خوش ہو گئے اور معاف بھی فرما دیا۔ اب ہمیشہ ہمیشہ کیلئے پھر جنت میں داخل فرمائیں گے اور پھر کبھی نہیں نکالیں گے۔

پیارے بچو! اگر تم ہماری نصیحتوں پر عمل کرو گے اور ہماری بات مان جاؤ گے تو ہمارے ساتھ جنت میں رہو گے اور خوب مزے اڑاؤ گے اور اگر تم لوگوں نے ہماری نصیحتوں پر عمل نہیں کیا اور شیطان کو اپنا دوست اور خیر خواہ بنا لیا تو ہمارے دشمن شیطان مردود کے ساتھ دوزخ میں جلتے رہو گے۔ (تاریخ جنات و انسان اور ان کی دینی دعوت)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسب موقع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنی گراں قدر نصائح سے نوازا۔ کتب احادیث میں اس موضوع پر عظیم نصیحتوں کا ذخیرہ موجود ہے۔ تاہم ذیل میں ایک طویل حدیث نقل کی جاتی ہے جس میں مختصر اور جامع انداز میں متفرق نصیحتیں جمع ہیں۔ (مرتب)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! حضرت ابراہیمؑ کے صحیفے کیا تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان صحیفوں میں صرف مثالیں اور نصیحتیں تھیں۔ (مثلاً ان میں یہ مضمون بھی تھا)

اے مسلط ہونے والے بادشاہ! جسے آزمائش میں ڈالا جا چکا ہے اور جو دھوکہ میں پڑا ہوا ہے میں نے تجھے اس لئے نہیں بھیجا تھا کہ تو جمع کر کے دنیا کے ڈھیر لگا لے میں نے تو تجھے اس لئے بھیجا تھا کہ کسی مظلوم کی بددعا کو میرے پاس آنے نہ دے کیونکہ جب کسی مظلوم کی بددعا میرے پاس پہنچ جاتی ہے تو پھر میں اسے رد نہیں کرتا چاہے وہ مظلوم کافر ہی کیوں نہ ہو اور جب تک عقل مند آدمی کی عقل مغلوب نہ ہو جائے اس وقت تک اسے چاہئیے کہ وہ اپنے اوقات کی تقسیم کرے۔ کچھ وقت اپنے رب سے راز و نیاز کی باتیں کرنے کے لئے ہونا چاہئے کچھ وقت اپنے نفس کے محاسبے کے لئے ہونا چاہئے کچھ وقت اللہ تعالیٰ کی کاریگری اور اسکی مخلوقات میں غور و فکر کرنے کے لئے ہونا چاہئے اور کچھ وقت کھانے پینے کی ضروریات کے لئے فارغ ہونا چاہئے اور عقل مند کو چاہئے کہ صرف تین کاموں کے لئے سفر کرے یا تو آخرت کا توشہ بنانے کے لئے یا اپنی معاش ٹھیک کرنے کے لئے یا کسی حلال لذت اور

راحت کو حاصل کرنے کے لئے اور عقلمند کو چاہئے کہ وہ اپنے زمانہ (کے حالات) پر نگاہ رکھے اور اپنی حالت کی طرف متوجہ رہے اور اپنی زبان کی حفاظت کرے اور جو بھی اپنی گفتگو کا اپنے عمل سے محاسبہ کرے گا وہ کوئی بیکار بات نہیں کرے گا بلکہ صرف مقصد کی بات کرے گا۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! حضرت موسیٰ کے صحیفے کیا تھے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں سب عبرت کی باتیں تھیں۔ (مثلاً ان میں یہ مضمون بھی تھا کہ) مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جسے موت کا یقین ہے اور وہ پھر خوش ہوتا ہے مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جسے جہنم کا یقین ہے اور وہ پھر ہنستا ہے۔ مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جسے تقدیر کا یقین ہے اور وہ پھر اپنے آپ کو بلاضرورت تھکاتا ہے۔ مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جس نے دنیا کو دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ دنیا آنی جانی چیز ہے ایک جگہ رہتی نہیں اور پھر مطمئن ہو کر اس سے دل لگاتا ہے۔ مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جسے کل قیامت کے حساب کتاب کا یقین ہے اور پھر عمل نہیں کرتا۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کچھ وصیت فرمادیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ تمام کاموں کی جڑ ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کچھ اور فرمادیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تلاوت قرآن اور اللہ کے ذکر کی پابندی کرو کیونکہ یہ زمین پر تمہارے لئے نور ہے اور آسمان میں تمہارے لئے ذخیرہ ہے۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کچھ اور فرمادیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زیادہ ہنسنے سے بچو کیونکہ اس سے دل مردہ ہو جاتا ہے اور چہرے کا نور جاتا رہتا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کچھ اور فرمادیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاد کو لازم پکڑلو کیونکہ یہی میری امت کی رہبانیت ہے۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کچھ اور فرمادیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زیادہ دیر خاموش رہا کرو کیونکہ اس سے شیطان دفع ہو جاتا ہے اور اس سے تمہیں دین کے کاموں میں مدد ملے گی۔

میں نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے کچھ اور فرمادیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسکینوں سے محبت رکھو اور ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا رکھو۔

میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کچھ اور فرمادیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (دنیاوی مال و دولت اور ساز و سامان میں) ہمیشہ اپنے سے نیچے والے کو دیکھا کرو اوپر والے کو مت دیکھا کرو کیونکہ اس طرح کرنے سے تم اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو حقیر نہیں سمجھو گے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کچھ اور فرمادیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حق بات کہو چاہے وہ کڑوی کیوں نہ ہو۔

میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کچھ اور فرمادیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہیں اپنے عیب معلوم ہیں تو دوسروں (کے عیب دیکھنے) سے رک جاؤ اور جو برے کام تم خود کرتے ہو ان کی وجہ سے دوسروں پر ناراض مت ہو۔ تمہیں عیب لگانے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ تم اپنے عیبوں کو تو جانتے نہیں اور دوسروں میں عیب تلاش کررہے ہو اور جن حرکتوں کو خود کرتے ہو ان کی وجہ سے دوسروں پر ناراض ہوتے ہو۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا اے ابوذر! حسن تدبیر کے برابر کوئی عقلمندی نہیں اور ناجائز، مشتبہ اور نامناسب کاموں سے رکنے کے برابر کوئی تقویٰ نہیں اور حسن اخلاق جیسی کوئی خاندانی شرافت نہیں۔ (اخرجہ ابن حبان فی صحیحہ واللفظ لہ والحاکم)

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو چیز تمہیں تکلیف دیتی ہے اس سے تم کنارہ کشی اختیار کرلو اور نیک آدمی کو دوست بناؤ لیکن ایسا آدمی مشکل سے ملے گا اور اپنے معاملات میں ان لوگوں سے مشورہ لو جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔ (اخرجہ البیہقی کذا فی الکنز ۸/۲۰۸)

حضرت سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے لئے اٹھارہ باتیں مقرر کیں جو سب کی سب حکمت و دانائی کی باتیں تھیں۔ انہوں نے فرمایا۔

(۱) جو تمہارے بارے میں اللہ کی نافرمانی کرے تم اسے اس جیسی اور کوئی سزا نہیں دے سکتے کہ تم اللہ کی اطاعت کرو۔

(۲) اور اپنے بھائی کی بات کو کسی اچھے رخ کی طرف لے جانے کی پوری کوشش کرو۔ ہاں اگر وہ بات ہی ایسی ہو کہ اسے اچھے رخ کی طرف لے جانے کی تم کوئی صورت نہ بنا سکو تو اور بات ہے۔

(۳) اور مسلمان کی زبان سے جو بول بھی نکلا ہے اور تم اس کا کوئی بھی خیر کا مطلب نکال سکتے ہو تو اس سے برے مطلب کا گمان مت کرو۔

(۴) جو آدمی خود ایسے کام کرتا ہے جس سے دوسروں کو بدگمانی کا موقع ملے تو وہ اپنے سے بدگمانی کرنے والے کو ہرگز ملامت نہ کرے۔

(۵) جو اپنے راز کو چھپائے گا اختیار اس کے ہاتھ میں رہے گا۔

(۶) اور سچے بھائیوں کے ساتھ رہنے کو لازم پکڑو۔ ان کے سایہ خیر میں زندگی گزارو کیونکہ وسعت اور اچھے حالات میں وہ لوگ تمہارے لئے زینت کا ذریعہ اور مصیبت میں حفاظت کا سامان ہوں گے۔

(۷) اور ہمیشہ سچ بولو چاہے سچ بولنے سے جان ہی چلی جائے۔

(۸) بے فائدہ اور بیکار کاموں میں نہ لگو۔

(۹) جو بات ابھی پیش نہیں آئی اس کے بارے میں مت پوچھو کیونکہ جو پیش آچکا

ہے اس کے تقاضوں سے ہی کہاں فرصت مل سکتی ہے۔

(۱۰) اپنی حاجت اس کے پاس نہ لے جاؤ جو یہ نہیں چاہتا کہ تم اس میں کامیاب ہو جاؤ۔

(۱۱) جھوٹی قسم کو ہلکا نہ سمجھو ورنہ اللہ تمہیں ہلاک کر دیں گے۔

(۱۲) بدکاروں کے ساتھ نہ رہو ورنہ تم ان سے بدکاری سیکھ لو گے۔

(۱۳) اپنے دشمن سے الگ رہو۔

(۱۴) اپنے دوست سے بھی چوکنے رہو لیکن اگر وہ امانتدار ہے تو پھر اس کی ضرورت نہیں اور امانتدار صرف وہی ہو سکتا ہے جو اللہ سے ڈرنے والا ہو۔

(۱۵) اور قبرستان میں جا کر خشوع اختیار کرو۔

(۱۶) اور جب اللہ کی فرمانبرداری کا کام کرو تو عاجزی اور تواضع اختیار کرو۔

(۱۷) اور جب اللہ کی نافرمانی ہو جائے تو اللہ کی پناہ چاہو۔

(۱۸) اور اپنے تمام امور میں ان لوگوں سے مشورہ کیا کرو جو اللہ سے ڈرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓءُ (سورۃ فاطر:۲۸)

ترجمہ:۔ ”خدا سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو (اس کی عظمت کا) علم رکھتے ہیں۔

(اخرجہ الخطیب وابن عساکر وابن النجار کذا فی الکنز ۸/ ۲۳۵)

حضرت احنف بن قیسؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا اے احنف! جو آدمی زیادہ ہنستا ہے اس کا رعب کم ہو جاتا ہے۔ جو مذاق زیادہ کرتا ہے لوگ اسے ہلکا اور بے حیثیت سمجھتے ہیں جو باتیں زیادہ کرتا ہے اس کی لغزشیں زیادہ ہو جاتی ہیں۔ جس کی لغزشیں زیادہ ہو جاتی ہیں اس کی حیا کم ہو جاتی ہے اور جس کی حیا کم ہو جاتی ہے اس کی پرہیزگاری کم ہو جاتی ہے اور جس کی پرہیزگاری کم ہو جاتی ہے اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے۔ (اخرجہ الطبرانی فی الاوسط)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم کتاب اللہ کے برتن اور علم کے چشمے بن جاؤ یعنی قرآن اپنے اندر اتار لو پھر علم اندر سے پھوٹ کر نکلے گا اور اللہ تعالیٰ سے ایک دن میں ایک دن کی روزی مانگو اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ کثرت سے توبہ کرنے والوں کے

پاس بیٹھا کرو کیونکہ ان کے دل سب سے زیادہ نرم ہوتے ہیں۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱/۵۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو اللہ سے ڈرے گا وہ کبھی کسی پر اپنا غصہ نہیں نکالے گا یعنی کسی سے انتقام نہیں لے گا بلکہ اپنا غصہ پیئے گا اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اپنی مرضی کا ہر کام نہیں کر سکے گا اور اگر قیامت کا دن نہ ہوتا تو جو تمہیں نظر آ رہا ہے وہ نہ ہوتا بلکہ افراتفری کا کچھ اور عالم ہوتا۔ (اخرجہ ابن ابی الدنیا والدینوری فی المجالسۃ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو لوگوں کے ساتھ انصاف کرتا ہے اور اس کے لئے اپنی جان پر جو مشقت جھیلنی پڑے اسے جھیلتا ہے اسے اپنے تمام کاموں میں کامیابی ملے گی اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی وجہ سے ذلت اٹھانا نافرمانی کی عزت کی بنسبت نیکی کے زیادہ قریب ہے۔ (اخرجہ الخرائطی وغیرہ کذا فی الکنز ۸/۲۳۵)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو خط میں یہ لکھا امابعد! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اسے ہر شر اور فتنے سے بچاتے ہیں اور جو اللہ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے تمام کاموں کی کفایت کرتے ہیں اور جو اللہ کو قرض دیتا ہے یعنی دوسروں پر اپنا مال اللہ کے لئے خرچ کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اسے بہترین بدلہ عطا فرماتے ہیں اور جو اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی نعمت کو بڑھاتے ہیں اور تقویٰ ہر وقت تمہارا نصب العین' تمہارے اعمال کا سہارا اور ستون اور تمہارے دل کی صفائی کرنے والا ہونا چاہیئے۔ جس کی کوئی نیت نہیں ہوگی اس کا کوئی عمل معتبر نہیں ہوگا۔ جس نے ثواب لینے کی نیت سے عمل نہ کیا اسے کوئی اجر نہیں ملے گا۔ جس میں نرمی نہیں ہوگی اسے اپنے مال سے بھی فائدہ نہیں ہوگا جب تک پہلا کپڑا پرانا نہ ہو جائے نیا نہیں پہننا چاہیئے۔ (اخرجہ ابن ابی الدنیا وابوبکر الصولی وابن عساکر کذا فی الکنز ۸/۲۰۷)

امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اے امیر المومنین! اگر آپ کی خوشی یہ ہے کہ آپ اپنے دونوں ساتھیوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے جاملیں تو آپ اپنی امیدیں مختصر کریں اور کھانا کھائیں لیکن پیٹ نہ بھریں اور لنگی بھی چھوٹی پہنیں اور کرتے پر پیوند لگائیں اور اپنے ہاتھ سے جوتی گانٹھیں اس طرح کریں گے تو ان دونوں سے جاملیں گے۔ (اخرجہ البیہقی کذافی الکنز ۸/۲۱۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا خیر یہ نہیں ہے کہ تمہارا مال اور تمہاری اولاد زیادہ ہو جائے بلکہ خیر یہ ہے کہ تمہارا علم زیادہ ہو اور تمہاری بردباری کی صفت بڑی ہو اور اپنے رب کی عبادت میں تم لوگوں سے آگے نکلنے کی کوشش کرو۔ اگر تم سے نیکی کا کام ہو جائے تو اللہ کی تعریف کرو اور اگر برائی کا کام ہو جائے تو اللہ سے استغفار کرو اور دنیا میں صرف دو آدمیوں میں سے ایک کے لئے خیر ہے ایک تو وہ آدمی ہے جس سے کوئی گناہ ہو گیا اور پھر اس نے توبہ کر کے اس کی تلافی کر لی دوسرا وہ آدمی جو نیک کاموں میں جلدی کرتا ہو اور جو عمل تقویٰ کے ساتھ ہو وہ کم شمار نہیں ہو سکتا کیونکہ جو عمل اللہ کے ہاں قبول ہو وہ کیسے کم شمار ہو سکتا ہے۔ (کیونکہ قرآن میں ہے کہ اللہ متقیوں کے عمل کو قبول فرماتے ہیں) (اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ ۱/۷۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا توفیق خداوندی سب سے بہترین قائد ہے اور اچھے اخلاق بہترین ساتھی ہیں عقلمندی بہترین مصاحب ہے حسن ادب بہترین میراث ہے اور عجب وخود پسندی سے زیادہ سخت تنہائی اور وحشت والی کوئی چیز نہیں۔ (عند البیہقی وابن عساکر کذافی الکنز ۸/۲۳۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسے مت دیکھو کہ کون بات کر رہا ہے بلکہ یہ دیکھو کہ کیا بات کہہ رہا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہر بھائی چارہ ختم ہو جاتا ہے صرف وہی بھائی چارہ باقی رہتا ہے جو لالچ کے بغیر ہو۔ (اخرجہ ابن السمعانی فی الدلائل)

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نصیحت

حضرت نمران بن نمر ابوالحسن رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ لشکر میں چلے جا رہے تھے فرمانے لگے بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اپنے کپڑوں کو تو خوب اجلا اور سفید کر رہے ہیں لیکن اپنے دین کو میلا کر رہے ہیں یعنی دین کا نقصان کر کے دنیا اور ظاہری شان و شوکت حاصل کر رہے ہیں۔ غور سے سنو! بہت سے لوگ دیکھنے میں تو اپنے نفس کا اکرام کرنے والے ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ اپنے نفس کی بے عزتی کرنے والے ہوتے ہیں۔ پرانے گناہوں کو نئی نیکیوں کے ذریعے سے ختم کرو۔ اگر تم میں سے کوئی اتنے گناہ کر لے جس سے زمین و آسمان کے درمیان کا خلا بھر جائے اور پھر وہ ایک نیکی کر لے تو یہ نیکی ان سب گناہوں پر غالب آ جائے گی۔ (عند ابن السمعانی کذا فی الکنز ۸/۲۳۶)

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مومن کے دل کی مثال چڑیا جیسی ہے جو ہر دن نہ معلوم کتنی مرتبہ ادھر ادھر پلٹتا رہتا ہے۔ (اس لئے آدمی مشورہ کے تابع ہو کر چلے) (اخرجہ ابونعیم فی الحلیہ ۱/۱۰۲)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت عمرو بن میمون اودیؒ کہتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ہم لوگوں میں کھڑے ہو کر فرمایا اے بنی اود! میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں۔ اچھی طرح جان لو کہ ہم سب کو لوٹ کر اللہ کے ہاں جانا ہے پھر جنت میں جانا ہوگا یا جہنم میں اور وہاں جا کر ہمیشہ رہنا ہوگا وہاں سے آگے کہیں جانا نہیں ہوگا اور ایسے جسموں میں ہم ہمیشہ رہیں گے جنہیں موت نہیں آئے گی۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱/۲۳۶)

حضرت معاویہ بن قرہؒ کہتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا جب تم نماز پڑھنے لگو تو دنیا سے جانے والے کی طرح نماز پڑھا کرو اور یوں سمجھا کرو کہ اب دوبارہ نماز پڑھنے کا موقع نہیں ملے گا اور میرے بیٹے! یہ بات جان لو کہ مومن جب مرتا ہے تو اس کے پاس دو قسم کی نیکیاں ہوتی ہیں ایک تو وہ نیکی جو اس نے آگے بھیج دی دوسری وہ جسے وہ دنیا میں چھوڑ کر جا رہا ہے یعنی صدقہ جاریہ۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱/۲۳۴)

حضرت عبداللہ بن سلمہؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا مجھے کچھ سکھا دیں فرمایا تم میری بات مانو گے؟ اس نے کہا مجھے تو آپ کی بات ماننے کا بہت شوق ہے فرمایا کبھی روزہ رکھا کرو کبھی افطار کیا کرو اور رات کو کبھی نماز پڑھا کرو اور کبھی سو جایا کرو اور کمائی کرو اور گناہ نہ کرو اور تم پوری کوشش کرو کہ تمہاری موت مسلمان ہونے کی حالت میں آئے اور مظلوم کی بد دعا سے بچو۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱/۲۳۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اس آدمی پر بہت غصہ آتا ہے جو مجھے فارغ نظر آتا ہے نہ آخرت کے کسی عمل میں لگا ہوا ہے اور نہ دنیا کے کسی کام میں۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱/۱۳۰)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے تم میں سے کوئی آدمی ایسا نہیں ملنا چاہیے جو رات کو مردہ پڑا رہے اور دن کو قطرب کیڑے کی طرح پھدکتا پھرے۔ یعنی رات بھر تو پڑا سوتا رہے اور دن میں بھی دنیا کے کاموں میں خوب بھاگ دوڑ کرے۔ (عند ابی نعیم فی الحلیۃ)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا دنیا کا صاف حصہ تو چلا گیا اور گدلا حصہ رہ گیا ہے لہذا آج تو موت ہر مسلمان کے لئے تحفہ ہے۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱/۱۳۱)

ایک روایت میں یہ ہے کہ دنیا تو پہاڑ کی چوٹی کے تالاب کی طرح ہے جس کا صاف حصہ جا چکا ہو اور گدلا حصہ رہ گیا ہو۔ (عندہ ایضا ۱/۱۳۲)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا غور سے سنو! دو ناگوار اور ناپسندیدہ چیزیں کیا ہی اچھی ہیں ایک موت اور دوسری فقیری اور اللہ کی قسم! انسان کی دو ہی حالتیں ہوتی ہیں یا مالداری یا فقیری اور مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ ان دونوں میں سے کون سی حالت میں مجھے مبتلا کیا جائے۔ اگر مالداری کی حالت ہوگی تو میں اپنے مال کے ذریعہ سے لوگوں کے ساتھ غمخواری اور مہربانی کا معاملہ کروں گا (اور یوں اللہ کا حکم پورا کروں گا) اور اگر فقیری کی حالت ہوگی تو صبر کروں گا (اور یوں اللہ کا حکم پورا کروں گا)۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱/۱۳۲)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کوئی بندہ اس وقت تک ایمان کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ ایمان کی چوٹی تک نہ پہنچ جائے اور اس وقت تک ایمان کی چوٹی

تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ اس کے نزدیک فقیری مالداری سے اور چھوٹا بننا بڑا بننے سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے اور اس کی تعریف کرنے والا اور اس کی بڑائی کرنے والا دونوں اس کے نزدیک برابر نہ ہو جائیں (نہ تعریف سے اثر لے نہ برائی سے) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حلال کمائی کے ساتھ فقیر حرام کمائی کی مالداری سے اور اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے چھوٹا بننا اللہ کی نافرمانی کے ساتھ بڑا بننے سے زیادہ محبوب ہو اور حق بات میں تعریف کرنے والا اور برائی کرنے والا برابر ہو۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱/۱۳۲)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی ملاقات کے بغیر مومن کو چین نہیں آ سکتا اور جسکا چین اور راحت اللہ کی ملاقات میں ہے تو سمجھ لو اسکی اللہ سے ملاقات ہوگئی۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱/۱۳۶)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی آدمی دین میں کسی زندہ انسان کے پیچھے ہرگز نہ چلے کیونکہ زندہ آدمی کا کیا اعتبار نہ معلوم کب تک ایمان کی حالت میں رہے اور کب کافر ہو جائے (خود براہ راست قرآن وحدیث سے تم اپنے لئے دینی رہنمائی حاصل کرو اور کسی کے پیچھے نہ چلو لیکن اگر ایسا نہ کر سکو) اور تم ضرور ہی کسی دوسرے کی اقتداء کرنا چاہو تو پھر ان لوگوں کی اقتداء کرو جو دنیا سے جا چکے ہیں کیونکہ زندہ آدمی کے بارے میں کوئی اطمینان نہیں کہ کب کسی فتنہ میں مبتلا ہو جائے۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱/۱۳۶)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم میں سے کوئی آدمی ہرگز امعہ نہ بنے۔ لوگوں نے پوچھا اے ابوعبدالرحمٰن! امعہ کون ہوتا ہے؟ فرمایا امعہ وہ ہوتا ہے (جس کی اپنی عقل سمجھ کچھ نہ ہو اور) یوں کہے کہ میں تو لوگوں کے ساتھ ہوں۔ اگر یہ ہدایت والے راستہ پر چلیں گے تو میں بھی ہدایت والے راستہ پر چلوں گا اور اگر یہ گمراہی والے راستہ پر چلیں گے تو میں بھی گمراہی والے راستہ پر چلوں گا۔ غور سے سنو! تم میں سے ہر آدمی اپنے دل کو اس پر ضرور پکا رکھے کہ اگر ساری دنیا کے لوگ بھی کافر ہو جائیں تو بھی وہ کفر اختیار نہیں کرے گا۔ (عند ابی نعیم ایضا)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو دنیا کو چاہے گا وہ آخرت کا نقصان کرے گا اور جو آخرت کو چاہے گا وہ دنیا کا نقصان کرے گا لہذا ہمیشہ باقی رہنے والی آخرت کی وجہ

سے فانی دنیا کا نقصان کرلو۔ (لیکن آخرت کا نہ کرو)۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱/ ۱۳۸)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو دنیا میں دکھاوے کی وجہ سے عمل کرے گا اللہ قیامت کے دن اس کے گناہ اور عیوب لوگوں کو دکھائیں گے اور جو دنیا میں شہرت کے لئے عمل کرے گا اللہ اس کے گناہ قیامت کے دن لوگوں کو سنائیں گے اور جو بڑا بننے کے لئے خود کو اونچا کرے گا اللہ اسے نیچا کریں گے اور جو عاجزی کی وجہ سے خود کو نیچا کرے گا اللہ تعالیٰ اسے بلند کریں گے۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱/ ۱۳۸)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت جعفر بن برقان ؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تین آدمیوں پر ہنسی آتی ہے اور تین چیزوں سے رونا آتا ہے ایک تو اس آدمی پر ہنسی آتی ہے جو دنیا کی امیدیں لگا رہا ہے' حالانکہ موت اسے تلاش کررہی ہے۔ دوسرے اس آدمی پر جو غفلت میں پڑا ہوا ہے اور اس سے غفلت نہیں برتی جا رہی یعنی فرشتے اس کا ہر برا عمل لکھ رہے ہیں اور اسے ہر عمل کا بدلہ ملے گا تیسرے منہ بھر کر ہنسنے والے پر جسے معلوم نہیں ہے کہ اس نے اپنے رب کو خوش کر رکھا ہے یا ناراض۔ اور مجھے تین چیزوں سے رونا آتا ہے پہلی چیز محبوب دوستوں یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت کی جدائی دوسری موت کی سختی کے وقت آخرت کے نظر آنے والے مناظر کی ہولنا کی تیسری اللہ رب العالمین کے سامنے کھڑا ہونا جب کہ مجھے یہ معلوم نہیں ہو گا کہ میں جہنم میں جاؤں گا یا جنت میں۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱/ ۲۰۷)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس دنیا میں مومن کی مثال اس بیماری جیسی ہے جس کا طبیب اور معالج اس کے ساتھ ہو جو اس کی بیماری اور اس کے علاج دونوں کو جانتا ہو جب اس کا دل کسی ایسی چیز کو چاہتا ہے جس میں اس کی صحت کا نقصان ہو تو وہ معالج اسے اس سے منع کردیتا ہے اور کہہ دیتا ہے اس کے قریب بھی نہ جاؤ کیونکہ اگر تم نے اسے کھایا تو یہ تمہیں ہلاک کردے گی اسی طرح وہ معالج اسے نقصان دہ چیزوں سے روکتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ بالکل تندرست ہوجاتا ہے اور اس کی بیماری ختم ہوجاتی ہے اسی طرح مومن کا دل

بہت سی ایسی دنیاوی چیزوں کو چاہتا رہتا ہے جو دوسروں کو اس سے زیادہ دی گئی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ موت تک اسے ان سے منع کرتے رہتے ہیں اور ان چیزوں کو اس سے دور کرتے رہتے ہیں اور مرنے کے بعد اسے جنت میں داخل کر دیتے ہیں۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱/۲۰۷)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت حسان بن عطیہؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے تم لوگ اس وقت تک خیر پر رہو گے جب تک کہ تم اپنے بھلے لوگوں سے محبت کرتے رہو گے اور تم میں حق بات کی جائے اور تم اسے پہنچاتے رہو گے کیونکہ حق بات کو پہنچانے والا حق پر عمل کرنے والے کی طرح شمار ہوتا ہے۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱/۲۱۰)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگوں کو ان چیزوں کا مکلف نہ بناؤ جن کے وہ (اللہ کی طرف سے) مکلف نہیں ہیں لوگوں کا رب تو ان کا محاسبہ نہ کرے اور تم ان کا محاسبہ کرو یہ ٹھیک نہیں۔ اے ابن آدم! تو اپنی فکر کر کیونکہ جو لوگوں میں نظر آنے والے عیوب تلاش کرے گا اس کا غم لمبا ہو گا اور اس کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہو سکے گا۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱/۲۱۱)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو اور جان لو کہ تھوڑا مال جو تمہاری ضروریات کے لئے کافی ہو وہ اس زیادہ مال سے بہتر ہے جو تمہیں اللہ سے غافل کر دے اور یہ بھی جان لو کہ نیکی کبھی پرانی نہیں ہوتی اور گناہ بھلایا نہیں جاتا۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱/۲۱۲)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا خیر یہ نہیں ہے کہ تمہارا مال یا تمہاری اولاد زیادہ ہو جائے بلکہ خیر یہ ہے کہ تمہاری بردباری بڑھ جائے اور تمہارا علم زیادہ ہو اور تم اللہ کی عبادت میں لوگوں سے آگے نکلنے میں مقابلہ کرو اگر تم نیکی کرو تو اللہ کی تعریف کرو اور اگر کوئی برا کام ہو جائے تو اللہ سے استغفار کرو۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱/۲۱۲)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا تین چیزیں مجھے بہت پسند ہیں لیکن عام لوگوں کو پسند نہیں ہیں فقر، بیماری اور موت۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱/۲۱۷)

اور یہ بھی فرمایا اپنے رب کی ملاقات کے شوق کی وجہ سے مجھے موت سے محبت ہے اور

اپنے رب کے سامنے عاجزی ظاہر کرنے کی وجہ سے مجھے فقر سے محبت ہے اور گناہوں کے لئے کفارہ ہونے کی وجہ سے مجھے بیماری سے محبت ہے۔ (عند ابی نعیم ایضاً)

حضرت شرجیل ؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ جب کوئی جنازہ دیکھتے تو فرماتے تم صبح کو جار ہے ہو شام کو ہم بھی تمہارے پاس آ جائیں گے یا تم شام کو جار ہے ہو صبح کو ہم بھی آ جائیں گے۔ جنازہ ایک زبردست اور موثر نصیحت ہے لیکن لوگ کتنی جلدی غافل ہو جاتے ہیں۔ نصیحت حاصل کرنے کے لئے موت کافی ہے ایک ایک کر کے لوگ جا رہے ہیں اور آخر میں ایسے لوگ رہتے جا رہے ہیں جنہیں کچھ سمجھ نہیں ہے (جنازہ دیکھ کر پھر اپنے دنیاوی کاموں میں لگے رہتے ہیں) (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۲۱۷/۱)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو موت کو کثرت سے یاد کرے گا اس کا اترانا اور حسد دونوں ختم ہو جائیں گے۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۲۲۰/۱)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا بات ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ جس روزی کی اللہ نے ذمہ داری لے رکھی ہے اس کے لئے تو تم بہت فکر اور کوشش کرتے ہو اور اللہ نے جو عمل تمہارے ذمہ لگائے ہیں انہیں تم ضائع کر رہے ہو جانوروں کا علاج کرنے والا گھوڑوں کو جتنا جانتا ہے میں اس سے زیادہ تمہارے بڑوں کو جانتا ہوں یہ وہ لوگ ہیں جو نماز وقت گزرنے کے بعد پڑھتے ہیں اور قرآن سنتے تو ہیں لیکن دل سے نہیں اور غلاموں کو آزاد تو کر دیتے ہیں لیکن وہ پھر بھی آزاد نہیں ہوتے ان سے غلاموں کی طرح خدمت لیتے رہتے ہیں۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۲۲۱/۱)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا زندگی بھر خیر کو تلاش کرتے رہو اور اللہ کی رحمت کے جھونکوں کے سامنے خود کو لاتے رہو کیونکہ اللہ کی رحمت کے جھونکے چلتے رہتے ہیں جنہیں اللہ اپنے جن بندوں پر چاہتے ہیں بھیج دیتے ہیں اور اللہ سے یہ سوال کرو کہ وہ تمہارے عیبوں پر پردہ ڈالے اور تمہاری خوف کی جگہوں کو امن والا بنائے۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۲۲۱/۱)

حضرت عبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیر ؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا آپ مجھے کوئی ایسی بات سکھا دیں جس سے اللہ مجھے نفع دے فرمایا ایک نہیں دو، تین، چار بلکہ پانچ باتیں سکھانے کو تیار ہوں جن پر عمل کرنے والے کو اللہ تعالیٰ بلند

درجے عطا فرمائیں گے پھر فرمایا صرف پاکیزہ روزی کھاؤ اور صرف پاکیزہ مال کماؤ اور صرف پاکیزہ روزی گھر میں لاؤ اور اللہ سے یہ مانگو کہ وہ تمہیں ایک دن میں ایک دن کی روزی عطا فرمائے اور جب تم صبح اٹھو تو اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو گویا کہ تم ان میں جا ملے ہو اپنی آبرو کو اللہ کی خاطر قربان کر دو لہذا جو تمہیں برا بھلا کہے یا گالی دے یا تم سے لڑے تم اسے اللہ کے لئے چھوڑ دو اور جب تم سے کوئی برا کام ہو جائے تو فوراً اللہ سے استغفار کرو۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱/۲۲۲)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا انسان کا دل دنیا کی محبت میں جوان رہتا ہے اگرچہ بڑھاپے کی وجہ سے اس کی ہنسلی کی دونوں ہڈیاں آپس میں مل جائیں لیکن جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لئے آزما لیا ہے ان کے دل دنیا کی محبت میں جوان نہیں رہتے اور ایسے کامل متقی لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱/۲۲۳)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے حضرت مسلم بن مخلد رضی اللہ عنہ کو خط میں یہ لکھا امابعد! بندہ جب اللہ کے حکم پر عمل کرتا ہے تو اللہ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور جب اللہ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں تو اس کی محبت اپنی مخلوق میں ڈال دیتے ہیں اور جب بندہ اللہ کی نافرمانی والا عمل کرتا ہے تو اللہ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں اور جب اللہ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں تو اس کی نفرت اپنی مخلوق میں ڈال دیتے ہیں۔ (اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز ۸/۲۲۵)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسلام صرف بے چون و چرا حکم ماننے کا نام ہے۔ خیر صرف جماعت میں ہے اور انسان اللہ اور خلیفہ اور عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کرے۔ (اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز ۸/۲۲۷)

حضرت عبداللہ بن محمدؒ کہتے ہیں کہ میں نے ایک قابل اعتماد انسان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اے لوگو! میں تمہارا خیر خواہ اور بڑا شفیق ہوں۔ رات کے اندھیرے میں نماز پڑھا کرو۔ یہ نماز قبر کی تنہائی میں کام آئے گی۔ دنیا میں روزے رکھو قبروں سے اٹھائے جانے کے دن کی گرمی میں کام آئیں گے اور دشوار دن سے ڈر کر صدقہ دیا کرو اے لوگو! میں تمہارا خیر خواہ اور بڑا شفیق ہوں۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱/۱۶۵)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگوں کے ہاں بچے پیدا ہوتے ہیں جو ایک دن

مرجائیں گے اور لوگ عمارتیں بناتے ہیں جو ایک دن گر جائیں گی۔ لوگوں کو فانی دنیا کا بڑا شوق ہے اور ہمیشہ رہنے والی آخرت کو چھوڑ دیتے ہیں غور سے سنو! دو چیزیں عام لوگوں کو ناپسند ہیں لیکن ہیں وہ بہت اچھی۔ ایک موت اور دوسرا فقر۔ (اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ ۱/۱۶۳)

حضرت حبان بن ابی جبلہؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوذر اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہم نے فرمایا تمہارے بچے پیدا ہو رہے ہیں جو ایک دن مرجائیں گے اور تم عمارتیں بنا رہے ہو جو ایک دن اجڑ جائیں گی۔ فانی دنیا کے تم حریص ہو لیکن باقی رہنے والی آخرت کو چھوڑ دیتے ہو غور سے سنو! تین چیزیں لوگوں کو پسند نہیں ہیں لیکن ہیں بہت اچھی ایک موت دوسرے بیماری، تیسرے فقر۔ (عند ابن عساکر کما فی الکنز ۸/۲۲۴)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

فرمایا دل چار قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ دل جس پر پردہ پڑا ہوا ہے یہ تو کافر کا دل ہے دوسرا دو منہ والا دل یہ منافق کا دل ہے تیسرا وہ صاف ستھرا دل جس میں چراغ روشن ہے یہ مومن کا دل ہے چوتھا وہ دل جس میں نفاق بھی ہے اور ایمان بھی۔ ایمان کی مثال درخت جیسی ہے جو عمدہ پانی سے بڑھتا ہے اور نفاق کی مثال پھوڑے جیسی ہے جو پیپ اور خون سے بڑھتا ہے ایمان اور نفاق میں سے جس کی صفات غالب آجائیں گی وہی غالب آجائے گا۔ (اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ ۱/۲۷۶)

فرمایا فتنہ دلوں پر ڈالا جاتا ہے تو جس دل میں وہ فتنہ پوری طرح داخل ہو جاتا ہے اس میں ایک کالا نقطہ لگ جاتا ہے اور جو دل اس فتنہ سے انکار کرتا ہے اس میں سفید نقطہ لگ جاتا ہے اب تم میں سے جو یہ جاننا چاہتا ہے کہ اس پر فتنہ کا اثر پڑا ہے یا نہیں وہ یہ دیکھے کہ جس چیز کو پہلے وہ حلال سمجھتا تھا اب اسے حرام سمجھنے لگ گیا ہے یا جس چیز کو وہ پہلے حرام سمجھتا تھا اب اسے حلال سمجھنے لگ گیا ہے تو بس سمجھ لے کہ اس پر فتنہ کا پورا اثر ہو گیا ہے۔ (اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ ۱/۲۷۲)

فرمایا فتنے رک جاتے ہیں اور پھر اچانک شروع ہو جاتے ہیں اس لئے اس کی پوری کوشش کرو کہ تمہیں ان دنوں میں موت آجائے جن دنوں کا فتنہ رکا ہوا ہو (مرنے کی کوشش سے

مراد مرنے کی تمنا اور اس کی دعا ہے) (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱/۲۷۴)

فرمایا فتنہ خالص شراب سے زیادہ عقل کو لے جاتا ہے۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱/۲۷۴)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگوں پر ایسا زمانہ ضرور آئے گا کہ اس زمانہ میں فتنوں سے صرف وہی آدمی نجات حاصل کر سکے گا جو ڈوبنے والے کی طرح دعا کریگا۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱/۲۷۴)

حضرت اعمش ؒ کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے تم میں وہ لوگ سب سے بہترین نہیں ہیں جو دنیا کو آخرت کی وجہ سے یا آخرت کو دنیا کی وجہ سے چھوڑ دیتے ہیں بلکہ سب سے بہترین لوگ وہ ہیں جو دنیا اور آخرت دونوں کے لئے محنت کرتے ہیں۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱/۲۷۸)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

فرمایا اللہ کی کتاب کو امام بنالو اور اس کے قاضی اور فیصلہ کرنے والا حکم ہونے پر راضی رہو کیونکہ اسی کو تمہارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لئے پیچھے چھوڑ کر گئے ہیں۔ یہ ایسا سفارشی ہے جس کی سفارش مانی جاتی ہے اور ایسا گواہ ہے جس پر کوئی تہمت نہیں لگائی جا سکتی۔ اس میں تمہارا اور تم سے پہلے لوگوں کا تذکرہ ہے اور اس میں تمہارے آپس کے جھگڑوں کا فیصلہ ہے اور اس میں تمہارے اور تمہارے بعد والوں کے حالات ہیں۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱/۲۵۳)

فرمایا جو بندہ بھی کسی چیز کو اللہ کے لئے چھوڑ دیتا ہے اللہ اس کے بدلے میں اس سے بہتر چیز اس کو وہاں سے دیتے ہیں جہاں سے ملنے کا اسے گمان نہیں ہوتا اور جو بندہ کسی چیز کو ہلکا سمجھ کر اسے وہاں سے لے لیتا ہے جہاں سے لینا ٹھیک نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ اسے اس سے زیادہ سخت چیز وہاں سے دیتے ہیں جہاں سے ملنے کا اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱/۲۵۳)

فرمایا لایعنی والے کام میں ہرگز نہ لگو اور دشمن سے کنارہ کش رہو اور دوست کے ساتھ چوکنے ہو کر چلو (دوستی میں تم سے غلط کام نہ کروا لے) زندہ آدمی کی ان ہی باتوں پر رشک کرو جن پر مر جانے والے پر رشک کرتے ہو یعنی نیک اعمال اور اچھی صفات پر اور اپنی حاجت اس آدمی سے طلب نہ کرو جسے تمہاری حاجت پوری کرنے کی پروا نہیں ہے۔ (اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز ۸/۲۲۴)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی نصیحت

حضرت عبداللہ بن دینار بہرانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو خط میں یہ لکھا۔

اما بعد! اللہ تعالیٰ نے زبان کو دل کا ترجمان بنایا اور دل کو خزانہ اور حکمران بنایا۔ دل زبان کو جو حکم دیتا ہے زبان اسے پورا کرتی ہے۔ جب دل زبان کی موافقت پر ہوتا ہے تو گفتگو مرتب اور مناسب ہوتی ہے اور نہ زبان سے کوئی لغزش ہوتی ہے اور نہ وہ ٹھوکر کھاتی ہے اور اس انسان کا دل اس کی زبان سے پہلے نہ ہو یعنی دل اس کی نگرانی اور دیکھ بھال نہ کرے تو اس کی بات عقل و سمجھ والی نہیں ہوگی۔ جب آدمی اپنی زبان کو بات کرنے میں کھلا اور آزاد چھوڑ دے گا اور زبان دل کی مخالفت کرے گی تو اس طرح وہ آدمی اپنی ناک کاٹ ڈالے گا یعنی خود کو ذلیل کرلے گا اور جب آدمی اپنے قول کا اپنے فعل سے موازنہ کرے گا تو عملی صورت سے ہی اس کے قول کی تصدیق ہوگی اور یہ کہاوت عام طور سے بیان کی جاتی ہے کہ جو بخیل بھی تمہیں ملے گا وہ باتوں میں تو بڑا سخی ہوگا لیکن عمل میں بالکل کنجوس ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی زبان اس کے دل سے آگے رہتی ہے یعنی بولتی بہت ہے اور دل کے قابو میں نہیں ہے اور یہ کہاوت بھی عام طور سے بیان کی جاتی ہے کہ جب کوئی آدمی اپنے کہے کی پابندی نہ کرے یعنی اس پر عمل نہ کرے حالانکہ اس بات کو کہتے وقت وہ جانتا تھا کہ یہ بات حق ہے اور اس پر عمل کرنا واجب ہے تو کیا تم اس کے پاس شرف و عزت اور مردانگی پاؤ گے؟ اور آدمی کو چاہیئے کہ وہ لوگوں کے عیبوں کو نہ دیکھے کیونکہ جو لوگوں کے عیب دیکھتا ہے اور اپنے عیبوں کو ہلکا سمجھتا ہے وہ اس آدمی کی طرح ہے جو بتکلف ایسا کام کر رہا ہے جس کا اسے حکم نہیں دیا گیا والسلام۔ (اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز ۸/۲۲۴)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

فرمایا فرائض کا اہتمام کرو اور اللہ نے اپنے جو حق تمہارے ذمے لگائے ہیں انہیں ادا کرو اور ان کی ادائیگی میں اللہ سے مدد مانگو کیونکہ جب اللہ کو کسی بندے کے بارے

میں پتہ چلتا ہے کہ وہ سچی نیت سے اور اللہ کے ہاں جو ثواب ہے اسے حاصل کرنے کے شوق میں عمل کر رہا ہے تو اللہ اس سے ناگواریاں ضرور ہٹا دیتے ہیں اور اللہ حقیقی بادشاہ ہیں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱/۳۲۶)

فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر مومن اور فاجر بندے کے لئے حلال روزی مقرر فرما رکھی ہے اگر وہ اس روزی کے آنے تک صبر کرتا ہے تو اللہ اسے حلال روزی دیتے ہیں اور اگر وہ بے صبری کرتا ہے اور حرام میں سے کچھ لے لیتا ہے تو اللہ اس کی اتنی حلال روزی کم کر دیتے ہیں۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱/۳۲۴)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

فرمایا بندے کو جب بھی دنیا کی کوئی چیز ملتی ہے تو اس کی وجہ سے اللہ کے ہاں اس کا درجہ کم ہو جاتا ہے اگرچہ وہ اللہ کے ہاں عزت و شرف والا ہو۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱/۳۰۶)

فرمایا بندہ اس وقت تک ایمان کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ آخرت پر دنیا کو ترجیح دینے کی وجہ سے لوگوں کو کم عقل نہ سمجھے۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱۲/۳۰۶)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی نصیحت

حضرت وہب بن کیسانؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ نصیحت لکھ کر بھیجی۔

امابعد! تقویٰ والے لوگوں کی کچھ نشانیاں ہوتی ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں اور وہ خود بھی جانتے ہیں کہ ان کے اندر یہ نشانیاں ہیں اور وہ نشانیاں یہ ہیں مصیبت پر صبر کرنا' رضا برقضا' نعمتوں پر شکر کرنا اور قرآن کے حکم کے سامنے جھک جانا۔ امام کی مثال بازار جیسی ہے جو چیز بازار میں چلتی ہے اور جس کا رواج ہوتا ہے وہی چیز بازار میں لائی جاتی ہے اسی طرح امام کے پاس اگر حق کا رواج چل پڑے تو اس کے پاس حق ہی لایا جائے گا اور حق والے ہی اس کے پاس آئیں گے اور اگر اس کے پاس باطل کا رواج چل پڑے تو باطل والے ہی اس کے پاس آئیں گے اور باطل ہی اس کے پاس چلے گا۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱/۳۳۶)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی نصیحت

فرمایا یہ جان لو کہ علم اور بردباری زینت ہے اور وعدہ پورا کرنا مردانگی ہے اور جلد بازی بے وقوفی ہے اور سفر کرنے سے انسان کمزور ہو جاتا ہے اور کمینہ لوگوں کے ساتھ بیٹھنا عیب کا کام ہے اور فاسق فاجر لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنے سے انسان پر تہمت لگتی ہے۔ (اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز ۸/ ۲۳۷)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی نصیحت

حضرت زیاد بن مالک کہتے ہیں کہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے آپ لوگوں نے خیر نہیں دیکھی اس کے اسباب دیکھے ہیں اور شر نہیں دیکھا اس کے اسباب دیکھے ہیں۔ ساری کی ساری خیر اپنی تمام صورتوں کے ساتھ جنت میں ہے اور سارا کا سارا شر اپنی تمام صورتوں کے ساتھ جہنم کی آگ میں ہے اور دنیا تو وہ سامان ہے جو سامنے موجود ہے نظر آ رہا ہے جس میں سے نیک اور برے سب کھا رہے ہیں اور آخرت ایک سچا وعدہ ہے جس میں سب پر غالب آنے والے بادشاہ یعنی اللہ تعالیٰ فیصلہ کریں گے اور دنیا اور آخرت میں سے ہر ایک کے بیٹے یعنی ہر ایک کے چاہنے والے ہیں لہٰذا تم آخرت کے بیٹوں میں سے بنو اور دنیا کے بیٹوں میں سے نہ بنو۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا بعض لوگوں کو علم تو مل جاتا ہے لیکن بردباری نہیں ملتی اور حضرت ابو یعلیٰ رضی اللہ عنہ (یہ حضرت شداد کی کنیت ہے) کو علم بھی ملا اور بردباری بھی۔ (اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ ۱/ ۲۶۴)

حضرت جندب بجلی رضی اللہ عنہ کی نصیحت

فرمایا اللہ سے ڈرو اور قرآن پڑھو کیونکہ قرآن اندھیری رات کا نور ہے اور چاہے دل میں مشقت اور فاقہ ہو لیکن قرآن پڑھنے سے دل میں رونق آ جاتی ہے اور جب کوئی مصیبت تمہارے مال اور تمہارے جسم سے کسی ایک پر آنے لگے تو کوشش کرو کہ مال کا نقصان ہو جائے اور جان کا نہ ہو اور جب مصیبت تمہاری جان اور تمہارے دین میں سے کسی ایک پر

آنے لگے تو کوشش کرو کہ جان کا نقصان ہو جائے لیکن دین کا نہ ہو اور اصل ناکام اور نامراد وہ ہے جو اپنے دین میں ناکام و نامراد ہو اور حقیقت میں ہلاک ہونے والا وہ ہے جس کا دین برباد ہو جائے غور سے سنو! جنت میں جانے کے بعد کوئی فقر وفاقہ نہیں ہوگا اور جہنم میں جانے کے بعد غنا اور مالداری کی کوئی صورت باقی نہیں رہے گی کیونکہ جہنم کا قیدی کبھی چھوٹ نہیں سکے گا اور اس کا زخمی کبھی ٹھیک نہیں ہوگا اور نہ اس کی آگ کبھی بجھے گی اور اگر کسی مسلمان نے کسی مسلمان کا مٹھی بھر خون بہایا ہوگا تو یہ اس کے لئے جنت میں جانے سے رکاوٹ بن جائے گا اور جب بھی جنت کے کسی دروازے سے داخل ہونا چاہے گا تو وہاں اسے یہ خون دھکے دیتا ہوا ملے گا اور جان لو کہ آدمی کو مرنے کے بعد جب دفن کر دیا جاتا ہے تو سب سے پہلے اس کا پیٹ سڑتا ہے اور اس میں سے بدبو آنے لگتی ہے لہذا اس بدبو کے ساتھ حرام روزی سے گندگی کا اضافہ نہ کرو اور اپنے مسلمان بھائیوں کے مال کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور خون بہانے سے بچو۔ (اخرجہ البیہقی فی شعب الایمان کذا فی الکنز ۲۲۲/۸)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی نصیحت

حضرت سلیمان بن حبیبؒ کہتے ہیں کہ میں ایک جماعت کے ساتھ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہ تو دبلے پتلے عمر رسیدہ بڑے میاں ہیں اور ان کا ظاہری منظر جو نظر آ رہا تھا ان کی عقل اور ان کی گفتگو اس سے کہیں زیادہ اچھی تھی انہوں نے سب سے پہلے ہم سے یہ بات کی کہ اس مجلس میں بیٹھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے احکام تم تک پہنچا رہے ہیں اور یہ مجلس تم پر اللہ کی حجت ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ دے کر بھیجا گیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سب کچھ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو پہنچا دیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا وہ سب آگے پہنچا دیا لہذا تم جو کچھ سن رہے ہو اسے آگے پہنچا دینا۔ تین آدمی ایسے ہیں جو اللہ کی ذمہ داری میں ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ یا تو انہیں جنت میں داخل کریں گے یا اجر وثواب اور غنیمت دے کر انہیں واپس کریں گے ایک تو وہ آدمی جو

اللہ کے راستہ میں نکلا یہ بھی اللہ کی ذمہ داری میں سے ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ یا تو اسے (شہادت کا مرتبہ دے کر) جنت میں داخل کریں گے یا اجر وثواب اور مال غنیمت دے کر واپس کریں گے۔ دوسرا وہ آدمی جس نے وضو کیا پھر مسجد گیا وہ بھی اللہ کی ذمہ داری میں ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ یا تو اسے (موت دے کر) جنت میں داخل کریں گے یا اجر ثواب اور مال غنیمت دے کر واپس کریں گے۔ تیسرا وہ آدمی جو اپنے گھر میں سلام کر کے داخل ہو پھر فرمایا جہنم پر ایک بڑا پل ہے جس سے پہلے سات چھوٹے پل ہیں۔ ان میں سے درمیان والے پل پر حقوق العباد کا فیصلہ ہوگا چنانچہ ایک بندے کو لایا جائے گا جب وہ درمیان والے پل پر پہنچ جائے گا تو اس سے پوچھا جائے گا تم پر قرضہ کتنا تھا؟ وہ اپنے قرضہ کا حساب لگانے لگے گا۔ پھر حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی۔

وَلَا یَکْتُمُوْنَ اللّٰہَ حَدِیْثًا ”اور اللہ تعالیٰ سے کسی بات کا اخفانہ کرسکیں گے“۔ (سورۂ نساء:۴۲)

پھر وہ بندہ کہے گا اے میرے رب! مجھ پر اتنا اتنا قرضہ تھا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اپنا قرضہ ادا کرو وہ کہے گا میرے پاس تو کوئی چیز نہیں ہے اور مجھے معلوم بھی نہیں کہ میں کس چیز سے قرضہ اتار سکتا ہوں پھر فرشتوں سے کہا جائے گا اس کی نیکیاں لے لو (اور اس کے قرض خواہوں کو دے دو) چنانچہ اس کی نیکیاں لے کر قرض خواہوں کو دی جاتی رہیں گی یہاں تک کہ اس کے پاس ایک بھی نیکی باقی نہیں رہے گی۔ جب اس کی تمام نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو کہا جائے گا اس سے مطالبہ کرنے والوں کے گناہ لے کر اس پر ڈال دو چنانچہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ بہت سے لوگ پہاڑوں کے برابر نیکیاں لے کر آئیں گے اور اپنے حقوق کا ان سے مطالبہ کرنے والوں کو ان سے نیکیاں لے کر دی جاتی رہیں گی یہاں تک کہ ان کی ایک بھی نیکی باقی نہیں رہے گی پھر مطالبہ کرنے والوں کے گناہ ان پر ڈالے جائیں گے۔ یہاں تک کہ وہ گناہ پہاڑوں کے برابر ہو جائیں گے۔ پھر حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ فسق وفجور کی رہبری کرتا ہے اور فسق وفجور جہنم کا راستہ دکھاتے ہیں اور سچ بولنے کو لازم پکڑو کیونکہ سچ نیکی کا راستہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے۔ پھر فرمایا اے لوگو! تم تو زمانہ

جاہلیت والوں سے زیادہ گمراہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں درہم و دینار اس لئے دیئے ہیں کہ تم ایک درہم اور ایک دینار اللہ کے راستے میں خرچ کر کے سات سو درہم اور سات سو دینار کا ثواب حاصل کرو اور پھر تم لوگ تھیلیوں میں درہم و دینار بند کر کے رکھتے ہو اور اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے ہو۔ غور سے سنو! اللہ کی قسم! یہ تمام فتوحات ایسی تلواروں کے ذریعہ سے ہوئی ہیں جن میں زینت کے لئے سونا اور چاندی لگا ہوا نہیں تھا بلکہ کچا پٹھا، سیسہ اور لوہا لگا ہوا تھا۔ (اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز ۸/۲۲۳)

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کی نصیحت

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا متقی لوگ سردار ہیں اور علماء قائد ورہنما ہیں۔ ان کے ساتھ بیٹھنا عبادت ہے بلکہ عبادت سے بڑھ کر ہے اور دن رات کے گزرنے کی وجہ سے تمہاری عمریں کم ہوتی جارہی ہیں لیکن تمہارے اعمال کو بڑی حفاظت سے رکھا جارہا ہے، لہذا تم زادِ سفر تیار کرلو اور یوں سمجھو کہ تم لوٹنے کی جگہ یعنی آخرت میں پہنچ گئے ہو۔'' (اخرجہ البیہقی وابن عساکر کذا فی الکنز ۸/۲۲۴)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مادی اسباب کو چھوڑ دیا اور روحانی اسباب کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اقوام عالم کی ہدایت کا اور انہیں دعوت دینے کا فکر تھا اور وہ حضرات دعوت و جہاد کے سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور عادات کے ساتھ متصف ہو گئے تھے تو کس طرح سے انہیں ہر وقت غیبی تائید حاصل رہتی تھی۔ (حیاۃ الصحابہ)

پڑوسی کے شر سے بچنے کا نبوی نسخہ

حدیث میں ایک واقعہ آتا ہے کہ ایک شخص حاضر ہوا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا پڑوسی مجھے اتنا ستاتا ہے کہ اس نے میری زندگی تلخ کردی میں نے خوشامدیں کرلیں سب کچھ کرلیا مگر ایسا موذی ہے کہ رات دن مجھے ایذا پہنچاتا ہے یا رسول اللہ! میں کیا کروں میں تو عاجز آ گیا فرمایا ''میں تدبیر بتلاتا ہوں، وہ یہ کہ سارا سامان گھر سے نکال کر سڑک پر رکھ دے اور سامان کے اوپر بیٹھ جا اور جو آ کے پوچھے کہ بھائی گھر کے ہوتے ہوئے سڑک پر کیوں بیٹھے ہوئے ہو؟ کہنا پڑوسی ستاتا ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ بھائی گھر چھوڑ دو، اس واسطے میں نے چھوڑ دیا چنانچہ لوگ آئے پوچھا کہ بھئی! گھر کیوں چھوڑ دیا گھر موجود ہے سامان یہاں کیوں ہے؟ اس نے کہا جی کیا کروں، پڑوسی نے ستانے میں انتہا کردی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ بھئی گھر چھوڑ دے تو جو سنے وہ کہے لعنت اس پڑوسی کے اوپر جو آرہا ہے، واقعہ سن رہا ہے لعنت لعنت کرتا ہے مدینہ میں صبح سے شام تک ہزاروں لعنتیں اس پر ہوئیں۔ لعنتوں کی تسبیح پڑھی جانے لگی۔

وہ پڑوسی موذی عاجز آیا اس نے آگے ہاتھ جوڑے اور کہا خدا کے واسطے گھر چل میری زندگی تو تباہ و برباد ہوگئی اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ عمر بھر اب کبھی نہیں ستاؤں گا بلکہ تیری خدمت کروں گا اب انہوں نے نخرے کرنے شروع کردیئے کہ بتا پھر تو نہیں ستائے گا؟ اس نے کہا حلف اٹھاتا ہوں کبھی نہیں ستاؤں گا الغرض اسے گھر میں لایا سارا سامان خود رکھا اور روزانہ ایذاء پہنچانے کے بجائے خدمت شروع کردی۔

تو تدبیر کار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تدبیر عقل سے بتلائی تھی وحی کے ذریعہ سے نہیں تو پیغمبر عقلمند بھی اتنے ہوتے ہیں کہ انکی عقل کے سامنے دنیا کی عقل گرد ہوتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عقل اللہ سے تعلق قوی ہونے کا نام ہے اللہ سے تعلق ہوگا تو دل کا راستہ سیدھا ہوگا۔ عقلمندی یہی ہے کہ اخیر تک کی بات آدمی کو سیدھی نظر آجائے وہ بغیر تعلق مع اللہ کے نہیں ہوتی تعلق اللہ سے نہ رہے پھر آدمی عقلمند بنے وہ عقل نہیں چالاکی وعیاری ہوتی ہے

عیاری اور چیز ہے عقلمندی اور چیز ہے چالاکی میں دھوکہ دہی ہوتی ہے دھوکہ دہی سے اپنی غرض پوری کی جاتی ہے عقل میں کسی کو دھوکہ نہیں دیا جاتا سیدھی بات تدبیر سے انجام دی جاتی ہے تو انبیاء علیہم السلام کی نسبت اللہ سے کس کا تعلق زیادہ مضبوط ہو سکتا ہے؟ تو ان سے زیادہ عقل بھی کس کی کامل ہو سکتی ہے؟ (تفسیر ابن کثیر: جلد ا صفحہ ۶۵۹)

حکمت سے بے حیا عورت باحیا بن گئی

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت مردوں سے بے حیائی کی باتیں کیا کرتی تھی اور بہت بے باک اور بد کلام تھی، ایک مرتبہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزری حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونچی جگہ پر بیٹھے ہوئے ثرید کھا رہے تھے، اس پر اس عورت نے کہا انہیں دیکھو ایسے بیٹھے ہوئے ہیں جیسے غلام بیٹھتا ہے، ایسے کھا رہے ہیں جیسے غلام کھاتا ہے، یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون سا بندہ مجھ سے زیادہ بندگی اختیار کرنے والا ہوگا۔

پھر اس عورت نے کہا یہ خود کھا رہے ہیں اور مجھے نہیں کھلا رہے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو بھی کھالے اس نے کہا مجھے اپنے ہاتھ سے عطا فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیا تو اس نے کہا جو آپ کے منہ میں ہے اس میں سے دیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے دیا جسے اس نے کھالیا (اس کھانے کی برکت سے) اس پر شرم وحیا غالب آگئی اور اس کے بعد اپنے انتقال تک کسی سے بے حیائی کی کوئی بات نہ کی۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۷۰۴)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکیمانہ شفقت

شمائل ترمذی میں ایک صحابی حضرت زاہر بن حرام اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک واقعہ بہت خوبصورت انداز سے نقل کیا گیا ہے۔ یہ دیہات کے رہنے والے تھے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دیہاتی تحفہ لایا کرتے تھے، سبزی ترکاری وغیرہ جو بھی دیہات میں ان کو میسر ہوتا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تحفہ لایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا تحفہ بہت خوشی کے ساتھ قبول فرمالیا کرتے تھے اور یہ صورت وشکل کے اعتبار سے قبول صورت نہیں تھے لیکن ان کی سیرت اور کمال ایمان اعلیٰ درجہ کا تھا، جب یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

سے دیہات واپس جاتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کو کچھ تحفہ دیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ مدینہ کے بازار میں حضرت زاہر اپنا سامان فروخت فرما رہے تھے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چپکے سے پیچھے کی طرف سے آکر اچانک ان کی آنکھوں کو بند کر کے دبالیا، اب ان کو تو نظر نہیں آیا، اور معلوم بھی نہیں کہ کون ہے۔ ان کے ذہن میں یہ بات ہے کہ عام لوگوں میں سے کوئی ہے۔ زور زور سے شور مچا کر کہنے لگے کہ یہ کون ہے؟ مجھے چھوڑ دو، پھر کن انکھیوں سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر پہچان لیا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا تو بجائے چھوڑ دو کہنے کے اپنی پیٹھ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے سے چپکا دیا کہ محبوب حقیقی کے سینے سے میرے بدن کا لگ جانا خیر و برکت ہے۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کہنے لگے اس بندے کو کون خریدے گا؟ حضرت زاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یا رسول اللہ! اگر آپ مجھے بیچیں گے تو نہایت گھاٹا ہوگا اس لئے کہ مجھ جیسے بدصورت کو بیچنے سے کیا پیسہ مل سکے گا اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آپ اللہ کے یہاں کم قیمت اور سستے نہیں ہیں بلکہ اللہ کے نزدیک آپ بڑے قیمتی ہیں۔ (شمائل ترمذی: ص ۱۶)

اس واقعہ سے ہر شخص کو عبرت حاصل کرنے کی ضرورت ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا مدار انسانوں کے دلوں پر ہے جس نے تقویٰ کا اعلیٰ مقام حاصل کرلیا ہے اس نے حب خدا اور حب رسول کا بھی اعلیٰ مقام حاصل کرلیا۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت کالے تھے مگر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت اسامہ کی محبت سب سے زیادہ تھی۔ (شمائل ترمذی)

حکمت فاروقی کا شاہکار نسخہ

ابن کثیر نے ابن ابی حاتم کی سند سے نقل کیا ہے کہ اہل شام میں سے ایک بڑا بارعب قوی آدمی تھا اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا کرتا تھا۔ کچھ عرصہ تک وہ نہ آیا تو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے اس کا حال پوچھا۔ لوگوں نے کہا کہ امیر المؤمنین اس کا حال نہ پوچھئے وہ تو شراب میں مست رہنے لگا فاروق اعظم رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے منشی کو بلایا اور کہا یہ خط لکھو: ''منجانب عمر بن خطاب بنام فلاں بن فلاں سلام علیک اس کے بعد میں تمہارے لئے اس اللہ کی حمد پیش کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ گناہوں کو معاف کرنے والا توبہ قبول کرنے والا سخت عذاب والا۔ بڑی قدرت والا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''۔

پھر حاضرین مجلس سے کہا کہ سب مل کر اس کے لئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو پھیر دے اور اس کی توبہ قبول فرمائے۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس قاصد کے ہاتھ یہ خط بھیجا تھا اس کو ہدایت کر دی تھی کہ یہ خط اس کو اس وقت تک نہ دے جب تک وہ نشہ سے ہوش میں نہ آئے اور کسی دوسرے کے حوالے نہ کرے۔

جب اس کے پاس حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ خط پہنچا اور اس نے پڑھا تو بار بار ان کلمات کو پڑھتا اور غور کرتا رہا کہ اس میں مجھے سزا سے ڈرایا بھی گیا ہے اور معاف کرنے کا وعدہ بھی کیا ہے۔ پھر رونے لگا اور شراب نوشی سے باز آ گیا اور ایسی توبہ کی کہ پھر اس کے پاس نہ گیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اس اثر کی خبر ملی تو لوگوں سے فرمایا کہ ایسے معاملات میں تم سب کو ایسا ہی کرنا چاہئے کہ جب کوئی بھائی کسی لغزش میں مبتلا ہو جائے تو اس کو درستی پر لانے کی فکر کرو اور اس کو اللہ کی رحمت کا بھروسہ دلاؤ اور اللہ سے اس کیلئے دعا کرو کہ وہ توبہ کرلے اور تم اس کے مقابلے پر شیطان کے مددگار نہ بنو یعنی اس کو برا بھلا کہہ کر یا غصہ دلا کر دین سے دور کر دو گے تو یہ شیطان کی مدد ہوگی۔ (معارف القرآن جلد ۷ صفحہ ۵۸۲)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کمال حکمت

روایت ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو مصر والے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہماری قدیم عادت ہے کہ اس مہینے میں دریائے نیل کی بھینٹ چڑھاتے ہیں اور اگر نہ چڑھائیں تو دریا میں پانی نہیں آتا۔ ہم ایسا کرتے ہیں کہ اس مہینے کی بارہویں تاریخ کو ایک باکرہ لڑکی کو لیتے ہیں جو اپنے ماں باپ کی

اکلوتی ہو۔اس کے والدین کو دے دلا کر رضا مند کر لیتے ہیں اور اسے بہت عمدہ کپڑے بہت قیمتی زیور پہنا کر بناؤ سنوار کر اس نیل میں ڈال دیتے ہیں تو اس کا پانی چڑھتا ہے ورنہ پانی چڑھتا نہیں سپہ سالارِ اسلام حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاتح مصر نے جواب دیا کہ یہ ایک جاہلانہ اور احمقانہ رسم ہے اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا اسلام تو ایسی عادتوں کو مٹانے کے لئے آیا ہے تم ایسا نہیں کر سکتے۔وہ باز رہے۔

دریائے نیل کا پانی نہ چڑھا مہینہ پورا نکل گیا لیکن دریا خشک پڑا ہوا ہے لوگ تنگ آ کر ارادے کرنے لگے کہ مصر کو چھوڑ دیں۔یہاں کی بود و باش ترک کر دیں۔اب فاتح مصر کو خیال گزرتا ہے اور دربار خلافت کو اس سے مطلع فرماتے ہیں اسی وقت خلیفۃ المسلمین امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے جواب ملتا ہے کہ آپ نے جو کیا اچھا کیا۔ اب میں اپنے اس خط میں ایک پرچہ دریائے نیل کے نام بھیج رہا ہوں تم اسے لے کر دریائے نیل میں ڈال دو۔حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پرچے کو نکال کر پڑھا تو اس میں تحریر تھا کہ:خط ہے اللہ تعالیٰ کے بندے امیر المومنین عمر کی طرف سے اہل مصر کے دریائے نیل کی طرف بعد حمد وصلوٰۃ کے مطلب یہ ہے کہ اگر تو اپنی طرف سے اور اپنی مرضی سے بہہ رہا ہے تو خیر نہ بہہ اور اگر اللہ تعالیٰ واحد وقہار تجھے جاری رکھتا ہے تو ہم اللہ سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ تجھے رواں کر دے۔یہ پرچہ لے کر حضرت امیر عسکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریائے نیل میں ڈال دیا۔ ابھی ایک رات بھی گزرنے نہ پائی تھی کہ دریائے نیل میں سولہ ہاتھ گہرائی کا پانی چلنے لگا اور اسی وقت مصر کی خشک سالی تر سالی سے گرانی ارزانی سے بدل گئی۔خط کے ساتھ ہی خطہ کا خطہ سرسبز ہو گیا اور دریا پوری روانی سے بہتا رہا۔اس کے بعد سے ہر سال جو جان چڑھائی جاتی تھی وہ بچ گئی اور مصر سے اس ناپاک رسم کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا (تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۲۱۳)

ایک غلام کی حکیمانہ بات

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا ایک چراگاہ سے گزر ہوا میں نے دیکھا کہ ایک حبشی غلام بکریوں کی رکھوالی کر رہا ہے۔ایک کتا آیا

اوراس کے سامنے بیٹھ گیا۔ حبشی غلام نے ایک روٹی نکال کر اسے دے دی پھر دوسری اوراس کے بعد تیسری بھی اس کے سامنے ڈال دی۔

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس سے پوچھا کہ اے غلام تجھے روز کتنی روٹیاں ملتی ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ وہی جو آپ نے دیکھیں۔ اس پر میں نے پوچھا کہ پھر تو نے اُٹھا کر ساری کیوں اس کتے کو دے دیں؟ غلام نے جواب دیا کہ یہ کتوں کی جگہ نہیں ہے۔ یہ کتا کہیں دور سے اُمید لے کر آیا ہے۔ اس لیے میں نے یہ گوارا نہیں کیا کہ اس کی محنت ضائع کی جائے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اس کی یہ بات مجھے اتنی پیاری لگی کہ میں نے اس غلام سمیت اس چراگاہ اور بکریوں کو ان کے مالک سے خرید لیا۔ غلام آزاد کر دیا اور اس سے کہہ دیا کہ یہ سب بکریاں اور چراگاہ تیری ملک ہیں۔ میں نے یہ سب کچھ تمہیں بخش دیا۔ غلام نے مجھے دُعا دی۔ بکریاں اور چراگاہ سب کچھ صدقہ کر دیا اور وہاں سے چلا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حکمت وذکاوت

دو شخص راہ میں رفیق ہوئے کھانے کا وقت آیا ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں اتفاقاً ایک مسافر بھی آ گیا اس کو بھی بلا کر کھانے میں شریک کیا تینوں نے مل کر وہ روٹیاں کھائیں جب وہ مسافران سے علیحدہ ہوا تو اس نے ان کے احسان کے صلے میں آٹھ درہم ان کو دیئے کہ تم آپس میں ان کو تقسیم کر لیجئو تقسیم میں دونوں رفیقوں میں اختلاف ہوا پانچ والے نے کہا کہ بھائی تیری تین روٹیاں تھیں، تین درہم تو لے لے اور میری پانچ روٹیاں تھیں۔ پانچ مجھ کو دے دے۔ تین والے نے کہا کہ نہیں نصفا نصفی تقسیم ہونا چاہئے اس لئے کہ دونوں عدد قریب قریب ہیں یہ قصہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا حضرت نے دونوں کو سمجھایا کہ صلح کر لو صلح پر راضی نہ ہوئے اور درخواست حساب سے دینے کی کی تو تین والے کو فرمایا ایک تم اور سات اس کو دے دو۔ محاسب سن کر بہت حیران ہوئے کہ یہ کیسا فیصلہ ہے لیکن سننے پر معلوم ہوگا کہ عین عدل ہے اس لئے کہ کل

روٹیاں آٹھ تھیں اور تین آدمیوں نے کھائیں اور کمی بیشی کا اندازہ ناممکن ہے اس لئے یوں کہیں گے کہ تین نے برابر کھائیں تو اب دیکھنا چاہئے کہ ہر ایک نے کتنا کھایا، پس ہر روٹی کے تین تین ٹکڑے کرلو تو ۲۴ ٹکڑے ہوئے پس ہر شخص نے آٹھ ٹکڑے کھائے سو تین والے کی روٹیوں کے نو ٹکڑے ہوئے جن میں سے آٹھ تو اس نے خود کھائے ایک بچا وہ مسافر نے کھایا اور پانچ والے کی روٹیوں کے پندرہ ٹکڑے بنے جن میں سے آٹھ اس نے خود کھائے اور سات مسافر نے کھائے بس یہی نسبت دراہم میں بھی ہونا چاہئے کہ سات درہم پانچ والے کے اور ایک تین والے کے ہوئے اس قسم کے بہت قصے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذکاوت وفطانت پر دال ہیں۔ (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

اسلام کی جیت کا حکمت بھرا واقعہ

کاندھلہ میں ایک مرتبہ ایک زمین کا ٹکڑا تھا اس پر جھگڑا چل پڑا، مسلمان کہتے تھے کہ یہ ہمارا ہے، ہندو کہتے تھے کہ یہ ہمارا ہے، چنانچہ یہ مقدمہ بن گیا۔ انگریز کی عدالت میں پہنچا، جب مقدمہ آگے بڑھا تو مسلمان نے اعلان کردیا کہ یہ زمین کا ٹکڑا اگر مجھے ملا تو میں مسجد بناؤں گا، ہندوؤں نے جب سنا تو انہوں نے ضد میں کہہ دیا کہ یہ ٹکڑا اگر ہمیں ملا ہم اس پر مندر بنائیں گے۔ اب بات دو انسانوں کی انفرادی تھی، لیکن اس میں رنگ اجتماعی بن گیا۔ حتیٰ کہ ادھر مسلمان جمع ہوگئے اور ادھر ہندو اکٹھے ہوگئے اور مقدمہ ایک خاص نوعیت کا بن گیا اب سارے شہر میں قتل وغارت ہوسکتی تھی، خون خرابہ ہوسکتا تھا، تو لوگ بھی بڑے حیران تھے کہ نتیجہ کیا نکلے گا؟ انگریز جج تھا وہ بھی پریشان تھا کہ اس میں کوئی صلح وصفائی کا پہلو نکالے ایسا نہ ہو کہ آگ اگر جل گئی تو اس کا بجھانا مشکل ہوجائے۔ جج نے مقدمہ سننے کے بجائے ایک تجویز پیش کی کہ کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ آپ لوگ آپس میں بات چیت کے ذریعے مسئلہ کا حل نکال لیں، تو ہندوؤں نے ایک تجویز پیش کی کہ ہم آپ کو ایک مسلمان کا نام تنہائی میں بتائیں گے آپ اگلی پیشی پر ان کو بلا لیجئے اور ان سے پوچھ لیجئے، اگر وہ کہیں کہ یہ مسلمانوں کی زمین ہے تو ان کو دے دیجئے اور اگر وہ کہیں کہ یہ مسلمانوں کی زمین نہیں، ہندوؤں کی ہے تو

ہمیں دے دیجیے۔ جب جج نے دونوں فریقان سے پوچھا تو دونوں فریق اس پر راضی ہوگئے۔ مسلمانوں کے دل میں یہ تھی کہ مسلمان ہوگا جو بھی ہوا تو وہ مسجد بنانے کے لیے بات کرے گا چنانچہ انگریز نے فیصلہ دے دیا اور مہینہ یا چند دنوں کی تاریخ دے دی کہ بھئی اس دن آنا اور میں اس بڈھے کو بھی بلوالوں گا۔ اب جب مسلمان باہر نکلے تو بڑی خوشیاں منا رہے تھے، سب کو ڈرا رہے تھے، نعرے لگا رہے تھے۔ ہندوؤں نے پوچھا اپنے لوگوں سے کہ تم نے کیا کہا انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک مسلمان عالم کو حاکم بنالیا ہے کہ وہ اگلی پیشی پر جو کہے گا اسی پر فیصلہ ہوگا، اب ہندوؤں کے دل مرجھا گئے اور مسلمان خوشیوں سے پھولے نہیں سماتے تھے۔ لیکن انتظار میں تھے کہ اگلی پیشی میں کیا ہوتا ہے۔ چنانچہ ہندوؤں نے مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام بتایا کہ جو شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگردوں میں سے تھے اور اللہ نے ان کو سچی سچی زندگی عطا فرمائی تھی، مسلمانوں نے دیکھا کہ مفتی صاحب تشریف لائے ہیں تو وہ سوچنے لگے کہ مفتی صاحب تو مسجد کی ضرور بات کریں گے چنانچہ جب انگریز نے پوچھا کہ بتائیے مفتی صاحب یہ زمین کا ٹکڑا کس کی ملکیت ہے؟ ان کو چونکہ حقیقت حال کا پتہ تھا انہوں نے جواب دیا کہ یہ زمین کا ٹکڑا تو ہندوؤں کا ہے۔ اب جب انہوں نے کہا کہ یہ ہندوؤں کا ہے تو انگریز نے اگلی بات پوچھی کہ کیا اب ہندو لوگ اس کے اوپر مندر تعمیر کر سکتے ہیں؟ مفتی صاحب نے فرمایا جب ملکیت ان کی ہے تو وہ جو چاہیں کریں چاہے گھر بنائیں یا مندر بنائیں، یہ ان کا اختیار ہے چنانچہ فیصلہ دے دیا گیا کہ یہ زمین ہندوؤں کی ہے، مگر انگریز نے فیصلے میں ایک عجیب بات لکھی، فیصلہ کرنے کے بعد کہ "آج اس مقدمہ میں مسلمان ہار گئے مگر اسلام جیت گیا"۔ جب انگریز نے یہ بات کہی تو اس وقت ہندوؤں نے کہا کہ آپ نے تو فیصلہ دے دیا ہماری بات بھی سن لیجیے۔ ہم اسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتے ہیں اور آج یہ اعلان کرتے ہیں کہ اب ہم اپنے ہاتھوں سے یہاں مسجد بنائیں گے۔ تو عقل کہہ رہی تھی کہ جھوٹ بولا کہ مسجد بنے گی مگر حضرت مفتی صاحب نے سچ بولا اور سچ کا بول بالا، سچے پروردگار نے اس جگہ مسجد بنوا کر دکھلا دی۔ تو کئی مرتبہ نظر آتا ہے کہ

جھوٹ بولنا آسان راستہ ہے، جھوٹ بولنا آسان راستہ نہیں ہے یہ کانٹوں بھرا راستہ ہوا کرتا ہے، جھوٹ سے اللہ تعالیٰ نفرت کرتے ہیں، انسان نفرت کرتے ہیں، انسان اعتماد کھو بیٹھتا ہے، ایک جھوٹ کو بولنے کے لیے کئی جھوٹ بولنے پڑتے ہیں، لہٰذا جھوٹی زندگی گزارنے کے بجائے سچی زندگی کو آپ اختیار کیجئے اس پر پروردگار آپ کی مدد فرمائے گا۔

افلاطون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حکیمانہ جواب

کیسی ہی پریشانی ہو ذکر اللہ ایسی دولت ہے کہ اس سے سب بھاگ جاتی ہے۔ افلاطون نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر آسمان کی کمان ہو اور حوادث تیر ہوں اور زمین نشانہ ہو تو آدمی کہاں جائے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تیرانداز کے پاس جاکر کھڑا ہو جائے۔ افلاطون بولا کہ یہ جواب بجز نبی کے کوئی نہیں دے سکتا۔ (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت وشفقت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کسی کام کیلئے بھیجا کہ فلاں کام کر آؤ۔ میں گھر سے نکلا تو باہر کچھ کھیل تماشا ہو رہا تھا۔ میں اس کھیل تماشے میں لگ گیا اور جس کام کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا وہ بھول گیا۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس انتظار میں تھے کہ میں واپس آکر بتاؤں کہ اس کام کا کیا ہوا؟

جب کافی دیر گزر گئی اور میں واپس نہ پہنچا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے اور جاکر وہ کام خود کر لیا جس کیلئے مجھے بھیجا تھا۔ آپ وہ کام کر کے واپس آئے تو آپ نے دیکھا کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا ہوں۔ جب میری نظر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑی تو مجھے خیال آیا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کام سے بھیجا تھا اور میں کھیل میں لگ گیا۔ مجھے صدمہ بھی ہوا اور فکر بھی ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہوں گے چنانچہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاکر عرض کیا کہ

یارسول اللہ! جب گھر سے باہر نکلا تو میں وہ کام کرنا بھول گیا اور بچوں کے ساتھ کھیل میں لگ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں۔ میں وہ کام خود کر آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو نہ ڈانٹا نہ ڈپٹا اور نہ کوئی اور سزا دی۔ (اصلاحی خطبات ج ۱۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حکمت کا واقعہ

حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مدینہ طیبہ کے نواح میں نکلے آپ کے ساتھ آپ کے شاگرد بھی تھے (کھانے کا وقت ہوا تو) شاگردوں نے کھانے کے لئے دستر خوان بچھایا۔ اتنے میں پاس سے ایک چرواہا گزرا اور اس نے سلام کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا!! آؤ بھئی تم بھی کھانے میں شریک ہو جاؤ۔ اس نے کہا کہ میرا تو روزہ ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کیا تم اس قدر شدید ترین گرمی کے دن میں بھی روزہ رکھے ہوئے ہو اور اس حالت میں بھی بکریاں چرا رہے ہو؟

اس نے کہا: و اللہ انی ابادر ایامی ھذہ الخالیۃ" بخدا میں ان ایام خالیہ سے حصہ وصول کر رہا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کے زہد و ورع کا امتحان لینے کے لئے اس سے فرمایا ایسے کرو کہ اپنی بکریوں میں سے ایک بکری ہمارے ہاتھ فروخت کر دو۔ ہم تمہیں اس کی قیمت بھی دیں گے اور گوشت بھی دیں گے۔ گوشت سے تم روزہ افطار کرنا اس چرواہے نے عرض کیا کہ ان بکریوں میں سے کوئی بکری بھی میری نہیں ہے بلکہ سب بکریاں میرے آقا کی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے فرمایا کہ تمہارے آقا کو ایک بکری نہ ملی تو وہ تمہارا کیا بگاڑ لے گا؟

اس چرواہے نے آپ سے رخ موڑ کر آسمان کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے کہا فاین اللہ؟ اللہ کہاں جائے گا؟ (یعنی بالفرض اگر میں دنیاوی آقا سے بچ بھی گیا تو اللہ تو دیکھ رہا ہے وہ تو کہیں چلا نہیں گیا اس سے بچ کر کہاں جاؤں گا)؟

حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (چرواہے کی بات سن کر) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہوگئی اور آپ بار بار چرواہے کی بات کرتے رہے کہ دیکھو چرواہا کہہ رہا ہے "فاین اللہ" اللہ کہاں جائے گا؟

حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب آپ مدینہ طیبہ واپس تشریف لائے ا
آپ نے اس چرواہے کے آقا سے وہ ساری بکریاں اور چرواہے کو خرید لیا پھر چرواہے کا
آزاد کر کے ساری بکریاں اسے بخش دیں (اسد الغابہ)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حکمت

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اللہ رب العزت نے خوب مال دیا تھا لیکن ان کے دل میں
مال کی محبت نہیں تھی۔ وہ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے کبھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ بئر
رومہ ایک کنواں تھا جو ایک یہودی کی ملکیت میں تھا۔ اس وقت مسلمانوں کو پانی حاصل کرنے
میں کافی مشکل کا سامنا تھا۔ وہ اس یہودی سے پانی خریدتے تھے۔ جب سیدنا عثمان رضی اللہ
عنہ نے دیکھا کہ مسلمانوں کو پانی حاصل کرنے میں کافی دشواری کا سامنا ہے تو وہ یہودی کے
پاس گئے اور فرمایا کہ یہ کنواں فروخت کردو۔ اس نے کہا میری تو بڑی کمائی ہوتی ہے میں تو
نہیں بیچوں گا۔ یہودی کا جواب سن کر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ آدھا بیچ دیں
اور قیمت پوری لے لیں۔ وہ یہودی نہ سمجھ سکا۔ اللہ والوں کے پاس فراست ہوتی ہے۔ یہودی
نے کہا ہاں ٹھیک ہے آدھا حق دوں گا اور قیمت پوری لوں گا۔ چنانچہ اس نے قیمت پوری لے
لی اور آدھا حق دے دیا اور کہا کہ ایک دن آپ پانی نکالیں اور دوسرے دن ہم پانی نکالیں گے۔
جب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسے پیسے دے دیئے تو آپ نے اعلان کروادیا
کہ میری باری کے دن مسلمان اور کافر سب بغیر قیمت کے اللہ کیلئے پانی استعمال کریں۔
جب لوگوں کو ایک دن مفت پانی ملنے لگا تو دوسرے دن خریدنے والا کون ہوتا تھا۔ چنانچہ وہ
یہودی چند مہینوں کے بعد آیا اور کہنے لگا جی آپ مجھ سے باقی آدھا بھی خرید لیں۔ آپ نے
باقی آدھا بھی خرید کر اللہ کیلئے وقف کر دیا۔ (خطبات فقیر)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی حکمت و فراست

حضرت حسنؓ کے یہاں ایک مہمان آیا۔ اس نے کھانا کھانے کے بعد شربت طلب
کیا۔ حضرت حسنؓ نے دریافت کیا آپ کو کون سا شربت درکار ہے۔ مہمان نے جواب دیا

کہ "وہ شربت جو نہ ملنے کے وقت جان سے زیادہ قیمتی اور مل جانے کے وقت نہایت کم قیمت ہوتا ہے" حضرت حسنؓ نے نوکر سے فرمایا کہ "مہمان پانی مانگتا ہے۔"

حاضرین کو آپ کی ذہانت پر حیرانی ہوئی.... (درنایاب)

حضرات حسنین رضی اللہ عنہم کا حکیمانہ انداز نصیحت

"علامہ کردری رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نواسوں (حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما) نے ایک مرتبہ دریائے فرات کے کنارے ایک بوڑھے دیہاتی کو دیکھا کہ اس نے بڑی جلدی جلدی وضو کیا اور اسی طرح جلدی جلدی نماز پڑھی اور جلد بازی میں وضو اور نماز کے مسنون طریقوں میں اس سے کوتاہی ہوگئی۔ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ نے اسے سمجھانا چاہا۔ انہیں یہ اندیشہ ہوا کہ یہ بوڑھا آدمی ہے اپنی غلطی سن کر کہیں مشتعل نہ ہو جائے۔ چنانچہ دونوں حضرات اس بوڑھے کے قریب آئے اور کہا: ہم دونوں جوان ہیں اور آپ تجربہ کار آدمی ہیں آپ وضو اور نماز کا طریقہ ہم سے بہتر جانتے ہوں گے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ کو وضو کر کے اور نماز پڑھ کے دکھائیں اگر ہمارے طریقہ میں کوئی غلطی یا کوتاہی ہو تو آپ ہماری رہنمائی فرمائیں اس کے بعد دونوں نے سنت کے مطابق وضو کر کے نماز پڑھی۔ بڑے میاں نے دیکھا تو اپنی کوتاہی سے توبہ کی اور آئندہ یہ طریقہ چھوڑ دیا" (مناقب الامام الاعظم رحمہ اللہ)

تبلیغ کا یہ انداز وہی ہے جسے قرآن نے

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ سے تعبیر کیا ہے۔

اس انداز تبلیغ کو جس نے بھی اپنایا وہ کامیاب رہا۔ یہ انداز ہمارے اسلاف سے منتقل ہو کر ہمارے اکابر تک پہنچا اور انہوں نے بھی اس انداز تبلیغ سے مخلوق کی رہنمائی کی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پیر چنگی سے حکیمانہ معاملہ

خلافت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایک شخص خوش الحان چنگ بجایا کرتا تھا اس کی آواز پر مرد عورت بچے سبھی قربان تھے۔ اگر کبھی مست ہو کر گاتا ہوا جنگل

سے گزر جاتا تو چرند پرند اس کی آواز سننے کیلئے جمع ہو جاتے۔ رفتہ رفتہ جب بوڑھا ہوا اور آواز پیری کے سبب بھدی ہوگئی تو عشاق آواز بھی رفتہ رفتہ کنارہ کش ہو گئے۔ اب جدھر سے گزرتا ہے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ نام و شہرت سب رخصت ہو گئے اور ویرانہ گمنامی میں مثل بوم ٹکرانے لگا اور فاقے پر فاقے گزرنے لگے۔ خلق کی اس خودغرضی کو سوچ کر ایک دن بہت مغموم ہوا اور دل میں کہنے لگا کہ اے خدا جب میں خوش آواز تھا تو مخلوق مجھ پر پروانہ وار گرتی تھی اور ہر طرف میری خاطر تواضع ہوتی تھی۔ بڑھاپے سے آواز خراب ہو گئی تو یہ ہوا پرست اور خود غرض لوگ میرے سایہ سے بھی گریزاں ہو گئے۔ ہائے ایسی بے وفا مخلوق سے میں نے دل لگایا۔ یہ تعلق کس درجہ پر فریب تھا۔ کاش میں آپ کی طرف رجوع ہوا ہوتا اور اپنے شب و روز آپ ہی کی یاد میں گزارتا اور آپ ہی سے امیدیں رکھتا تو آج یہ دن نہ دیکھتا۔ پیر چنگی دل ہی دل میں نادم ہو رہا تھا اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے کہ اچانک جذب غیبی نے اس کے دل کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

جو گرے ادھر زمین پر مرے اشک کے ستارے ۔۔۔ تو چمک اٹھا فلک پر مری بندگی کا تارا

پیر چنگی نے ایک آہ کھینچی اور خلق سے منہ موڑ کر دیوانہ وار مدینہ منورہ کے قبرستان میں طرف روانہ ہو گیا اور ایک پرانی و شکستہ قبر کے غار میں جا بیٹھا۔ روتے ہوئے اس نے حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے اللہ آج میں تیرا مہمان ہوں۔ جب ساری مخلوق نے مجھے چھوڑ دیا تو اب بجز تیری بارگاہ کے میرے لئے کوئی پناہ گاہ نہیں بجز تیرے کوئی میری اس آواز کا خریدار نہیں ہے اے اللہ آشنا بے گانے ہو چکے اپنے پرائے ہو چکے اب سوائے آپ کے میری کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔ اے اللہ میں بڑی امیدیں لے کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں اپنی رحمت سے آپ مجھے نہ ٹھکرائیے۔

پرانی قبر کے اس غار میں پیر چنگی اس طرح آہ و زاری میں مشغول تھا اور آنکھ سے خون دل بہا رہا تھا کہ حق تعالیٰ کا دریائے رحمت جوش میں آ گیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو الہام ہوا کہ اے عمر! میرا فلاں بندہ جو اپنی خوش آواز کے سبب زندگی بھر مخلوق میں مقبول و محبوب رہا ہے اور اب بوجہ پیری آواز خراب ہو جانے سے ساری خلقت نے اسے چھوڑ دیا ہے اور یہ قطع سلسلہ اسباب اور غم ناکامی اس کی ہدایت کا اور میری طرف رجوع کا

سبب بن گیا ہے تو اب میری رحمت واسعہ اس کی خریدار ہے۔

اگرچہ زندگی بھر وہ نافرمان و غافل رہا ہے لیکن میں اس کی آہ وزاری کو قبول کرتا ہوں کیونکہ میری بارگاہ کے علاوہ میرے بندوں کے لئے کوئی اور جائے پناہ نہیں۔ پس اے عمر! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ بیت المال سے کچھ معتدبہ رقم لے کر اس قبرستان میں جایئے اور میرے بندہ عاجز و مضطر کو میرا اسلام پیش کیجئے پھر یہ رقم پیش کر کے کہہ دیجئے کہ آج سے حق تعالیٰ نے تجھے اپنا مقرب بنالیا ہے۔ اپنے فضل کو تیرے لئے خاص کر دیا ہے۔ اب تجھے ملول خاطر ہونے کی ضرورت نہیں نہ مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت ہے۔ اے عمرؓ! میرے اس بندے سے کہہ دو کہ حق تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے غیب سے تیری روزی کا انتظام کر دیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس وقت ہاتف غیبی سے یہ آواز سنی تو بے چین ہو گئے۔ فوراً اٹھے اور بیت المال سے کچھ رقم لے کر قبرستان کی طرف چل دیئے وہاں دیکھتے ہیں کہ ایک فرسودہ و شکستہ قبر کے غار میں ایک بڈھا گاتے ہوئے سو گیا ہے اور اس کا چہرہ و داڑھی آنسوؤں سے تر ہے۔ اور اسی اشک ندامت سے اس کو یہ مقام ملا۔

خلیفہ وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قبر کہنہ کے سامنے باادب کھڑے ہوئے انتظار فرما رہے تھے کہ پیر چنگی بیدار ہوں تو ان سے حق تعالیٰ کا سلام و پیام عرض کروں۔

اسی اثناء میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھینک آ گئی جس سے پیر چنگی کی آنکھ کھل گئی۔ خلیفۃ المسلمین کو دیکھ کر غلبہ ہیبت سے وہ کانپنے لگے کہ اس چنگ کی وجہ سے نہ جانے مجھ پر کتنے درے پڑیں گے کیونکہ عہد خلافت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں درہ فاروقی کی شہرت تھی۔

حضرت عمرؓ نے جب دیکھا کہ پیر چنگی لرزہ براندام ہیں تو ارشاد فرمایا کہ خوف مت کرو میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لئے بہت بڑی خوش خبری لایا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان مبارک سے پیر چنگی کو جب حق تعالیٰ کے الطاف و عنایات اور افضال کا علم ہوا تو اس مشاہدہ رحمت ذخار سے اس پر شکر و ندامت کا حال طاری ہو گیا۔

اس مرد پیر کی گریہ وزاری اور آہ و بکا سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلیجہ منہ کو آ رہا تھا اور آپ کی آنکھیں اشکبار ہو رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ اے شخص تیری یہ گریہ وزاری

تیری باطنی ہوشیاری کی دلیل ہے۔ تیری جان حق تعالیٰ کے قرب سے زندہ اور روشن ہے حق تعالیٰ کی بارگاہ میں گنہ گار کے آنسوؤں کی بڑی قیمت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت مبارکہ کے فیض سے پیر چنگی پیر طریقت ہو گئے اور اکابر اولیاء اللہ کی صف میں داخل ہو گئے۔ (دینی دستر خوان)

واعظ مدینہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تین اہم نصیحتیں

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مدینہ والوں کے واعظ حضرت ابن ابی سائب رحمہ اللہ تعالیٰ سے فرمایا: تین کاموں میں میری بات مانو ورنہ میں تم سے سخت لڑائی کروں گی۔

حضرت ابن ابی سائب رحمہ اللہ تعالیٰ نے عرض کیا، وہ تین کام کیا ہیں؟ ام المومنین میں آپ کی بات ضرور مانوں گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

پہلی بات: یہ ہے کہ تم دعاء میں بہ تکلیف قافیہ بندی سے بچو، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اس طرح قصداً نہیں کیا کرتے تھے۔

دوسری بات: یہ ہے کہ ہفتہ میں ایک دفعہ لوگوں میں بیان کیا کرو اور زیادہ کرنا چاہو تو دو دفعہ ورنہ زیادہ سے زیادہ تین دفعہ کیا کرو، اس سے زیادہ نہ کرو ورنہ لوگ (اللہ کی) اس کتاب سے اکتا جائینگے۔

تیسری بات: یہ ہے کہ ایسا ہرگز نہ کرنا کہ تم کسی جگہ جاؤ، اور وہاں والے آپس میں بات کر رہے ہوں اور تم ان کی بات کاٹ کر اپنا بیان شروع کر دو۔ بلکہ انہیں اپنی بات کرنے دو، اور جب وہ تمہیں موقع دیں اور کہیں تو پھر ان میں بیان کرو۔ (حیاۃ الصحابہ: ۳/۲۳۹)

نکاح میں فضول خرچی کا عبرت انگیز انجام

حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے لکھا ہے جو آدمی اپنی حیثیت سے بڑھ کر خرچ کرتا ہے تو نکاح تو ہو جاتا ہے تھوڑی بہت واہ واہ بھی ہو جاتی ہے.... مگر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ گھر برباد ہو جاتا ہے.... ہمارے ہاں ایک بہت بڑے رئیس تھے ان کی حویلی آج بھی دیوبند کی بستی میں کھڑی ہوئی ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ شاہی قلعہ ہے.... ہاتھی کے گھسنے کا دروازہ اور بڑی بڑی چیزیں.... انہوں نے اپنے بڑے بیٹے کا نکاح کیا تو ولیمہ جو کیا ہے وہ فقط

سارے دیو بند کی بستی کا ہی نہیں بلکہ دیو بند کے ارد گرد جتنے دیہات تھے سب کو مدعو کیا.... ہزاروں دیہات والے.... پھر ایک وقت کا نہیں' بلکہ ایک ہفتے تک دعوت کی.... پورے سات دن یعنی چودہ وقت کھانا کھلایا.... اور یہ اعلان تھا کہ دیہاتیوں کو آنے میں زحمت ہوگی کوئی دس میل سے آئے گا کوئی بیس میل سے.... تو کھانے پک پک کے بہلیوں پہ گاؤں گاؤں پہنچے ہیں اور گھر گھر تقسیم ہوئے.... ایک ہفتے تک کھانے پہنچتے رہے.... بڑا نام ہوگیا' دنیا میں ایسا ولیمہ کسی نے نہیں کیا ہوگا.... دنیا ایک وقت کا ولیمہ کرتی ہے.... انہوں نے چودہ وقت کھلایا.... مگر نتیجہ یہ نکلا کہ نکاح تو ہوگیا' لیکن آج اگر جا کے دیکھا جائے تو ان کی اولاد کا گزر بھیک کے ٹکڑوں پر ہے (العیاذ باللہ) کسی نے خدا واسطے دے دیا' کھانا کھالیا' نہیں تو نہیں.... ایسی شادی سے فائدہ کیا؟ یہ خانہ آبادی نہیں یہ تو خانہ بربادی ہے....

ماں کے نافرمان کی بُری موت

ڈاکٹر نور احمد صاحب اپنے رسالہ قبر کی زندگی میں لکھتے ہیں... میرے وارڈ میں ایک نوجوان گردے فیل ہوجانے کی وجہ سے مرا... تین دن نزع کی حالت میں رہا... اتنی بری موت کہ آج تک ایسی موت میں نے پچھلے ۴۰ سال کے عرصے میں نہیں دیکھی... اس کا منہ نیلا ہوجاتا تھا... آنکھیں نکل آتی تھیں اور منہ سے دردناک آوازیں نکلتی تھیں جیسے کوئی اس کا گلا دبا رہا ہو...

مرنے سے ایک دن قبل یہ کیفیت زیادہ ہوگئی... آواز اور زیادہ تیز ہوگئی اور وارڈ سے دوسرے مریض بھاگنے شروع ہوگئے... چنانچہ اس کو وارڈ سے دور ایک کمرے میں منتقل کردیا گیا تاکہ آواز کم ہوجائے مگر پھر بھی یہ حالت جاری رہی اس کا والد مجھے یہ کہنے کیلئے آیا کہ اس کو زہر کا ٹیکہ لگا دیں تاکہ مرجائے ہم سے ایسی حالت دیکھی نہیں جاتی... میں نے اس کے والد صاحب سے پوچھا کہ اس نے کیا خاص غلطی کی ہے؟ اس کا والد فوراً بول اٹھا کہ یہ شخص اپنی بیوی کو خوش کرنے کیلئے ماں کو مارا کرتا تھا اور میں اس کو بہت روکا کرتا تھا یہ بری موت اسی کا نتیجہ ہے...

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک حکیمانہ فیصلہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن بھیجا تھا۔ وہاں کے لوگ

شیر کا شکار کرنے کے لئے گڑھا کھودا کرتے تھے، اور مختلف تدبیروں سے شیر کو اس گڑھے میں گرا کر اس کا شکار کرتے تھے، ایک دن انہوں نے ایسا ہی ایک گڑھا کھودا اور شیر کو اس میں گرا لیا۔ آس پاس کے لوگ تماشا دیکھنے کے لئے گڑھے کے اردگرد جمع ہو گئے اور اتنی دھکا پیل ہوئی کہ ایک آدمی اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور گڑھے میں گرنے لگا۔ گرتے گرتے اس نے سنبھلنے کے لئے ایک پاس کھڑے ہوئے آدمی کا ہاتھ پکڑا، اس سے دوسرے آدمی کے بھی پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بھی گرنے لگا، اس نے سنبھلنے کیلئے ایک تیسرے آدمی کا ہاتھ پکڑا اور تیسرے نے چوتھے، کا یہاں تک کہ چاروں گڑھے میں آ رہے، شیر ابھی زندہ تھا۔ اس نے چاروں کو اتنا زخمی کیا کہ وہیں ان کی موت واقع ہو گئی۔ اب مرنے والوں کے رشتہ داروں میں جھگڑا شروع ہوا کہ ان کا خوں بہا کون دے؟ گفتگو میں تیزی آ گئی یہاں تک کہ تلواریں تک نکل آئیں اور خونریزی ہوتے ہوتے بچی۔ حضرت علیؓ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ ان چاروں کی دیت (خوں بہا) گڑھا کھودنے والے پر ہے۔ لیکن اس ترتیب سے کہ پہلے کو چوتھائی دیت، دوسرے کو تہائی دیت، تیسرے کو آدھی دیت، اور چوتھے کو پوری دیت ملے گی۔ بعد میں یہ قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا تو آپؐ نے اس کی تصویب فرمائی۔

علامہ قرطبیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اس فیصلے کی وجہ یہ ہے کہ چاروں خطاءً قتل ہوئے تھے اور گڑھا کھودنے والا ان کی دیت کا ذمہ دار تھا، لیکن پہلا شخص مقتول ہونے کے ساتھ ساتھ تین آدمیوں کو کھینچنے کی وجہ سے انکا قاتل بھی تھا۔ لہٰذا جو دیت اس کو ملتی اسکے تین حصے مقتول پر تقسیم ہو کر اس کیلئے صرف چوتھائی حصہ بچا، اسی طرح دوسرا شخص دو آدمیوں کا قاتل ہے اس لئے اس کی دیت کے دو تہائی حصے اس کے دو مقتولوں کو اور ایک حصہ خود اس کو ملے گا، تیسرا شخص ایک آدمی کا قاتل تھا، اس لئے آدھی دیت اسکے مقتول کی اور آدھی دیت خود اس کی ہو گی اور چوتھے نے کسی کو نہیں کھینچا اس لئے اسے پوری دیت ملے گی۔ (تفسیر القرطبی ص ۱۶۳ ج ۱۵، تفسیر واتیناہ الحکمۃ وفصل الخطاب)

اسلام کی جیت کا حکیمانہ واقعہ

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے زمانہ خلافت میں جب مسلمانوں نے سمرقند فتح کر لیا اور مسلمان وہاں بس گئے اور اپنے گھر بنا لئے اور ایک عرصہ گزر گیا تو سمرقند والوں کو

معلوم ہوا کہ مسلمانوں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے خلاف ہمارے ملک کو فتح کرلیا ہے۔ یعنی یہ کہ سب سے پہلے اسلام کی دعوت دیں پھر جزیہ کی پیشکش کریں اور اگر وہ بھی منظور نہ ہو تو پھر مقابلہ کریں۔ لہٰذا انہوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی خدمت میں چند لوگوں کو روانہ کیا اور انہیں یہ بتایا کہ آپ کی فوج نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس سنت پر عمل کیے بغیر سمرقند کو فتح کرلیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے سمرقند کے قاضی کو حکم دیا کہ عدالت قائم کرو پھر اگر یہ بات صحیح ثابت ہو جائے تو مسلمان فوجوں کو حکم دیں کہ سمرقند چھوڑ کر باہر کھڑی ہو جائیں پھر اس سنت پر عمل کریں۔ چنانچہ قاضی نے ایسا ہی کیا وہ بات صحیح ثابت ہوئی تو مسلمانوں نے سمرقند خالی کردیا اور شہر سے باہر جا کر کھڑے ہو گئے۔ جب وہاں کے بت پرستوں نے مسلمانوں کا یہ عدل وانصاف دیکھا جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی تو انہوں نے کہا کہ اب لڑائی کی ضرورت نہیں۔ ہم سب مسلمان ہوتے ہیں۔ چنانچہ سارا کا سارے سمرقند مسلمان ہو گیا۔ (پانچ منٹ کا مدرسہ)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا پُر حکمت ونصیحت واقعہ

ابوالطفیل عامر بن واثلہ نے بیان کیا مجھ سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں جی والوں میں سے تھا اور میرے قصبہ والے چتکبرے گھوڑے کی عبادت کرتے تھے اور میں سمجھتا تھا کہ یہ کسی حقیقت پر نہیں۔ مجھے بتایا گیا جس دین کا تو طلب گار وہ مغرب کی سمت میں ہے تو میں نکل پڑا حتیٰ کہ میں موصل کی سرزمین کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے وہاں کے سب سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا تو مجھے ایک عبادت خانہ میں رہنے والے ایک آدمی کا بتایا گیا۔ میں اس کے پاس گیا اور اس سے کہا میں مشرق کا آدمی ہوں اور خیر کی طلب میں آیا ہوں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو میں آپ کے ساتھ رہ کر آپ کی خدمت کروں اور اللہ تعالیٰ نے جو علم آپ کو عطا فرمایا ہے آپ مجھے سکھائیں؟ اس نے کہا درست ہے۔ پھر اس نے میرے لئے غلہ سرکہ اور زیتون جاری کرادیا جیسا اس کے لئے جاری تھا۔ اس طرح جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا میں اس کے ساتھ رہا پھر اس کی موت آپڑی۔ جب اس کا انتقال ہونے لگا تو میں اس کے سرہانے بیٹھ کر رونے لگا۔ اس

نے کہا کس وجہ سے روتے ہو؟ میں نے کہا میں نے خیر کی تلاش میں اپنا وطن چھوڑا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی صحبت عطا کی اور آپ نے مجھے اچھے طریقہ سے رکھا اور جو علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے آپ نے وہ مجھے سکھایا اور اب آپ پر موت طاری ہو رہی ہے اور میں نہیں جانتا کہ اب میں کہاں جاؤں؟ اس نے کہا تم فلاں فلاں مقام پر میرے بھائی کے پاس چلے جانا اور اسے میرا سلام کہہ کر اسے بتانا کہ میں نے تمہیں اس کی طرف آنے کی وصیت کی تھی اور اسی کی صحبت میں رہنا بے شک وہ حق پر ہے۔ پس جب وہ فوت ہو گیا تو میں چل پڑا حتیٰ کہ وہاں پہنچ گیا جہاں کا اس نے مجھے بتایا تھا۔ میں نے کہا آپ کا فلاں بھائی آپ کو سلام کہتا تھا۔ اس نے کہا اور اس پر بھی سلام ہو اس کا کیا ہوا؟ میں نے کہا وہ فوت ہو گیا ہے اور میں نے پورا قصہ سنایا پھر اسے بتایا کہ اس نے مجھے آپ کی صحبت میں رہنے کا حکم کیا تھا چنانچہ اس نے مجھے قبول کر لیا اور اچھے طریقہ سے رکھا اور مجھ پر اسی طرح کا (سامان ضرورت) جاری کرا دیا جیسا دوسروں کے لئے مقرر تھا۔ جب اسے موت آنے لگی تو میں اس کے سرہانے بیٹھ کر رونے لگا تو اس نے پوچھا تجھے کیا چیز رلاتی ہے؟ میں نے جواب دیا۔ میں اپنے ملک سے آیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے فلاں کی صحبت عطا کر دی اور اس نے مجھے اچھے طریقہ سے رکھا اور جو اللہ تعالیٰ نے اسے علم عطا کیا تھا اس نے مجھے سکھایا۔ پھر جب اس کی موت آنے لگی تو اس نے مجھے آپ کی طرف آنے کی وصیت کی۔ چنانچہ آپ نے مجھے اچھے طریقہ سے رکھا اور اللہ تعالیٰ نے جو علم آپ کو عطا کیا ہے وہ مجھے سکھایا اور اب آپ کی موت آنے لگی ہے تو میں نہیں جانتا کہ میں کہاں جاؤں؟ اس نے کہا تم روم میں داخل ہونے کے راستہ کے مقام پر میرے بھائی کے پاس چلے جانا اس کے پاس جا کر اسے میرا سلام کہنا اور بتانا کہ میں نے تمہیں اس کی صحبت میں رہنے کا حکم دیا ہے۔ پھر تم اسی کی صحبت میں رہنا کیونکہ وہ حق پر ہے۔

جب وہ فوت ہو گیا تو میں چل پڑا حتیٰ کہ جو آدمی اس نے بتایا تھا وہاں پہنچ گیا اور اس سے کہا آپ کا فلاں بھائی آپ کو سلام کہتا تھا اس نے کہا وعلیہ السلام اس کا کیا حال ہے؟ میں نے کہا وہ فوت ہو گیا ہے اور اسے اپنا سارا قصہ سنایا اور بتایا کہ اس نے مجھے آپ کی صحبت میں رہنے کا حکم کیا ہے تو اس نے مجھے قبول کر لیا اور مجھے اچھے طریقہ سے رکھا اور جو علم اللہ تعالیٰ نے اسے دیا تھا مجھے سکھایا۔

جب اس کو موت آنے لگی تو میں اس کے سرہانے بیٹھ کر رونے لگا۔ اس نے پوچھا کس وجہ سے روتے ہو؟ میں نے اسے اپنا قصہ سنایا پھر کہا مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ کی صحبت عطا کی اور اب آپ کو موت آ رہی ہے اور میں نہیں جانتا کہ میں کہاں جاؤں؟ اس نے کہا کہیں نہ جانا کیونکہ اب حالت یہ ہے کہ میں کسی آدمی کو نہیں جانتا خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر باقی ہو لیکن یہ تہامہ کی سرزمین میں ایک نبی کے آنے کے حالات ہیں۔ لہٰذا تم میرے حجرہ میں رہنا اور جو بھی تاجر تیرے پاس سے گزرے اس سے پوچھنا اور روم میں جانے کے لئے اہل حجاز کے تاجروں کا راستہ وہی تھا۔ لہٰذا اہل حجاز میں سے جو تیرے پاس آئے اس سے پوچھنا کیا تم میں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ پس جب وہ تجھے بتائیں کہ ان میں وہ شخصیت آ چکی ہے تو اس کے پاس چلا جانا وہی ہے جس کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خوشخبری دی تھی اور اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی اور وہ ہدیہ سے کھائے گا۔ صدقہ نہیں کھائے گا۔

چنانچہ اس کا انتقال ہو گیا اور میں اس کی جگہ پر رہا جو بھی میرے پاس سے گزرتا میں اس سے پوچھتا کہ تم کون سے علاقہ سے آئے ہو۔ یہاں تک کہ مکہ والوں میں سے کچھ لوگ میرے پاس سے گزرے تو میں نے ان سے پوچھا کون سے ملک سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا حجاز سے میں نے پوچھا تم میں کوئی ایسا آدمی سامنے آیا ہے جو سمجھتا ہو کہ میں نبی ہوں؟ انہوں نے کہا ہاں۔ میں نے کہا کیا تمہیں یہ منظور ہے میں تم میں سے کسی کا اس شرط پر غلام بن جاؤں کہ وہ مجھے اپنے پیچھے سواری پر بٹھالے اور مجھے بچے کھچے ٹکڑے کھلاتا رہے اور اس طرح مکہ پہنچا دے۔ جب وہ مجھے مکہ لے جائے تو اس کی مرضی ہے چاہے تو مجھے بیچ دے اور چاہے تو اپنے پاس رکھے۔ ان میں سے ایک نے کہا میں تیار ہوں تو میں اس کا غلام ہو گیا وہ مجھے اپنے ساتھ بٹھانے لگا اور ٹکڑے کھلانے لگا حتیٰ کہ میں مکہ آ گیا۔ جب میں مکہ آ گیا تو اس نے مجھے دو حبشیوں کے ساتھ اپنے باغ میں ٹھہرا دیا پھر میں ایک دفعہ نکلا اور مکہ میں گھوما تو میرے ملک والوں کی ایک خاتون ملی تو میں نے اس سے پوچھا اور گفتگو کی۔ معلوم ہوا کہ اس کے غلام اور گھر والے سب مسلمان ہو چکے ہیں اور میں نے اس سے نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کے بارے میں سوال کیا تو اس نے بتایا کہ جب مکہ کی چڑیاں چہکتی ہیں تو آپ اپنے اصحاب کے ساتھ حطیم میں بیٹھتے ہیں حتیٰ کہ جب فجر روشن ہو جاتی ہے تو متفرق ہو جاتے ہیں تو میں اس رات آتا جاتا رہا اس وجہ سے کہ میرے ساتھی کہیں مجھے غائب نہ سمجھیں۔انہوں نے پوچھا تمہیں کیا ہے؟ میں نے کہا میرے پیٹ میں تکلیف ہے پس جب وہ گھڑی آئی جس کا اس نے مجھے بتایا تھا کہ اس میں آپ تشریف فرما ہوتے ہیں تو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ حطیم میں اپنی چادر کمر و گھٹنوں کے گرد باندھ کر بیٹھے تھے اور آپ کے اصحاب سامنے بیٹھے تھے۔میں آپ کے پیچھے سے گیا تو آپ نے میرا مقصد جان لیا اور اپنی چادر چھوڑ دی اور وہ گر پڑی تو میں نے آپ کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت دیکھ لی۔میں نے دل میں کہا اللہ اکبر یہ ایک نشانی ہوگئی۔

پھر جب اگلی رات آئی تو میں اسی طرح کیا جب گذشتہ رات کیا تھا تاکہ میرے ساتھی مجھے نہ ٹوکیں۔میں نے کچھ کھجوریں جمع کیں اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا وقت آیا میں نے کھجوریں آپ کے سامنے رکھ دیں۔آپ نے دریافت فرمایا یہ کیا ہے میں نے کہا صدقہ ہے۔آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کھاؤ! اور اپنا ہاتھ نہ بڑھایا۔ میں نے دل میں کہا اللہ اکبر یہ دو نشانیاں پوری ہوگئیں جب اگلی رات آئی تو میں کچھ کھجوریں جمع کیں پھر آپ جس وقت تشریف رکھتے تھے اس میں آیا اور کھجوریں آپ کے سامنے رکھ دیں آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا ہدیہ ہے تو آپ نے بھی تناول فرمائیں اور اصحاب نے بھی میں نے کہا اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں) تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ماجرا دریافت فرمایا تو میں نے آپ کو بتا دیا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ''جا اور اپنے آپ کو خرید لے'' میں اپنے مالک کے پاس گیا اور کہا تم مجھے بیچ دو۔اس نے کہا درست ہے میں تجھے تیرا نفس اس کے عوض بیچتا ہوں کہ تو مجھے کھجور کے سو درخت کاشت کر دے جب وہ پھل اٹھائیں اور ان کا پھل واضح ہو جائے تو گٹھلی کے برابر سونا لا دے۔میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور

آپ کو بتایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے جو مانگا ہے وہ دینے کا وعدہ کرلو اور میرے پاس اس کنوئیں کے پانی کا ایک ڈول لاؤ جس سے اس باغ کو پانی دیا جاتا ہے۔ پھر میں مالک کے پاس گیا اور اس سے اپنا آپ خرید لیا اور جو اس نے مانگا تھا اس کی شرط منظور کرلیا اور اس کنوئیں کے پانی کا ایک ڈول لایا جس سے باغ کو سیراب کیا جاتا تھا وہ پانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں میرے لئے دعا فرمائی اور میں نے جا کر اس پانی سے درختوں کو لگایا۔ اللہ کی قسم ان سے ایک درخت بھی ضائع نہیں ہوا پھر جب کھجوروں کا پھل واضح ہوگیا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں خبر دی کہ کھجوروں کا پھل واضح ہو چکا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے گٹھلی کی مقدار سونا منگایا اور مجھے عطا فرمایا میں اس سونے کو اپنے مالک کے پاس لے گیا اور اسے ترازو کے ایک پلہ میں رکھا اور اس نے اپنی گٹھلی دوسرے پلہ میں رکھی اللہ کی قسم وہ پلہ زمین سے نہ اٹھا پھر (بقایا کو) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا تو فرمایا اگر تم اس سے اتنے اتنے وزن کی شرط کر لیتے تو بھی یہ ٹکڑا اس پر بھاری ہو جاتا پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گیا اور آپ کے ساتھ رہنے لگا۔

ابو النھدی کہتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ مجھے دس سے زیادہ مالکوں نے خریدا اور بیچا..... (۳۱۳ روشن ستارے)

حضرات شیخین کو پُرحکمت نصیحت

حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مشہور واقعہ ہے آپ حضرات نے سنا ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی رات کے وقت صحابہ کرامؓ کو دیکھنے کے لیے باہر نکلا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ تہجد کی نماز میں بہت آہستہ آہستہ آواز میں قرآن کریم کی تلاوت کررہے ہیں۔ جب آگے بڑھے تو دیکھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت زور زور سے قرآن کریم کی تلاوت کررہے ہیں۔ اس کے بعد آپ واپس گھر تشریف لے آئے۔ صبح فجر کی

نماز کے بعد جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ رات کو ہم نے دیکھا کہ آپ نماز میں بہت آہستہ آہستہ قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے۔ اتنی آہستہ آواز میں کیوں کر رہے تھے؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں کتنا خوبصورت جملہ ارشاد فرمایا۔ فرمایا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں جس سے مناجات کر رہا تھا اس کو سنا دیا۔ اس لیے مجھے آواز زیادہ بلند کرنے کی ضرورت نہیں جس ذات کو سنانا مقصود تھا اس نے سن لیا۔ اس کے لیے بلند آواز کی شرط نہیں۔ اس کے بعد آپ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ اتنی زور سے کیوں پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ میں اس لیے زور سے پڑھ رہا تھا کہ سونے والوں کو جگاؤں اور شیطان کو بھگاؤں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ''تم ذرا بلند آواز سے پڑھا کرو'' اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ''تم اپنی آواز کو تھوڑا سا کم کر دو'' (ابوداؤد/اصلاحی خطبات جلد۲ ص ۱۴۰)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی حکمت کا عجیب واقعہ

جب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے قیساریہ کو فتح کر کے غزہ کا محاصرہ کیا تو وہاں کے گورنر نے ان کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ گفتگو کے لئے کوئی آدمی میرے پاس بھیجئے، حضرت عمروؓ ایک عام آدمی کی حیثیت سے خود تشریف لے گئے، اور گفتگو شروع کی۔ غزہ کا گورنر ان کے حکیمانہ انداز گفتگو اور جرأت و بے باکی سے بڑا متاثر ہوا۔ اس نے پوچھا:

''کیا تمہارے ساتھیوں میں تم جیسے کچھ اور لوگ بھی ہیں؟'' حضرت عمروؓ نے فرمایا:

''یہ بات نہ پوچھئے، میں تو ان میں سب سے کمتر آدمی ہوں، جبھی تو انہوں نے مجھے یہاں بھیجنے کا خطرہ مول لیا ہے۔''

غزہ کے گورنر نے یہ سن کر انہیں کچھ تحفے دینے کا حکم دیا، اور ساتھ ہی دربان کے پاس حکم لکھ کر بھیج دیا کہ: ''جب یہ شخص تمہارے پاس سے گذرے تو اسے قتل کر کے اس کا مال چھین لو۔

حضرت عمروؓ جب واپس جانے کے لئے مڑے تو راستے میں غسان کا ایک عیسائی ملا

اس نے حضرت عمروؓ کو پہچان لیا اور چپکے سے بولا:

''عمرو تم اس محل میں اچھی طرح داخل ہوئے تھے، اچھی طرح ہی نکلنا۔''

یہ سن کر حضرت عمروؓ ٹھٹک گئے، وہ فوراً مڑے اور واپس گورنر کے پاس پہنچ گئے،

سردار نے پوچھا: ''کیا بات ہے، واپس کیوں آ گئے۔''؟

حضرت عمروؓ نے جواب دیا: ''آپ نے مجھے جو تحفے دیئے ہیں، میں نے انہیں دیکھا تو اندازہ ہوا کہ یہ میرے چچا زاد بھائیوں کیلئے کافی نہیں ہیں، لہٰذا میرے دل میں یہ آ رہا ہے کہ میں اپنے دس بھائیوں کو آپ کے پاس لے آؤں، آپ یہ تحفے ان سب میں تقسیم کر دیں، اس طرح آپ کا تحفہ ایک کے بجائے دس آدمیوں کے پاس پہنچ جائے گا۔''

گورنر دل ہی دل میں خوش ہوا کہ اس طرح ایک کے بجائے دس آدمیوں کو قتل کرنے کا موقع ملے گا، چنانچہ اس نے کہا کہ ''تم ٹھیک کہتے ہو انہیں جلدی سے لے آؤ۔''

اور یہ کہہ کر دربان سے کہلا دیا کہ ''اب اس شخص کو جانے دو'' حضرت عمروؓ محل سے نکل کر دور تک مڑ مڑ کر دیکھتے رہے اور جب خطرے کی حدود سے باہر نکل گئے تو فرمایا۔

''آئندہ ان جیسے غداروں کے پاس نہیں آؤں گا'' چند روز کے بعد غزہ کے گورنر کو صلح کی درخواست کرنی پڑی۔ اس مقصد کیلئے وہ خود مسلمانوں کے پاس آیا اور جب حضرت عمروؓ کے خیمے میں داخل ہو کر انہیں امیر لشکر کی حیثیت سے بیٹھا دیکھا تو اسکی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ اس نے بوکھلا کر پوچھا۔

''کیا آپ وہی ہیں؟'' ''جی ہاں'' حضرت عمروؓ نے جواب دیا۔ ''میں تمہاری غداری کے باوجود زندہ ہوں۔'' (الوصایا الخالدۃ مطابع العربیہ ص ۲۵۷)

تبلیغ میں حکمت اور شفقت کی رعایت

دین کی تبلیغ یوں تو ہر جگہ حکمت اور دانشمندی چاہتی ہے، لیکن جو شخص شبہات کا مریض ہو، اس کا علاج بڑا نازک کام ہے، اس میں داعی حق کے لئے انتہا درجے کا صبر و تحمل، مخاطب پر شفقت، حکمت و دانائی اور بات کو دل میں اتار دینے کی لگن کی ضرورت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شبہات کے مریض کا علاج کس طرح فرماتے تھے؟

حضرت ابوامامہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک قریشی نوجوان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس نے ایک عجیب وغریب فرمائش کی کہنے لگا:

''یارسول اللہ! مجھے زنا کرنے کی اجازت دے دیجئے۔''

تصور تو فرمائیے کہ یہ گھناؤنی فرمائش کس سے کی جارہی ہے؟ اُس ذاتِ اقدسؐ سے کی جس کے تقدس کے آگے فرشتے بھی ہیچ ہیں، اور فرمائش بھی کسی چھوٹے موٹے گناہ کی نہیں، زنا کی! وہ گناہ جس کا نام ایک شریف انسان زبان پر لاتے ہوئے بھی شرماتا ہے۔ کوئی اور ہوتا شاید اس گستاخی کی سزا میں نوجوان کو دھکے دے کر باہر نکلوا دیتا۔ چنانچہ حاضرینِ مجلس اس نوجوان پر برس پڑے اور اسے ڈانٹنا ڈپٹنا شروع کر دیا۔ لیکن قربان جائیے اس رحمتِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے، آپؐ نے بھانپ لیا کہ یہ شخص ضد اور عناد کا نہیں، شبہات کا مریض ہے اور یہ غصہ اور نفرت کے بجائے شفقت کا اور ترس کھانے کا مستحق ہے۔ آپؐ نے صحابہ کو ڈانٹنے سے روکا، اور اس سے فرمایا: ''میرے قریب آجاؤ۔'' جب وہ قریب آگیا تو آپؐ نے اس سے فرمایا:

''کیا تم اس عمل کو اپنی ماں کے لئے پسند کرتے ہو؟''

نوجوان بولا: ''نہیں! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے، خدا کی قسم نہیں!''

آپؐ نے فرمایا: ''تو اور لوگ بھی اپنی ماؤں کے لئے اس کو پسند نہیں کرتے۔'' پھر فرمایا ''اچھا تو کیا تم اپنی بیٹی کے لئے اس عمل کو پسند کرتے ہو؟''

''نہیں یارسول اللہ، مجھے اللہ آپ پر فدا کرے، خدا کی قسم نہیں'' اس نے کہا۔

آپؐ نے فرمایا: ''تو اور لوگ بھی اسے اپنی بیٹیوں کے لئے پسند نہیں کرتے۔''

''اور کیا تم اپنی بہن کے لئے اس عمل کو پسند کرتے ہو؟''

''نہیں یارسول اللہ، اللہ مجھے آپ پر نثار کرے، خدا کی قسم نہیں!'' نوجوان نے کہا

آپؐ نے فرمایا ''تو اور لوگ بھی اپنی بہنوں کے لئے اس کو پسند نہیں کرتے۔''

''اور کیا تم اپنی پھوپھی کے لئے اسے پسند کرتے ہو؟''

''نہیں یارسول اللہ، خدا مجھے آپ پر قربان کرے، خدا کی قسم نہیں!'' نوجوان بولا۔

''تو اور لوگ بھی اسے اپنی پھوپھیوں کے لئے پسند نہیں کرتے، اور کیا تم اسے

اپنی خالہ کے لئے پسند کرتے ہو؟'' ''نہیں یارسول اللہ، خدا مجھے آپ پر قربان کرے، واللہ نہیں'' نوجوان بولا ''تو اور لوگ بھی اسے اپنی خالاؤں کے لئے پسند نہیں کرتے۔''

یہ فرما کر آپ نے اپنا دستِ شفقت نوجوان پر رکھا اور فرمایا:

''یا اللہ! اس کے گناہ کو معاف فرما، اس کے قلب کو پاکیزگی عطا فرما اور عفت عطا فرما۔''

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد نوجوان اتنا پاک دامن ہوگیا کہ کسی طرف التفات ہی نہیں کرتا تھا۔ امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اسکی سند صحیح ہے۔ (رواہ احمدؒ والطبرانیؒ مجمع)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک عجیب فیصلہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن بھیجا تھا۔ وہاں کے لوگ شیر کا شکار کرنے کے لئے گڑھا کھودا کرتے تھے اور مختلف تدبیروں سے شیر کو اس گڑھے میں گرا کر اس کا شکار کرتے تھے، ایک دن انہوں نے ایسا ہی ایک گڑھا کھودا اور شیر کو اس میں گرا لیا۔ آس پاس کے لوگ تماشا دیکھنے کے لئے گڑھے کے اردگرد جمع ہوگئے اور اتنی دھکا پیل ہوئی کہ ایک آدمی اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور گڑھے میں گرنے لگا۔ گرتے گرتے اس نے سنبھلنے کے لئے ایک پاس کھڑے ہوئے آدمی کا ہاتھ پکڑا، اس سے دوسرے آدمی کے بھی پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بھی گرنے لگا، اس نے سنبھلنے کے لئے ایک تیسرے آدمی کا ہاتھ پکڑا اور تیسرے نے چوتھے کا، یہاں تک کہ چاروں گڑھے میں آرہے، شیر ابھی زندہ تھا۔ اس نے چاروں کو اتنا زخمی کیا کہ وہیں ان کی موت واقع ہوگئی۔ اب مرنے والوں کے رشتہ داروں میں جھگڑا شروع ہوا کہ ان کا خوں بہا کون دے؟ گفتگو میں تیزی آگئی یہاں تک کہ تلواریں تک نکل آئیں اور خونریزی ہوتے ہوتے بچی۔ حضرت علیؓ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ ان چاروں کی دیت (خوں بہا) گڑھا کھودنے والے پر ہے۔ لیکن اس ترتیب سے کہ پہلے کو چوتھائی دیت، دوسرے کو تہائی دیت، تیسرے کو آدھی دیت اور چوتھے کو پوری دیت ملے گی۔ بعد میں یہ قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے اس کی تصویب فرمائی۔

علامہ قرطبیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اس فیصلے کی وجہ یہ ہے کہ چاروں خطاءً قتل ہوئے تھے اور

گڑھا کھودنے والا ان کی دیت کا ذمہ دار تھا، لیکن پہلا شخص مقتول ہونے کے ساتھ ساتھ تین آدمیوں کو کھینچنے کی وجہ سے ان کا قاتل بھی تھا، لہٰذا جو دیت اس کو ملتی اس کے تین حصے ہر مقتول پر تقسیم ہو کر اس کیلئے صرف چوتھائی حصہ بچا، اسی طرح دوسرا شخص دو آدمیوں کا قاتل ہے اس لئے اس کی دیت کے دو تہائی حصے اس کے دو مقتولوں کو اور ایک حصہ خود اس کو ملے گا، تیسرا شخص ایک آدمی کا قاتل تھا، اس لئے آدھی دیت اس کے مقتول کی اور آدھی دیت خود اس کی ہوگی اور چوتھے نے کسی کو نہیں کھینچا اس لئے اسے پوری دیت ملے گی۔ (تفسیر القرطبی ص ۱۶۳ ج ۱۵ تفسیر)

اچھی نیت پر اللہ تعالیٰ کی مدد

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے آدمی کا ذکر کیا جس نے بنی اسرائیل کے ایک شخص سے ایک ہزار دینار کا قرض حسنہ مانگا۔ اس نے کہا تھا کہ میرے پاس گواہ لے آؤ تا کہ میں ان کو گواہ بنالوں۔

اس نے کہا بطور گواہ کے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔ دوسرے نے کہا اچھا میرے پاس کفیل ہی لے آؤ جو کہ آپ کی ضمانت دیدے۔ اس نے کہا اللہ ہی ضمانت کے لئے کافی ہے۔

اس نے کہا تم نے سچ کہا۔ پھر اس کو ایک مدتِ مقرر تک کیلئے (قرضہ کے طور پر مطلوبہ) رقم دیدی وہ شخص قرضہ لے کر دریا کی طرف چل دیا۔ جب اپنی ضرورت پوری کر لی تو کوئی سواری تلاش کی جس پر وہ سوار ہو کر اس مدت تک قرض خواہ کے پاس پہنچ جائے۔ جو مدت (قرض کی ادائیگی کے لئے) مقرر کی تھی لیکن اس کو کوئی سواری نہ ملی تو اس نے ایک لکڑی اٹھا کر اس کو چھیدا۔

اس میں ایک ہزار دینار رکھے اور اس شخص کے نام ایک رقعہ لکھا پھر اس چھید کو بند کر دیا۔ اور دریا کے پاس لے آیا۔ اور کہا کہ اے اللہ! آپ جانتے ہیں کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار لئے تھے۔ اس نے مجھ سے کفیل طلب کیا تو میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہی بطور گواہ کافی ہیں۔ وہ اس پر راضی ہو گیا تھا۔ اب میں نے کوشش بھی کی ہے کہ کوئی سواری مل جائے۔ اور میں رقم کو اس تک پہنچادوں۔ لیکن میں کامیاب نہیں ہوا۔ اس لئے میں اس رقم کو آپ کے سپرد کرتا ہوں پھر اس لکڑی کو دریا میں چھوڑ دیا۔ وہ دریا میں پہنچ گئی۔ پھر یہ واپس مڑ کر کسی سواری کی تلاش میں رہا کہ اس کے شہر تک پہنچ جائے۔ اور اس کی رقم اپنے ہاتھ سے لوٹائے۔

دوسری طرف وہ شخص جس نے قرض دیا وہ اس نیت سے گھر سے نکلا کہ شاید کوئی سواری اس کا مال اٹھا کر لا رہی ہو۔ اچانک اس کو ایک لکڑی جس میں اس کا مال تھا۔ نظر آئی اس نے اس کو اپنے گھر کے لئے بطور ایندھن کے اٹھالیا۔ جب گھر آ کر اس کو پھاڑا تو اس میں اپنا مال اور خط پایا۔ پھر وہ شخص بھی آ گیا جس نے قرض لیا تھا۔ وہ ہزار دینار بھی لایا تھا۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم! میں کسی سواری کی تلاش میں رہا' تا کہ آپ تک آپ کا مال پہنچا دوں لیکن مجھے سواری نہیں ملی۔ دوسرے نے جواب دیا کہ جو رقم تو نے لکڑی میں ڈال کر روانہ کی تھی اسکو تیری طرف سے اللہ تعالیٰ نے (مجھ تک) پہنچا دیا ہے اس طرح سے اس نے (دوسرے) ایک ہزار دینار بڑے عمدہ طریقے سے واپس کر دیئے۔ (رحمت کے خزانے) (شمارہ 148)

حکیمانہ برتاؤ کا عجیب واقعہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل روم کی طرف ایک لشکر روانہ کیا جس کے امیر حضرت عبداللہ بن حذافہ تھے، دشمن نے انہیں اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار کرلیا، جب یہ مقدس قیدی بادشاہ روم کے پاس لیجائے گئے تو اس نے حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کو پیش کش کی کہ اگر تم عیسائی بن جاؤ تو میں تمہیں اپنی سلطنت میں شریک کرلوں گا۔ بے چارہ سمجھتا تھا کہ مال و دولت اور اقتدار کا لالچ اس صحرا نشیں کو ڈگمگا دے گا لیکن اسے کیا معلوم تھا کہ سامنے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جاں نثار ہے جس کے فقر و فاقہ پر ایک نہیں، ہزاروں سلطنتیں قربان ہوتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن حذافہؓ نے اس پیش کش کو صاف ٹھکرا دیا۔

اس کا صلہ حضرت عبداللہ کو وہی ملنا تھا دنیا راہِ حق پر ثابت قدم رہنے والوں کو دیا کرتی ہے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں سولی پر چڑھا کر تیر مارے جائیں یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو جائیں۔ سپاہیوں نے انہیں سولی پر چڑھا دیا کمانوں کے چلے ان کا جسم چھلنی کرنے کے لئے تیار تھے۔ موت سامنے رقص کر رہی تھی، لیکن بادشاہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس بندۂ خدامست کے چہرے پر گھبراہٹ، پریشانی یا خوف و ہراس کا دُور دُور پتہ نہیں۔ موت سے آنکھیں ملا کر ایسے مسکرانے والے اس بادشاہ نے کب اور کہاں دیکھے تھے؟ لیکن اس نے سوچا کہ انہیں قتل کرنے کا کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ جس سے یہ نڈر انسان بھی گھبرا اٹھے، چنانچہ اس نے حکم دیا کہ انہیں

سولی سے اتار کر لایا جائے اور ایک دیگ میں پانی ڈال کر اسے جوش دیا جائے۔

جب دیگ کھولنے لگی تو حضرت عبداللہؓ کے مقدس ساتھیوں میں سے ایک قیدی کو لا کر ان کے سامنے دیگ میں ڈال دیا گیا، حضرت عبداللہ نے دیکھا کہ اس دیگ میں گرتے ہی ان کی ہڈیوں سے گوشت اتر گیا۔ اور ہڈیاں چمکنے لگیں۔ بادشاہ نے کہا کہ اگر تم نے عیسائی مذہب اختیار نہ کیا تو یہی انجام تمہارا بھی ہونا ہے لیکن یہ ہولناک منظر بھی حضرت عبداللہؓ کے پائے استقامت میں لغزش پیدا نہ کر سکا، ان کے پاس ایک ہی جواب تھا کہ اس کھولتی ہوئی دیگ میں گر کر جھلس جانا مجھے گوارا ہے، مگر اسلام کو چھوڑنا گوارا نہیں۔

چنانچہ سپاہی انہیں بھی دیگ میں ڈالنے کے لئے لے چلے، مگر یہاں ایک عجیب منظر نظر آیا۔ وہی عبداللہ بن حذافہؓ جو تختۂ دار پر بھی مسکراتے نظر آئے تھے، اب دیگ کے قریب پہنچ کر ان کی آنکھوں میں آنسو جھلک رہے تھے، بادشاہ سمجھا کہ یہ میری فتح ہے اس نے فوراً انہیں واپس بلایا اور ان سے رونے کا سبب پوچھا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہؓ نے جواب دیا:

”رونے کی وجہ یہ ہے کہ کاش! میری سو جانیں ہوتیں، اور ہر جان کے ساتھ اللہ کے راستے میں یہی معاملہ کیا جاتا۔“

بادشاہ یہ سن کر حیران رہ گیا، ایک انتہائی اذیت ناک موت کے منہ میں جانے والے کسی شخص سے اسے ایسے جواب کی توقع نہ تھی۔ بالآخر اس نے شاید یہ سوچا ہو کہ ایسے شخص کی سزا اسے مارنا نہیں، زندہ رکھنا ہے، اس لئے ان سے مخاطب ہو کر کہا:

اچھا! تم میرے سر کو بوسہ دے دو تو میں تمہیں چھوڑ دوں گا!“

حضرت عبداللہؓ نے فرمایا: ”اگر اس کے عوض صرف مجھے نہیں، بلکہ میرے تمام ساتھیوں کو چھوڑ دو تو مجھے منظور ہے۔“

بادشاہ نے کہا: ”ٹھیک ہے، میں تمہارے تمام ساتھیوں کو رہا کر دوں گا۔“

حضرت عبداللہ بن حذافہؓ آگے بڑھے اس کے سر کو بوسہ دیا اور تمام ساتھیوں کو صحیح سلامت واپس لے آئے۔

جب یہ مقدس قافلہ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا اور حضرت عمرؓ نے پورا واقعہ سنا تو

اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے اور حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کے سر کو بوسہ دیا کہ انہوں نے کیسے جوشِ ایمانی اور کیسے فراست وحکمت سے اپنے لشکر کی قیادت فرمائی۔ اور کس معجزانہ طور پر انہیں واپس لے آئے۔ (الاصابہ للحافظ ابن حجر)

غلام کا آقا کو حکیمانہ طمانچہ

جنگ اسکندریہ میں رومی ایک قلعے میں بند تھے اور مسلمانوں نے اس قلعے کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ ایک روز رومی میدان میں نکلے اور سپہ سالار حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ چند سوار لے کر ان کے مقابل ہوئے، گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ مسلمان رومیوں کو دباتے ہوئے برابر قلعے کی طرف چلے گئے اور رومیوں کے ہمراہ قلعہ کے اندر داخل ہو گئے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ہر ایک لڑائی میں سب سے آگے ہوا کرتے تھے۔ اس موقعے پر بھی وہ سب سے آگے تھے۔ رومیوں نے مسلمانوں کو دروازے میں دیکھا تو سخت گھبرائے اور چار اطراف سے سپاہیوں کے گروہ کے گروہ دروازے پر اپنے ہمراہیوں کی پشت پر آ گئے اور پھر قلعے کا دروازہ ایک دم بند کر دیا۔

اس اثناء میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مسلمہ بن مخلد اور اپنے غلام وردان کے ساتھ قلعہ کے اندر ہی رہ گئے۔ رومی انہیں گرفتار کر کے اپنے اعلیٰ افسر کے پاس لے گئے۔

رومی افسر نے ان قیدیوں کو معمولی سپاہی سمجھا۔ کیونکہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کوئی جرنیلی وردی نہیں پہنی ہوئی تھی بلکہ ان کا لباس بالکل اپنے ہمراہی اور غلام کا سا سادہ تھا۔ اس لیے رومی افسر نے بڑی حقارت سے انہیں مخاطب کر کے کہا:

"تم بھوکے ننگے اور جاہل عربوں نے ان ممالک میں فتنہ برپا کر رکھا ہے۔"

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے نہایت بیباکانہ طور پر جواب دیا: "ہم فتنہ پھیلانے نہیں آئے۔ بلکہ ہم ان اقوام کو پستی سے نکال کر ترقی وخوشحالی کے بام پر پہنچانے آئے ہیں۔ ہم اسلام کی برکتیں ساتھ لائے ہیں جو ہم ہر ایک قوم کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اگر تم اس لازوال دولت سے محروم رہنا چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنی حفاظت میں لے کر اس ملک کو دارالامان بنا دیں گے۔"

رومی افسر یہ دلیرانہ جواب سن کر اپنے ماتحتوں کو رومی زبان میں کہنے لگا: "یہ شخص عربی لشکر کا

سردار معلوم ہوتا ہے۔ بہتر ہے کہ ہم اسے قتل کر دیں تا کہ مسلمانوں پر ہماری دہشت بیٹھ جائے۔"

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا غلام وردان رومی زبان سمجھتا تھا۔ اس نے اپنے آقا کو خطرے میں دیکھا تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے منہ پر زور سے طمانچہ مارا اور کہا:

"بے ادب گستاخ۔ کس نے تمہیں اختیار دیا ہے کہ اہل عرب کی طرف سے ایسے کلمات افسروں اور حاکموں کے سامنے کہو۔ چپ رہو۔ یہ تمہارا کام نہیں۔"

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے اور مسلمہ بن مخلد نے کہا: "بے شک ہمیں ایسی کوئی بات کہنے کا حق نہیں اور اگر آپ اپنے چند اعلیٰ افسر اہل عرب کے افسروں کے پاس بھیجیں تو ممکن ہے کہ وہ سب مل کر ایسی شرائط باہم طے کر لیں جن پر ہم میں اور آپ میں صلح ہو جائے کیوں کہ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ عرب سردار جنگ کی نسبت صلح کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔"

اب رومی افسر سمجھا حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کوئی بڑے آدمی نہیں، عام سے سپاہی ہیں ورنہ انہیں طمانچہ کیوں پڑتا۔ وہ اہل عرب کی شدت محاصرہ سے تنگ آ چکا تھا۔ اس بات سے بہت خوش ہوا اور کہا: "اچھا ہم تمہیں چھوڑ دیتے ہیں، تم جا کر اپنے افسروں سے کہو کہ وہ صلح کرنا چاہیں تو ہم بالکل تیار ہیں۔

مسلمہ بن مخلد نے رومی افسر کا شکریہ ادا کیا اور رومی سپاہی انہیں قلعے کے باہر چھوڑ آئے۔

ادھر اسلامی لشکر میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور مسلمہ کی گرفتاری کے باعث بڑی پریشانی تھی۔ مگر جونہی انہوں نے اپنے سردار کو صحیح وسالم آتے دیکھا تو مارے خوشی کے اللہ اکبر کے نعروں سے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ رومیوں کے کانوں میں یہ خوشی کی آواز پڑی تو وہ بہت پریشان ہوئے۔ غلام نے آقا کو جو طمانچہ مارا تھا، اس کی حکمت اب ان کی سمجھ میں آئی۔ (مختصر پُر اثر)

حضرت لقمان اور ان کی حکمت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''اللہ تعالیٰ تمہاری شکل وصورت اور مال ودولت کو نہیں دیکھتے، بلکہ تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتے ہیں۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد مبارک کی روشنی میں جب ہم غور وفکر کرتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ بہت سے حسین وجمیل اور صاحب ثروت لوگ بارگاہ خداوندی میں ایک کوڑی کی بھی حیثیت نہیں رکھتے جیسا کہ ابولہب اور قارون ہیں اس کے برعکس بہت سے بدصورت،، بدشکل، غریب ونادار لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ بارگاہ خداوندی میں اپنی محبوبیت اور قدر ومنزلت کی وجہ سے رشک ملائکہ بن جاتے ہیں۔

ایسے لوگوں میں سے ایک بزرگ بنی اسرائیل میں گزرے ہیں جنہیں ''لقمان'' کہا جاتا ہے، آپ حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے یا خالہ زاد بھائی تھے۔

تقریباً ایک ہزار برس عمر پائی تھی۔ آپ نے حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ نبوت پایا تھا، اُن سے ملاقات بھی کی تھی اور علم بھی حاصل کیا تھا۔ آپ حضرت داؤد علیہ السلام کی بعثت سے پہلے فتویٰ دیا کرتے تھے، حضرت داؤد علیہ السلام کی بعثت کے بعد فتویٰ دینا بند کردیا اور فرمایا، جناب داؤد کی بعثت کے بعد اب مجھے فتوے دینے کی ضرورت نہیں رہی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ بنی اسرائیل کے قاضی تھے۔ مصر کے رہنے والے تھے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۴ ص ۵۹)

آپ کا سراپا

آپ سیاہ رنگ کے حبشی غلام پستہ قد، موٹے ہونٹ چپٹی ناک اور پھٹے پھٹے قدم والے تھے۔

آپ کا پیشہ

بعض کا کہنا ہے کہ آپ ترکھان تھے، بعض کا کہنا ہے کہ درزی تھے اور کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ چرواہے تھے، بعض واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے دربانی بھی کی ہے اور بعض سے پتہ چلتا ہے کہ باغ کے مالی رہے ہیں، اصل بات یہ ہے کہ آپ غلام تھے اور آپ آقا بدلتے رہتے تھے لہٰذا جس آقا نے جس کام پر لگادیا ہوگا اُس پر لگ گئے ہوں گے۔

آپ ولی تھے نبی نہ تھے

جمہور محققین کے قول کے مطابق آپ ایک نیک وصالح انسان تھے، آپ اللہ کے ولی تھے، نبی نہیں تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکمت ودانائی عطا فرمائی تھی، آپ کی حکمت ودانائی ضرب المثل ہے اور ''حکیم'' آپ کے نام کا جزو لاینفک بن گیا ہے۔ قرآن مجید میں آپ کے نام سے موسوم ایک سورۃ ''سورۂ لقمان'' موجود ہے جس میں آپ کی چند حکمت آمیز نصیحتوں کا ذکر ہے جو آپ نے اپنے بیٹے کو کی تھیں جن میں سے پہلی اور دوسری نصیحت کا تعلق عقائد سے ہے۔

پہلی نصیحت یہ ہے کہ ''بیٹا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا کیونکہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ظلم عظیم ہے۔

دوسری نصیحت یہ ہے کہ ''بیٹا اگرچہ کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر ہو پھر وہ بھی خواہ کسی پتھر میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں اسے اللہ تعالیٰ لا حاضر کریں گے بے شک اللہ تعالیٰ بڑے باریک بین اور خبردار ہیں۔

اس نصیحت کا حاصل یہ ہے کہ اس بات کا پختہ اعتقاد رکھا جائے کہ آسمان وزمین اور ان کے اندر جو کچھ ہے اس کے ایک ایک ذرہ پر اللہ تعالیٰ کا علم بھی محیط اور وسیع ہے اور سب پر اس کی قدرت بھی کامل ہے کوئی چیز کتنی ہی چھوٹی سے چھوٹی ہو جو عام نظروں میں نہ آسکتی ہو اسی طرح کوئی چیز کتنی ہی دور دراز پر ہو اسی طرح کوئی چیز کتنے ہی اندھیروں اور پردوں میں ہو اللہ تعالیٰ کے علم ونظر سے نہیں چھپ سکتی اور وہ جس کو جب چاہیں جہاں چاہیں حاضر کر سکتے ہیں۔

تیسری نصیحت کا تعلق اصلاح عمل سے ہے اور وہ یہ ہے کہ بیٹا نماز پڑھا کر۔

چوتھی نصیحت کا تعلق اصلاح خلق سے ہے اور وہ یہ ہے کہ ''اچھے کاموں کی نصیحت کرتے رہنا بُرے کاموں سے منع کرتے رہنا اور جو مصیبت تم پر آئے اس پر صبر کرنا یقین مان کہ یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

پانچویں نصیحت کا تعلق آداب معاشرت سے ہے اور وہ یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے اپنے رخسار نہ پھلا اور زمین پر اترا اکڑ کر نہ چل بے شک اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتے اور اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز کو پست

کر (شور شرابہ نہ کر) بیشک آوازوں میں سے سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے۔

اس کے علاوہ آپ کی حکمت و دانائی کی بیشمار باتیں کتابوں میں مذکور ہیں۔

حضرت وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کی حکمت کے دس ہزار سے زائد ابواب پڑھے ہیں صاحب تفسیر روح المعانی علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی بہت سی حکمت آمیز باتیں ذکر فرمائی ہیں۔ موقع کی مناسبت سے وہ باتیں ہم یہاں نقل کر رہے ہیں۔

حضرت لقمان کی اپنے بیٹے سے پُر حکمت باتیں

۱- بیٹا دُنیا ایک گہرا سمندر ہے جس میں بہت سے لوگ غرق ہو چکے ہیں۔ تجھے چاہیے کہ تو دُنیا کے اس سمندر میں اپنی کشتی تقویٰ کو بنالے، جس کا بھراؤ ایمان ہو، جس کا بادبان توکل علی اللہ ہو ممکن ہے اس صورت میں تو اس سے بچ جائے ورنہ نجات نہیں ہو سکتی۔

۲- جس کا نفس ہی خود اس کا واعظ ہو اس کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت ہوتی ہے جو خود اپنے بارے میں لوگوں سے انصاف کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ فرما دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی وجہ سے ذلیل ہو جانا انسان کو اللہ کے قریب کر دیتا ہے۔ بہ نسبت نافرمانی کرنے کی وجہ سے عزت حاصل ہونے کے (کہ وہ اللہ سے دُور کر دیتی ہے)۔

۳- والد کا اپنے بچے کو (اس کی تربیت کے لیے) مارنا ایسے ہی ہے جیسے کھیتی میں کھاد ڈالنا۔

۴- بیٹا قرضہ لینے سے بچ، کیونکہ قرضہ دن کی ذلت اور رات کی فکر کا باعث ہے۔

۵- بیٹا اللہ تعالیٰ سے اتنی امید باندھ کہ وہ تجھے اس کی نافرمانی پر جری نہ کرے اور اس سے اتنا ڈر کہ وہ تجھے اس کی رحمت سے مایوس نہ کر دے۔

۶- جو جھوٹ بولتا ہے اس کے چہرہ کی رونق چلی جاتی ہے، جس کے اخلاق بُرے ہوتے ہیں اسے غم بہت زیادہ لاحق ہوتا ہے چٹانوں کو ان کی جگہ سے منتقل کر دینا زیادہ آسان ہے بہ نسبت ناسمجھ کو سمجھانے کے۔

۷- بیٹا میں نے چٹان، لوہا اور بھاری سے بھاری چیز کا بوجھ اٹھالیا لیکن مجھے کسی چیز کا بوجھ اتنا بھاری نہیں لگا جتنا کہ بُرے پڑوسی کا میں نے کڑوی سے کڑوی چیز چکھی

ہے مگر محتاجی جیسی کڑوی چیز کوئی نہیں چکھی بیٹا کسی جاہل کو اپنا قاصد نہ بنا اگر تجھے کوئی دانا آدمی نہ ملے تو اپنا قاصد تو خود بن جا بیٹا جھوٹ سے بچ کیونکہ یہ چڑیا کے گوشت کی مانند مرغوب تو بہت ہے لیکن جلد ہی اپنے کھانے والے کو (گرمی کی وجہ سے) اُبال ڈالتا ہے بیٹا جنازوں میں شرکت کیا کر شادیوں میں نہ جایا کر کیونکہ جنازے تجھے آخرت کی یاد دلائیں گے اور شادیاں دُنیا کی رغبت دلائیں گی۔ بیٹا پیٹ بھرے پر نہ کھا تیرا (اس وقت) روٹی کتے کو ڈال دینا اس کھانے سے بہتر ہے، بیٹا اتنا میٹھا بھی نہ بن جا کہ نگل لیا جائے اور اتنا کڑوا بھی نہ بن کہ پھینک دیا جائے۔

۸- تیرا کھانا پرہیزگار لوگ کھائیں اور اپنے ہر معاملہ میں علماء سے مشورہ کرتا رہ۔

۹- تیرے اس چیز کو سیکھنے میں جسے تو نہیں جانتا کوئی بھلائی نہیں جب تک کہ تو ان چیزوں پر عمل پیرا نہ ہو جنہیں تو جانتا ہے کیونکہ ایسے آدمی کی مثال تو ایسے شخص کی سی ہے جیسے کوئی شخص لکڑیاں چن کر اُن کا گٹھا بنائے پھر اس گٹھے کو اٹھا کر چلنے لگے تو عاجز آ جائے (چل نہ سکے) لیکن اس کے باوجود اس کے ساتھ ایک گٹھا (لکڑیوں کا اٹھانے کیلئے) اور ملا لے۔

۱۰- بیٹا تو اگر کسی سے بھائی بندی کرنا چاہتا ہے تو اس سے پہلے اسے غصہ دلا کر دیکھ لے اگر وہ اس غضب وغصہ کی حالت میں تیرے ساتھ انصاف کرے تو فبہا ورنہ ایسے شخص سے بچ۔

۱۱- تیری گفتگو اچھی ہو اور تیرا چہرہ کشادہ ہو تو لوگوں میں اس شخص سے زیادہ محبوب (پسندیدہ) ہوگا جو لوگوں کو عطا و بخشش کرتا ہے۔

۱۲- بیٹا اپنے آپ کو اپنے دوست کے سامنے اس شخص کی طرح کر لے جس کو تیری تو کوئی ضرورت نہ ہو، لیکن تجھے اس کی ضرورت ہو، بیٹا اس شخص کی طرح سے ہو جا جو نہ تو لوگوں سے اپنی تعریف کا خواہاں ہوتا ہے اور نہ ہی اُن سے بُرائی مول لیتا ہے، اس صورت میں گو خود تو یہ مشقت برداشت کرتا ہے، لیکن لوگوں کو اس سے راحت ہوتی ہے۔

۱۳- بیٹا ان باتوں کے کرنے سے رُک جا جو تیرے منہ سے نکلتی ہیں، کیونکہ جب تک تو چپ رہے گا سلامت رہے گا البتہ ایسی بات کر جس سے تجھے کوئی فائدہ حاصل ہو۔ (روح المعانی جلد ۷ ص ۸۲)

دل وزبان کی قدر وقیمت

''ایک مرتبہ لقمان حکیم کے آقا نے لقمان سے کہا کہ میرے لیے ایک بکری ذبح کرو اوراس کے دو بہترین اور نفیس ٹکڑے گوشت کے میرے پاس لاؤ، آپ نے بکری ذبح کی اوراس کے دل وزبان آقا کے پاس لے گئے، آقا نے کہا کہ کیا بکری میں ان دونوں ٹکڑوں سے زیادہ بہتر ٹکڑا کوئی نہیں تھا۔ آپ چپ رہے۔ پھر آقا نے آپ سے کہا کہ دوسری بکری ذبح کرواوراس کے جو بدترین اور خبیث ٹکڑے ہوں وہ لاؤ آپ نے بکری ذبح کی اور پھر دل وزبان لے گئے آقا نے کہا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ میں نے تم سے بکری کے گوشت کے بہترین ٹکڑے مانگے تو تم دل وزبان لائے اور جب بدترین مانگے تب بھی تم یہی دونوں لائے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے آقا اگر دل وزبان اچھے رہیں تو ان سے بہتر جسم کا کوئی عضو نہیں ہوسکتا اور اگر یہ بگڑ جائیں تو ان سے بدتر کوئی عضو نہیں ہوسکتا۔

کڑوی ککڑی

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

''حضرت لقمان علیہ السلام جو حکیم تو سب کے نزدیک ہیں بعض کے نزدیک پیغمبر بھی ہیں۔ ایک باغ میں نوکری کرلی۔ اس سے سبق لینا چاہیے کہ حلال پیشہ کو حقیر نہ سمجھنا چاہیے، مالک باغ میں آیا اور ان سے ککڑیاں منگائیں اوراس کو تراش کر ایک ٹکڑا اُن کو دیا بے تکلف بکر بکر کھاتے رہے، اس نے یہ دیکھ کر کہ یہ بڑے مزے سے کھا رہے ہیں یہ سمجھا کہ یہ ککڑی نہایت لذیذ ہے ایک قاش اپنے منہ میں بھی رکھ لی تو وہ کڑوی زہر تھی، فوراً تھوک دی اور بہت منہ بنایا۔ پھر کہا، اے لقمان تم تو اس ککڑی کو بڑے مزے سے کھا رہے ہو، یہ تو کڑوی زہر ہے، کہا جی ہاں کڑوی تو ہے، کہا پھر تم نے کیوں نہیں کہا کہ یہ کڑوی ہے کہا میں کیسے کہتا، مجھے یہ خیال ہوا کہ جس ہاتھ سے ہزاروں دفعہ مٹھائی کھائی ہے اگر اس ہاتھ سے ساری عمر میں ایک دفعہ کڑوی چیز ملی تو اس کو کیا منہ پر لاؤں؟ (حضرت تھانوی کے پسندیدہ واقعات ص ۱۱۱)

عیب پوشی اور ایذاء دینے والوں کے ساتھ اچھا سلوک

شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۵ء) تحریر فرماتے ہیں۔

''حضرت لقمان کو ان کے آقا نے فروخت کرنا چاہا تو انہوں نے آقا سے کہا کہ آپ پر میرا کچھ حق بنتا ہے اس لیے میری گزارش ہے کہ آپ مجھے اسی کے ہاتھ فروخت کریں جسے میں پسند کروں آقا نے کہا کہ اس کا تجھے اختیار ہے، چنانچہ جو شخص بھی آکر بھاؤ لگاتا آپ اس سے دریافت کرتے کہ بھائی کس کام کے لیے مجھے خریدنا چاہتے ہو، ایک نے کہا کہ اپنے دروازے کی دربانی کے لیے، آپ نے فرمایا خریدلو، جب رات ہوئی تو آپ نے دروازہ بند کر کے دہلیز میں نماز پڑھنی شروع کردی، اس شخص کی لڑکیوں کے کچھ یار لگے ہوئے تھے۔ انہوں نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا۔ لڑکیوں نے کہا لقمان دروازہ کھول دے، آپ نے فرمایا۔ میرے ماں باپ تم پر قربان تمہارے والد نے مجھے اس لیے نہیں خریدا، لڑکیوں نے دروازہ نہ کھولنے پر آپ کو مارا اور اتنا مارا کہ اَدھ موا کردیا، جب صبح ہوئی تو آپ نے اُن کے والد کو رات کے واقعہ کی کوئی خبر نہ دی، دوسری رات انہوں نے پھر ایسے ہی کیا آپ نے پھر بھی اُن کے والد کو خبر نہ دی، تیسری رات پھر ایسے ہی کیا، آپ نے پھر بھی خبر نہیں دی تو وہ لڑکیاں آپس میں کہنے لگیں، اللہ نے اس حبشی غلام کو اس خیر کے متعلق ہم سے بہتر نہیں بنایا، راوی کا کہنا ہے کہ وہ لڑکیاں ایسی نیک و پارسا ہوئیں کہ بنی اسرائیل میں اُن سے بہتر کوئی لڑکی نہ تھی۔''

حضرت لقمان کو دانائی ملنے کا کیا سبب ہوا

حضرت عمرو بن قیس رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

''حضرت لقمان ایک روز ایک مجلس میں لوگوں کو حکمت و دانائی کی باتیں سنا رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا کیا تم وہی نہیں ہو جو میرے ساتھ فلاں جنگل میں بکریاں چرایا کرتے تھے، آپ نے فرمایا کہ ہاں میں وہی ہوں، اس نے کہا کہ پھر تم کو یہ مقام کیسے حاصل ہوا کہ مخلوق تمہاری تعظیم کرتی ہے اور تمہارے کلمات حکمت سننے کے لیے دُور دُور سے جمع ہوتی ہے آپ نے فرمایا اس کی وجہ میرے دو کام ہیں۔

۱۔ ہمیشہ سچ بولنا   ۲۔فضول باتوں سے اجتناب

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا چند کام ایسے ہیں جنھوں نے مجھے اس مقام پر پہنچایا ہے، اگر وہ کام تم بھی کرلو تو تمہیں بھی یہی درجہ ومقام حاصل ہو جائے گا۔ وہ کام یہ ہیں۔ ۱۔اپنی نگاہ کو پست رکھنا۔ ۲۔زبان کو روکے رکھنا۔ ۳۔رزق حلال کھانا۔ ۴۔اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرنا۔ ۵۔ سچی بات کرنا۔ ۶۔عہد کو پورا کرنا۔ ۷۔ مہمان کا اکرام کرنا۔ ۸۔ پڑوسی کی حفاظت کرنا۔ ۹۔فضول باتوں اور فضول کاموں کو چھوڑ دینا۔ (تفسیر القرآن العظیم للامام ابن الکثیر ج ۳ص ۴۴۳)

حضرت داؤد علیہ السلام نے آپ کی تعریف فرمائی

مروی ہے کہ آپ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس تشریف لے گئے تو دیکھا آپ زِرہیں بن رہے ہیں (اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے لوہے کو مٹی کی طرح نرم کردیا تھا) آپ نے چاہا کہ حضرت داؤد علیہ السلام سے اُن کے بارے میں استفسار کریں، لیکن حکمت ودانائی نے آپ کو سوال کرنے سے روک دیا، لہٰذا آپ خاموش رہے جب حضرت داؤد علیہ السلام نے زرہ بنالی تو اُسے پہنا اور فرمایا تو لڑائی کا کس قدر اچھا لباس ہے۔ حضرت لقمان بولے ''چپ رہنا دانائی ہے، لیکن اسے اپنانے والے بہت کم ہیں۔'' حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا۔ ''تمہارا نام ''حکیم'' رکھا جانا حق اور سچ ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج ۱۴ص ۶۱)

تین سیاہ فام آدمی

سید التابعین حضرت سعید بن میسب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک سیاہ فام شخص مسئلہ پوچھنے آیا آپ نے اُس سے کسی قسم کی گراوٹ محسوس کرتے ہوئے فرمایا۔ ''اس بات سے رنجیدہ نہ ہو کہ تم سیاہ فام ہو کیونکہ لوگوں میں سے تین بہترین لوگ سیاہ فام ہوئے ہیں۔ ۱۔ حضرت بلال حبشیؓ ۲۔ حضرت عمر کے غلام مھجعؓ۔ ۳۔حضرت لقمانؑ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت لقمانؑ کی حکمت آمیز باتوں پر عمل کرنے اور عبرت انگیز واقعات سے نصیحت حاصل کرنیکی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (جواہر پارے جلد اول)

اسلاف کی جرأت وحکمت

حضرت سعید بن مسیّب

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ ایک نہایت جلیل القدر تابعی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے داماد ہیں آپ نے چالیس حج کیے پورے پچاس برس عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز پڑھی اور اس عرصہ میں ایک مرتبہ بھی آپ کی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔ آپ کی طبیعت میں بے نیازی تھی اس لیے کبھی کسی بادشاہ یا امیر کے عطیہ کو قبول کرنا گوارا نہیں کیا۔

''ایک دفعہ تیس ہزار درہم کی (بنو اُمیہ کی طرف سے) آپ کو پیشکش کی گئی تو فرمایا: نہ مجھ کو بنو امیہ کی پرواہے نہ ان کے مال و دولت کی، میں خدا کے سامنے جاؤں گا وہ میرا اور ان کا فیصلہ کرے گا۔'' (وفیات الاعیان ج ۲۔ ص ۲۷۳)

امام ذہبی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''ابن سائب کا کہنا ہے کہ ایک دن میں اور سعید بن مسیب دونوں بازار میں بیٹھے تھے کہ بنو مروان کا قاصد وہاں سے گزرا ابن المسیب نے اس سے پوچھا کہ تم بنو مروان کے قاصد ہو؟ اس نے کہا جی ہاں، آپ نے پوچھا تم نے ان کو کس حال میں چھوڑا؟ قاصد: بخیر وعافیت، ابن المسیب نہیں بلکہ تم نے اُن کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ آدمیوں کو بھوکا مارتے ہیں اور کتوں کا پیٹ بھرتے ہیں۔ قاصد یہ سن کر بگڑ گیا اور آنکھیں نکال کر اُن کی طرف دیکھنے لگا، ابن سائب کہتے ہیں میں دہشت زدہ ہو کر کھڑا ہو گیا کہ دیکھیے اب کیا ہو، کچھ دیر بعد قاصد چلا گیا، جب وہ چلا گیا تو میں نے کہا: ابن المسیب خدا تم کو معاف کرے تم کیوں اپنی جان کے پیچھے پڑے ہو؟ آپ نے فرمایا: اے بیوقوف چپ رہ خدا کی قسم جب تک میں اللہ کے حقوق کی ادائیگی میں لگا ہوا ہوں اللہ مجھے دشمنوں کے قبضے میں نہ دے گا'' (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۵۵)

امام اوزاعی رحمہ اللہ

امام الشام شیخ الاسلام حضرت عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعی (م ۱۵۷ھ) اپنے زمانہ کے بہت بڑے محدث اور فقیہ ہوئے ہیں۔ تمام صحاح ستہ میں آپ کی روایات موجود ہیں

محدث عبداللہ بن داود الخریبی فرماتے ہیں کہ امام اوزاعیؒ اپنے زمانہ کے سب سے افضل انسان تھے اور بار خلافت اٹھانے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ امام ذہبیؒ نے اپنی کتاب میں آپ کی حق گوئی کا واقعہ درج فرمایا ہے جو سنہری حرفوں میں لکھے جانے کے قابل ہے۔

امام ذہبی تحریر فرماتے ہیں "محدث فریابیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت سفیان ثوریؒ، امام اوزاعیؒ اور عباد بن کثیرؒ مکہ مکرمہ میں اکھٹے ہوئے، حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا: ابو عمرو (امام اوزاعی کی کنیت ہے) ہمیں وہ گفتگو تو سنایئے جو آپ کی عباسی خلیفہ سفاح کے چچا عبداللہ بن علی کے ساتھ ہوئی تھی۔ امام اوزاعیؒ نے فرمایا:

"جب عباسی خلیفہ سفاح کا چچا عبداللہ بن علی شام میں داخل ہوا اور بنوامیہ کو چن چن کے مرواچکا تو ایک دن اس نے اس طرح دربار سجانے کا حکم دیا کہ ایک صف ایسے نوجوانوں کی آراستہ کی جائے جن کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں ہوں دوسری صف ان کی ہو جن کے ہاتھ میں بلم (بھالے) ہوں تیسری صف میں وہ سپاہی ہوں جن کے ہاتھ میں گرز ہوں اور چوتھی صف میں وہ کھڑے کئے جائیں جن کے ساتھ کافر کوب ہوں جب حکم کے مطابق دربار سج چکا تو ایک پیادہ بھیج کر اس نے مجھ کو بلوایا، میں بارگاہ کے دروازہ پر پہنچا تو سواری سے اتار لیا گیا اور دائیں بائیں سے دو سپاہی میرے دونوں بازو تھام کر صفوں کے بیچ میں لے چلے جب اتنے قریب پہنچ گئے جہاں سے عبداللہ میری بات سن سکے تو وہاں مجھ کو کھڑا کر دیا (اس کے بعد عبداللہ اور میرے درمیان حسب ذیل گفتگو ہوئی)

عبداللہ: تم عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعی ہو۔ اوزاعی: ہاں خدا امیر کی اصلاح فرمائے۔

عبداللہ: بنی امیہ کے قتل کے باب میں تمہارا کیا خیال ہے۔

اوزاعی: آپ سے اور ان سے کچھ معاہدے تھے جن کی پابندی اور عہد کا ایفا ان پر لازم تھا۔

عبداللہ: جی صاحب! اس کو چھوڑیئے، فرض کیجیے کہ ہمارے ان کے کوئی معاہدہ اور ہم سے ان سے کوئی عہد و پیمان نہ رہا ہو۔

اوزاعی: (نے دیکھا کہ اب صاف صاف جواب کے سوا چارہ کار نہیں ہے اور یہ بھی یقینی ہے کہ صاف جواب دینے کے بعد جان بچنا بھی ناممکن ہے۔ مرنے کو کس کا دل چاہتا ہے، مگر میں نے سوچا کہ اللہ کے حضور میں ایک دن کھڑا ہونا ہے۔ اس لیے میں نے نڈر ہو کر کہا کہ) اس صورت میں ان کا قتل آپ پر حرام تھا۔ یہ سنتے ہی وہ آگ بگولا ہو گیا۔ گردن کی رگیں پھول گئیں اور سرخ سرخ آنکھیں نکال کر بولا۔

عبداللہ: یہ تم نے کیسے کہا، اور کیوں کہا؟

اوزاعی: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان کا خون تین ہی صورتوں میں روا ہو سکتا ہے شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کرے یا کسی کو قتل کردے یا مرتد ہو جائے اور بنوامیہ جن کو تم نے قتل کرایا ہے، ان میں سے کسی جرم کے مرتکب نہ تھے۔

عبداللہ: جی کیا دیانۃً حکومت و خلافت ہمارا (ہاشمیوں کا) ہی حق نہیں ہے۔

اوزاعی: وہ کیسے؟

عبداللہ: کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ (ہاشمی) کو اپنا وصی نہیں بنا گئے تھے۔

اوزاعی: اگر وصی بنا گئے ہوتے تو حضرت علیؓ صفین کے موقع پر دو شخصوں کو حکم مان کر یہ نہ کہتے کہ تم جس کو حاکم و خلیفہ مقرر کردو مجھے قبول و منظور ہے۔ یہ سن کر عبداللہ بالکل خاموش ہو گیا اس کے غصہ کا پارہ آخری ڈگری پر پہنچ چکا تھا، اور مجھے یہ لگ رہا تھا کہ اب میرا سر میرے سامنے گرا چاہتا ہے کہ اتنے میں عبداللہ نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اس کو دربار سے نکالو، میں دربار سے نکل آیا لیکن ابھی تھوڑی ہی دُور گیا تھا کہ دیکھا ایک سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا میرے پاس چلا آ رہا ہے۔ میں سمجھا کہ میرا سر قلم کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے اس لیے جلدی سے اپنی سواری سے اترا کہ دو رکعت نماز پڑھ لوں اور اللہ اکبر کہہ کے نیت باندھ لی۔ ابھی نماز ہی میں تھا کہ سوار آ پہنچا جب میں فارغ ہوا تو اس نے سلام کیا اور کہا کہ امیر نے یہ اشرفیاں آپ کے پاس بھجوائی ہیں۔ میں نے ان اشرفیوں کو گھر پہنچنے سے پیشتر ہی تقسیم کر کے ختم کر دیا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص۱۸۰)

محدث ابن ابی ذئبؒ کا کلمہ حق وحکمت

محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئب (م ۱۵۹ھ) اپنے زمانہ کے کبار علماء میں سے تھے۔ نہایت عابد وزاہد اور جری وبہادر تھے، آپ نے ابوجعفر منصور اور اس کے لڑکے مہدی دونوں کی حکومتوں کا زمانہ پایا ہے اور دونوں کے سامنے کلمہ حق کہتے رہے ہیں۔

''ابونعیم کا بیان ہے کہ جس سال خلیفہ منصور نے حج کیا ہے، اسی سال مجھ کو بھی یہ سعادت نصیب ہوئی تھی۔ یہ میرے سامنے کا واقعہ ہے کہ منصور جب مکہ معظمہ پہنچا تو اس نے ابن ابی ذئب کو بلا بھیجا جب وہ آئے تو دارالندوہ میں ان کو اپنے ساتھ بٹھا کر پوچھا کہ حسن بن زید (علوی جو منصور کی طرف سے مدینہ کے قاضی تھے، مگر منصور کسی بات پر ان سے برہم ہوگیا تھا اور قضا سے برطرف کر کے ان کو جیل خانہ بھجوادیا تھا اُن) کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے؟ ابن ابی ذئب نے کہا: وہ انصاف شعار وعدل گستر تھے، منصور نے کہا اور میری نسبت کیا رائے ہے؟ ابن ابی ذئب نے پہلے سکوت کیا لیکن منصور نے بار بار پوچھا تو ابن ابی ذئب نے خانہ کعبہ کی طرف اشارہ کر کے صاف فرمایا کہ اس گھر کے مالک کی قسم تو بے انصاف اور ناحق پرست ہے۔ (منصور کے دربان) ربیع نے یہ تلخ اور بے باکانہ جواب سن کر ابن ابی ذئب کی ڈاڑھی پکڑلی، منصور نے اس کو ڈانٹا کہ حرام زادے چھوڑ دے۔ (تذکرۃ الحفاظ)

حضرت امام ذہبیؒ فرماتے ہیں ''جس وقت خلیفہ مہدی نے حج کیا اور حج سے فارغ ہو کر روضۂ اطہر کی زیارت کے لیے مسجد نبوی میں حاضری دی تو مسجد میں کوئی ایسا نہ تھا جو اس کو دیکھ کر تعظیماً کھڑا نہ ہوگیا ہو۔ صرف ایک ابن ابی ذئب تھے جنہوں نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی کسی نے کہا کہ حضرت کھڑے ہوجایئے یہ امیرالمومنین ہیں تو برجستہ فرمایا:

اِنَّمَا یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہ میاں رب العلمین کے لیے لوگ کھڑے ہوا کرتے ہیں، مہدی یہ جواب سن کر کانپ گیا اور اس نے ڈانٹا کہ ان کو نہ چھیڑو میرے بدن کا ایک ایک رونگٹا کھڑا ہوگیا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ص ۱۹۲)

حضرت یزید بن ابی حبیب رحمہ اللہ

حضرت یزید بن ابی حبیب مصری رحمہ اللہ (م ۱۲۸ھ) جلیل القدر تابعی ہونے کے

ساتھ ساتھ اہل مصر کے مفتی بھی تھے، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے مصر میں تین مفتی مقرر کیے تھے جن میں سے ایک یزید بن ابی حبیبؒ تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۱۲۹)

علامہ ذہبیؒ آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

''یزید بن ابی حبیب مصریؒ ایک دفعہ بیمار ہوئے تو مصر کا حاکم حوثرہ بن سہیل ان کی عیادت کو آیا، باتوں باتوں میں اس نے آپ سے یہ مسئلہ پوچھا کہ اے ابو رجاء (آپ کی کنیت ہے) کپڑے میں مچھر یا کھٹمل کا خون لگا ہو تو اس سے نماز ہوگی یا نہیں؟ آپ نے یہ سن کر اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور کچھ جواب نہ دیا، جب وہ اٹھ کر جانے لگا تو اس کی طرف دیکھ کر کہا کہ روزانہ کتنی ہی مخلوق خدا کا خون بہاتے ہو تو کچھ نہیں اور کھٹمل یا مچھر کے خون کا مسئلہ دریافت کرنے آئے ہو''۔ (تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۱۳۰)

''ایک دفعہ زبان بن عبدالعزیز (مصر کے گورنر کے لڑکے) نے حضرت یزید بن ابی حبیب کے پاس پیادہ بھیج کر کہلایا کہ مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے ذرا دیر کے لیے تشریف لے آیئے، آپ نے کہلا بھیجا کہ تم خود آ کر پوچھ جاؤ تمہارا میرے پاس آنا تمہارے حق میں خوبی وزیبائش ہے اور میرا آنا تمہارے لیے عیب و بدنمائی ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۱۳۰)

امام اعمش رحمہ اللہ

امام سلیمان بن مہران رحمہ اللہ (م ۱۴۸ھ) اپنے زمانہ کے بہت بڑے محدث اور فقیہ تھے آپ کی آنکھوں میں چونکہ چندھیاپن تھا اس لیے اعمش مشہور ہوگئے تھے۔

آپ کی عبادت و ریاضت کا یہ حال تھا کہ امام وکیعؒ فرماتے ہیں ''تقریباً ستر برس آپ نے جماعت کے ساتھ اس طرح نماز پڑھی ہے کہ ایک بار بھی آپ کی تکبیر اولیٰ فوت نہ ہوئی۔ (وفیات الاعیان ج۲ص۴۰۱)

امام وکیع یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں ساٹھ برس تک آپ کی خدمت میں آتا جاتا رہا میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے اس عرصہ میں کبھی ایک رکعت بھی قضا کی ہو''۔ (وفیات الاعیان ج۲ص۴۰۱)

عیسیٰ ابن یونسؒ فرماتے ہیں کہ: ہم نے اور ہم سے پہلوں نے اعمش جیسا انسان نہیں دیکھا۔ (ایضاً ص۴۰۰)

ابن یونسؒ مزید فرماتے ہیں میں نے نہیں دیکھا کہ امام اعمشؒ کے نزدیک مالداروں اور بادشاہوں سے بڑھ کر کوئی شخص حقیر وذلیل ہو حالانکہ آپ تنگ دست وحاجت مند تھے۔(ایضاً ص ۴۰۰)

''ایک دفعہ ایسا ہوا کہ اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے آپ کے پاس اپنا ایک معتمد اس غرض سے بھیجا کہ آپ سے حضرت عثمانؓ کی خوبیاں اور حضرت علیؓ کی بُرائیاں لکھوالائے، جب ایلچی نے خلیفہ کا شقہ دیا تو آپ نے اُس کو پڑھ کر ایک بکری کے منہ میں دے دیا، بکری اس کو چبا چکی تو معتمد خلافت سے فرمایا: اپنے آقا سے کہہ دینا اس کے پروانہ کا یہی جواب ہے، قاصد نے کہا کہ اگر میں آپ سے تحریری جواب نہ لے گیا تو خلیفہ مجھے قتل کروادے گا، قاصد نے آپ کی منت ساجت کی کہ جو کچھ جواب ہو لکھ دیجیے۔ ہم نشین حضرات نے بھی اصرار کیا۔ آپ نے قاصد کی منت ساجت اور ہمنشیں حضرات کے اصرار پر یہ لکھ دیا۔

بسم الله الرحمن الرحيم اما بعد يا امير المومنين فلو كانت لعثمان رضى الله عنه مناقب اهل الارض ما نفعتك ولو كانت لعلي رضى الله عنه مساوى اهل الارض ما ضرتك فعليك بخويصة نفسك والسلام (دفيات الاعيان ج ا ص ۴۰۲)

اے امیر المومنین اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں سارے جہاں کی خوبیاں ہوں تو تمہیں اُن سے کوئی فائدہ نہیں اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ میں سارے جہان کی بُرائیاں ہوں تو تمہارا کوئی نقصان نہیں لہٰذا تم انہیں چھوڑو اپنی خبر لو، والسلام

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ

امام عالی مقام حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جن کی طرف نسبت کر کے ہم حنفی کہلاتے ہیں اُن سے کون ناواقف ہوگا۔ آپ کو اپنے زمانہ میں دو حکومتوں بنوامیہ اور بنوعباس سے سابقہ پڑا ہر حکومت نے آپ کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کرنا چاہا لیکن آپ نے نہایت جرأت واستقامت کے ساتھ استعمال ہونے سے انکار کر دیا جس کی پاداش میں آپ کو دونوں حکومتوں کے ظلم وستم برداشت کرنے پڑے تاریخ کے حوالے سے ہم قارئین کے سامنے حضرت امام صاحب کی دونوں حکومتوں کے حکمرانوں سے بے باکانہ گفتگو نقل کرتے ہیں۔

بنوامیہ کے آخری حکمران مروان بن محمد کی طرف سے یزید بن عمر بن ہبیرہ عراق کا گورنر تھا۔ اسنے چاہا کہ امام ابو حنیفہؒ منصب قضاء قبول کرلیں، لیکن امام صاحب نے بڑی سختی کے ساتھ انکار کردیا۔ اس سلسلہ میں دونوں میں کیا گفتگو ہوئی ملاحظہ فرمائیں۔

''ابواحمد عسکری روایت کرتے ہیں کہ ابن ہبیرہ نے چاہا کہ امام ابوحنیفہؒ کوفہ کا منصب قضاء قبول کرلیں لیکن آپ نے انکار کردیا اور عہدہ قضاء قبول نہیں کیا، ابن ہبیرہ نے قسم اٹھالی کہ اگر ابوحنیفہؒ یہ عہدہ قبول نہیں کرینگے تو وہ ان کے سر پر کوڑے بھی برسائے گا اور قید بھی کردے گا۔ امام صاحبؒ کو یہ صورتِ حال بتلائی گئی اور عہدۂ قضاء قبول کرلینے کا مشورہ دیا گیا۔ آپ نے فرمایا: ابن ہبیرہ کے کوڑے کھالینا دنیا میں میرے لیے زیادہ آسان ہے بہ نسبت آخرت میں گرزوں کے برداشت کرنے کے، خدا کی قسم میں یہ عہدہ قبول نہیں کروں گا چاہے وہ مجھے قتل ہی کیوں نہ کردے۔

حضرت امام صاحب سے لوگوں نے کہا کہ دیکھیے ابن ہبیرہ آپ کو اس وقت تک نہیں چھوڑے گا جب تک آپ یہ عہدہ قبول نہ کرلیں، وہ ایک محل بنا رہا ہے اور آپ کو اس کی اینٹیں گننے پر لگانے کا سوچ رہا ہے، آپ نے فرمایا: ابن ہبیرہ اگر مجھے کہے کہ میں مسجد کے دروازے گن دوں تو میں اس کی بھی ذمہ داری نہیں لوں گا۔ ابن ہبیرہ کو امام صاحب کی یہ بات پہنچائی گئی تو وہ (غصہ میں تلملاتے ہوئے) بولا کہ اچھا ابوحنیفہؒ کی اتنی جرأت بڑھ گئی ہے کہ وہ اب دست بدست میرا مقابلہ کرنے لگے ہیں، اس نے آپ کو جیل سے بلوایا اور دو بدو بات کی اور قسم کھائی کہ اگر ابوحنیفہؒ یہ عہدہ قبول نہیں کریں گے تو میں ان کے سر پر اتنے کوڑے لگواؤں گا کہ یہ مرجائیں گے۔ امام صاحب نے فرمایا انما ھی میتة واحدة

ابن ہبیرہ کو صرف میری ایک موت تک ہی اختیار ہے ابن ہبیرہ نے بیس کوڑے آپ کے سر پر لگوائے، امام صاحبؒ بولے: ابن ہبیرہ خیال کر کل تو خدا کے سامنے کھڑا ہوگا (میرا تیرے سامنے کھڑا ہونا تو کچھ بھی نہیں) مجھے ڈرا دھمکا نہیں میں کلمہ گو ہوں کل خدا تجھ سے میرے بارے میں سوال کرے گا اور وہ حق بات کے علاوہ کسی بات کو قبول نہیں کرے گا۔ ابن ہبیرہ نے جلاد کو روک دیا۔ امام صاحبؒ جیل چلے گئے صبح ہوئی تو امام صاحبؒ کا چہرہ اور سر کوڑے کھانے کی وجہ سے سوج رہے تھے۔ روایت ہے کہ ابن ہبیرہ نے نبی علیہ السلام

کو رات خواب میں دیکھا آپ ابن ہبیرہ سے فرما رہے ہیں۔

اما تخاف الله تضرب رجلا من امتی بلا جرم وتهددوا

تو خدا سے نہیں ڈرتا کہ میری امت کے ایک فرد کو بلا جرم مارتا ہے اور ڈراتا دھمکاتا ہے، ابن ہبیرہ نے یہ خواب دیکھنے کے بعد امام صاحب کو رہا کر دیا۔ (مناقب ابی حنیفہ للامام موفق بن احمد ص ۲۴/۲)

مؤرخ ابن خلکان کا کہنا ہے کہ ابن ہبیرہ نے امام صاحب کے ایک سو دس کوڑے لگوائے، روزانہ دس کوڑے لگوانے کا معمول تھا۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو امام صاحب کی یہ مظلومیت یاد آتی تو آپ رونے لگتے اور امام صاحبؒ کے لیے اللہ کے حضور میں اس کے رحم و کرم کی دعا کرتے۔

امام ابوحنیفہ کے پوتے اسماعیل فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ اپنے والد حماد کے ساتھ مقام کناسہ (کوفہ کا ایک محلہ) سے گزرا تو میرے والد رونے لگے میں نے پوچھا کہ اباجی کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا: بیٹا یہ وہ جگہ ہے جس جگہ ابن ہبیرہ نے میرے والد اور تمہارے دادا امام ابوحنیفہؒ کو مسلسل دس روز کوڑے لگوائے تھے۔ روزانہ دس کوڑے لگائے جاتے تھے امام صاحب سے کہا جاتا تھا کہ منصب قضاء قبول کر لو لیکن وہ نہیں مانتے تھے۔ (وفیات الاعیان ج ۵ ص ۴۰۷)

حضرت امام صاحبؒ ابن ہبیرہ کی قید سے چھوٹے تو مکہ مکرمہ چلے گئے پھر جب ۱۳۲ھ میں بنوامیہ کی حکومت کا سورج غروب ہو گیا اور حالات ساز گار ہوئے تو آپ واپس کوفہ تشریف لے آئے۔ آپ جب کوفہ آئے تو ابوجعفر منصور تخت خلافت پر متمکن تھا منصور بھی مطلق العنان حکمران ثابت ہوا اہل حق اس کے خلاف علم جہاد بلند کرنے لگے اہل بیت میں سے مدینہ طیبہ میں حضرت محمد ذوالنفس الزکیہ نے اور بصرہ میں حضرت امام زیدؒ نے منصور کے خلاف خروج کیا تو امام صاحب نے ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ منصور نے لوگوں کو یہ باور کرانے کے لیے کہ امام صاحب حکومت کے خلاف نہیں ہیں بلکہ حکومت سے متفق ہیں یہ چاہا کہ امام صاحب کو کار حکومت میں شریک کرلے اس سلسلہ میں اس نے آپ کو منصب قضاء پیش کیا آپ نے حسب سابق یہ عہدہ قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا، منصور نے آپ کو عہدہ قضاء قبول نہ کرنے پر دھمکیاں دیں، لیکن امام صاحب پر ان کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ اس سلسلہ میں امام صاحب اور منصور کی گفتگو ملاحظہ فرمائیں۔

مورخ ابن خلکان لکھتے ہیں ''ابو جعفر منصور نے آپ کو کوفہ سے بغداد بلوالیا تھا وہ چاہتا تھا کہ آپ کو منصب قضاء سپرد کرے لیکن آپ مانتے نہیں تھے منصور نے قسم اٹھالی کہ یہ کام آپ کو کرنا پڑے گا آپ نے بھی قسم اٹھالی کہ میں یہ کام ہرگز نہیں کروں گا میں منصب قضاء کی صلاحیت اپنے اندر نہیں پاتا۔ منصور کا حاجب ربیع بولا کہ: امیر المومنین ایک کام کے لیے قسم اٹھا چکے ہیں تم ان کے مقابلہ میں قسم اٹھا رہے ہو؟ امام صاحب نے فرمایا امیر المومنین کو اپنی قسموں کے کفارے دینے پر زیادہ قدرت حاصل ہے بہ نسبت میری قسموں کے کفاروں کے۔ بہرطور آپ نے منصب قضاء کی ذمہ داری لینے سے صاف انکار کردیا۔ منصور نے اسی وقت آپ کے جیل بھیجنے کے احکامات جاری کردیے۔ ربیع کا کہنا ہے کہ میں نے دیکھا کہ منصور، منصب قضاء کے قبول کرلینے کے سلسلہ میں امام ابوحنیفہؒ کو ان کی بات سے نیچے لانے کی کوشش کر رہا ہے اور امام صاحب فرما رہے ہیں منصور، اللہ سے ڈر اور اپنی امانت کا نگران اسی کو بنا جو اللہ سے (مکمل طور پر) ڈرتا ہو اگرچہ اس کا فیصلہ تیرے خلاف ہی کیوں نہ ہو، خدا کی قسم مجھے تو حالت رضا میں بھی اپنے پر اطمینان نہیں چہ جائیکہ حالت غضب، منصور پھر اگر تو مجھے یہ دھمکی دے کہ یا تو منصب قضا قبول کرلو ورنہ میں تمہیں دریائے فرات میں غرق کردوں گا تو میں غرق ہونے کو ترجیح دوں گا۔ منصور، تیرے بہت سے ایسے حاشیہ بردار ہیں جو ایسے شخص کے خواہش ہیں جو تیری وجہ سے ان کا اعزاز واکرام کرے منصور میں اس کی صلاحیت نہیں رکھتا منصور نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو تم اس کی صلاحیت رکھتے ہو امام صاحب نے فرمایا: لیجئے آپ نے اپنے خلاف خود فیصلہ کردیا کیا آپ کیلئے جائز ہے کہ آپ اس شخص کو قاضی بنائیں جو آپ کے نزدیک جھوٹا ہے؟ (وفیات الاعیان ج ۵ ص ۴۰۶)

موفق بن احمد المکیؒ (م ۵۶۸ھ) اپنی سند سے تحریر فرماتے ہیں۔

''منصور نے آپ کو کوفہ سے بغداد بلایا اور آپ سے مطالبہ کیا کہ آپ منصب قضاء قبول کرلیں سلطنت اسلام کے تمام علاقوں میں آپ کے ہاتھوں ہی قاضی مقرر ہوں مختلف حیل وحجت سے آپ کو قائل کرنے کی کوشش کی، لیکن آپ نے انکار کردیا، منصور نے بڑی سخت قسم اٹھالی کہ اگر آپ یہ منصب قبول نہیں کریں گے تو میں آپ کو قید بھی کردوں گا اور

آپ پر سختی بھی کروں گا۔ اس پر بھی امام صاحبؒ نے (توجہ نہ دی اور صاف) انکار کردیا، منصور نے آپ کے جیل بھیج دینے کا حکم جاری کردیا۔

منصور، جیل میں امام صاحبؒ کے پاس یہ پیغام بھیجتا رہا کہ اگر آپ میری بات مان لیں اور میرا مطالبہ قبول کرلیں تو میں آپ کو رہا کردوں گا اور آپ کا اعزاز واکرام کروں گا لیکن امام صاحبؒ سختی سے انکار فرماتے رہے، منصور (اس پر غضب ناک ہوا) اور حکم دیا کہ ہر روز آپ کو زندان سے باہر لاکر دس کوڑے لگائے جائیں۔ جب مسلسل یہ عمل ہونے لگا تو آپ اللہ تعالیٰ کے حضور میں روئے اور اللہ سے (رہائی کی) دُعا کی تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ آپ کی جیل ہی میں پیٹ کی تکلیف اور سخت اذیت کی حالت میں وفات ہوگئی آپ کا جنازہ باہر لایا گیا۔ دُنیا آپ پر روئی اور آپ کا جنازہ پڑھا اور خیزران کے مقبرے میں آپ کی تدفین ہوئی۔'' (مناقب موفق ص ۴۲۹)

امام مالک رحمہ اللہ

امام دارالہجرت حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (م۱۷۹ھ) کو اپنے زمانہ میں متعدد عباسی حکمرانوں سے سابقہ پڑا آپ نے سب کے سامنے کلمہ حق کہا جس کی پاداش میں آپ کو بڑھاپے میں کوڑے برداشت کرنے پڑے، منصور تخت خلافت پر متمکن ہوا تو اس نے سوءِ ظنی کی بناء پر فاطمی وعلوی سادات کی بیخ کنی شروع کردی تنگ آ کر سادات میں سے محمد ذوالنفس الزکیہؒ نے مدینہ طیبہ میں اور امام زیدؒ نے بصرہ میں منصور کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔
(آپ حضرت حسنؓ کے پوتے عبداللہ المحضؒ کے صاحبزادے تھے۔ امام زیدؒ حضرت امام زین العابدینؒ کے صاحبزادے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے۔)

حضرت امام مالکؒ مدینہ طیبہ میں رہتے تھے اس لیے آپ نے محمد ذوالنفس الزکیہؒ کا ساتھ دیا اور برملا یہ فتوی دیا کہ ''خلافت ''نفسِ زکیہ'' کا حق ہے'' (آپ حضرت حسن کے پوتے عبداللہ المحض کے صاحبزادے تھے امام زید حضرت امام زین العابدین کے صاحبزادے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے) لوگوں نے پوچھا کہ ہم منصور کی بیعت پر حلف اٹھا چکے ہیں۔ فرمایا منصور نے جبراً بیعت لی ہے اور جو کام جبراً کرایا

جائے شرع میں اس کا اعتبار نہیں، حدیث میں ہے اگر جبراً طلاق کسی سے دلوائی جائے تو واقع نہ ہوگی۔ (حضرت امام مالکؒ کا موقف یہی ہے لیکن ایک دوسری حدیث کے پیش نظر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جبراً دلوائی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔)

منصور نے ان حالات کو دیکھتے ہوئے مدینہ طیبہ کے سابقہ گورنر کو بدل کر اپنے چچازاد بھائی جعفر بن سلیمان کو نیا گورنر مقرر کیا۔ آگے مؤرخ لکھتا ہے

''جعفر نے مدینہ طیبہ پہنچ کر نئے سرے سے لوگوں سے بیعت لی امام مالکؒ کو کہلا بھیجا کہ آئندہ طلاقِ جبری کے عدم اعتبار کا فتویٰ نہ دیں کہ لوگوں کو بیعت جبری کی بے اعتباری عدم صحت کیلئے سند ہاتھ آئے، لیکن امام صاحبؒ نے اس کی کوئی پروانہ کی اور بدستور جبری معاملہ کے عدم صحت کا فتویٰ دیتے رہے جعفر نے غضب ناک ہوکر حکم دیا کہ ان کو ستر کوڑے مارے جائیں، چنانچہ امام دارالہجرت محکمہ امارت میں گنہگاروں کی طرح لائے گئے کپڑے اتارے گئے اور شانہ امامت پر دست ظلم نے ستر کوڑے پورے کیے تمام پیٹھ لہولہان ہوگئی دونوں ہاتھ مونڈھے سے اتر گئے اس پر بھی جعفر کی تسلی نہ ہوئی تو حکم دیا کہ اونٹ پر بٹھا کر شہر میں ان کی تشہیر کی جائے امام صاحب بایں حال زار بازاروں اور گلیوں سے گزر رہے تھے اور زبان صداقت نشان بہ آواز بلند کہہ رہی تھی ''جو مجھ کو جانتا ہے وہ جانتا ہے اور جو نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں مالک بن انس ہوں۔ فتویٰ دیتا ہوں کہ ''طلاق جبری درست نہیں۔''

(طبقات ابن سعد ترجمہ مالکؒ مناقب للزواوی بحوالہ تذکرۃ المحدثین ج ۱ص ۲۹)

اس کے بعد اسی طرح خون آلودہ کپڑوں میں مسجد نبوی تشریف لائے، پشت مبارک سے خون صاف کیا اور دو رکعت نماز پڑھ کر لوگوں سے فرمایا کہ سعید بن مسیب کو جب کوڑے مارے گئے تھے تو انہوں نے بھی مسجد میں آ کر نماز پڑھی تھی۔'' (تذکرۃ المحدثین)

مقاتل بن سلیمان رحمہ اللہ

مشہور مفسر مقاتل بن سلیمان بلخی رحمہ اللہ (م ۱۵۰ھ) کے تذکرے میں مؤرخ ابن خلکان فرماتے ہیں۔

''مروی ہے کہ ابوجعفر منصور (ایک دن) بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے چہرہ پر مکھی آ بیٹھی، اس نے اڑا دی، مکھی حسب عادت پھر آن بیٹھی، خلیفہ نے پھر اڑا دی، غرض کئی دفعہ ایسا ہی

ہوا جس سے منصور اچھا خاصا پریشان ہوگیا۔ منصور نے کہا کہ دروازہ پر دیکھو کہ باہر کون ہے بتلایا گیا کہ مقاتل بن سلیمان ہیں اس نے کہا کہ انہیں اندر لے آؤ، مقاتل منصور کے پاس پہنچے تو اس نے (جھلاکر) کہا کہ مکھی پیدا کرنے کی خدا کو کیا ضرورت پڑی تھی؟ مقاتل نے جواب دیا کہ: اللہ تعالیٰ نے مکھی متکبروں کا غرور توڑنے کیلئے پیدا کی ہے۔

منصور یہ سن کر خاموش ہوگیا (آگے کچھ بول نہیں سکا) (وفیات الاعیان ج ۱ ص ۲۵۵)

قاضی بکار بن قتیبہ رحمہ اللہ

قاضی بکار بن قتیبہ بصری حنفی رحمہ اللہ (م: ۲۷۰ھ) اپنے زمانہ کے بہت بڑے محدث فقیہ اور مصر کے چیف جسٹس تھے، کثرت سے قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے اور دورانِ تلاوت اکثر گریہ طاری رہتا تھا حق گوئی وطیرہ تھا اس میں کسی کی پروا نہیں کرتے تھے آپ چوبیس سال چھ ماہ اور سولہ دن مصر کے قاضی رہے لیکن کوئی بات ضمیر کے خلاف نہیں کی، آپ کے چچازاد بھائی ابو حاتم کہتے ہیں کہ:

''چچا جان کی خدمت میں بصرہ سے ایک صاحب تشریف لائے جو بڑے عالم زاہد اور عابد تھے۔ چچا جان نے ان کا اعزاز واکرام کیا اور انہیں اپنے قریب بٹھایا انہوں نے ذکر کیا کہ وہ آپ کے ساتھ فلاں مکتب میں پڑھتے تھے، کچھ دن بعد یہ صاحب چچا جان کے پاس ایک گواہی کے سلسلہ میں مصر کے دو گواہ ساتھ لے کر آئے۔ انہوں نے گواہی دی لیکن آپ نے ان کی گواہی قبول نہیں کی، ابو حاتم کہتے ہیں میں نے چچا جان سے کہا کہ یہ صاحب انتہائی عابد وزاہد ہیں اور آپ انہیں جانتے بھی ہیں پھر بھی آپ نے ان کی گواہی قبول نہیں کی؟ فرمایا: بھتیجے: ان کی گواہی رَد کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جب ہم بچے تھے تو ایک دفعہ ایسا ہوا کہ دستر خوان پر ہم کھانا کھا رہے تھے۔ دستر خوان پر چاول تھے جن میں کھانڈ ڈلی ہوئی تھی۔ میں نے اپنی انگلی سے چاول کریدے تو ان صاحب نے جھٹ سے یہ آیت پڑھ دی۔

اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا

(حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا کہ آپ نے کشتی کا تختہ کیا اس

لیے اکھاڑا ہے کہ کشتی والوں کو ڈبو دیں) میں نے کہا کہ بھائی تم کھانے پر کتاب اللہ کے ساتھ استہزاء کررہے ہو؟ اس کے بعد میں نے ایک مدت تک ان سے بات چیت نہیں کی، مجھے یہ واقعہ یاد آ گیا اور مجھے ہمت نہیں ہوئی کہ ایسی صورت میں ان کی گواہی قبول کروں" (وفیات الاعیان ج ۱ص ۲۸۱)

جب آپ متوکل کی جانب سے قاضی بن کر مصر تشریف لے گئے تو وہاں خلافت عباسیہ کی طرف سے احمد بن طولون حاکم تھے، ابن طولون قاضی صاحب کے ساتھ نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ پیش آتے تھے اور قاضی صاحبؒ کو ان کے مشاہرہ کے علاوہ ہر سال الگ سے ایک ہزار اشرفیاں دیتے تھے، سوءِ اتفاق کہ ابن طولون اور قاضی صاحبؒ کے درمیان شکر رنجی ہوگئی اور اعزاز و اکرام کی جگہ آپ کو مصائب و تکالیف سے دوچار ہونا پڑا۔ وجہ یہ بنی کہ متوکل کا بیٹا معتمد جب خلیفہ بنا تو اس نے اپنے بعد اپنے بھائی موفق کو اپنا ولی عہد نامزد کیا۔ معتمد کی بدقسمتی کہ وہ خلافت کے اہل ثابت نہ ہوا جس کی وجہ سے ملک میں حالات ابتر ہونے لگے، موفق سمجھ دار تھا اس نے تمام امور کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی۔ معتمد برائے نام خلیفہ رہ گیا صرف خطبہ اس کے نام کا پڑھا جاتا تھا اور سکہ اس کے نام کا چلتا تھا باقی تمام امور موفق انجام دیتا تھا، معتمد کو اس پر بڑی تشویش تھی وہ اسی سلسلہ میں ابن طولون سے ملنے مصر جارہا تھا کہ موفق کو پتہ چل گیا اس نے ایک لشکر بھیج کر معتمد کو گرفتار کرلیا ادھر ابن طولون مہمات کے سلسلہ میں دمشق گیا ہوا تھا اسے جب معتمد کی گرفتاری کا علم ہوا تو علامہ ذہبی کے بیان کے مطابق "اس سے علماء و اعیان (اور قضاۃ و فقہاء) کو دمشق میں اکٹھا کیا اور کہا کہ موفق نے امیر المومنین سے غداری کی ہے اور ان سے کیا ہوا عہد توڑا ہے اس لیے آپ سب حضرات موفق کو ولی عہدی سے معزول کرنے کا فتویٰ دیں سب حضرات نے فتوی دے دیا سوائے قاضی بکار بن قتیبہ کے، آپ نے ابن طولون سے کہا:

انت اوردت علی کتاب المعتمد بتولیته العهد فهات کتابا اخر منه

جناب نے معتمد کی جانب سے موفق کی ولی عہدی کا پروانہ میرے سامنے پیش کیا تھا (اب اگر آپ اسے معزول کرنے کا فتویٰ لینا چاہتے ہیں تو) معتمد ہی کی طرف سے اس کی معزولی کا پروانہ لے آئیے، ابن طولون نے کہا کہ معتمد تو بندش کا شکار اور مغلوب و مقہور ہے قاضی صاحب نے فرمایا

لا ادری میں یہ نہیں جانتا ابن طولون بھڑک گیا اور بولا شاید لوگ جو آپکے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ قاضی بکار جیسا آدمی دُنیا بھر میں نہیں ہے اس بات نے آپکو دھوکہ میں ڈال دیا ہے لگتا ہے آپ سٹھیا گئے ہیں۔ ابن طولون نے آپ کو بیڑیوں میں جکڑ کر قید کر ڈالا۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۶۰۳)

مؤرخ ابن خلکان کہتے ہیں۔ "ابن طولون نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ قاضی صاحب سے وہ تمام اشرفیاں جو وہ ہر سال انہیں دیتا تھا واپس طلب کیں۔ قاضی صاحب نے اشرفیوں کے تمام توڑے جن پر (ابھی تک) مہریں لگی ہوئی تھیں وہ سب ابن طولون کو اٹھوا دیے یہ اٹھارہ توڑے تھے، ابن طولون اس سے بڑا کچا ہوا، اس کا خیال تھا کہ قاضی صاحبؒ نے تمام اشرفیاں خرچ کر ڈالی ہونگی اور وہ واپس نہ دے سکیں گے۔ (وفیات الاعیان ج ۱ ص ۲۸۰)

قاضی صاحب قید ہی میں تھے احمد ابن طولون کا انتقال ہو گیا اس کے انتقال کے ٹھیک چالیس روز بعد قاضی صاحب بھی اللہ کو پیارے ہو گئے قید خانے ہی سے قاضی صاحب کا جنازہ اٹھا اور ابن طبا کی قبر کے پاس آپ کی تدفین ہوئی مشہور ہے کہ آپ کی قبر مبارک کے پاس جو دُعا مانگی جائے وہ قبول ہوتی ہے۔

آپ کے انتقال کے بعد مصر میں پورے تین سال تک کوئی قاضی القضاۃ نہیں بن سکا۔" (وفیات الاعیان ج ۱ ص ۲۸۰)

حضرت کعب بن سوار رضی اللہ عنہ کی حکمت

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا: ''امیر المومنین! میرے شوہر جیسا نیک آدمی شاید دنیا میں کوئی نہیں، وہ دن بھر روزہ رکھتے اور رات بھر نماز پڑھتے رہتے ہیں۔'' یہ کہہ کر وہ خاموش ہوگئی۔

حضرت عمرؓ اس کی بات کا منشا پوری طرح نہ سمجھ پائے اور فرمایا: ''اللہ تمہیں برکت دے اور تمہاری مغفرت کرے۔ نیک عورتیں اپنے شوہر کی ایسی ہی تعریف کرتی ہیں۔''

عورت نے یہ جملہ سنا، کچھ دیر جھجکی رُکی اور پھر واپس جانے کے لئے کھڑی ہوگئی۔

کعب بن سوارؓ بھی موجود تھے، انہوں نے عورت کو واپس جاتے دیکھا تو حضرت عمرؓ سے کہا: ''امیر المومنین! آپ اس کی بات نہیں سمجھے، وہ اپنے شوہر کی تعریف نہیں، شکایت کرنے آئی تھی، اس کا شوہر جوشِ عبادت میں زوجیت کے پورے حقوق ادا نہیں کرتا۔''

''اچھا یہ بات ہے۔'' حضرت عمرؓ نے فرمایا ''بلاؤ اسے!''

وہ عورت پھر واپس آئی، اس سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ واقعی حضرت کعب بن سوارؓ کا خیال صحیح تھا۔ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ ''اب تم ہی اس کا فیصلہ کرو۔''

اس پر حضرت کعبؓ نے کہا: امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے ایک مرد کو زیادہ سے زیادہ چار عورتوں سے نکاح کی اجازت دی ہے، اگر کوئی شخص اس اجازت پر عمل کرتے ہوئے چار شادیاں کرے تو بھی ہر بیوی کے حصے میں چار میں سے ایک دن رات آتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر چوتھا دن رات ایک بیوی کا حق ہے۔ لہٰذا آپ فیصلہ دیجئے کہ اس عورت کا شوہر تین دن عبادت کر سکتا ہے، لیکن چوتھا دن لازماً اسے اپنی بیوی کے ساتھ گزارنا چاہیے۔''

یہ فیصلہ سن کر حضرت عمرؓ پھڑک اٹھے اور فرمایا: ''یہ فیصلہ تمہاری پہلی فہم وفراست سے بھی زیادہ عجیب ہے۔'' اس کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت کعبؓ کو بصرہ کا قاضی بنادیا۔

(ابن عبدالبرؒ الاستیعاب تحت الاصابہ ص ۲۸۶ ج ۳ مطبعۃ مصطفیٰ محمد مصر ۱۳۵۸ھ)

عہد رسالت میں جنگی حکمت کی ایک نظیر

آج کل کی جنگوں میں بلیک آؤٹ ایک لازمی ضرورت ہے اس عمل کی ایک نظیر خود عہد رسالت میں بھی ملتی ہے۔

جمادی الثانیہ ۸ھ میں جہاد کے لئے ایک لشکر مدینہ طیبہ سے دس منزل کے فاصلے پر لخم وجذام کے قبائل کے مقابلہ کے لئے بھیجا گیا تھا، جس کے امیر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تھے۔ اس غزوۂ میں دشمن کے سپاہیوں نے پوری فوج کو حلقہ زنجیر میں جکڑ رکھا تھا تاکہ کوئی بھاگ نہ سکے، اسی لئے یہ غزوۂ ''ذات السلاسل'' کے نام سے موسوم ہے (یاد رہے کہ جنگ ذات السلاسل کے نام سے جو مشہور جنگ ہوئی وہ دورِ صحابہ میں اس کے بعد ہوئی ہے)۔

اس غزوے میں حضرت عمرو بن العاصؓ نے اپنی فوج کو یہ حکم دیا کہ لشکر گاہ میں تین روز تک رات کے وقت کسی طرح کی روشنی نہ کریں اور نہ آگ جلائیں۔

تین دن کے بعد دشمن میدان سے بھاگ کھڑا ہوا۔ بھاگتے ہوئے دشمن کا صحابہ کرامؓ نے تعاقب کرنا چاہا، مگر حضرت عمروؓ نے تعاقب سے منع کر دیا۔ لشکر کے جانبازوں کو روشنی بند کرنے کے حکم ہی سے ناگواری تھی کہ تعاقب نہ کرنے کا حکم اور بھی ناگوار گذرا مگر اطاعت امیر کی بنا پر تعمیل لازمی تھی، اس لئے بے چون وچرا پابندی کی گئی۔ البتہ جب لشکر مدینہ طیبہ واپس پہنچا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی گئی، آپؐ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو بلا کر وجہ دریافت فرمائی۔

حضرت عمروؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے لشکر کی تعداد دشمن کے مقابلے میں تھوڑی تھی، اس لئے میں نے رات کو روشنی کرنے سے منع کیا کہ مبادا دشمن ان کی قلتِ تعداد کا اندازہ لگا کر شیر نہ ہو جائے، اور تعاقب کرنے سے بھی اسی لئے روکا کہ ان کی کم تعداد دشمن کے سامنے آجائے گی تو وہ کہیں لوٹ کر حملہ نہ کردے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس جنگی تدبیر کو پسند فرما کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ (تراشے بحوالہ جمع الفوائد)

باب ۲

خیرالقرون کے اصحاب علم وفضل کے حکمت ونصیحت پر مبنی واقعات

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی پڑوسی پر حکیمانہ شفقت

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے محلہ میں ایک موچی رہتا تھا جو نہایت رنگین طبع اور خوش مزاج تھا۔ اس کا معمول تھا کہ دن بھر محنت مزدوری کرتا شام کو بازار جا کر گوشت اور شراب مول لاتا کچھ رات گئے دوست واحباب جمع ہوتے۔ خود سیخ پر کباب لگاتا خود کھاتا یاروں کو کھلاتا خوب شراب کا دور چلتا اور مزے میں آ کر شعر گاتا۔

اضاعونی و ای فتی اضاعو الیومہ کریھتہ وسد اذثغر

''یعنی لوگوں نے مجھ کو ہاتھ سے کھو دیا اور کیسے بڑے شخص کو کھویا جو لڑائی اور رخنہ بندی کے دن کام آتا''۔

امام صاحب ذکر و شغل کی وجہ سے رات کو بہت کم سوتے تھے رات کو اس کی نغمہ سنجیاں سنتے اور کچھ تعرض نہ کرتے۔ ایک رات ایسا ہوا کہ شہر کا کوتوال اِدھر آ نکلا اور اس کو گرفتار کر کے لے گیا اور قید خانہ میں بھیج دیا۔ صبح کو امام صاحب نے دوستوں سے تذکرہ کیا کہ گزشتہ رات ہمارے ہمسایہ کی آواز نہیں آئی نہ معلوم کیا وجہ ہوئی۔ لوگوں نے رات کا تمام ماجرا بیان کر دیا کہ وہ غریب تو قید خانہ میں ہے۔

آپ نے اسی وقت سواری طلب کی اور دربار کے کپڑے پہن کر دارالامارۃ کی طرف روانہ ہو گئے کوفہ کے گورنر کو لوگوں نے اطلاع دی کہ امام ابوحنیفہ آپ سے ملنے آئے ہیں۔ اس نے یہ سنتے ہی آپ کے استقبال کے لیے اپنے درباریوں کو بھیجا۔ جب آپ کی سواری نزدیک آئی تو گورنر خود بھی تعظیم کے لیے اُٹھا اور نہایت ادب واحترام سے لا کر بٹھایا اور عرض کیا آپ نے کیوں تکلیف فرمائی مجھ کو بلا بھیجتے ہیں۔ خود حاضر ہو جاتا۔

آپ نے فرمایا ہمارے محلہ میں ایک موچی رہتا تھا کوتوال نے اس کو گرفتار کر لیا۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ رہا کر دیا جائے۔ گورنر نے اسی وقت حکم بھیجا اور وہ رہا کر دیا۔ امام صاحب عیسیٰ گورنر سے رخصت ہو کر چلے تو وہ موچی بھی ہمرکاب ہو گیا۔ امام صاحب نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا کیوں ہم نے تم کو ضائع تو نہیں کیا۔ اس نے عرض کیا نہیں آپ نے حق ہمسائیگی خوب ادا کیا۔ امام صاحب کے اس خلق و مروت کا اس کے دل پر یہ اثر ہوا کہ اس نے عیش پرستی سے توبہ کی اور امام صاحب کے حلقہ درس میں بیٹھنے لگا۔ رفتہ رفتہ علم و فقہ میں مہارت حاصل کی اور فقیہ کے لقب سے ممتاز ہوا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی حکمت و دانائی

ایک شخص مال دفن کر کے جگہ بھول گیا اپنی مشکل کے حل کیلئے امام ابوحنیفہؒ کے پاس پہنچا۔ آپ نے فرمایا: یہ کوئی فقہی مسئلہ تو نہیں کہ میں تمہیں کوئی حیلہ بتا دوں اچھا آج ساری رات نماز میں گزارنا چوتھائی رات ہی نماز میں گزری تھی کہ اسے جگہ یاد آ گئی اور مال نکال لایا۔ صبح امام سے ذکر کیا تو فرمایا: کہ میں نے یہ اس خیال سے کہا تھا کہ شیطان تمہیں رات بھر عبادت کی مہلت نہیں دے گا اور جگہ یاد دلا دے گا لیکن تمہیں چاہئے تھا کہ باقی رات شکر کے طور پر نماز پڑھتے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا دھریہ سے حکیمانہ مناظرہ

ایک ملحد مادہ پرست خلیفہ ہارون رشید کے پاس آیا اور کہا:

اے امیر المؤمنین! تیرے عہد کے علماء مثلاً امام ابوحنیفہؒ نے اس پر اتفاق کیا کہ اس دنیا کا کوئی خالق ضرور ہے، ان میں سے جو عالم و فاضل ہو اسے یہاں ضرور حاضر ہونے کا حکم دیا جائے تا کہ میں تیرے سامنے اس کے ساتھ بحث کروں کہ ''دنیا کا کوئی بنانے والا نہیں''۔

ہارون الرشید نے امام ابوحنیفہؒ کے پاس پیغام بھیجا اور کہا:

''اے تمام مسلمانوں کے امام! آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ہمارے ہاں ایک مادہ پرست آیا ہوا ہے اور وہ دعویٰ کرتا ہے کہ دنیا کا صانع کوئی نہیں اور وہ آپ کو مناظرے کی دعوت دیتا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں ظہر کے بعد جاؤں گا۔ وقت مقررہ پر خلیفہ نے امام صاحب کا استقبال کیا، آپ کو ساتھ لایا اور بلند مقام پر جگہ دی۔ امراور ؤسا دربار میں جمع ہوئے ملحد نے کہا: اے ابوحنیفہ! آپ نے آنے میں دیر کیوں کردی؟

امام صاحب نے کہا:۔ مجھے ایک عجیب بات درپیش آئی۔ اس لئے دیر ہوگئی۔ وہ یہ کہ میرا گھر دریائے دجلہ کے اس پار ہے۔ میں اپنے گھر سے نکلا اور دجلہ کے کنارے آیا تاکہ اسے عبور کردوں۔ میں نے دجلہ کے کنارے ایک پرانی اور شکستہ کشتی دیکھی، جس کے تختے بکھر چکے تھے، جونہی میری نگاہ اس پر پڑی تختوں میں اضطراب پیدا ہوا، پھر انہوں نے حرکت کی اور اکٹھے ہوگئے۔ ایک حصہ دوسرے کے ساتھ پیوست ہوگیا اور بغیر کسی بڑھئی کے سالم کشتی تیار ہوگئی، میں اس کشتی پر بیٹھا، پانی عبور کیا اور یہاں آ گیا۔

ملحد نے کہا: اے رئیسو! جو کچھ تمہارا پیشوا اور امام اور تمہارے عہد کا افضل انسان کہہ رہا ہے اسے سنو! کیا تم نے اس سے زیادہ جھوٹی بات کبھی سنی ہے۔ یہ تو خالص جھوٹ ہے جو تمہارے فاضل ترین عالم سے ظاہر ہوا ہے۔

یہ سن کر امام ابوحنیفہؒ مخاطب ہوئے اور فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے میں غلط کہہ رہا ہوں؟

ملحد نے کہا، جی ہاں! کیا غلط نہیں تو یہ صحیح ہے کہ کشتی بغیر بنانے والے کے بن جائے۔ آج تک ایسا کبھی نہیں ہوا۔

امام اعظم نے فرمایا: سن اے کافر مطلق! اگر کسی کارندے اور بڑھئی کے بغیر کشتی حاصل نہیں کی جاسکتی تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اس قدر عظیم نظام دنیا بغیر کسی خالق کے وجود میں آجائے اور بغیر کسی چلانے والے کے چل سکے۔ تو صانع کی نفی کا کیسے قائل ہوگیا۔

فلسفی کو بحث کے اندر خدا ملتا نہیں ڈور کو سلجھا رہا ہے اور سرا ملتا نہیں۔ (ماخوذ از مخزن اخلاق)

قیصر روم نے ایک دفعہ خلیفہ منصور کے پاس اپنا وزیر اس غرض سے بھیجا کہ وہاں کے علماء وفضلاء کو جمع کر کے ان سے تین سوالات دریافت کرے۔ اگر وہ ان کے مسکت اور تسلی بخش جواب دے دیں تو ٹھیک ورنہ خلیفہ کو کہنا کہ آئندہ خراج ادا کرنا ہوگا۔

خلیفہ منصور نے دربار لگایا اور علماء کو جمع کیا ان میں امام ابوحنیفہؒ بھی شامل تھے۔ رومی

وزیر منبر پر بیٹھا اور اپنے سوال پیش کیے۔ مختلف اصحابِ علم نے جواب دیئے مگر بات قاطع نہ ہو سکی۔ آخر امام ابوحنیفہؒ نے جوابات دینے کی اجازت حاصل کی۔

امام ابوحنیفہؒ (رومی وزیر سے) تم اس وقت سائل کی حیثیت میں ہو اور میں مجیب (جواب دینے والا) پس منبر پر بیٹھنا سائل کا نہیں بلکہ مجیب کا منصب ہے۔

خلیفہ! ہاں یہ بات بہت درست ہے (اس پر رومی وزیر منبر سے اتر آیا اور امام ابوحنیفہ اس جگہ اطمینان سے بیٹھ گئے۔ اس ڈرامائی صورت واقعہ سے مجلس کا ماحول تبدیل ہو گیا۔)

امام ابوحنیفہؒ: (رومی وزیر سے) اب اپنے سوالات پیش کرو۔

رومی وزیر: میرا پہلا سوال یہ ہے کہ خدا سے پہلے کیا چیز تھی؟

امام ابوحنیفہؒ: تم ایک، دو، تین، چار، پانچ کی گنتی تو جانتے ہو۔ ذرا یہ بتاؤ کہ ایک سے پہلے کون سا عدد ہے؟ رومی وزیر: ایک سے پہلے کوئی عدد نہیں۔ یہی سب سے پہلے ہے۔

امام ابوحنیفہؒ: تو پھر جب محض حسابی عدد "ایک" کا حال یہ ہے کہ اس سے پہلے کسی عدد کا تصور نہیں کیا جا سکتا تو خدا جو حقیقت میں واحد (ایک) ہے اس سے پہلے کوئی چیز کیسے ہو سکتی ہے؟

رومی وزیر: میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ خدا کا منہ کس طرف ہے؟

امام ابوحنیفہ! پہلے یہ بتاؤ کہ چراغ کی روشنی کا منہ کس طرف ہے؟

رومی وزیر: چاروں طرف۔ امام ابوحنیفہ: اب سوچو کہ آگ جو عارضی نور ہے جب اس کے لئے کوئی خاص سمت معین نہیں کی جا سکتی کہ اس کا منہ فلاں طرف ہے تو پھر اس اصلی نور یعنی خدا کے لئے کوئی خاص رخ کیوں کر معین ہو سکتا ہے۔

رومی وزیر! میرا تیسرا سوال یہ ہے کہ خدا اس وقت کیا کر رہا ہے؟

امام ابوحنیفہؒ: اس وقت اس نے اپنے دوسرے کاموں کے ساتھ ایک کام یہ بھی انجام دیا ہے کہ اس نے تمہیں منبر سے اتار کر میرے سامنے کھڑا کر دیا ہے اور تمہاری جگہ مجھے منبر پر بٹھا دیا ہے۔

رومی وزیر ساکت ہو گیا اور اس کا سر جھک گیا۔ خلیفہ منصور اور مجمع علماء حضرت امام ابو حنیفہؒ کی حاضر جوابی اور نکتہ رسی پر حیران رہ گیے۔ (اسلامی انسائیکلوپیڈیا۔ منشی محبوب عالم)

تہجد کی خاص آواز

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں آتے تو سنتے کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ خدایا! تو نے پکارا میں نے مان لیا' تو نے حکم دیا میں بجالایا' یہ سحر کا وقت ہے پس تو مجھے بخش دے۔ آپ نے کان لگا کر غور کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر سے یہ آواز آ رہی ہے۔ آپ نے ان سے پوچھا' انہوں نے کہا یہی وہ وقت ہے جس کے لیے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا کہ میں تمہارے لیے تھوڑی دیر بعد استغفار کروں گا۔ حدیث میں ہے کہ یہ رات جمعہ کی رات تھی۔ (تفسیر ابن کثیر)

ابودرداء رضی اللہ عنہ کی عجیب نصیحت

جب مسلمانوں نے غوطہ میں محلات اور باغات کی تعمیر اعلیٰ پیمانے پر ضرورت سے زیادہ شروع کردی تو حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے دمشق کے رہنے والو سنو! لوگ سب جمع ہو گئے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا کہ "تمہیں شرم نہیں آتی تم خیال نہیں کرتے کہ تم نے وہ جمع کرنا شروع کر دیا جسے تم نہیں کھا سکتے' تم نے وہ مکانات بنانے شروع کردیئے جو تمہارے رہنے سہنے کے کام نہیں آتے' تم نے وہ دور دراز کی آرزوئیں کرنا شروع کردیں جو پوری ہونی محال ہیں۔ کیا تم بھول گئے' تم سے اگلے لوگوں نے بھی دولتیں جمع جتھا کر کے سنبھال کر رکھی تھیں' بڑے اونچے اونچے پختہ اور مضبوط محلات تعمیر کیے تھے' بڑی بڑی آرزوئیں باندھی تھیں لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دھوکہ میں رہ گئے' انکی پونجی برباد ہوگئی' اُنکے مکانات اور بستیاں اُجڑ گئیں عادیوں کو دیکھو کہ عدن سے لیکر عمان تک اُنکے گھوڑے اور اُونٹ تھے لیکن آج وہ کہاں ہیں؟ (تفسیر ابن کثیر)

ایک آنسو کا مقام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جس بندے کی آنکھیں خوف خدا سے بھر جائیں اللہ تعالیٰ اس کے جسم کو جہنم پر حرام کر دیتے ہیں پھر اگر وہ اس کے رخسار پر بہہ پڑے تو اس کے چہرے کو کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ذلت اور اگر کوئی بندہ جماعتوں میں سے کسی جماعت میں رو پڑے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کے رونے کی خاطر اسے جہنم سے نجات دے دیں گے ہر عمل کا وزن اور ثواب ہے لیکن آنسو کے ثواب کا کوئی بھی حساب نہیں یہ تو جہنم کی آگ کے پہاڑوں کو بجھا کر رکھ دیتا ہے۔ (ابن ابی الدنیا)

حکمت وفراست کا دوسرا واقعہ

ایک شخص امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ بہت عرصہ ہوا، میں نے اپنا کچھ مال کسی جگہ دفن کیا تھا، اب وہ جگہ یاد نہیں آ رہی، کوئی تدبیر بتایئے؟

امام صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ کوئی فقہ کی بات تو ہے نہیں، البتہ ایک تدبیر بتاتا ہوں، گھر جاؤ، اور آج ساری رات نماز پڑھو، امید ہے کہ ان شاء اللہ تمہیں وہ جگہ یاد آ جائے گی۔

وہ شخص چلا گیا۔ ابھی چوتھائی رات ہی گذری تھی کہ اسے وہ جگہ یاد آ گئی، اس نے جا کر امام ابوحنیفہؒ کو بتایا تو انہوں نے کہا، مجھے خیال یہی تھا کہ شیطان تمہیں ساری رات نماز نہیں پڑھنے دے گا، لیکن تمہیں چاہئے تھا کہ جگہ یاد آنے کے بعد بھی پوری رات نماز پڑھتے رہتے، اور اس طرح اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے۔'' (الشاطبی)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی حکمت وذہانت کا تیسرا واقعہ

یحییٰ بن جعفرؒ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے مجھے اپنا ایک واقعہ سنایا۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ بیابان میں مجھے پانی کی شدید ضرورت لاحق ہوئی میرے پاس ایک اعرابی آیا اس کے پاس پانی کا ایک مشکیزہ تھا۔ میں نے اس سے پانی مانگا اس نے انکار کیا اور کہا کہ پانچ درہم میں دوں گا۔ میں نے پانچ درہم دے کر وہ مشکیزہ لے لیا۔ پھر میں نے اس سے کہا کہ ''ستو کی طرف کچھ رغبت ہے؟'' اس نے کہا کہ ''لاؤ'' میں نے اس کو ستو دیدیا جو روغن زیتون سے چرب کیا گیا تھا وہ خوب پیٹ بھر کر کھا گیا اب اس کو پیاس لگی تو اس نے کہا کہ ایک پیالہ پانی دیدیجئے۔ میں نے کہا کہ پانچ درہم میں ملے گا اس سے کم میں نہیں اور اس طرح اس کو وہ پانچ درہم دینے پڑے۔ (لطائف علمیہ)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ذہانت وحکمت کا چوتھا واقعہ

ایک مرتبہ وقت کے بادشاہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام شعبی رحمہ اللہ، امام ثوری رحمہ اللہ اور ایک اور فقیہ کی گرفتاری کا حکم دیا۔ وہ چاہتا تھا کہ ان چاروں میں سے کسی ایک کو قاضی القضاۃ یعنی جسٹس مقرر کر دے لیکن یہ چاروں بننا نہیں چاہتے تھے، چنانچہ پولیس والوں نے انہیں گرفتار کر لیا۔ راستے میں جب ایک جگہ وہ آرام کرنے کے لیے رُکے، اس

وقت چوتھے فقیہ بیٹھے بیٹھے اس طرح اُٹھے جیسے قضائے حاجت کی ضرورت ہو۔ اس طرح وہ وہاں سے کھسک گئے۔ پولیس والے انتظار میں رہے لیکن وہ نہ آئے۔ اب باقی تین رہ گئے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرمانے لگے:

''میں اندازہ لگا سکتا ہوں کہ وہاں کیا ہوگا'' دوسروں نے کہا: ''ہاں لگایئے اندازہ''

کہنے لگے، میں وہاں جا کر ایسی بات کہوں گا کہ خلیفہ منصور کے پاس اس کا جواب ہی نہیں ہوگا۔ لہٰذا میں چھوٹ جاؤں گا۔ شعبی بھی کوئی حیلہ کر لیں گے۔ البتہ سفیان ثوری پھنس جائیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب تینوں حضرات کو دربار میں پہنچایا گیا تو امام شعبی رحمہ اللہ ذرا آگے بڑھے اور جا کر خلیفہ منصور سے کہنے لگے:

''آپ کے بیوی، بچوں کا کیا حال ہے؟ آپ کے محل کا کیا حال ہے؟ آپ کے اصطبل کا کیا حال ہے؟ آپ کے گدھوں کا کیا حال ہے؟ آپ کے گھوڑوں کا کیا حال ہے؟''

خلیفہ منصور کو یہ بہت عجیب لگا میں جس شخص کو چیف جسٹس بنانا چاہتا ہوں، وہ سب کے سامنے میرے گھوڑوں، گدھوں کا حال پوچھ رہا ہے، دل میں سوچا کہ یہ شخص اس اہم منصب کے قابل نہیں، چنانچہ امام شعبی رحمہ اللہ سے کہنے لگا کہ میں آپ کو قاضی القضاۃ نہیں بنا سکتا۔

اس طرح امام شعبی رحمہ اللہ بچ گئے۔

اب خلیفہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا:

''ابوحنیفہ! میں نے آج کے بعد آپ کو چیف جسٹس بنا دیا۔''

امام ابوحنیفہ آگے بڑھے اور فرمایا: ''میں چیف جسٹس بننے کے قابل نہیں ہوں۔''

خلیفہ منصور نے کہا: ''نہیں، نہیں۔ آپ اس قابل ہیں۔''

امام ابوحنیفہ نے کہا: ''خلیفہ صاحب اب دو باتیں ہیں، میں نے جو کچھ کہا یا تو وہ سچ ہے یا وہ غلط ہے۔ اگر تو وہ غلط ہے تو جھوٹ بولنے والا شخص چیف جسٹس نہیں بن سکتا، اور اگر وہ سچ ہے تو میں کہہ رہا ہوں کہ میں چیف جسٹس بننے کے قابل نہیں ہوں۔''

اب خلیفہ پریشان اور حیران رہ گیا۔ اگر کہتا، ابوحنیفہ! آپ نے ٹھیک کہا تو بھی ابوحنیفہ چھوٹتے تھے اور اگر کہتا، آپ نے غلط کہا تو بھی ابوحنیفہ چھوٹتے تھے۔

اس طرح امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے وقت کے خلیفہ کو بھرے دربار میں لا جواب کر دیا۔ (اسلام کے حیرت انگیز واقعات)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یادگار مناظرہ

امام ابو حنیفہؒ کا واقعہ ہے کہ ان کے زمانے میں مہدی جو اموی خلیفہ تھا۔ اس کے دربار میں ایک دہریہ آیا۔ جو خدا کی ذات سے انکار کرتا تھا۔ اس نے کہا میں نہیں مانتا کہ خدا موجود ہے۔ یہ کائنات طبعی رفتار سے خود بنی ہے اور خود چل رہی ہے۔ لوگ مر رہے ہیں اور پیدا ہو رہے ہیں وغیرہ۔ یہ سب ایک طبعی کارخانہ ہے کوئی بنانے والا نہیں ہے یہ اس کا دعویٰ تھا اور اس نے چیلنج کیا کہ مسلمانوں میں جو سب سے بڑا عالم ہو۔ اس کو میرے مقابلے میں لایا جائے۔ تا کہ اس سے بحث کروں اور لوگ غلطی میں مبتلا ہیں کہ اپنی طاقتوں کو خواہ مخواہ ایک غیبی طاقت کے تابع کر دیا ہے جو سارے جہان کو چلا رہی ہے تو اس زمانے میں سب سے بڑے عالم امام ابو حنیفہؒ تھے۔ مہدی نے امام صاحبؒ کے پاس آدمی بھیجا۔ رات کا وقت تھا رات ہی کو خلیفہ کا دربار منعقد ہوتا تھا۔ آدمی بھیجا کہ وہ آکر اس دہریے سے بحث کریں اور اسے سمجھائیں اور راہ راست پر لائیں۔ چنانچہ آدمی پہنچا۔ بغداد میں ایک بہت بڑا دریا ہے۔ اسے دجلہ کہتے ہیں اس کے ایک جانب شاہی محلات تھے۔ ایک جانب شہر تو امام ابو حنیفہؒ شہر میں رہتے تھے اس لئے دریا پار کر کے آنا پڑتا تھا۔ اس نے کہا اصل میں دربار میں ایک دہریہ آگیا ہے اور وہ دعویٰ کر رہا ہے کہ خدا کا وجود نہیں ہے۔ کائنات خود بخود چل رہی ہے آپ کو مناظرہ کیلئے بلایا ہے۔

امام صاحبؒ نے فرمایا اچھا آپ جا کے کہہ دیں کہ میں آرہا ہوں۔ وہ آدمی واپس گیا اور کہا کہ امام صاحبؒ کو میں نے خبر کر دی ہے اور آپ آنے والے ہیں۔

اب دربار لگا ہوا ہے۔ خلیفہ امراء وزراء بیٹھے ہوئے ہیں اور دہریہ بھی بیٹھا ہوا ہے۔ امام صاحبؒ کا انتظار ہے مگر امام صاحب نہیں آرہے۔ رات کے بارہ بج گئے امام صاحبؒ ندارد۔

دہریے کی بن آئی اس نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحبؒ ڈر گئے ہیں اور سمجھ گئے ہیں کہ کوئی بڑا فلسفی آیا ہے۔ میں اس سے نمٹ نہیں سکوں گا۔ اس واسطے گھر میں چھپ کر بیٹھ گئے اور آپ یقین رکھیں وہ نہیں آئیں گے۔ میرے مقابلے میں کوئی نہیں آسکتا۔

اب خلیفہ بھی متامل ہے۔ درباری بھی حیران ہیں اور دہریہ بیٹھا ہوا شیخی دکھا رہا ہے۔

جب رات کا ایک بجا تو امام صاحبؒ پہنچے۔ دربار میں حاضر ہوئے۔ خلیفہ وقت نے تعظیم کی۔ جیسے علماء ربانی کی کی جاتی ہے۔ تمام دربار کھڑا ہو گیا۔

خلیفہ نے امام صاحبؒ سے کہا کہ آپ اتنی دیر میں کیوں آئے؟ آدمی رات کے آٹھ بجے بھیجا گیا تھا۔ اب رات کا ایک بجا ہے۔ آخر اتنی تاخیر کی کیا وجہ پیش آئی؟ شاہی حکم تھا۔ اس کی تعمیل جلد ہونی چاہئے تھی۔ نہ یہ کہ اس میں اتنی دیر لگائی جائے۔

امام صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک عجیب وغریب حادثہ پیش آ گیا۔ جس کی وجہ سے مجھے دیر لگی اور عمر بھر میں۔ میں نے ایسا واقعہ کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں حیران ہوں کہ کیا قصہ پیش آیا۔ اس شد و مد سے بیان کیا کہ سارا دربار حیران ہو گیا کہ کیا حادثہ پیش آ گیا۔

فرمایا بس عجیب وغریب ہی واقعہ تھا اور خود مجھے بھی ابھی تک سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا قصہ تھا؟ جب سارے دربار کو خوب شوق دلا دیا اور سب سرتاپا شوق بن گئے۔ حتیٰ کے خود امیر المؤمنین نے کہا کہ فرمایئے کیا قصہ پیش آیا فرمایا!

قصہ یہ پیش آیا جب میں شاہی محل میں اترنے کے لئے چلا ہوں تو دریا بیچ میں تھا دریا کے کنارے پر جو پہنچا تو اندھیری رات تھی نہ کوئی ملاح تھا نہ کشتی تھی۔ آنے کا کوئی راستہ نہ تھا میں حیران تھا کہ دریا کو کس طرح پار کروں۔ اس شش و پنج میں کھڑا ہوا تھا کہ میں نے یہ حادثہ دیکھا کہ دریا کے اندر سے خود بخود لکڑی کے نہایت عمدہ بنے بنائے تختے نکلنے شروع ہوئے اور ایک کے بعد ایک نکلتے چلے آ رہے ہیں میں تحیر سے دیکھ رہا تھا کہ یا اللہ! دریا میں سے موتی نکل سکتا ہے۔ مچھلی نکل سکتی ہے۔ مگر یہ بنے بنائے تختے کہاں سے آئے؟ ابھی میں اسی حیرت میں تھا کہ اس سے زیادہ عجیب واقعہ پیش آیا کہ تختے خود بخود جڑنے شروع ہوئے۔ جڑتے جڑتے کشتی کی صورت ہو گئی میں نے کہا یا اللہ! یہ کس طرح سے کشتی بن گئی آخر نہیں کون جوڑ رہا ہے کہ اوپر نیچے خود بخود تختے لگے چلے جا رہے ہیں۔

ابھی میں اسی حیرت میں تھا کہ دریا کے اندر سے لوہے قیتل کی کیلیں نکلنی شروع ہو گئیں اور خود بخود اس کے اندر ٹھکنے لگیں اور جڑ جڑا کے بہترین قسم کی کشتی بن گئی۔

میں حیرت میں تھا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ یہ تختے جو جڑے ہوئے تھے۔ ان کی درجوں سے پانی اندر گھس رہا تھا کہ دریا کے اندر سے خود بخود ایک روغن نکلنا شروع ہوا اور ان درجوں میں وہ بھرنا شروع ہوا جس سے پانی اندر گھسنا بند ہو گیا۔

ابھی میں اسی حیرت میں تھا کہ وہ کشتی خود بخود میری طرف بڑھنی شروع ہوئی اور کنارے پر آکر ایسے جھک گئی۔ گویا مجھے سوار کرانا چاہتی ہے۔ میں بھی بیٹھ گیا۔ وہ خود بخود چلی اور مجھے لے کر روانہ ہوگئی۔ دریا کی دھار پر پہنچی۔ پانی ادھر کو جا رہا تھا کشتی خود بخود ادھر کو جا رہی تھی۔ کیونکہ شاہی محلات ادھر کو تھے۔

میں حیران تھا کہ یا اللہ! آخر پانی کے بہاؤ کے خلاف کون اسے لے جا رہا ہے؟ یہاں تک کہ شاہی محل کے قریب کنارے پر پہنچ گئی اور آخر جھک کر پھر کنارے پر کھڑی ہوگئی کہ میں اتر جاؤں تو میں اتر گیا۔ پھر میرے دیکھتے دیکھتے ہی وہ کشتی غائب بھی ہوگئی۔ گھنٹہ بھر اس کنارے اور گھنٹہ بھر اس کنارے سوچتا رہا کہ یہ کیا قصہ تھا؟

یہ سانحہ جس کی وجہ سے تحیر میں کئی گھنٹے لگ گئے اب تک سمجھ میں نہیں آیا کیا ماجرا تھا؟ اور میں امیر المؤمنین سے معافی چاہتا ہوں کہ آٹھ بجے بلایا گیا اور ایک بجے پہنچا ہوں۔

دہریے نے کہا امام صاحب! میں نے تو یہ سنا تھا کہ آپ بڑے عالم ہیں۔ بڑے دانش منداور فاضل مند آدمی ہیں مگر بچوں کی سی باتیں کر رہے ہیں۔ بھلا یہ ممکن ہے کہ پانی میں سے خود بخود تختے نکل آئیں۔ خود ہی جڑنے لگیں۔ خود ہی کیلیں ٹھک جائیں خود ہی روغن لگ جائے خود آ کے کشتی اپنے آپ کو جھکا دے۔ آپ اس پر بیٹھ جائیں اور خود ہی لے کے چل دے۔ خود ہی وہ کنارے پر پہنچا دے۔ یہ کوئی عقل میں آنے والی بات ہے؟ میں نے سمجھا تھا کہ آپ بڑے دانش مند فاضل اور عالم ہیں۔ امام آپ کا لقب ہے اور باتیں کر رہے ہیں آپ نادانوں اور بچوں جیسی؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی کشتی بنانے والا نہیں خود بخود بن گئی۔ کوئی کیلیں ٹھونکنے والا نہیں خود بخود ٹھک گئیں۔ کوئی روغن بھرن والا نہیں۔ خود ہی بھر گیا۔ کوئی چلانے والا ملاح نہیں۔ خود ہی چل پڑی کوئی سمجھانے والا نہیں۔ خود ہی سمجھ گئی کہ مجھے شاہی محل کے اوپر جانا ہے۔ یہ عقل میں آنے والی بات ہے؟

امام صاحبؒ نے فرمایا اچھا یہ بات نادانی اور بے وقوفی کی ہے؟

اس نے کہا جی ہاں! فرمایا: ایک کشتی بغیر بنانے والے کے بن نہ سکے۔ بغیر چلانے والے کے چل نہ سکے۔ بغیر کیلیں ٹھونکنے والے کے اس کی کیلیں ٹھک نہ سکیں اور یہ اتنا بڑا جہان جس کی چھت آسمان ہے۔ جس کا فرش زمین ہے۔ جس کی فضا میں لاکھوں جانور ہیں یہ خود بخود بن گیا خود ہی چل رہا ہے سورج بھی چاند بھی خود ہی چل رہے ہیں۔ یہ کوئی عقل میں آنے والی بات ہے؟ ایک معمولی کشتی جسے انسان بنا سکتا ہے۔ یہ تو بغیر بنانے والے کے نہ بنے اور اتنا بڑا جہان ہو۔ انسان کے بس میں نہیں وہ خود بخود بن جائے تو تمہاری عقل بچوں جیسی ہے یا میری عقل بچوں جیسی؟ میں نادان ہوں یا تم نادان ہو؟

مناظرہ ختم ہو گیا اور بحث تمام ہو گئی اور دہریہ اپنا سا منہ لے کر واپس ہو گیا اب کیا بحث کرے جو اس کی بنیاد تھی وہ ساری کی ساری ختم ہو گئی۔ (دین ودانش)

۳۳ سالہ صحبت کی آٹھ حکمت ونصیحت بھری باتیں

اصم رحمۃ اللہ علیہ جو مشہور بزرگ اور حضرت شفیق بلخی حاتم رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگرد ہیں۔ ان سے ایک مرتبہ حضرت شیخ نے دریافت کیا کہ حاتم تم کتنے دن سے میرے ساتھ ہو؟ انہوں نے عرض کیا تینتیس (۳۳) برس سے! فرمانے لگے کہ اتنے دنوں میں تم نے مجھ سے کیا سیکھا؟ حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا آٹھ مسئلے سیکھے ہیں۔ حضرت شیخ بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اتنی طویل مدت میں صرف آٹھ مسئلے سیکھے میری تو عمر تمہارے ساتھ ضائع ہو گئی۔

حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضور صرف آٹھ مسئلے سیکھے ہیں جھوٹ تو بول نہیں سکتا۔

حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بتاؤ وہ آٹھ مسئلے کیا ہیں؟ حاتم نے عرض کیا۔

۱- میں نے دیکھا ساری مخلوق روٹی کی طلب میں لگ رہی ہے۔ اس کی وجہ سے اپنے آپ کو دوسروں کے سامنے ذلیل کرتی ہے اور ناجائز چیزیں اختیار کرتی ہے پھر میں نے دیکھا تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (ھود ع ۱)

''اور کوئی جاندار زمین پر چلنے والا ایسا نہیں ہے جس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو''

میں نے دیکھا میں بھی انہیں زمین پر چلنے والوں میں سے ایک ہوں جن کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے پس میں نے اپنے اوقات ان چیزوں میں مشغول کر لیے جو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لازم ہیں اور جو چیز اللہ تعالیٰ کے ذمہ تھی اس سے اپنے اوقات کو فارغ کر لیا۔

۲- میں نے دیکھا کہ ساری مخلوق کو کسی نہ کسی سے محبت ہے (بیوی سے اولاد سے مال سے احباب سے وغیرہ وغیرہ) لیکن میں نے دیکھا کہ جب وہ قبر میں جاتا ہے تو اس کا محبوب اس سے جدا ہو جاتا ہے۔ اس لیے میں نے نیکیوں سے محبت کر لی تاکہ جب میں قبر میں جاؤں تو میرا محبوب بھی ساتھ ہی جائے اور مرنے کے بعد مجھ سے جدا نہ ہو۔ حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بہت اچھا کیا۔

۳- میں نے اللہ جل شانہ کا ارشاد قرآن پاک میں دیکھا:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى (والنازعات' ع ۲)

''اور جو شخص دنیا میں اپنے رب کے سامنے (آخرت) میں کھڑا ہونے سے ڈرا ہوگا اور نفس کو حرام خواہش سے روکا ہوگا تو جنت اس کا ٹھکانا ہوگا''۔

میں نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد حق ہے۔ میں نے اپنے نفس کو خواہشات سے روکا یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر جم گیا۔

۴- میں نے دنیا کو دیکھا کہ ہر شخص کے نزدیک جو چیز بہت قیمتی ہوتی ہے۔ بہت محبوب ہوتی ہے۔ وہ اس کو اٹھا کر بڑی احتیاط سے رکھتا اس کی حفاظت کرتا ہے۔ پھر میں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد دیکھا۔

''جو کچھ تمہارے پاس دنیا میں ہے وہ ختم ہو جائے گا (خواہ وہ جاتا رہے یا تم مر جاؤ ہر حال میں وہ ختم ہوگا) اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ ہمیشہ باقی رہنے والی چیز ہے'' (نحل ع ۱۳)

اس آیت شریفہ کی وجہ سے جو چیز بھی میرے پاس ایسی ہوئی جس کی مجھے وقعت زیادہ ہوئی مال کے زیادہ یا کم ہونے میں ان کے فعل کو دخل نہیں ہے یہ تو مالک الملک کی

طرف سے ہے۔اس لیے اب کسی پر غصہ ہی نہیں آتا۔

۵- میں نے دنیا میں دیکھا کہ تقریباً ہر شخص کی کسی نہ کسی سے لڑائی ہے اور کسی نہ کسی سے دشمنی ہے۔میں نے غور کیا تو دیکھا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا۔

اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا

''شیطان بے شک تمہارا دشمن ہے پس اس کے ساتھ دشمنی ہی رکھو اس کو دوست نہ بناؤ''

پس میں نے اپنی دشمنی کے لیے اسی کو چن لیا اور اس سے دور رہنے کی انتہائی کوشش کرتا ہوں اس لیے کہ جب حق تعالیٰ شانہ نے اس کے دشمن ہونے کو فرمایا تو میں نے اس کے علاوہ سے اپنی دشمنی ہٹالی۔

۶- میں نے دیکھا کہ ساری مخلوق کا اعتماد اور بھروسہ کسی خاص ایسی چیز پر ہے جو خود مخلوق ہے کوئی اپنی جائیداد پر بھروسہ کرتا ہے۔کوئی اپنی تجارت پر اعتماد کرتا ہے۔ کوئی اپنی دستکاری پر نگاہ جمائے ہوئے ہے اور وہ پسند زیادہ آئی وہ میں نے اللہ تعالیٰ کے پاس بھیج دی تاکہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائے۔

۷- میں نے ساری دنیا کو دیکھا کہ کوئی شخص مال کی طرف (اپنی عزت اور بڑائی میں) لوٹتا ہے کوئی حسب کی شرافت کی طرف اور فخر کی چیزوں کی طرف یعنی ان چیزوں کے ذریعے سے اپنے اندر بڑائی پیدا کرتا ہے اور اپنی بڑائی ظاہر کرتا ہے۔میں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد دیکھا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ (حجرات:ع۲)

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ شخص ہے۔جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو۔اس بناء پر میں نے تقویٰ اختیار کرلیا تاکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شریف بن جاؤں''

۸- میں نے لوگوں کو دیکھا اور ایک دوسرے پر طعن کرتے ہیں۔عیب جوئی کرتے ہیں برا بھلا کہتے ہیں۔یہ سب حسد کی وجہ سے ہوتا ہے کہ ایک دوسرے پر حسد آتا ہے۔میں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد دیکھا۔

نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَهُمْ مَّعِیْشَتَهُمْ (زخرف ع۳)

''دنیاوی زندگی میں روزی ہم نے ہی تقسیم کر رکھی ہے''

اور (اسی تقسیم میں) ہم نے ایک کو دوسرے پر فوقیت دے رکھی ہے تا کہ (اس کی وجہ سے) ایک دوسرے سے کام لیتا رہے (سب کے سب ایک ہی نمونہ کے بن جائیں تو پھر کوئی کسی کا کام کیوں کرے کیوں نوکری کرے اور اس سے دنیا کا نظام خراب ہی ہو جائے گا)

میں نے اس آیت شریفہ کی وجہ سے حسد کرنا چھوڑ دیا ساری مخلوق سے بے تعلق ہو گیا اور میں نے جان لیا کہ روزی کا بانٹنا صرف اللہ تعالیٰ ہی کے قبضے میں ہے۔ وہ جس کے حصے میں جتنا چاہے لگائے اس لیے لوگوں سے عداوت چھوڑ دی اور یہ سمجھ لیا کہ کسی کے پاس اپنے بدن کی صحت اور قوت پر جب چاہے، جس طرح چاہے کما لوں گا اور ساری مخلوق ایسی چیزوں پر اعتماد کیے ہوئے ہے جو ان کی طرح خود مخلوق ہیں۔

میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (طلاق : ع ۱)

"جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل اور اعتماد کرتا ہے پس اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہے"

اس لیے میں نے بس اللہ تبارک وتعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کر لیا۔ حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حاتم تمہیں حق تعالیٰ شانہ توفیق عطا فرمائے۔ میں نے تورات انجیل زبور اور قرآن پاک کے علوم کو دیکھا میں نے سارے خیر کے کام ان ہی آٹھ مسائل کے اندر پائے۔ پس جو بھی ان آٹھوں پر عمل کر لے اس نے اللہ تعالیٰ شانہ کی چاروں کتابوں کے مضامین پر عمل کر لیا (ماخوذ: فضائل علم وعلماء)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی ذہانت وحکمت کا پانچواں واقعہ

ایک شخص تھا اس کی بیوی اس کو منہ نہیں لگاتی تھی اور خاوند سو جان سے اس کا عاشق تھا بیوی کی طبیعت شوہر سے نہیں ملتی تھی اس لئے وہ طلاق لینا چاہتی تھی۔ مگر مرد طلاق نہیں دیتا تھا۔ مرد اس کو یہی نہیں کہ ستاتا نہیں تھا۔ بلکہ محبت کرتا تھا مگر وہ رہنا ہی نہیں چاہتی تھی ایک دن دونوں میاں بیوی بیٹھے ہوئے بات چیت کر رہے تھے، بیوی کچھ کہہ رہی تھی۔ مرد نے بھی کوئی جملہ کہا۔ بس وہ چپ ہو کر بیٹھ گئی۔ مرد نے کہا کہ اگر صبح صادق سے پہلے پہلے تو نہ بولی تو تجھ پر طلاق ہے وہ چپ ہو گئی اور ارادہ کر لیا کہ میں خاموش رہوں گی تا کہ اس سے کسی

طرح پیچھا چھوٹ جائے وہ بے چارہ پریشان ہوا۔ وہ ہر چند بلانا چاہتا تھا مگر وہ بولتی ہی نہیں تھی اب وہ سمجھ گیا کہ یہ طلاق لینا چاہتی ہے اور اس طرح بیوی مجھ سے جدا ہو جائیگی اب اس نے فقہاء کے دروازے جھانکنے شروع کئے ان سے جا کر اپنا حال کیا۔ انہوں نے یہی کہا کہ اگر وہ چپ رہی تو طلاق پڑ جائے گی۔ یہ تو تیری طرف سے شرط ہے اس کی صورت یہی ہے کہ اس کی جا کر خوشامد کرو اور صبح صادق سے پہلے کسی طرح بلواؤ۔ ورنہ صبح صادق ہوتے ہی وہ تیرے ہاتھ سے نکل جائے گی سب نے یہی جواب دیا۔

پھر وہ امام ابوحنیفہؒ کے پاس پہنچا۔ وہ وہاں کا حاضر باش تھا۔ متفکر اور پریشان بیٹھ گیا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ آج کیا بات ہے۔ پریشان کیوں ہو۔ اس نے کہا کہ حضرت واقعہ یہ ہے کہ بیوی سے میں نے کہہ دیا ہے کہ تو اگر صبح صادق تک تو نہ بولی تو تجھ پر طلاق۔ اب وہ خاموش ہو کر بیٹھ گئی ہے۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ طلاق نہیں پڑے گی مطمئن رہ۔ اب وہ مطمئن ہو کر آ گیا۔ فقہاء نے امام صاحب پر طعن شروع کیا کہ ابوحنیفہؒ حرام کو حلال بنانا چاہتے ہیں ایک صاف صریح حکم ہے اس کو کہہ دیا کہ طلاق نہیں پڑیگی۔

امام صاحبؒ نے یہ کیا کہ صبح صادق میں جب آدھ گھنٹہ رہ گیا تو مسجد جا کر زور زور سے تہجد کی اذان دینا شروع کر دی۔ اس عورت نے جب آذان کی آواز سنی تو سمجھی صبح صادق ہو گئی۔ بس بول پڑی اور کہنے لگی صبح صادق ہو گئی میں مطلقہ ہو گئی۔ میں اب تیرے پاس نہیں رہوں گی۔ جب تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ صبح صادق نہیں ہوئی۔ وہ تہجد کی اذان تھی لوگ قائل ہو گئے کہ واقعی امام صاحب فقیہ بھی ہیں اور مدبر بھی۔ (مجالس حکیم الاسلام)

چھٹا واقعہ

ایک مرتبہ ایک گھر میں چوری ہوئی چور اسی محلے کے تھے چوروں نے گھر والے کو پکڑا اور زبردستی حلف لیا کہ اگر تو کسی کو ہمارا پتہ بتلائے گا تو تیری بیوی پر طلاق۔ اس بیچارے نے مجبوراً طلاق کا حلف لے لیا۔ وہ چور اس کا سارا مال لے کر چلے گئے۔ اب وہ بہت پریشان ہوا کہ اگر میں چوروں کا پتہ بتلاتا ہوں تو مال تو مل جائے گا مگر بیوی ہاتھ سے نکل جائے گی اور اگر پتہ نہیں

بتلاتا ہوں تو بیوی تو رہے گی مگر سارا گھر خالی ہو جاتا ہے، تو مال اور بیوی میں تقابل پڑ گیا۔ یا تو مال رکھے یا بیوی رکھے اور کسی سے کہہ بھی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ وہ عہد کر چکا تھا۔ پھر امام صاحب کی مجلس میں حاضر ہوا۔ وہ بہت غمگین اور اداس اور پریشان تھا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ آج تم بہت اداس ہو کیا بات ہے۔ اس نے کہا کہ حضرت میں کہہ بھی نہیں سکتا فرمایا کہ کچھ تو کہو۔ اس نے کہا کہ حضرت اگر ہم نے کہا تو نہ جانے کیا ہو جائے گا۔ پھر فرمایا کہ اجمالاً کہو تو اس نے کہا کہ حضرت چوری ہو گئی ہے اور میں نے یہ عہد کر لیا ہے کہ اگر میں نے ان چوروں کا کسی کو پتہ بتلایا تو بیوی پر طلاق مجھے معلوم ہے کہ چور کون ہیں وہ تو محلے کے ہیں۔ لیکن اگر پتہ بتلاتا ہوں تو بیوی پر طلاق پڑ جائے گی۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ تو مطمئن رہ بیوی بھی ہاتھ سے نہیں جائے گی اور مال بھی مل جائے گا اور تو ہی پتہ بتلائے گا کوفہ میں پھر شور ہو گیا کہ ابو حنیفہؒ یہ کیا کر رہے ہیں یہ تو ایک عہد ہے جب وہ پورا کریگا تو بیوی پر طلاق پڑ جائے گی۔ یہ امام صاحب نے کیسے کہہ دیا کہ نہ بیوی جائے گی نہ مال جائے گا۔ علماء فقہاء پریشان ہو گئے۔

امام صاحب نے فرمایا کہ کل ظہر کی نماز میں تمہارے محلے کی مسجد میں آ کر پڑھوں گا چنانچہ امام صاحب تشریف لے گئے وہاں نماز پڑھی اور اس کے بعد اعلان کر دیا کہ مسجد کے دروازے بند کر دیئے جائیں کوئی باہر نہ جائے۔ اس میں چور بھی تھے اس مسجد کا ایک دروازہ کھول دیا ایک طرف خود بیٹھ گئے۔ اور ایک طرف اس کو بٹھا دیا اور فرمایا کہ ایک ایک آدمی نکلے گا۔ جو چور نہ ہو اس کے متعلق کہتے جانا یہ چور نہیں ہے۔ اور جب چور نکلنے لگے تو چپ ہو کر بیٹھ جانا۔ چنانچہ جو چور نہیں ہوتے تھے۔ ان کے متعلق کہتا جاتا تھا کہ یہ بھی چور نہیں ہے یہ بھی چور نہیں اور جب چور نکلنے لگتا تو خاموش ہو کر بیٹھ جاتا۔ اس طرح اس نے گو بتلایا نہیں مگر بلا بتلائے سارے چور متعین ہو گئے کہ یہ سب چور ہیں۔ چنانچہ چور بھی پکڑے گئے مال بھی مل گیا اور بیوی بھی ہاتھ سے نہیں گئی یہ تدبیر کی بات تھی۔ (مجالس حکیم الاسلام)

جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی حکیمانہ دعوت اصلاح

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ ایک دن مسجد میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے ان سے کہا حضرت! آپ کا وعظ کیا صرف شہر میں کام کرتا ہے یا اس کے اثرات جنگل میں بھی

ہوتے ہیں؟ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے اس بات کی وضاحت چاہی تو وہ کہنے لگا چند آدمی جنگل میں فلاں مقام پر موجود ہیں۔انہوں نے ناچ گانے کی محفل سجا رکھی ہے اور شراب پی کر مست ہو رہے ہیں۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر منہ لپیٹ کر جنگل کی طرف چل دیئے۔جب وہ مطلوبہ مقام پر پہنچے تو دیکھا کچھ لوگ شراب کے نشے میں مست تھے۔ناچ گانا ہو رہا تھا۔وہ لوگ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر بھاگنے لگے تو آپ نے فرمایا بھاگو مت میں بھی تمہاری طرح پینے والا ہوں۔میرے لیے بھی شراب لاؤ شہر میں تو میں پی نہیں سکتا۔اس لیے سب سے چھپ کر یہاں آیا ہوں۔ان کی بات سن کر وہ لوگ رُک گئے پھر ان میں سے ایک کہنے لگا۔افسوس! شراب تو ختم ہوگئی ہے آپ فرمائیں تو شہر سے منگوادی جائے۔حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے اور بولے کیا ایسی کوئی صورت نہیں کہ شراب خود بخود یہاں آجائے۔

صاحب! ہم میں تو ایسا کمال نہیں ہے کہ شراب خود بخود حاضر ہو جائے۔ایک نے کہا کیا میں تمہیں وہ بات سکھادوں کہ شراب خود بخود آجایا کرے اور تم اس کا مزہ لو یہ سن کر سب لوگ حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے آخر ایک نے کہا ضرور سکھادیں۔یہ کمال تو ضرور بتادیں ٹھیک ہے تم لوگ نہا دھو کر۔پاک صاف کپڑے پہن کر میرے پاس آؤ میں تمہیں وہ کمال سکھادوں گا وہ لوگ غسل کر کے پاک صاف کپڑے پہن کر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے کہا۔دو رکعت نماز پڑھو جب وہ نماز میں مشغول ہوگئے تو آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اُٹھا دیئے۔

''اے اللہ! میرا تو اتنا ہی کام تھا میں نے انہیں تیرے سامنے کھڑا کر دیا ہے اب تجھے اختیار ہے انہیں ہدایت دے دے یا گمراہ ہی رکھ''۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی دعاء قبول ہوئی اور ان سب کی زندگی بدل گئی۔اللہ نے انہیں ہدایت دے دی تھی۔

امام ابوزرعہ رحمہ اللہ کے احباب کی کمال بصیرت

ان کے انتقال کا واقعہ بھی عجیب ہے۔ابو جعفر تستری کہتے ہیں کہ ''ہم جان کنی کے

وقت ان کے پاس حاضر ہوئے اس وقت ابو حاتم محمد بن مسلم مندر بن شاذان اور علماء کی ایک جماعت وہاں موجود تھی ان لوگوں کو تلقین میت کی حدیث کا خیال آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے "لقنوا امواتکم لا الہ الا اللہ" (اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کیا کرو) مگر ابو زرعہؒ سے شرما رہے تھے اور ان کو تلقین کی ہمت نہ ہو رہی تھی۔ آخر سب نے سوچ کر یہ راہ نکالی کہ تلقین کی حدیث کا مذاکرہ کرنا چاہئے۔ چنانچہ محمد بن مسلم نے ابتداء کی حدثنا الضحاک بن مخلد عن عبدالحمید بن جعفر اور اتنا کہہ کر رک گئے باقی حضرات نے بھی خاموشی اختیار کی۔ اس پر ابو زرعہ نے اسی جان کنی کے عالم میں روایت کرنا شروع کیا اور اپنی سند بیان کرنے کے بعد متن اپنی حدیث پر پہنچے۔

من کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ اتنا ہی کہہ پائے تھے کہ طاہر روح قفس عنصری سے عالم قدسی کی طرف پرواز کر گیا۔ پوری حدیث یوں ہے "من کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ (یعنی جس کی زبان سے آخری الفاظ لا الہ الا اللہ نکلے وہ جنت میں داخل ہوگا) (جواہر پارے)

سلطان نور الدین زنگی رحمہ اللہ کی حکمت کا تاریخی واقعہ

سلطان نور الدین زنگی جس کے تصور سے یورپ کے بہادر زیر زمین اپنے کفن کے اندر اب تک کانپ جاتے ہیں۔ انہوں نے ۵۵۷ھ میں جبکہ وہ عیسائیوں کے ساتھ صلیبی جنگوں (صلیبی جنگوں کا دور ۱۰۹۹ء سے ۱۱۸۷ء رہا) میں مشغول تھے۔ ایک رات نماز تہجد کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو گربہ چشم (کنجی آنکھوں والے) آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے فرما رہے ہیں۔ "نجنی انقذنی من ھذین" (نجات دو خلاصی کرو میری ان دونوں سے) سلطان گھبرا کر اٹھ بیٹھے فوراً وضو کیا نوافل پڑھے اور لیٹ گئے آنکھ اسی وقت لگ گئی پھر یہی خواب دیکھا پھر اٹھے وضو کیا نوافل پڑھے اور ابھی لیٹے ہی تھے کہ فوراً آنکھ لگ گئی اور تیسری بار پھر یہی خواب دیکھا تو اٹھ کر بیٹھ گئے اور کہا اب نیند کی گنجائش نہیں اسی وقت اپنے وزیر جمال الدین اصفہانی کو طلب کر کے سارا واقعہ بیان کیا۔ وزیر نے کہا تاخیر نہ کیجئے فوراً مدینہ طیبہ چلئے اور کسی سے اس کا

ذکر نہ کیجئے۔ یہ خیال کر کے مدینہ طیبہ میں ضرور کوئی حادثہ پیش آیا ہے اور جلد از جلد وہاں پہنچنا چاہیئے اپنے وزیر بیس ارکان مجلس اور دو سو سپاہیوں کو ہمراہ لیکر بہت زر و جواہر کے ساتھ نہایت تیز رو سانڈنیوں پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ رات دن سفر کر کے سولہ روز میں شام سے مدینہ طیبہ پہنچے۔ اس زمانہ میں عرب سلطان کے زیر اثر آ چکا تھا۔ سلطان کی اچانک آمد سے مدینہ والے حیران ہوئے۔ امیر مدینہ نے اچانک تشریف آوری کی وجہ دریافت کی تو سلطان نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ سلطان سے کہا اگر آپ ان دو شکلوں کو دیکھ کر پہچان لیں تو میں انعام و اکرام کے بہانے تمام اہل مدینہ شریف کو آپ کے سامنے سے گزروا دوں۔ پس منادی کرائی کہ سلطان وقت تمام اہلیان مدینہ منورہ کو انعام و اکرام سے نوازنا چاہتے ہیں۔ اس لیے یہاں کا رہنے والا کوئی محروم نہ رہے اور ہر شخص سلطان کے حضور حاضر ہو کر انعام حاصل کرے جب ہر شخص اس لالچ میں سلطان کی خدمت میں حاضر ہوتا تو سلطان انعام دیتے وقت متجسسانہ نظر اس پر ڈالتے۔ یہاں تک کہ مدینہ پاک کے تمام لوگ ختم ہو گئے۔ سلطان حیران تھے کہ جن لوگوں کی صورت خواب میں دکھائی گئی تھی وہ نظر نہ آئے۔ بالاخر والی مدینہ منورہ اور حاضرین دربار سے مخاطب ہو کر دریافت کیا کہ آبادی میں کیا اب کوئی اور انعام لینے والا باقی نہیں رہا؟

خدام نے عرض کیا بادشاہ سلامت صرف دو اہل مغرب جو نہایت ہی صالح سخی۔ متدین عفیف عبادت گزار اور گوشہ نشین ہیں باقی رہ گئے ہیں نہایت خدا پرست ہیں۔ جنت البقیع میں پانی پلانے کی خدمت انجام دیتے ہیں۔ سلطان نے ان کو طلب کیا جونہی وہ سلطان کے روبرو پیش ہوئے سلطان نے ان کو پہچان لیا مگر تفتیش سے پہلے کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا۔ چنانچہ ان سے مصافحہ کیا عزت سے بٹھایا ان سے باتیں کیں پھر گفتگو کرتے ہوئے ان کے حجرے میں جا نکلے حجرے کے فرش پر ایک معمولی چٹائی بچھی ہوئی تھی۔ طاق میں قرآن پاک کا ایک نسخہ وعظ و پند کی چند کتابیں اور فقراء مدینہ شریف پر صدقہ و خیرات کرنے کے لیے ایک گوشے میں تھوڑا سا سامان۔ بس یہ کل کائنات تھی۔ سلطان سخت حیران تھے یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے۔ مایوس ہو کر واپس جانے ہی والے تھے کہ ان کو چٹائی کے نیچے ہلتی ہوئی کوئی چیز محسوس ہوئی۔ چٹائی کو ہٹایا تو ایک تختہ نظر آیا جس کو اٹھایا گیا تو ایک سرنگ نظر آئی جو روضہء رسول علی صاحبہا

صلوٰۃ وسلاماً کی طرف کھودی جا چکی تھی۔ اسی وقت ان دونوں لعینوں کو گرفتار کرلیا اور ان سے ساری کیفیت دریافت کی گئی۔ دونوں نے اقبال جرم کرلیا اور اعتراف کیا کہ وہ رومی عیسائی (نصرانی) ہیں۔ ہم کو عیسائی بادشاہ نے بہت سامال دیا ہے اور بہت کچھ دینے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ ہم مغربی حجاج کا بھیس بدل کر یہاں آئے تھے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک نکال کر روم لے جائیں۔ تاکہ مسلمانوں کا مرکز ختم ہوجائے اور ان کا شیرازہ بکھر جائے۔

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے　　دشمنان مصطفےٰ سے

ہم نے جب حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دین داری کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم تو صرف اس لیے ترک وطن کر کے یہاں آئے ہیں کہ جوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں رہیں تو مدینے والے بھی ہماری بے پناہ عقیدت اور داد و دہش دیکھ کر ہم پر ریجھ گئے اور روضہ اطہر علی صاحبہا صلوٰۃ وسلاماً کے بالکل متصل رہنے کے لیے ہم کو حجرہ دے دیا۔ ہم نے چپکے چپکے روضہ مبارک علی صاحبہا صلوٰۃ وسلاماً کی طرف سرنگ کھودنا شروع کردی۔ رات بھر کھودتے اور صبح سویرے چمڑے کے دو تھیلوں میں بھر کر وہ مٹی جنت البقیع میں فاتحہ کے بہانے جا کر ڈال آتے اور دن میں اردگرد کے نخلستانوں اور قباء وغیرہ کی زیارت گاہوں میں گھوم پھر کر پانی پلاتے۔ برس ہا برس کی محنت کے بعد آج ہم جسد مبارک (علیہ افضل الصلوۃ والتسلیمات) کے پاس پہنچ گئے تھے (کہتے ہیں جس رات یہ سرنگ جسد اطہر کے قریب پہنچنے والی تھی اسی رات ابر و باراں و بجلی کا طوفان اور زبردست زلزلہ آیا جس کی وجہ سے لوگ سخت وحشت زدہ اور پریشانی میں مبتلا رہے) یہ واقعات سن کر سلطان پر رقت طاری ہوگئی۔ وہ زار و قطار رونے لگے اور اسی وقت حجرہ کے متصل ان لعینوں کے سر تن سے جدا کردیئے۔ سجدہ شکر بجالائے اور اس کے بعد روضہ شریف کے اردگرد اتنی گہری خندق کھدوائی کہ پانی نکل آیا۔ پھر اس خندق میں سطح زمین تک رصاص (سیسہ) پگھلا کر پلوادیا کہ آئندہ ایسے خطرے کا کوئی امکان ہی نہ رہے۔

حصول علم کا حکیمانہ طرز

اندلس کے علاقے سے چلنے والا ایک مسافر بقی بن مخلد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے حدیث سننے کی غرض سے بغداد کا رخ کرتا ہے اگر کوئی تیز رفتار کار پر سفر کر کے اندلس سے

بغداد آنا چاہے تو شاید مہینہ بھر میں پہنچ سکے گا مگر وہ علم دین کا شیدائی پیدل پا سفر کرتا ہے۔ بغداد پہنچنے کے لئے نہ جانے کتنی راتیں تن تنہا کھلے آسمان کے نیچے گرمی سردی کے بچاؤ کے بغیر گزاری ہوں گی۔ سچ ہے کہ

عزائم جنکے پختہ ہوں نظر جنکی خدا پر ہو طلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

اس دور دراز کے سفر کو طے کرنے کے بعد بغداد پہنچنے پر پتہ چلا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ مسئلہ خلق قرآن کے اختلاف کی پاداش میں گھر میں نظر بند ہیں کسی کو ملاقات کی اجازت نہیں۔ ذرا سوچئے کہ اس پُر مشقت سفر کر کے آنے والے کے دل پر کیا گزری ہوگی؟

لیکن دل میں سچی تڑپ ہو تو منزل مل ہی جایا کرتی ہے۔ بقی بن مخلد روزانہ صبح کے وقت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے دروازے پر کپڑا اچھا کر بیٹھ جاتے کہ شاید کسی وقت امام صاحب سے ملاقات ہو جائے تو کم از کم آنے کا مقصد ہی بتلا دوں گا۔ ایک دن گھر سے باندی نکلی۔ بقی بن مخلد نے اس کو اپنا تعارف کرایا اور آنے کا مقصد بتلا کر کہا کہ ذرا امام صاحب کو میرا پیغام پہنچا دیجئے۔ چنانچہ امام صاحب نے پیغام سن کر باندی سے فرمایا کہ کسی طریقے سے اس کو اندر لے آؤ آخر اندر پہنچ گئے ملاقات کے بعد امام صاحب نے فرمایا کہ حالات تو آپ نے دیکھ لئے۔ اس لئے کوئی صورت نکالیں کہ آپ کے آنے کا مقصد بھی حاصل ہو جائے اور کسی کو ہماری ملاقات کا علم بھی نہ ہو۔ چنانچہ یہ صورت طے ہوئی کہ بقی بن مخلد فقیرانہ بھیس میں روزانہ دروازے پر آ کر بھیک مانگنے کی صدا لگائیں گے اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بذات خود بھیک دینے کے بہانے دروازے پر تشریف لائیں گے اور ایک حدیث جلدی سے سنا دیا کریں گے۔

چنانچہ اسی صورت پر عمل شروع ہو گیا اور تین سو ساٹھ دن تک وہ طالب علم فقیرانہ لباس میں آ کر ایک ایک حدیث حاصل کرتا رہا اور سال گزرنے کے بعد واپس وطن کی راہ لی۔ آج بھی اس راہ علم کے مسافر کی یادگار "مسند بقی بن مخلد" دنیا کو علم دین سے سیراب کر رہی ہے اور صاحب کتاب دنیا کی ہر تکلیف سے آزاد ہو کر جنت کی نعمتوں سے ان شاء اللہ لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔

باندی کی حکمت کا واقعہ

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مومنین متقین کی خاص صفات وعلامات بتلائی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے وہ غصہ کو پی لیتے ہیں اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے سید السادات حضرت امام زین العابدینؒ کا ایک عجیب واقعہ نقل کیا ہے کہ "امام زین العابدین رحمہ اللہ کی ایک کنیز آپ کو وضو کرا رہی تھی کہ اچانک پانی کا برتن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر امام زین العابدینؒ کے اوپر گرا آپ کے تمام کپڑے بھیگ گئے۔ غصہ آنا طبعی امر تھا۔ کنیز کو خطرہ ہوا تو اس نے فوراً یہ آیت پڑھی وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ (وہ اپنے غصہ کو پی جاتے ہیں) یہ سنتے ہی آپ کا سارا غصہ ٹھنڈا ہو گیا بالکل خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد کنیز نے آیت کا دوسرا جملہ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ (لوگوں کو معاف کرتے ہیں) پڑھ دیا۔ آپ نے فرمایا: میں نے تجھے دل سے معاف کر دیا۔ پھر اس نے تیسرا جملہ بھی سنا دیا۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں) امام زین العابدین رحمہ اللہ نے یہ سن کر فرمایا کہ جا میں نے تجھے آزاد کر دیا" (روح المعانی ج ۲ ص ۵۹)

سلیمان اعمش رحمہ اللہ کی ایک شاگرد سے حکیمانہ گفتگو

ایک بہت بڑے محدث اور بزرگ گزرے ہیں جو "سلیمان اعمش" کے نام سے مشہور ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاد بھی ہیں تمام احادیث کی کتابیں ان کی روایتوں سے بھری ہوئی ہیں۔ عربی زبان میں "اعمش" چندھے کو کہا جاتا ہے جس کی آنکھوں میں چندھیاہٹ ہو۔ جس میں پلکیں گر جاتی ہیں اور روشنی کی وجہ سے اس کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں چونکہ ان کی آنکھیں چندھائی ہوئی تھیں۔ اس وجہ سے "اعمش" کے لقب سے مشہور تھے ان کے پاس ایک شاگرد آ گئے وہ شاگرد اعرج یعنی لنگڑے تھے۔ پاؤں سے معذور تھے۔ شاگرد بھی ایسے تھے جو ہر وقت استاد سے چمٹے رہنے والے تھے۔ جیسے بعض شاگردوں کی عادت ہوتی ہے کہ ہر وقت استاد سے چمٹے رہتے ہیں جہاں استاد جا رہے ہیں وہاں شاگرد بھی ساتھ ساتھ جا رہے ہیں۔ یہ بھی ایسے تھے۔ چنانچہ امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ جب بازار جاتے تو

یہ اعرج شاگرد بھی ساتھ ہو جاتے۔ بازار میں لوگ فقرے کستے کہ دیکھو استاد "چندھا" ہے اور شاگرد "لنگڑا" ہے۔ چنانچہ امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد سے فرمایا کہ جب ہم بازار جایا کریں تو تم ہمارے سات مت جایا کرو۔ شاگرد نے کہا کیوں؟

میں آپ کا ساتھ کیوں چھوڑ دوں؟ امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب ہم بازار جاتے ہیں تو لوگ ہمارا مذاق اڑاتے ہیں کہ استاد چندھا ہے اور شاگرد لنگڑا ہے۔ شاگرد نے کہا: **مالنا نوجرو یاثمون**

حضرت! جو لوگ مذاق اڑاتے ہیں۔ ان کو مذاق اڑانے دیں۔ اس لئے کہ اس مذاق اڑانے کے نتیجے میں ہمیں ثواب ملتا ہے اور ان کو گناہ ہوتا ہے۔ اس میں ہمارا تو کوئی نقصان نہیں بلکہ فائدہ ہے۔ حضرت امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ:

نسلم ویسلمون خیراً من ان نوجرو یاثمون

ارے بھائی! وہ بھی گناہ سے بچ جائیں اور ہم بھی گناہ سے بچ جائیں۔ یہ بہتر ہے اس سے کہ ہمیں ثواب ملے اور ان کو گناہ ہو۔ میرے ساتھ جانا کوئی فرض و واجب تو ہے نہیں۔ اور نہ جانے میں کوئی نقصان بھی نہیں۔ البتہ فائدہ یہ ہے کہ لوگ اس گناہ سے بچ جائیں گے۔ اس لئے آئندہ میرے ساتھ بازار مت جایا کرو۔

یہ ہے دین کی فہم اب بظاہر تو شاگرد کی بات صحیح معلوم ہو رہی تھی کہ اگر لوگ مذاق اڑاتے ہیں تو اڑایا کریں لیکن جس شخص کی مخلوق خدا پر شفقت کی نگاہ ہوتی ہے وہ مخلوق کی غلطیوں پر اتنی نظر نہیں ڈالتا بلکہ وہ یہ سوچتا ہے کہ جتنا ہو سکے میں مخلوق کو گناہ سے بچالو۔ یہ بہتر ہے اس لئے انہوں نے بازار جانا چھوڑ دیا۔ بہر حال جس جگہ کا یہ اندیشہ ہو کہ لوگ اور زیادہ ڈھٹائی کا مظاہرہ کریں گے تو اس صورت میں کچھ نہ کہنا بہتر ہوتا ہے (اصلاحی خطبات ج ۸)

خدائی حکمت کا عجیب واقعہ

حضرت شیخ ابو عبداللہ مشہور شیخ المشائخ اندلس کے اکابر اولیاء اللہ میں ہیں ہزاروں خانقاہیں ان کے دم سے آباد ہزاروں مدارس ان کے فیض سے جاری ہزاروں شاگرد ہزاروں مریدین آپ کے مریدین کی تعداد بارہ ہزار تک بتائی جاتی ہے۔ ایک دفعہ بارادۂ سفر تشریف

لے گئے ہزاروں مشائخ وعلماء ہمرکاب ہیں جن میں حضرت جنید بغدادیؒ حضرت شبلیؒ بھی ہیں ۔حضرت شبلیؒ کا بیان ہے کہ ہمارا قافلہ نہایت ہی خیرات وبرکات کے ساتھ چل رہا تھا کہ عیسائیوں کی ایک بستی پر گزر ہوا۔نماز کا وقت تنگ ہو رہا تھا بستی میں پانی نہ ملا۔بستی سے باہر ایک کنوئیں پر چند لڑکیاں پانی بھر رہی تھیں حضرت شیخ کی نگاہ ایک لڑکی پر پڑی۔حضرت کی نگاہ اس پر پڑتے ہی تغیر ہونے لگا۔حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ شیخ اس کی گفتگو کے بعد سر جھکا کر بیٹھ گئے۔تین دن کامل گزر گئے کہ نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں نہ کسی سے بات کرتے ہیں۔حضرت شبلیؒ کہتے ہیں کہ سب خدام پریشان حال تھے۔تیسرے دن میں نے جرأت کر کے عرض کیا یا شیخ! آپ کے ہزاروں مریدین آپ کی اس حالت سے پریشان ہیں۔شیخ نے ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا''میرے عزیزو! میں اپنی حالت تم سے کب تک چھپاؤں۔پرسوں میں نے جس لڑکی کو دیکھا ہے اس کی محبت مجھ پر اتنی غالب آچکی ہے کہ تمام اعضاء وجوارح پر اسی کا تسلط ہے۔اب کسی طرح ممکن نہیں کہ اس سرزمین کو میں چھوڑ دوں۔''

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ''اے میرے سردار! آپ اہل عراق کے پیر ومرشد علم وفضل زہد وعبادت میں شہرۂ آفاق ہیں۔آپ کے مریدین کی تعداد بارہ ہزار سے متجاوز ہو چکی ہے۔بطفیل قرآن عزیز ہمیں اور ان سب کو رسوا نہ کیجئے''

شیخ نے فرمایا''میرے عزیز! میرا تمہارا نصیب تقدیر خداوندی ہو چکی ہے مجھ سے ولایت کا لباس سلب کر لیا گیا ہے اور ہدایت کی علامات اٹھالی گئیں''یہ کہہ کر رونا شروع کیا اور کہا''اے میری قوم! قضا وقدر نافذ ہو چکی ہے اب کام میرے بس کا نہیں''

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس عجیب واقعہ پر سخت تعجب ہوا اور حسرت سے رونا شروع کیا شیخ بھی ہمارے ساتھ رو رہے تھے۔یہاں تک کہ زمین آنسوؤں سے امنڈ آنے والے سیلاب سے تر ہوگئی۔اس کے بعد ہم مجبور ہو کر اپنے وطن بغداد کی طرف لوٹے جب ہم نے واپس آ کر یہ واقعات سنائے تو شیخ کے مریدین میں کہرام مچ گیا۔چند آدمی تو اسی وقت غم وحسرت میں عالم آخرت کو سدھار گئے اور باقی لوگ گڑگڑا کر خدائے بے نیاز کی بارگاہ میں دعائیں کرنے لگے کہ اے مقلب القلوب شیخ کو

ہدایت کر اور پھر اپنے مرتبہ پر لوٹا دے۔اس کے بعد تمام خانقاہیں بند ہو گئیں اور ہم ایک سال تک اسی حسرت وافسوس میں شیخ کے فراق میں لوٹتے رہے۔ایک سال کے بعد جب مریدوں نے ارادہ کیا کہ چل کر شیخ کی خبر لیں کہ کس حال میں ہیں تو ہماری ایک جماعت نے سفر کیا۔اس گاؤں میں پہنچ کر لوگوں سے شیخ کا حال دریافت کیا تو گاؤں والوں نے بتایا کہ وہ جنگل میں سؤر چرا رہا ہے۔ہم نے کہا خدا کی پناہ یہ کیا ہوا؟

گاؤں والوں نے بتایا کہ اس نے سردار کی لڑکی سے منگنی کی تھی۔اس کے باپ نے اس شرط پر منظور کر لیا اور وہ جنگل میں سؤر چرانے کی خدمت پر مامور ہے۔ہم یہ سن کر ششدر رہ گئے اور غم سے کلیجے پھٹنے لگے۔آنکھوں سے بے ساختہ آنسوؤں کا طوفان امڈنے لگا۔ بمشکل دل تھام کر اس جنگل میں پہنچے جس میں وہ سؤر چرا رہے تھے۔دیکھا تو شیخ کے سر پر نصاریٰ کی ٹوپی اور کمر میں زنار بندھا ہوا ہے اور اس عصا پر ٹیک لگائے ہوئے خنزیروں کے سامنے کھڑے ہیں جس سے وعظ اور خطبہ کے وقت سہارا لیا کرتے تھے جس نے ہمارے زخموں پر نمک پاشی کا کام کیا شیخ نے ہمیں اپنی طرف آتے دیکھ کر سر جھکا لیا۔ہم نے قریب پہنچ کر السلام علیکم کہا۔شیخ نے کسی قدر دبی آواز سے وعلیکم السلام کہا۔حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ ''اے شیخ! اس علم وفضل اور حدیث وتفسیر کے ہوئے آج تمہارا کیا حال ہے''؟

شیخ نے فرمایا ''میرے بھائیو! میں اپنے اختیار میں نہیں۔میرے مولیٰ نے مجھے جیسا چاہا ویسا کر دیا اور اس قدر مقرب بنانے کے بعد جب چاہا کہ مجھے اپنے دروازہ سے دور پھینک دے تو پھر اس کی قضا کو کون ٹالنے والا ہے۔اے عزیزو! خدائے بے نیاز کے قہر وغضب سے ڈرو۔اپنے علم وفضل پر مغرور نہ ہو'' اس کے بعد آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کہا کہ ''اے میرے مولیٰ! میرا گمان تو تیرے بارے میں ایسا نہ تھا کہ تو مجھ کو ذلیل و خوار کر کے اپنے دروازہ سے نکال دے گا۔'' یہ کہہ کر خدا تعالیٰ سے استغاثہ کرنا اور رونا شروع کر دیا اور فرمایا ''اے شبلی! اپنے غیر کو دیکھ کر عبرت حاصل کر''۔

شبلی نے روتے ہوئے عرض کیا ''اے ہمارے پروردگار! ہم تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں اور تجھ ہی سے استغاثہ کرتے ہیں اور ہر کام میں ہم کو تیرا ہی بھروسہ ہے ہم سے

یہ مصیبت دور کر دے کہ تیرے سوا کوئی دفعہ کرنے والا نہیں"

خنزیران کا رونا اوران کی دردناک آواز سنتے ہی ان کے پاس جمع ہو گئے اور انہوں نے بھی رونا اور چلانا شروع کر دیا۔ادھر شیخ بھی زار زار رو رہے تھے۔حضرت شبلی نے عرض کیا کہ "شیخ! آپ حافظ قرآن تھے اور قرآن کو ساتوں قرأتوں سے پڑھا کرتے تھے اب بھی کوئی اس کی آیت یاد ہے"؟

شیخ نے کہا "اے عزیز! مجھے قران میں دو آیت کے سوا کچھ یاد نہیں رہا ایک تو یہ ہے:

"وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ۔ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ "

(جس کو اللہ ذلیل کرتا ہے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں۔ بیشک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے)

اور دوسری یہ ہے: "وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ"

(جس نے ایمان کے بدلہ میں کفر اختیار کیا۔ تحقیق وہ سیدھے راستہ سے گمراہ ہو گیا)

حضرت شبلی نے عرض کیا اے شیخ! آپ کو تیس ہزار حدیثیں مع اسناد کے برزبان یاد تھیں اب ان میں سے بھی کوئی یاد ہے۔؟

شیخ نے کہا "صرف ایک حدیث یاد ہے یعنی من بدل دينه فاقتلوه (جو شخص اپنا دین بدل ڈالے اس کو قتل کر ڈالو)

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہم نے یہ حال دیکھ کر شیخ کو وہیں چھوڑ کر بغداد کا قصد کیا ابھی تین منزل طے کرنے پائے تھے کہ تیسرے روز اچانک شیخ کو اپنے آگے دیکھا کہ ایک نہر سے غسل کر کے نکل رہے ہیں اور باآواز بلند شہادتیں اَشهد ان لا اله الاالله واشهد ان محمدا رسول الله پڑھتے جاتے ہیں۔اس وقت ہماری مسرت کا اندازہ وہی شخص کر سکتا ہے جس کو اس سے پہلے ہماری مصیبت کا اندازہ ہو۔بعد میں شیخ سے ہم نے پوچھا کہ کیا آپ کے اس ابتلا کا کوئی سبب تھا تو شیخ نے فرمایا "ہاں جب ہم گاؤں میں اترے اور بت خانوں اور گرجا گھروں پر ہمارا گذر ہوا۔آتش پرستوں اور صلیب پرستوں کو غیر اللہ کی عبادت میں مشغول دیکھ کر میرے دل میں تکبر اور بڑائی پیدا ہوئی کہ ہم مومن موحد ہیں اور یہ کمبخت کیسے جاہل واحمق ہیں کہ بے حس و بے شعور چیزوں کی پرستش کرتے ہیں مجھے

اسی وقت ایک غیبی آواز دی گئی کہ یہ ایمان وتوحید کچھ تمہارا ذاتی کمال نہیں کہ سب کچھ ہماری توفیق سے ہے کیا تم اپنے ایمان کو اپنے اختیار میں سمجھتے ہو؟

اور اگر تم چاہو تو ہم تمہیں ابھی بتلا دیں اور مجھے اسی وقت یہ احساس ہوا کہ گویا ایک پرندہ میرے قلب سے نکل کر اڑ گیا جو درحقیقت ایمان تھا''۔

بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ جب شیخ بحال ہو کر اپنی خانقاہ میں چلے گئے اور پھر اصلاح امت کی خدمت میں لگ گئے تو وہ عیسائی کی لڑکی کہتی تھی کہ ہمارے شیخ کہاں گئے وہ ان کی جدائی میں بے چین تھی اور تلاش کرتی تھی۔ اس کو ایک شخص ملا اور کہا کہ تم اس قدر بے چین کیوں ہو اس نے اپنا واقعہ سنایا انہوں نے کہا کہ آنکھ بند کرو اس نے آنکھ بند کر لی پھر کہا کہ اب آنکھ کھولو تو اس لڑکی نے دیکھا کہ شیخ کی خانقاہ سامنے ہے اور وہ اس میں تشریف فرما ہیں لڑکی ان کی خدمت میں حاضر ہوئی حضرت شیخ عبداللہ اندلسیؒ نے فرمایا کہ اب مجھے شادی کی ضرورت نہیں ہے لڑکی نے کہا کہ میں مسلمان ہو رہی ہوں اور آپ کے پاس رہ کر اسلام کی تعلیم کے مطابق زندگی گزاروں گی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے منظور فرمالیا۔ وہ لڑکی دن رات عبادت اور ذکر میں مصروف رہتی تھی اور ولیہ بن گئی اور چند سال کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی نماز جنازہ پڑھا کر دفن کرا دیا۔

اللہ تعالیٰ اس طرح اپنے مخلصین بندوں کی مدد فرماتے ہیں اور تنبیہ کے طور پر کسی کوتاہی اور بھول پر سزا بھی دیتے ہیں اسی لئے اولیاء اللہ چھوٹی چھوٹی خطاؤں کو اور غلطیوں کو بھی گناہ کبیرہ کہتے ہیں کیونکہ بعض مرتبہ چھوٹی غلطی بھی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بن جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ سے بھی غلطی ہو جاتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عام لوگوں سے بڑے بڑے گناہ سرزد ہوتے رہتے ہیں مگر ان کی کوئی پکڑ نہیں ہوتی اور مقربین کی چھوٹی چھوٹی غلطیوں کی پکڑ ہو جاتی ہے مگر وہ حضرات چھوٹی سی غلطی پر اس قدر نادم ہو کر روتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا غضب ان کے رحم وکرم سے بدل جاتا ہے۔ باری توبہ کرنے والے اور معافی مانگنے والے اپنے اولیاء کی توبہ کو قبول فرما کر ان کے مقام کو پہلے سے بہت زیادہ بلند فرما دیتے ہیں جیسا کہ حضرت شیخ ابو عبداللہ اندلسی رحمۃ اللہ علیہ کے

واقعہ کو آپ لوگوں نے سنا۔ اگر بندہ اپنی غلطی پر نادم ہو کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا رہے تو وہ رحیم وکریم ہیں بڑے بڑے گناہوں کو معاف فرما کر ان کی جگہ پر حسنات شامل فرما دیتے ہیں اسلئے تمام بندگان خداوندی کو اپنی زندگی کے ہر لمحہ کی قدر کرنی چاہئے اور باری تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرنا چاہئے (مجالس حکیم الاسلام جلد دوم)

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی عجیب نصیحت

سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے اپنے ایک خلیفہ کو خلافت عنایت فرمائی ان خلیفہ نے رخصت کے وقت عرض کیا کہ حضرت کچھ نصیحت فرمایئے تا کہ میں اس نصیحت پر کاربند رہوں حضرت نے دو باتوں کی نصیحت فرمائی اور فرمایا کہ نہ تو نبوت کا دعویٰ کرنا اور نہ خدائی کا دعویٰ کرنا خلیفہ یہ سن کر حیران و پریشان ہوئے کہ حضرت آپ کا خادم غلام برسوں آپ کی صحبت میں رہا کیا مجھ سے یہ ممکن ہے کہ میں خدائی کا دعویٰ کروں جو نبی کے غلاموں کا غلام ہو وہ کب نبوت کا دعویٰ کرے گا۔

تو حضرت نے یہ کیسی نصیحت فرمائی نصیحت فرماتے کہ بھائی عبادت میں ثابت قدم رہنا اخلاق کی حفاظت کرنا۔ مخلوق کی اصلاح کرنا اور یہ کہ خدائی کا دعویٰ نہ کرنا۔ نبوت کا دعویٰ مت کرنا یہ تو ہم لوگوں سے ممکن ہی نہیں۔ اس نصیحت سے کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آئی فرمایا کہ اس کے معنی سمجھ لو پھر بات سمجھ میں آ جائے گی۔

فرمایا کہ خدا کی ذات وہ ہے کہ جو کہہ دے وہ اٹل ہو اگر وہ چاہے کہ زمین بنے تو زمین بن کر رہے۔ یہ ناممکن ہے کہ نہ بنے ارادۂ خداوندی پر مراد کا مرتب ہونا قطعی اور لازمی ہے یہ ناممکن ہے کہ حق تعالیٰ ارادہ فرمائیں اور وہ پورا نہ ہو وہ تو قادر مطلق ہے تو اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے کہ جو وہ ارادہ کرے اور کہہ دے وہ اٹل ہو ٹلنے والی چیز نہ ہو۔

اور دعویٰ نبوت کے معنی یہ ہیں کہ نبی کی شان یہ ہے کہ جو وہ فرما دے وہ حق ہو۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ نبی کی زبان سے کوئی ناحق چیز نکلے جو نبی فرمائیں گے وہ حق ہوگا اور جو کر کے دکھائیں گے وہ بھی حق ہوگا۔ ناحق کا وجود نبی کے ساتھ ممکن نہیں ہے نبی جو کہے گا وہ حق ہوگا اور اس کے خلاف باطل ہوگا نبی کی جانب خلاف کبھی حق نہیں ہو سکتی۔ اگر تم نے یہ کہا کہ جو

میں کہہ رہا ہوں وہی حق ہے اور میری رائے اتنی حق ہے کہ کوئی دوسرا سامنے نہیں آ سکتا تو یہ در پردہ نبوت کا دعویٰ ہوگا۔ میں تم کو اسی کی نصیحت کرتا ہوں کہ یہ دعویٰ نہ کرنا نبوت کا دعویٰ کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ تم یوں کہو کہ میں نبی ہوں بلکہ اپنے اندر خاص وہ شان پیدا کر کے جو نبی کے اندر ہوتی ہے یوں کہا کہ جو میں کہہ رہا ہوں وہی حق ہے اس کے خلاف سب باطل ہے اس چیز کا مدعی بننا در پردہ نبوت کا دعویٰ ہے اور جو یوں کہے کہ جو میں نے ارادہ کرلیا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے مخلوق کٹ جائے۔ خون بہہ جائے مگر یہ ہو۔ یہ در پردہ خدائی کا دعویٰ ہے۔ یہ خدا کا کام ہے کہ جو وہ ارادہ فرمائے وہ اٹل ہو تو میں نے جو یہ کہا ہے کہ خدائی کا دعویٰ نہ کرنا اس کا یہ مطلب ہے کہ اپنے ارادے کو یوں مت سمجھنا کہ یہ اٹل ہے اور ہونا ہی چاہئے اور اس کے خلاف ممکن نہیں حالانکہ ہر چیز میں تمہارا اخلاف ممکن ہے یہ تو ہوا دعویٰ خدائی کا حاصل اور دعویٰ نبوت کا حاصل کہ جو تمہاری زبان سے نکل جائے اس پر جمے رہو گویا کہ اس کے خلاف باطل ہے حالانکہ یہ ناممکن ہے وہ خدا کا مقام ہے اور یہ نبی کا مقام ہے تو حضرت شیخ نے بڑے بلیغ پیرائے میں نصیحت فرمائی۔ ظاہر میں تو بڑی وحشت ناک نصیحت تھی کہ خدائی کا دعویٰ نہ کرنا نبوت کا دعویٰ مت کرنا مگر جب معنی بیان کئے خدائی اور نبوت کے تو سمجھ میں آ گیا۔ معلوم ہوا کہ بہت سے آدمی در پردہ خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں اور بہت سے لوگ جو جمود کرتے ہیں کہ وہی صحیح ہے جو ہم کہہ رہے ہیں وہ در پردہ نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں اپنی رائے اور فکر کے بارے میں یہ کہیں کہ یہی حق ہے یہ نہیں ہونا چاہئے (خطبات طیب)

قاضی بَکَّار بِن قُتَیْبَہ رحمہ اللہ کی حکمت و نصیحت

قاضی بکار بن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ یہ بڑے درجے کے محدثین میں سے بھی ہیں۔ دینی مدارس میں حدیث کی کتاب ''طحاوی شریف'' پڑھائی جاتی ہے اس کے مصنف امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ ان کے استاد ہیں۔ ان کے زمانے میں جو بادشاہ تھا وہ ان پر مہربان ہوگیا اور ایسا مہربان ہوگیا کہ ہر معاملے میں ان سے صلاح اور مشورہ ہو رہا ہے۔ ہر معاملے میں ان کو بلایا جا رہا ہے۔ ہر دعوت میں ان کو بلایا جا رہا ہے حتیٰ کہ ان کو پورے ملک کا قاضی بنا دیا اور اب

سارے فیصلے ان کے پاس آ رہے ہیں۔ دن رات بادشاہ کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہے جو سفارش کرتے ہیں بادشاہ ان کی سفارش کو قبول کر لیتا ہے۔ ایک عرصہ دراز تک یہ سلسلہ جاری رہا ۔ یہ اپنا قضا کا کام بھی کرتے رہے اور جو مناسب مشورہ ہوتا وہ بادشاہ کو دے دیا کرتے تھے۔

چونکہ وہ تو عالم اور قاضی تھے۔ بادشاہ کے غلام تو نہیں تھے تو ایک مرتبہ بادشاہ نے غلط کام کر دیا۔ قاضی صاحب نے فتویٰ دے دیا کہ بادشاہ کا یہ کام غلط ہے اور درست نہیں ہے اور یہ کام شریعت کے خلاف ہے۔ اب بادشاہ سلامت ناراض ہو گئے کہ ہم اتنے عرصے تک ان کو کھلاتے پلاتے رہے۔ ان کو ہدیے تحفے دیتے رہے اور ان کی سفارش قبول کرتے رہے اور اب انہوں نے ہمارے خلاف ہی فتویٰ دے دیا۔ چنانچہ فوراً ان کو قاضی کے عہدے سے معزول کر دیا۔ یہ دنیاوی بادشاہ بڑے تنگ ظرف ہوتے ہیں۔ دیکھنے میں بڑے سخی نظر آتے ہیں لیکن کم ظرف ہوتے ہیں تو صرف یہ نہیں کیا کہ ان کو قضا کے عہدے سے معزول کر دیا بلکہ ان کے پاس اپنا قاصد بھیجا کہ جا کر ان سے کہو کہ ہم نے آج تک تمہیں جتنے ہدیے تحفے دیئے ہیں وہ سب واپس کرو۔ اس لئے کہ اب تم نے ہماری مرضی کے خلاف کام شروع کر دیا ہے۔ اب آپ اندازہ کریں کہ کئی سالوں کے وہ ہدایا کبھی کچھ دیا ہوگا کبھی کچھ بھیجا ہوگا لیکن جب بادشاہ کا وہ آدمی آیا تو آپ اس آدمی کو اپنے گھر کے اندر ایک کمرے میں لے گئے اور ایک الماری کا تالہ کھولا تو وہ پوری الماری تھیلیوں سے بھری ہوئی تھی۔ آپ نے اس قاصد سے کہا کہ تمہارے بادشاہ کے پاس سے جو تحفے کی تھیلیاں آتی تھیں وہ سب اس الماری کے اندر رکھی ہوئی ہیں اور ان تھیلیوں پر جو مہر لگی تھی وہ مہر بھی ابھی تک نہیں ٹوٹی۔ یہ ساری تھیلیاں اٹھا کر لے جاؤ۔ اس لئے کہ جس دن بادشاہ سے تعلق قائم ہوا۔ الحمدللہ اسی دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ذہن میں تھا کہ "**احبب حبیبک ھونا ما عسیٰ ان یکون بغیضک یوما ما**" اور مجھے اندازہ تھا کہ شاید کوئی وقت ایسا آئے گا کہ مجھے یہ سارے تحفے واپس کرنے پڑیں گے۔ الحمدللہ بادشاہ کے دیئے ہوئے ہدیے اور تحفوں میں سے ایک ذرہ بھی آج تک اپنے استعمال میں نہیں لایا۔ یہ ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کا صحیح نمونہ یہ نہیں کہ جب دوستی ہوگئی تو اب ہر طرح کا فائدہ اٹھایا جا رہا ہے اور جب دشمنی ہوئی تو اب پریشانی اور شرمندگی ہو رہی ہے (اصلاحی خطبات ج ۱۰)

حضرت سعید بن جُبیر رحمہ اللہ کی جرأت مندانہ نصیحت

حجاج بن یوسف ثقفی حکومت کے انتظام میں بہت سخت تھا اگر حکومت کی مصلحت میں ہوتا تو وہ کسی کا خون بہانے میں بھی گریز نہیں کرتا تھا۔ کوفہ میں ابن اشعث نے اس کے خلاف علم بغاوت بلند کیا کوفہ کے لوگ جو حجاج کی سختی سے عاجز تھے وہ ابن اشعث کے ساتھ ہو گئے۔ اکثر علماء اور محدثین بھی اس کے ساتھ ہو گئے۔ کئی مہینے کی جنگ کے بعد ابن اشعث کو شکست فاش ہوئی اس کے اکثر ساتھی گرفتار ہوئے۔

ابن اشعث کے نمایاں مددگاروں میں مشہور تابعی بزرگ محدث سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے دوسرے لوگوں کے ساتھ یہ بھی گرفتار ہو کر شعبان ۹۵ھ ۱۴ءء میں حجاج بن یوسف کے سامنے پیش کئے گئے۔ حجاج بن یوسف کو ان پر بہت غصہ تھا اس لئے وہ یہ ارادہ کئے بیٹھا تھا کہ اگر ابن جبیرؒ نے معافی نہ مانگی تو ان کو ضرور قتل کرا دے گا۔ اس نے ان سے بہت سے الٹے سیدھے سوالات کئے لیکن حضرت سعیدؒ بن جبیر نے اس کے ہر سوال کا جواب نہایت بے باکی اور بے خوفی سے دیا۔

اس نے پوچھا: ''تمہارا نام کیا ہے''؟ انہوں نے جواب دیا: ''سعید بن جبیر''

حجاج نے کہا: ''نہیں بلکہ تم اس کے برعکس شقی بن کسیر ہو۔''

انہوں نے نہایت اطمینان سے جواب دیا: ''میری ماں سے زیادہ میرے نام کا علم تم کو نہیں ہو سکتا انہوں نے میرا یہی نام (سعیدؒ بن جبیر) رکھا تھا۔

اس نے کہا ''تمہاری ماں بھی بدبخت تھی اور تم بھی بدبخت ہو۔''

انہوں نے جواب دیا ''غیب کا علم دوسری ذات (اللہ تعالیٰ) کو ہے۔''

حجاج نے غصہ میں بھر کر کہا ''میں تمہاری دنیا کو دہکتی ہوئی آگ میں بدل دوں گا۔''

''اگر مجھے یقین ہوتا کہ یہ تمہارے اختیار میں ہے تو میں تم کو اپنا معبود بنا لیتا۔''

حضرت سعیدؒ نے حجاج پر تیکھا وار کیا۔ حجاج نے بات کا رخ بدلتے ہوئے کہا:

''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے''

انہوں نے جواب دیا ''وہ امام الہدیٰ اور نبی رحمتؐ تھے۔''

حجاج نے پوچھا: ''علی اور عثمان (رضی اللہ عنہما) کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے وہ جنت میں ہیں یا دوزخ میں''؟

حضرت ابن جبیرؒ نے فرمایا ''اگر میں وہاں گیا ہوتا اور وہاں کے رہنے والوں کو دیکھا ہوتا تو بتا سکتا تھا مجھے کوئی غیب کا علم نہیں کہ بغیر دیکھے بتا سکوں۔''

''خلفاء کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے''؟

''میں ان کا وکیل نہیں ہوں۔'' ابن جبیرؒ نے طنزیہ کہا۔

''ان میں تم کس کو زیادہ پسند کرتے ہو''؟ اس نے اگلا سوال کیا۔

''جو میرے خالق کے نزدیک زیادہ پسندیدہ تھا'' حضرت سعیدؒ بن جبیر نے جواب دیا

''خالق کے نزدیک کون زیادہ پسندیدہ تھا''؟

ابن جبیر رحمہ اللہ نے فرمایا ''اس بات کا علم اس ذات کو ہے جو تمام بھیدوں اور ان کی پوشیدہ باتوں کو جانتی ہے'' ''خلیفہ عبدالمالک بن مروان کی بابت تمہاری کیا رائے ہے''؟

حجاج نے ایسا سوال کیا جس سے ان کو بنو مروان کے خلاف ثابت کر سکے۔

''تم ایسے شخص کے متعلق پوچھتے ہو جس کے گناہوں میں سے ایک گناہ تمہارا وجود ہے''

حضرت سعیدؒ نے متانت سے جواب دیا۔

''تم ہنستے کیوں نہیں''؟ حجاج نے ان کی سنجیدگی کو دیکھ کر پوچھا۔

''جو شخص مٹی سے پیدا کیا گیا ہو وہ مٹی جسکو آگ کھا جاتی ہے اس شخص کیلئے ہنسنے کا کیا موقع ہے''

''اچھا تو پھر ہم لوگ تفریحی مشاغل میں کیوں ہنستے ہیں''؟

''سب کے دل ایک جیسے نہیں ہوتے''

''کیا تم نے کبھی تفریحی سامان دیکھا بھی ہے ابھی ہم تم کو عود اور بانسری سنواتے ہیں''

یہ کہہ کر حجاج نے عود اور بانسری بجانے کا حکم دیا۔ اس کا نغمہ سن کر حضرت سعید رحمہ اللہ بن جبیر رونے لگے۔ ان کو روتے دیکھ کر حجاج نے کہا: ''تم روتے کیوں ہو؟ موسیقی تو ایک تفریحی چیز ہے۔'' ''نہیں وہ تفریحی چیز نہیں بلکہ نالہ غم ہے۔ بانسری کی پھونک نے مجھے وہ دن یاد دلا دیا جس دن صور پھونکا جائے گا یعنی قیامت

ہو گی اور عود پر یہ حسرت ہے کہ وہ کاٹے ہوئے درخت کی لکڑی ہے کہیں اس نور ... نہ کاٹا گیا ہو۔'' حضرت سعیدؒ نے اپنے رونے کی وجہ بتائی۔

یہ سن کر حجاج بولا ''ابو عبداللہ! تمہاری حالت افسوس کے قابل ہے''

''افسوس کے قابل تو صرف وہ شخص نہیں ہے جس کو آگ سے نجات دے کر جنت میں داخل کیا گیا ہو۔'' حضرت ابن جبیرؒ نے فرمایا۔

''ابو عبداللہ! کیا میں نے تم کو کوفہ کا امام نہیں بنایا تھا''۔ حجاج پھر اصلی موضوع کی طرف لوٹا

''بے شک بنایا تھا'' ابن جبیرؒ نے جواب دیا ''کیا میں نے تم کو عہدۂ قضا پر ممتاز نہیں کیا''؟

جب کوفہ والوں نے تمہاری مخالفت کی کہ تم عربی النسل نہیں ہو اور قاضی کو عربی النسل ہونا چاہئے میں نے ابو بردہ کو قاضی بنایا لیکن میں نے ان کو ہدایت کر دی کہ وہ بغیر تمہارے مشورے کے کوئی کام نہ کریں۔ کیا یہ صحیح نہیں ہے''؟

حجاج نے ان پر اپنا احسان جتایا۔ ''بے شک یہ صحیح ہے'' حضرت سعیدؒ نے جواب دیا۔

''کیا میں نے تم کو اپنا ندیم خاص نہیں بنایا حالانکہ اور سب عربی سردار تھے''؟

''ہاں یہ بھی درست ہے۔'' ''میں نے تم کو ایک لاکھ کی خطیر رقم حاجت مندوں کے لئے دی تھی پھر اس کا کوئی حساب نہیں مانگا کیا یہ صحیح نہیں ہے''؟

حجاج نے یاد دلایا ''ہاں یہ بھی سچ ہے'' ابن جبیرؒ نے تسلیم کیا۔

حجاج بن یوسف نے تمام سابقہ احسانات جتلا کر کہا

''پھر تم کو کس چیز نے میری مخالفت پر آمادہ کیا''؟

''میری گردن میں ابن اشعث کی بیعت کا طوق تھا میں اس بیعت کو نہیں توڑ سکتا تھا''

''تم کو ایک دشمن خدا کی بیعت کا اتنا پاس تھا اور امیر المومنین کی بیعت اور خدا تعالیٰ کا کوئی پاس نہیں تھا۔ خدا کی قسم میں تم کو قتل کر کے واصل جہنم کئے بغیر اس جگہ سے نہ ہٹوں گا بتاؤ کس طرح قتل کئے جانا پسند کرتے ہو'' حجاج نے کڑک کر کہا۔ حضرت سعیدؒ بن جبیر نے نہایت اطمینان سے جواب دیا ''خدا کی قسم جس طرح تم مجھے قتل کرو گے خدا تم کو اسی طرح قتل کرے گا''۔ ''کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم کو معاف کر دوں''؟

''اگر ایسا کرو گے تو یہ معافی اللہ کی طرف سے ہوگی تمہارا کوئی احسان نہ ہوگا''

''اگر تم مجھ سے معافی مانگ لو گے تو میں تم کو چھوڑ دوں گا'' حجاج نے نرم ہو کر کہا

''خدا کی قسم میں نے جو کچھ کہا ہے وہ حق اور برحق ہے۔ اس لئے میں ہرگز ہرگز تم سے معافی نہیں مانگوں گا۔ میں صرف اپنے رب سے معافی کا خواستگار ہوں۔''

حضرت سعیدؒ نے موت کی پرواہ کئے بغیر کہا۔

''پھر تو میں یقیناً تم کو قتل کردوں گا۔'' حجاج نے دھمکی دی۔

حضرت ابن جبیرؒ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے میرا ایک وقت مقرر کر دیا ہے اس مقررہ وقت تک پہنچنا ضروری ہے اس کے بعد اگر میرا وقت آ گیا ہے تو پھر وہ ایک فیصل شدہ بات ہے اس سے میں کسی حال میں بچ نہیں سکتا اور اگر عافیت مقدر ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔''

اس گفتگو کے بعد حجاج نے سمجھ لیا کہ ابن جبیرؒ نہ تو اس سے معافی مانگنے والے ہیں اور نہ اس سے ڈرنے والے ہیں چنانچہ جلاد کو حکم دیا کہ ان کو باہر لے جا کر قتل کر دے۔ ان کے قتل کا فیصلہ سن کر حاضرین میں سے ایک شخص رونے لگا۔ ابن جبیرؒ نے پوچھا ''تم روتے کیوں ہو''؟

اس نے کہا ''آپ کے قتل پر'' فرمایا: اس بات کے لئے رونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے یہ واقعہ تو اللہ تعالیٰ کے علم میں پہلے سے موجود تھا پھر یہ آیت تلاوت کی:

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا (حدید ۲۲)

''یعنی تم کو زمین میں اور اپنی جانوں میں جو مصیبتیں پہنچیں ان کو پیدا کرنے سے پہلے ہم نے لکھ رکھا ہے۔''

قتل گاہ میں جانے سے پہلے انہوں نے اپنے بیٹے کو دیکھنے کے لئے بلایا۔ وہ رونے لگے تو فرمایا ''اس میں رونے کی کیا بات ہے؟

ستاون سال سے زیادہ تمہارے باپ کی زندگی تھی ہی نہیں۔''

جب جلاد ان کو قتل گاہ کی طرف لے چلا تو وہ ہنستے ہوئے چلے۔

ان کے لبوں پر ہنسی دیکھ کر حجاج نے ان کو واپس بلا کر پوچھا ''ابن جبیر! تم قتل ہونے

جا رہے ہو۔ اس وقت ہنسی کا کیا موقع ہے''؟

فرمایا ''اے حجاج خداوند جبار و قہار کے مقابلہ میں تیری جرأت و سرکشی اور تیرے مقابلہ پر اللہ تعالیٰ کے حلم ونرمی کو دیکھ کر مجھے ہنسی آرہی ہے۔''

یہ تیکھا جملہ سن کر حجاج غصہ سے سرخ ہو گیا وہ غیض وغضب سے کانپنے لگا۔ اس نے جلاد سے کہا ''ان کی گردن یہیں میرے سامنے ماردی جائے''

جلاد نے قتل کا چمڑا بچھایا تو یہ اس پر نہایت اطمینان کے ساتھ قبلہ رخ کھڑے ہو گئے اور بلند آواز میں یہ آیت پڑھی: اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَاْ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (الانعام: ۷۹)

''میں نے یکسو ہو کر اپنا رخ اس ذات کی طرف کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔''

یہ آیت سن کر حجاج نے جلاد کو حکم دیا کہ ان کا رخ قبلہ سے الٹی طرف کو پھیر کر قتل کرے جب اس نے ان کا رخ پھیرا تو انہوں نے فرمایا ''اس میں کوئی حرج نہیں۔

اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ط (البقرہ)

''یعنی تم جدھر میرا منہ پھیرو گے ادھر ہی اللہ کی جہت ہوگی''۔

حجاج نے سخت لہجہ میں جلاد کو پکارا ''ان کو زمین پر اوندھا لٹا کر قتل کرو!''

حضرت سعیدؒ بن جبیر نے زمین پر سر رکھ کر پڑھا:

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰی

(اسی زمین میں سے ہم نے تم کو پیدا کیا اسی میں لوٹائینگے پھر اسی سے دوبارہ پیدا کرینگے)

پھر بلند آواز سے یہ دعا کی ''اے اللہ تو حجاج کو ایسے کردے کہ میرے بعد یہ کسی مومن کے قتل پر قادر نہ ہو سکے۔'' یہ الفاظ ان کے منہ سے نکلے اور جلاد کی تلوار کی چمک لوگوں کو دکھائی دی حضرت سعیدؒ بن جبیر کا سر تن سے جدا ہو گیا لیکن ان کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔

اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمداً عبده و رسوله

اس مرد حق گو کے خون سے حجاج کا دربار سرخ ہو گیا لیکن حجاج کو اس کے

بعد چند دن زندہ رہنا نصیب ہوا اور معدہ میں کیڑے پڑ جانے کی وجہ سے اس کا انتقال ہو گیا۔ (تابعین شاہ معین الدین احمد ندوی)

قاضی ایاس رحمہ اللہ کی حکمت وذہانت کے واقعات

قاضی ایاسؒ اپنی حکمت وذہانت اور زیرکی میں ضرب المثل ہیں، خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ آپ کو بصرہ کا قاضی مقرر کیا تھا آپ نے ۱۲۰ھ یا ۱۲۱ھ میں ۷۶ برس کی عمر میں وفات پائی۔ ان کی ذہانت کے بہت سے واقعات مشہور ہیں۔ جن میں سے چند یہ ہیں۔

1۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے آ کر ان سے کہا کہ میں نے کچھ مال فلاں کے پاس امانت رکھوایا تھا، اب مانگتا ہوں تو وہ مکر جاتا ہے، قاضی ایاسؒ نے مدعا علیہ کو بلوا کر پوچھا تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ اور کہا کہ مدعی نے میرے پاس کوئی امانت نہیں رکھوائی۔

اب قاضی صاحب نے مدعی سے کہا: ''تم نے یہ مال اسے کس جگہ سپرد کیا تھا۔''

''جنگل میں ایک جگہ!'' مدعی نے کہا۔ ''اس جگہ کی کوئی علامت ہے؟'' قاضی صاحب نے پوچھا۔

''جی ہاں! ایک درخت ہے، اس کے نیچے میں نے یہ امانت سپرد کی تھی۔'' مدعی نے کہا۔

''اچھا تو تم اس درخت کے نیچے جا کر دیکھو'' قاضی صاحب نے کہا ''ہو سکتا ہے کہ تم نے وہاں امانت رکھوانے کے بجائے مال دفن کیا ہو اور بھول گئے ہو۔''

مدعی چلا گیا اور قاضی صاحب نے مدعا علیہ سے کہا: ''اس کے آنے تک تم بیٹھے رہو۔''

اسکے بعد قاضی صاحب دوسرے مقدمات کے فیصلوں میں مصروف ہو گئے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد اچانک اسی مدعی علیہ سے پوچھا ''کیا خیال ہے؟ وہ شخص اس درخت کے پاس پہنچ گیا ہوگا؟''

''نہیں ابھی نہیں'' مدعا علیہ نے بیساختہ کہا۔

بس! قاضی صاحب نے وہیں چور پکڑ لیا ظاہر ہے کہ اس شخص کا درخت کو پہچاننا اور اسکے فاصلے کا اندازہ کرنا اس بات کی دلیل تھی کہ اس نے واقعۃً اس درخت کے نیچے مدعی سے کوئی معاملہ کیا تھا۔

اس کی خیانت کا راز فاش ہو گیا۔ اور پھر اسے خود جرم کا اعتراف کرتے ہی بن پڑی۔

اسی طرح ایک اور شخص نے آپ سے آ کر یہی شکایت کی کہ فلاں شخص میری امانت دبا کر بیٹھ گیا ہے، قاضی صاحب نے اس سے کہا کہ ''اب تم چلے جاؤ'' اور مدعا علیہ پر یہ ظاہر نہ ہونے دو کہ تم نے میرے پاس اس کی شکایت کی ہے۔ پھر دو روز بعد میرے پاس آنا۔''

وہ شخص چلا گیا تو قاضی ایاسؒ نے اس شخص کو بلا کر اس سے کہا: میرے پاس بہت سا مال آ گیا ہے، اگر تمہارا گھر محفوظ ہو تو وہ تمہارے یہاں رکھوا دیا جائے؟''

اس نے کہا: ''جی ہاں! میرا گھر بالکل محفوظ ہے۔''

''اچھا تو تم اس کے لئے جگہ وغیرہ بنا کر رکھو'' قاضی صاحب نے کہا۔

وہ شخص خوشی خوشی چلا گیا اس کے بعد مدعی حاضر ہوا تو قاضی صاحب نے اس سے کہا ''اب جا کر اپنے دوست سے اپنا مال طلب کرو اگر دے دے تو ٹھیک ہے اور اگر انکار کرے تو اس سے کہہ دو کہ میرا مال واپس کر دو ورنہ میں قاضی کو خبر کرتا ہوں۔''

مدعی یہ سن کر مدعا علیہ کے پاس پہنچا اور اس سے انہی الفاظ میں تقاضا کیا تو اس نے مال حوالے کر دیا۔

اس کے بعد مدعا علیہ قاضی صاحب کے پاس آیا تو قاضی صاحب نے اسے سخت سست کہہ کر رخصت کر دیا۔ (ابن القیمؒ)

2۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو بصرہ کا قاضی مقرر کیا، اور آپ کے باپ دادا ایاس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل تھی۔ اور ایاس کے والد معاویہ بن قرۃ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کا بیٹا آپ کے لئے کیسا ہے؟ آپ نے کہا، کیا ہی اچھا بیٹا ہے جس نے مجھے میرے دنیاوی امور میں کفایت کی ہے اور مجھے میری آخرت کے لئے فارغ کر دیا ہے۔ اور ایاس ایک عاقل، فاضل اور زیرک آدمی تھے، اور آپ کی زیرکی کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ایک جگہ پر تھے کہ وہاں ایک واقعہ ہوا، جس نے خوف پیدا کر دیا۔ وہاں تین عورتیں تھیں جنہیں آپ جانتے نہ تھے۔ آپ نے کہا، یہ حاملہ ہونی چاہیے۔ اور یہ مرضعہ اور یہ باکرہ، اس کی تحقیق کی گئی تو جیسے آپ نے سمجھا تھا ویسے ہی تھا، آپ سے دریافت کیا گیا آپ کو یہ بات کہاں سے حاصل ہوئی؟ آپ نے فرمایا، خوف کے وقت انسان اپنا ہاتھ اپنی سب سے پیاری چیز پر رکھتا ہے اور اس کے متعلق خوفزدہ ہوتا ہے۔ میں نے حاملہ کو دیکھا کہ اس نے اپنا ہاتھ پیٹ پر رکھا ہوا تھا۔ پس میں نے اس سے اس کے حمل پر استدلال کیا، اور میں نے مرضعہ کو اپنا ہاتھ اپنے پستانوں پر رکھے دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ مرضعہ ہے اور باکرہ نے اپنا ہاتھ اپنے فرج پر رکھا ہوا تھا مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ باکرہ ہے۔

3۔ ایاس بن معاویہ نے ایک یہودی کو کہتے سنا کہ مسلمان کس قدر احمق ہیں،

ان کا خیال ہے کہ اہل جنت کھانا کھائیں گے اور پاخانہ نہیں کریں گے، ایاس نے اس سے پوچھا، کیا سب جو تو کھاتا ہے اسے پاخانہ کر دیتا ہے؟ اس نے کہا نہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اسے غذا بنا دیتا ہے، آپ نے اسے کہا، تو اس بات سے کیوں انکار کرتا ہے کہ اہل جنت جو سب کھائیں گے، اللہ تعالیٰ اسے غذا بنا دے گا۔

4۔ ایک روز آپ نے زمین میں شگاف دیکھا تو فرمایا کہ اس شگاف میں جانور ہے۔ انہوں نے دیکھا تو اس میں جانور تھا۔ انہوں نے آپ سے اس کے متعلق پوچھا، تو آپ نے فرمایا کہ زمین صرف جانور یا پودے سے پھٹتی ہے۔

جاحظ نے بیان کیا ہے کہ جب انسان ہموار زمین میں پھٹی ہوئی جگہ دیکھے تو اسے غور سے دیکھے، پس اگر وہ اسے گرنے سے پھٹا دیکھے، اور اس کا پھٹنا برابر ہو تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ وہ کھمبی ہے۔ اور اگر پھٹنے اور حرکت میں خلط ملط ہو تو اسے فوراً معلوم ہو جائے گا کہ وہ جانور ہے۔

5۔ عمر بن عبدالعزیز اموی رحمہ اللہ نے اپنے دور خلافت میں اپنے نائب عراق عدی بن ارطاۃ کو لکھا کہ ایاس بن معاویہ اور قاسم بن ربیعہ کو اکٹھا کر، اور ان دونوں میں سے جو زیادہ جری اور تیز ہو، اسے بصرہ کا قاضی بنا دے، اس نے دونوں کو اکٹھا کیا، تو ایاس نے اس سے کہا، اے امیر، میرے اور قاسم کے متعلق فقیہان مصر حسن بصری اور محمد بن سیرین رحمہما اللہ سے دریافت کیجئے۔ قاسم ان دونوں کے پاس آتا تھا۔ اور ایاس ان کے پاس نہیں آتا تھا۔ قاسم کو معلوم ہو گیا کہ اگر اس نے ان دونوں سے پوچھا تو وہ دونوں اس کا تعارف کرائیں گے۔ اس نے امیر سے کہا، میرے اور اس کے بارے میں دریافت نہ کیجئے۔ اس خدا کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بلاشبہ ایاس بن معاویہ مجھ سے بڑے فقیہ اور قضاء کو زیادہ جاننے والے ہیں۔ اور اگر میں جھوٹا ہوں تو آپ کے لئے جائز نہیں کہ جھوٹے ہونے کی صورت میں آپ مجھے قاضی مقرر کریں۔ اور اگر میں سچا ہوں تو آپ کو میری بات قبول کر لینی چاہئے۔ اور ایاس نے اس سے کہا، تو نے ایک شخص کو لا کر جہنم کے کنارے کھڑا کر دیا ہے۔ اور اس نے جھوٹی قسم سے اپنے آپ کو بچا لیا ہے۔ وہ اس کے بارے میں اللہ سے استغفار کرے گا، اور جس سے ڈرتا ہے اس سے بچ جائے گا۔ (ابن خلکان)

6۔ قاضی ایاسؒ اپنی ذہانت اور زیرکی میں ضرب المثل تھے، ان کی ذہانت کے بہت سے واقعات ہیں: ایک مرتبہ ایک شخص نے آ کر ان سے کہا کہ میں نے کچھ مال فلاں شخص کے پاس امانت رکھوایا تھا، اب میں اس سے مانگتا ہوں تو وہ مر جاتا ہے، قاضی ایاسؒ نے اس

شخص کو بلایا اور اس سے حقیقت دریافت کی تو وہ صاف انکار کر گیا۔

اب قاضی نے مدعی سے کہا: تم نے یہ مال اسے کس جگہ سپرد کیا تھا؟ وہ کہنے لگا جنگل میں ایک درخت کے نیچے۔ قاضی نے کہا اچھا آپ اس درخت کے پاس جاؤ ہوسکتا ہے آپ نے وہاں امانت رکھوانے کے بجائے دفن کر دیا ہو۔

مدعی چلا گیا تو قاضی دوسرے مقدمات کے فیصلوں میں مصروف ہو گئے اور پھر اس شخص کا خیال آیا تو اس سے پوچھا: کیا مدعی اس درخت تک پہنچ گیا ہوگا۔

اس شخص نے جواب دیا نہیں ابھی نہیں پہنچا ہوگا۔ بس! قاضی ایاسؒ نے وہیں چور پکڑ لیا اور کہنے لگے کہ جب اس کے ساتھ آپ کا معاملہ ہی نہیں ہوا تو آپ اس درخت کو کیسے پہچانتے ہیں؟ اور آپ نے اندازہ کیسے لگا لیا؟ چنانچہ اس کی خیانت کا راز فاش ہو گیا اور پھر اسے خود جرم کا اعتراف کرنا پڑا۔ (الطرق الحکمیہ ص۲۲)

ایک درہم کے بدلے جنت

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ ایک بار کشتی میں سفر کر رہے تھے، انہوں نے دریا کے کنارے پر ایک آدمی کو چھینکنے کے بعد "الحمدللہ" کہتے ہوئے سنا، چھینکنے والا "الحمدللہ" کہے تو جواب میں "یرحمک اللہ" کہنا سنت بھی ہے اور مسلمان بھائی کا حق بھی۔

امام کی کشتی آگے نکل گئی، آپ نے ایک دوسری کشتی (چھوٹی کشتی) ایک درہم کے بدلے کرائے پر لی، چھینکنے والے کے پاس آئے اور انہیں "یرحمک اللہ" کہا۔ اس نے جواب میں "یھدیکم اللہ" (اللہ آپ کو ہدایت دے) کہا، امام واپس اپنی کشتی پر آگئے، ساتھیوں نے ان سے ایسا کرنے کی وجہ پوچھی تو فرمانے لگے:

"مجھے خیال ہوا کہ ہوسکتا ہے، اس آدمی کی دعائیں قبول ہوتی ہوں۔ میرے "یرحمک اللہ" کہنے کے جواب میں وہ "یھدیکم اللہ" کہے گا تو بہت ممکن ہے، اس کی یہ دعا میرے حق میں قبول ہو جائے، اس لیے میں کشتی لے کر اس کے پاس گیا۔"

رات کے وقت ایک غیبی آواز گونجی:

"کشتی والو! ابوداؤد نے ایک درہم کے بدلے اللہ سے جنت خرید لی ہے۔"

ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ مشہور محدث ہیں، ان کی سنن ابی داؤد شریف صحاحِ ستہ میں شامل ہے۔

باب۳

خیرالقرون سے موجودہ دور کے اسلاف ومشائخ کے حکمت ونصیحت پر مبنی گراں قدر اقوال

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اقوال حکمت

پورا کرتا ہے نماز کو سجدہ سہو، پورا کرتا ہے روزہ کو صدقہ فطر، پورا کرتا ہے حج کو فدیہ اور پورا کرتا ہے ایمان کو جہاد۔

ہر چیز کے ثواب کا ایک اندازہ ہے اور ثواب صبر کا اندازہ نہیں کہ وہ بے انداز ہے۔

جس کا سرمایہ دنیا ہے اس کا دین کا نقصان زبانیں بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

گفتگو میں اختصار سے کام لو کلام اتنا ہی مفید ہے جتنا آسانی سے سنا جا سکے۔ طول کلامی گفتگو کا کچھ حصہ ذہنوں سے ضائع کر دیتی ہے۔

نوک زبان کو بار بار پکڑتے اور فرماتے ''اس نے مجھے بہت جگہ پھنسایا ہے۔'' بندے کے اندر جب کسی زینت دنیا سے عجب آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے دشمن رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس زینت سے جدا ہو جائے۔

کاش میں درخت ہوتا کہ اس کو کاٹ کر کھا لیتے یہ اس سے تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ پر خوف وحزن بغایت درجہ غالب تھا۔

جو اللہ تعالیٰ کے کاموں میں لگ جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے کاموں میں لگ جاتا ہے۔

شریف جب علم پڑھتا ہے تو متواضع ہو جاتا ہے اور وضیع جب پڑھتا ہے تو متکبر ہو جاتا ہے۔

جس پر نصیحت اثر نہ کرے وہ جانے کہ میرا دل ایمان سے خالی ہے۔

انسان ضعیف ہے تعجب ہے کہ وہ کیوں کر خدائے قوی کی نافرمانی کرتا ہے۔

موت سے محبت کرو تو زندگی عطا کی جائے گی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اقوال حکمت

مقدمات کا جلد تصفیہ کرنا چاہئے تاکہ دعویٰ کرنے والا دیر کے سبب کہیں اپنے دعویٰ سے مجبوراً دستبردار نہ ہو جائے۔ اگر میں ایسی حالت میں مرجاؤں کہ اپنی محنت اور سعی سے روزی کی تلاش کرتا ہوں۔ تو مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ خدا کی راہ میں نمازی ہو کر مروں۔ لوگوں کے ساتھ نیک خلق آدھی عقل ہے حسن سوال نصف علم ہے، اور حسن تدبیر نصف معیشت ہے۔

جب حلال وحرام جمع ہوں تو حرام غالب ہوتا ہے چاہے وہ تھوڑا سا ہی ہو۔

دوزخ سے بچو اگرچہ آدھے خرما ہی کی بدولت ہو۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو میٹھی بات ہی سہی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جس طرح ارحم امت تھے۔ اس طرح آپ رضی اللہ عنہ امر خدا تعالیٰ میں اشد تھے۔

رانڈوں اور یتیموں کے لئے آٹے کا تھیلا اپنی پشت پر لادتے۔ اگر کوئی کہتا کہ لاؤ ہم اٹھائیں۔ تو فرماتے قیامت کے دن میرے گناہ کون اٹھائے گا۔

نگینہ مہر پر یہ کندہ تھا۔ کفی بالموت واعظایا عمر

ترجمہ: اے عمر رضی اللہ عنہ نصیحت کیلئے موت ہی کافی ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اقوال حکمت

اے انسان! خدا تعالیٰ نے تجھے اپنے لئے پیدا کیا ہے اور تو دوسروں کا ہونا چاہتا ہے۔

تواضع کی کثرت نفاق کی نشانی اور عداوت کا پیش خیمہ ہے۔

جس نے دنیا کو جس قدر پہچانا، اسی قدر اس سے بے رغبت ہوا۔

باوجود نعمت وعافیت کے موجود ہونے کے زیادہ طلبی بھی شکوہ ہے۔

ایک پرہیزگار فقیہ، شیطان پر ہزار عابد سے بھاری ہے۔

زبان کی لغزش پاؤں کی لغزش سے بہت زیادہ خطرناک ہے۔

اگر آنکھیں روشن ہیں تو ہر روز، روز حشر ہے۔

اللہ تعالیٰ کو ہر وقت اپنے ساتھ سمجھنا افضل ترین عبادت ہے۔

حیا کے ساتھ تمام نیکیاں اور بے حیائی کے ساتھ تمام برائیاں وابستہ ہیں۔

حقیر سے حقیر پیشہ اختیار کرنا ہاتھ پھیلانے سے ہزار درجہ بہتر ہے۔

سخاوت پھل ہے مال کا۔ اعمال پھل ہیں علم کا۔ خوشنودی خدا تعالیٰ پھل ہے اخلاص کا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقوال حکمت

ادب بہترین کمالات اور خیرات افضل ترین عبادات سے ہے۔

عقل مند اپنے آپ کو پست کر کے بلندی حاصل کرتا ہے۔ اور نادان اپنے آپ کو بڑھا کر ذلت اٹھاتا ہے۔ ہوشیاری اس کا نام ہے کہ انسان اپنے تجربہ کو محفوظ رکھے اور اس کے مطابق کام کرے۔ تنگدستی جسے لوگ معیوب سمجھیں۔ اس مالداری سے اچھی ہے جس سے انسان گناہوں اور خرابی میں مبتلا ہو کر ذلیل و رسوا ہو۔

عقل مند اگر خاموش رہے تو قدرت الٰہی میں فکر کرتا ہے اور جب نگاہ اٹھا کر دیکھتا ہے تو عبرت حاصل کرتا ہے۔ میزان اعمال کو خیرات کے وزن سے بھاری کرو۔

اپنے دلوں سے دوستی کا حال پوچھو کیونکہ یہ ایسے گواہ ہیں۔ جو کسی سے رشوت نہیں لیتے۔

تیرے مال سے تیرا حصہ تو صرف اتنا ہے کہ جتنا تو نے آخرت کے لئے بھیج دیا اور جسے تو نے دنیا میں چھوڑ دیا، وہ تیرے وارثوں کا ہے۔ حیا کی غایت یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ سے حیا کرے۔ بخشش کا کمال یہ ہے کہ جو چیز کسی کو دینی ہو۔ جلدی سے اسے دے دی جائے انتظار میں نہ رکھا جائے۔

کہاوتیں اور مثالیں عقل مندوں اور عبرت حاصل کرنے والوں کے لئے بیان کی جاتی ہیں، نادانوں کو ان سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

جو شخص اپنے اقوال میں حیا ساتھ رکھتا ہے، وہ اپنے افعال میں بھی اس سے دور نہیں۔

جو شخص اپنا بھید محفوظ رکھنے سے عاجز ہوتا ہے، وہ دوسروں کا راز محفوظ رکھنے سے نہایت عاجز ہوگا۔ جو شخص کل کو اپنی موت کا دن سمجھتا ہے۔ موت کے آنے سے اسے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔

دشمن کے حسن سلوک پر بھروسہ مت کر۔ کیونکہ پانی کو آگ سے جتنا بھی گرم کیا جائے۔ پھر بھی وہ اس کے بجھانے کو کافی ہے۔

سچا آدمی سچائی کی بدولت اس مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے جسے جھوٹا آدمی مکروہ حیلہ سے نہیں پا سکتا۔
اصل بصیرت کے لئے ہر ایک نگاہ میں عبرت اور ہر ایک تجربے میں نصیحت ہے۔
سب سے بلیغ و مؤثر وعظ یہ ہے کہ انسان قبرستان دیکھ کر اس سے عبرت حاصل کرے۔ رحمت کے مستحق یہ تین اشخاص ہیں۔
عالم جس پر جاہل کا حکم چلے ۲۔ وہ شریف جس پر کمینہ حاکم ہو۔ ۳۔ وہ نیکوکار جس پر کوئی بدکار مسلط ہو۔ شریف عالم تواضع اختیار کرتا ہے اور جب کمینہ باعلم ہو جائے تو بڑائی کرنے لگتا ہے۔
نوٹ ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سات ہزار حکیمانہ اقوال پر مشتمل ان کی تالیف ''غرر الحکم و درر الکلم'' کا اردو ترجمہ بنام ''خزینہ علم و حکمت'' ادارہ سے شائع شدہ ہے جو حکمت و بصیرت کے اقوال پر مشتمل جدید انسائیکلوپیڈیا ہے۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے اقوال حکمت

توبہ کرنا آسان ہے اور گناہ چھوڑنا مشکل ہے۔
آدمی کی نیک بختی اس میں بھی ہے کہ اسکا دشمن عقلمند ہے۔
زیادہ شکم سیری اور فاقہ کشی دونوں مانع عبادت ہیں۔
بڑا زہد دنیا میں یہ ہے کہ لوگوں کی ملاقات سے کنارہ کش ہو جائے۔
قدرت انتقام رکھتے ہوئے غصہ کو پی جانا افضل ترین جہاد ہے۔
غذا سے جسم کو اور قناعت سے روح کو راحت پہنچتی ہے۔
سعید وہ ہے جس کا دل عالم ہو، اور بدن صابر اور موجود پر قانع رہے۔
دوسروں کے مال کا طمع نہ کرنا بھی داخل سخاوت ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے حکیمانہ اقوال

تیرے سب سے بڑے دشمن تیرے برے ہم نشین ہیں۔
جب تک تیرا اترانا اور غصہ کرنا باقی ہے، اپنے آپ کو اہل علم میں شمار نہ کر۔
وہ رزق کی فراخی جس پر شکر نہ ہو اور معاش کی تنگی جس پر صبر نہ ہو، فتنہ بن جاتی ہے۔

شروع کرنا تیرا کام ہے اور تکمیل کرنا خدا کا کام ہے۔

تنہا محفوظ ہے، اور ہر گناہ کی تکمیل ہر دو سے ہوتی ہے۔

غیر ضروری بات کا جواب دینے سے بھی زبان کو بند رکھ، چہ جائے کہ تو خود کوئی فضول بات کرے۔ دنیادار دنیا کے پیچھے دوڑ رہے ہیں اور دنیا اہل اللہ کے پیچھے۔

بدگمانی تمام فائدوں کو بند کر دیتی ہے۔

مستحق سائل خدا تعالیٰ کا ہدیہ ہے جو بندے کی طرف بھیجا جاتا ہے۔

خالق کا مقرب وہی ہے۔ جو مخلوق پر شفقت کرتا ہے۔

جس کا انجام موت ہے اس کے لئے کونسی خوشی ہے۔

اپنے دل کو صرف خدا کے لئے خالی رکھ دو اور اعضاء کے ساتھ بال بچوں کے لئے معاش میں مصروف رہ کر یہ بھی تعمیل حکم ہے۔

جہاں تک ہو سکے لقمہ کی اصلاح کر، بنیاد صالح کی یہی ہے۔

مکانوں کے بنانے میں عمر ختم کر رہا ہے بسیں گے اور دوسرے، حساب دے گا تو۔

یہ مفید نہیں کہ زبان تو ماہر ہو اور قلب نادان۔

جب ذکر قلب میں جگہ پکڑ لیتا ہے تو بندے کا اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا دائمی بن جاتا ہے اگرچہ زبان بندر ہے۔ موت سے پہلے یاد خدا میں عزت ہے۔ لوگوں کے کاٹنے کے وقت ہل چلانا بے سود ہے۔ جب عالم زاہد نہ ہو وہ اپنے زمانہ والوں پر عذاب ہے۔

قول بے عمل اور عمل بے اخلاص نا قابل قبول ہیں۔

اگر محبت دنیا کے سوا ہمارا اور کوئی بھی گناہ نہ ہو، تب بھی ہم مستحق دوزخ ہیں۔

حضرت فضیل رحمہ اللہ پر حکمت کی نصیحتیں

دین کی اصل عقل، عقل کی اصل علم، اور علم کی اصل صبر ہے۔

ایک شخص نے آپ سے عرض کی مجھے نصیحت فرمائیں۔ آپ نے پوچھا کیا تیرا والد فوت ہو گیا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا جو شخص والد کی وفات کے بعد بھی وعظ کا محتاج ہو۔ اس کو کوئی نصیحت کارگر نہیں ہو سکتی۔

مجھے رونا آتا ہے جب میں دنیا کو عالم کے ساتھ کھیلتے دیکھتا ہوں۔

بعض لوگ جائے طہارت میں سے پاک ہو کر آتے ہیں اور بعض خانہ کعبہ سے ہو کر آتے ہیں تو بھی پلید رہتے ہیں۔ تین چیزوں کی تلاش نہ کرو، کیونکہ نہ پاؤ گے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے گراں قدر اقوال

اللہ تعالیٰ کے پہچاننے کی یہی نشانی ہے کہ خلق سے بھاگے۔ ادنی بات جو عارف کو ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ ملک و مال سے پرہیز کرے۔

کسی نے کہا کہ متکبر کس کو کہتے ہیں۔ فرمایا کہ اپنے سے زیادہ کسی چیز کو زیادہ خبیث سمجھے۔

ایک مرید نے عرض کیا میں بتیس سال سے آپ کے پاس رہتا ہوں آپ ہر روز میرا نام دریافت فرماتے ہیں آپ نے فرمایا میں ہنسی نہیں کرتا۔ جب سے اس کا نام دل میں آ گیا ہے کچھ یاد ہی نہیں ہے۔ تواضع یہ ہے کہ درویشوں سے تواضع کرے اور امیروں سے تکبر۔ توکل یہ ہے کہ تو زندگانی کو ایک دن کے لئے جانے اور کل کی فکر نہ کرے۔

وہ زمانہ غربت اسلام کا ہے جس میں علماء مفتون دنیا ہوں۔ نیک بخت وہ ہے کہ نیکی کرے۔ اور ڈرے، اور بد بخت وہ ہے کہ بدی کرے اور مقبولیت کی امید رکھے۔

شفیق بلخی رحمہ اللہ کی نصیحتیں

ایک بوڑھے نے کہا توبہ کرتا ہوں لیکن بہت دیر سے آیا ہوں، فرمایا موت سے پہلے آ جانا دیر نہیں ہے۔ اگر بندہ اپنی ہر خطا پر ایک کنکر اپنے گھر میں ڈال دیا کرے تو تھوڑے ہی دنوں میں بھر جائے گا۔ عقل مند وہ ہے جو دنیا سے دستبردار ہو جائے۔ اس سے پہلے کہ دنیا اس سے دستبردار ہو جائے۔

عبادت جو مخلوق کے لئے کی جاتی ہے زمین میں دھنسا دی جاتی ہے۔ اور جو خالق کے لئے کی جاتی ہے۔ آسمان پر چڑھا دی جاتی ہے۔

دل کی صفائی چاہتا ہے تو آنکھ جہان سے بند کر لے۔ یہی وہ رخنہ ہے جہاں سے غبار اترتا ہے۔

عارف باللہ پر سب سے زیادہ گراں مخلوق کے ساتھ تکلم اور ان کے پاس بیٹھنا ہے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنو، عمل کرنے کی نیت سے یاد رکھو نہ کہ

روایت کرنے کی نیت سے۔ جس عالم کو علم سے حق تعالیٰ ہی مقصود ہو۔ اس سے سب ڈرتے ہیں۔ اور جس کا مقصد دنیا ہوتی ہے۔ وہ خود سب سے ڈرتا ہے۔

حضرت یحییٰ برمکی رحمہ اللہ کے حکیمانہ فرمودات

جو اچھی بات سنو، لکھ لو اور جو لکھوا سے حفظ کرلو، جو حفظ ہے اس کو بیان کرو۔

جو لوگ ہم سے پہلے تھے وہ ہمارے واسطے قابل اقتداء ہیں اور جو ہمارے بعد آئیں گے ہم ان کے واسطے عبرت ہیں۔ عالم دانش مند وہ ہے جو حوادث روزگار سے ایسا ہی بے پرواہ ہو جیسے دریا میں کنکر پتھر پھینکے جانے سے ہوتا ہے۔

عمر کے کسی حصے میں بھی عورت کو اپنی مرضی پر نہ چھوڑنا چاہئے۔

قوانین قدرت سے انحراف کرنیوالا کبھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔

نفسانی خواہشوں کو ترقی دینے والا ہرگز کسی دوسری ترقی کا بوجھ اپنے کندھوں پر نہیں اٹھا سکتا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے نصیحت آموز اقوال

دنیا اور دولت مند بڑی بلا میں مبتلا ہیں کہ دنیا کی عارضی مسرت کو دیکھتے ہیں۔ اور دائمی مضرت ان سے پوشیدہ ہے۔ حادثات دنیا کی تلخی کڑوی دوا کی مثل ہے۔

دل آنکھ کے تابع ہے آنکھ کے بگڑنے کے بعد دل کی حفاظت مشکل ہے اور دل کے بگڑ جانے کے بعد شرم گاہ کی حفاظت مشکل تر ہے۔

دولت مندی سے زیادہ کوئی چیز ایمان میں خلل انداز نہیں ہے۔

جسکے پاس بیوی، گھر، نوکر اور سواری ہو وہ بادشاہ ہے۔

خدا کو جاننا یہ ہے کہ شرک نہ کرے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھنا یہ ہے کہ ان کے سوا کسی کی پیروی نہ کرے۔

سرود و نغمہ ایک زہر ہے جو شہد ملا ہوا ہے۔ اور گانا بجانا زنا کا منتر ہے۔

دولت مندوں کی صحبت زہر قاتل اور ان کے چرب لقمے دل کو سیاہ کرنے والے ہیں۔

ہر عمل جو موافق شریعت ہے ذکر میں داخل ہے اگرچہ خرید و فروخت ہو۔

دنیا کی محبت آخرت کی رغبت سے دور ہوتی ہے۔ اور آخرت کی رغبت اعمال صالحہ کے بجالانے پر وابستہ ہے۔ معرفت الٰہی ان پر حرام ہے۔ جن کے باطن میں دنیا کی محبت رائی کے دانے جتنی بھی ہو۔ اظہار عجز عبادت ہے۔ ضروری حاجتیں دنیا طلبی میں داخل نہیں ہیں۔

اہل کرم وہ ہیں جو غیر کی حاجت کو اپنی حاجت پر مقدم رکھیں۔

شریعت دنیا وآخرت کی سعادتوں کی ضامن ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے قول کے مقابلہ میں حکما کا قول رد ہے۔

عمل کی سستی پر مغفرت کی امید ہے لیکن بداعتقادی پر نہیں۔

علم الہام کیا جاتا ہے نیکوں کو اور بدبخت اس سے محروم رکھے جاتے ہیں۔

فقیر کا تنفس کسی خواہش کے لئے جس پر اسے قدرت نہیں ہے، غنی کی ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

اندوہ پیدا کر کہ تیری آنکھ سے پانی نکلے کہ اللہ تعالیٰ چشم گریاں رکھنے والے کو دوست رکھتا ہے۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث وہ شخص ہے جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی اقتدا کرے نہ کہ وہ کاغذ سیاہ کرے۔ جو شخص زمین کا سفر کرتا ہے اس کے پاؤں میں آبلے پڑتے ہیں جو آسمان کا سفر کرے اس کے دل میں آبلے پڑتے ہیں۔

ایک لحہ کے واسطے اللہ تعالیٰ کا ہو رہنا خلائق زمین وآسمان کے اعمال سے بہتر ہے۔

بعض لوگ توکل کے یہ معنی لیتے ہیں کہ حصول معاش کی کوشش نہ کی جائے اور تدبیر نہ کریں۔ مگر یہ خیال جاہلوں کا ہے۔ کیونکہ یہ شریعت میں سراسر حرام ہے۔

برے کاموں سے بچنے کیلئے صفائے دل ضروری ہے۔ اور صفائے دل کیلئے باطنی تقویٰ ضروری ہے۔ تین چیزیں خباثت قلب کو ظاہر کرتی ہیں۔

۱۔حسد ۲۔ریاکاری ۳۔عجب،

عقل مند کو ان سے بچنا چاہئے۔ جو شخص ان تین چیزوں سے محفوظ رہے گا وہ دوسری مصیبتوں سے محفوظ رہے گا۔ صبح سویرے اٹھنا چاہئے اور سب سے بیشتر جو خیال دل میں آئے یا زبان سے نکلے وہ خدائے پاک کا ذکر ہونا چاہئے۔

زبان نرم ترین عضو اگر گفتار بھی نرم ہو تو زبان ہے ورنہ زیان ہے۔

طالب دنیا سمندر کا پانی پینے والے کی مثال ہے۔ کہ جس قدر پیتا ہے اسی قدر زیادہ پیاس لگتی جاتی ہے۔ اکثر تاخیر نکاح بھی زنا کا سبب بن جاتی ہے اور وبال والدین پر ہوتا ہے۔ جو کام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ہو اگرچہ بشکل عبادت ہو گناہ ہے۔

عالم کا دنیا کی طلب کا فساد، شیطان کے فساد سے زیادہ ہے۔

عبادت میں تشدد سے بچو اور میانہ روی اور مداومت کو لازم پکڑو۔

تکلیف کی زیادتی، محبت کی کمی کا باعث بن جاتی ہے۔

غریب مہمان آجائے تو قرض لے کر بھی تکلف کرو۔

اگر کوئی شخص قرض لے اور دینے کی نیت نہ ہو تو وہ چور ہے۔

وہ دعوت سب سے بدتر ہے جس میں امیر بلائے جائیں اور مسکین نہ بلائے جائیں۔

مہمان کے آگے کھانا رکھنے سے پہلے اپنے اہل وعیال کا حصہ نکال لے۔

نکاح دین کا حصار ہے اور شہوت شیطان کا ہتھیار ہے۔ نکاح اس کے شر سے بچانے والا ہے۔

سب سے بڑی دولت زبان ذاکر، دل شاکر اور زن فرمانبردار ہے۔

اہل وعیال کے لئے کسب حلال کرنا ابدالوں کا کام ہے۔ ان کو صلاحیت سے رکھنا اور ادب سکھانا جہاد سے افضل ہے۔ عورت اگر محافظ عصمت ہے تو اسکی معمولی فروگزاشتوں سے درگزر کرو۔ تنگدست قرض دار کو مہلت دینا رحمت الٰہی کو جوش میں لاتا ہے۔

قرض بغیر تقاضا کے ادا کر دینا قرض دار کی طرف احسان ہے۔

جو شخص مال کافی رکھتا ہو اس کے لئے کسب کرنے سے عبادت کرنا بہتر ہے۔

اگر مستجاب الدعوات بننا چاہتے ہو تو لقمہ حلال کے سوا پیٹ میں کچھ نہ ڈالو۔

بازار کے اندر ذکر الٰہی کرنے میں مصروف شخص مردوں میں زندہ کی مثل، مغروروں میں نمازی کی مثل، اور خشک درختوں میں سرسبز درخت کی مثل ہے۔

جو ایمان رکھتا ہے کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے وہ سب احتیاطیں کر سکتا ہے۔

حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ کے اقوال

ایسی بات میں گفتگو کرنا جس میں کسی کا فائدہ نہ ہو، علامت ضلالت وگمراہی ہے۔

آنکھ سب کی طرف سے بند کرے۔ خصوصاً بری نگاہ سے کبھی نہ دیکھے۔

تواضع یہ ہے کہ جس سے بھی تو ملے اپنے سے بہتر جانے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، عالم ہو یا جاہل، مومن ہو یا کافر۔ عقل مند وہ ہے کہ جب اس پر کوئی مصیبت نازل ہو تو اول روزی وہی کرے جو کہ وہ تیسرے روز کرے گا۔

علم نر ہے اور عمل مادہ۔ دین ودنیا کے کام ان کے ملنے سے ہیں۔

خلیفہ مامون الرشید رحمہ اللہ کی حکیمانہ باتیں

اطاعت باری تعالیٰ اتنی زیادہ کر جتنی کہ تجھے اس کے ساتھ احتیاج ہے۔

زیردستوں پر اس قدر کم جفا کر کہ اگر روزگاران کو تجھ سے زبردست بنادے تو ان کے انتقام کی تاب نہ لاسکے۔ کمینوں کے جواب کے واسطے حلم ایک لشکر ہے۔

عاقبت اندیشی کو طلب مال پر مقدم رکھو۔

خوشامدی شخص تمہاری برائیوں اور بھلائیوں دونوں کو پسندیدہ بتلائے گا۔

مال جمع کرنا آسان، لیکن اس کی نگہداشت اور اس سے بہرہ مند ہونا دشوار ہے۔

ذوالنون مصری رحمہ اللہ کے اقوال حکمت

فرمایا: انسان کیلئے سعادت ونیک بختی کی تین علامتیں ہیں۔

۱۔ یہ کہ جوں جوں اس کی عمر زیادہ ہو حرص کم ہوتی جائے۔

۲۔ اور جوں جوں مال میں زیادتی ہو اس کی سخاوت بڑھتی جائے۔

۳۔ اور جوں جوں اس کی قدر ومنزلت اور عزت لوگوں میں بڑھتی جائے' اپنے نفس میں اس کی تواضع وفروتنی بڑھتی جائے۔

فرمایا: جو چیز تجھ کو حق تعالیٰ سے غافل کردے وہ دنیا ہے۔

فرمایا: موت قلب کی تین علامتیں ہیں:

(۱) مخلوق کیساتھ انس ومحبت (۲) خلوص مع اللہ سے وحشت (۳) ذکر اللہ میں بوجہ قساوت کے لذت نہ ہونا۔

فرمایا: سب سے بڑی عزت جو حق تعالیٰ کسی شخص کو عطا فرماتا ہے۔ یہ ہے کہ اس کو اپنے نفس کی ذلت وحقارت پر مطلع فرمادے اور سب سے بڑی ذلت جس میں حق تعالیٰ کسی انسان کو مبتلا کرتا ہے یہ ہے کہ اس کو اپنے نفس کی ذلت وحقارت سے غافل و بے خبر کردے۔

فرمایا: اپنی زندگی میں اپنے نفس کو مردہ بنالوتا کہ موت کے بعد مردوں میں تم زندہ نظر آؤ۔

فرمایا: اپنے نفس کی دشمنی میں اللہ کا دوست بن اور اللہ کی دشمنی میں نفس کا یار نہ بن اور کسی کو حقیر نہ سمجھ اگرچہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمہ اللہ کی نصائح

فرمایا: اے درویش! جس نے سعادت حاصل کی خدمت سے کی کیونکہ دین دنیا کی نعمت مشائخ اور پیروں کی خدمت کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

فرمایا: اے درویش! اگر سو سال بھی تو مارا مارا پھرے اور مقسوم سے بڑھ کر رزق طلب کرے تو مقدر سے زیادہ ذرہ بھر بھی تجھے نہیں ملے گا۔

فرمایا: دوست سے ہم کلامی کی سعادت قرآن شریف کی تلاوت سے حاصل ہوتی ہے۔

حضرت شیخ ابن عطاء اسکندری رحمہ اللہ کے اقوال

فرمایا: جو چیز بندوں کو آخرت سے باز رکھتی ہے وہ دنیا ہے۔

فرمایا: قلب کیونکر منور ہوسکتا ہے اور حال یہ ہے کہ اغیار موجودات کی صورتیں اس کے آئینہ میں منقش ہوں۔

فرمایا: خواہش نفسانی کی حلاوت ولذت کا قلب میں مستحکم ہوجانا سخت لاعلاج بیماری ہے۔

فرمایا: خدا کی قسم تیرا ایسے جاہل کا ہم نشین ہونا جو اپنے نفس سے ناراض ہے تیرے لئے اس عالم کی صحبت سے جو اپنے نفس سے رضامند ہے زیادہ بہتر ہے۔

فرمایا: جو نفس کے گرفتار ہیں وہ مقام قرب میں نہیں پہنچ سکتے۔

فرمایا: ایسے شخص کی مجالست نہ کرنا کہ نہ جس کا حال تجھ کو اللہ کی طرف برانگیختہ کرے اور نہ اس کا کلام تجھ کو اللہ تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرے۔

فرمایا: جس کی ابتداء سلوک اوراد کے التزام کے ساتھ منور ہوگی اس کی نہایت سلوک بھی انوار و معارف کے ساتھ روشن ہوگی۔

فرمایا: سالک ایسے گروہ ہیں کہ ان کے اذکار ان کے انوار سے مقدم ہیں۔

فرمایا: مجذوب ایسے گروہ ہیں کہ ان کے انوار ان کے اذکار سے سابق ہیں

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کے فرمودات

فرمایا: دنیا کو تن کے لئے لینا چاہیے اور آخرت کو دل کے لئے۔

فرمایا: ٹاٹ کے کپڑے پہننا اور جو کی روٹی کھانا زہد نہیں بلکہ زہد دنیا میں دل کو نہ الجھانا ہے اور طول امل (طول امل یہ ہے کہ ابھی دنیا میں ہم کو بہت دن اور رہنا ہے) کو مختصر کرنا ہے۔

فرمایا: نیک خصلتی حق تعالیٰ کے غصہ کے ٹھنڈا ہونے کا موجب ہے۔

فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو، میں نے کسی اللہ سے ڈرنے والے کو کمائی کرنے کا محتاج نہیں دیکھا۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کی حکیمانہ باتیں

فرمایا: دنیا ایک بیمارستان ہے اور لوگ اس میں دیوانوں کی مانند ہیں اور دیوانوں کے لئے بیمارستان میں قید و زنجیر ہوتی ہے۔

فرمایا: تواضع یہ ہے کہ تم حق بات کو قبول کر لو چاہے وہ کسی جاہل کی زبان سے ہو یا لڑکے کی زبان سے۔ فرمایا: تابع ہو، متبوع نہ ہو۔

فرمایا: دو خصلتیں ایسی ہیں جو دل کو فاسد بناتی ہیں، ایک بہت کھانا، دوسرے بہت سونا۔

فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تمام چیزیں اس سے ڈرتی ہیں۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے اقوال

فرمایا: جس نے اللہ کو پہچان لیا اس نے اس کو دوست رکھا اور جس نے دنیا کو پہچان لیا

اس نے دنیا کو دشمن سمجھا۔فرمایا: تواضع یہ ہے کہ تو باہر جائے اور جسے بھی دیکھے اسے اپنے سے افضل سمجھے۔فرمایا:معرفت یہ ہے کہ اپنے میں دشمنی وخصوصیت کا ایک ذرہ نہ پائے۔

فرمایا: نہ تو پچھلوں میں کوئی ایسا بزرگ ہوا ہے اور نہ آئندہ ہی ہوگا، جو منافق ہونے کے خیال سے نہ لرزتا ہو۔

حضرت سعید ابن مسیّب رحمہ اللہ کے فرمودات

فرمایا:اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو اس قدر دنیا کو جمع کرے جس کے ذریعہ وہ اپنا دین بچا سکے اور اپنے جسم کی حفاظت کر سکے اور صلہ رحمی کر سکے۔

فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی طاعت کرتا ہو وہ ذاکر ہے اور جو نافرمانی کرے، وہ ذاکر نہیں اگرچہ تسبیحات اور تلاوت قرآن کی کثرت کرتا ہو۔

حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ کی حکیمانہ باتیں

فرمایا: یاد الٰہی سے غافل رہنے کا نام دنیا ہے۔فرمایا: تمام انبیاء واولیاء نے دنیا کو ترک کیا ہے اور اس سے بیزاری ظاہر کی ہے پھر جو شخص ان کی خلاف ورزی کرے وہ کیونکر مسلمان ہوسکتا ہے۔فرمایا: دنیا کی محبت زہر قاتل کا اثر رکھتی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ کیونکہ زہر سے جان ہلاک ہوتی ہے اور حبِّ دنیا سے ایمان جاتا رہتا ہے۔

فرمایا: جس کا دل حبِّ دنیا سے خالی ہوگا محبت الٰہی سے پرُ نور رہوگا۔

حضرت عثمان حیری رحمہ اللہ کے حکیمانہ ارشادات

فرمایا: دنیا کی شادی وخوشی، حق تعالیٰ کی خوشی ومسرت کو دل سے دور کرتی ہے۔

فرمایا: دل کی اصلاح چار چیزوں میں ہے ایک حق تعالیٰ کے ساتھ فقر کرنا۔دوسرے غیر اللہ سے متنفر رہنا، تیسرے تواضع، چوتھے مراقبہ۔

فرمایا: خواہشات نفسانی کی فرمانبرداری کرنا قید خانہ میں رہنا ہے۔

فرمایا: اخلاص یہ ہے کہ تو زبان سے جو کہے دل اس کی تصدیق کرے۔

فرمایا: تصوف علائق کو منقطع کرنا ہے۔

حضرت احمد حواری رحمہ اللہ کے اقوال حکمت

فرمایا: جو شخص دوستی اور ارادت سے دنیا کی جانب نظر کرتا ہے حق تعالیٰ اس کے دل سے فقر وزہد کے نور کو دور کر دیتا ہے۔ فرمایا: جو شخص اپنے نفس کو نہیں پہچانتا وہ دین میں دھوکا کھاتا ہے۔ فرمایا: رجا۔ خوف کرنے والوں کی قوت ہے۔

خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کی ناصحانہ باتیں

فرمایا: اصل زندگی وہی ہے جو یادِ حق میں گذرے اور جو اس کے علاوہ ہے وہ بمنزلہ موت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

كُلُّ نَفَسٍ يَخْرُجُ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللهِ فَهُوَ مَيِّتٌ

فرمایا: اس سے بڑھ کر کوئی سعادت نہیں کہ بھوکوں کو سیر کیا جائے اور انہیں آرام دے کر ان کے دل راضی کیے جائیں۔

حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمہ اللہ کے فرمودات

فرمایا: انسان کے لئے بری صحبت سے بڑھ کر اور کوئی بری چیز نہیں۔

فرمایا: آدمی کی کمالیت ان چار چیزوں، کم کھانے، کم سونے، کم بولنے اور خلقت سے کم میل جول کرنے میں ہے۔ فرمایا: جب تک درویش کم نہ کھائے اور کم نہ سوئے، کم نہ بولے اور لوگوں کے میل جول کو ترک نہ کرے کسی مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔

حضرت یحییٰ معاذ رحمہ اللہ کے اقوال حکمت

فرمایا: تین قسم کے لوگوں کی صحبت سے پرہیز کرو۔

(۱) غافل علماء (۲) مداہنت کرنیوالے مبلغین

(۳) اور کاہل وسست درویش جو فرائض دین کا علم حاصل کرنے سے پہلے مجاہدات اور نفلی عبادات میں لگ گئے۔ فرمایا: عمل کو عیوب سے بچانا اخلاص ہے۔

فرمایا: یہ سب سے بڑی حماقت ہے کہ کام دوزخ کے کرو اور طمع بہشت کی رکھو۔

فرمایا: جب تک تو معرفت کا پورا پورا حق ادا نہ کرے گا وہ تیرے دل میں راہ نہ پائے گا۔

حضرت بشر حافی رحمہ اللہ کے فرمودات

فرمایا: برے لوگوں کی صحبت، نیک لوگوں کے ساتھ بدگمانی پیدا کر دیتی ہے، اور نیک لوگوں کی صحبت بدوں کے ساتھ (بھی) حسنِ ظن پیدا کر دیتی ہے۔

فرمایا: صوفی وہ ہے جس کا دل اللہ کے ساتھ صاف ہو۔

فرمایا: اس زمانہ میں فقیر کے لئے بڑی غنیمت ہے کہ لوگ اس سے ناواقف ہوں اور ان پر اس کا مرتبہ مخفی رہے کیونکہ اکثر لوگوں کی ملاقات خسارہ ہے۔

فرمایا: ورع یہ ہے کہ تمام شبہات سے بچو اور ہر لحہ نفس کا محاسبہ کرتے رہو۔

حضرۃ مولانا کرامت علی جونپوری رحمہ اللہ کے حکیمانہ اقوال

فرمایا: بدعتی کی صحبت کا فساد۔ کافر کی صحبت کے فساد سے زیادہ برا ہے اور بدعتی فرقوں میں سے بہت بُرے وہ فرقے ہیں جو کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ سے بغض رکھتے ہیں۔

فرمایا: اولیاء لوگوں میں سے بعضوں نے جو دنیا کو قبول کرلیا ہے تو اس نیت پر کہ غیروں کو فائدہ پہنچائیں۔

فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عادت یوں ہی جاری ہے کہ اپنے بندوں کو مرشد کے وسیلے سے ہدایت کرتا ہے اور جس کو وہ (سبحانہٗ) گمراہ کرتا ہے اس کو مرشد نہیں ملتا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَلَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا۔ مرشد کا پکڑنا طالب کو ضروری ہے۔

حضرت شیخ ابراہیم دسوقی رحمہ اللہ کے ارشادات

فرمایا: شیخ، مرید کے لئے بمنزلہ حکیم کے ہے جو مریض حکیم کے کہنے پر عمل نہ کرے اس کو شفاء حاصل نہ ہوگی۔ فرمایا: خلوت اس وقت تک مفید نہیں ہوتی جب تک کہ شیخ کے مشورہ سے نہ ہو ورنہ خلوت کا فساد اس کے نفع سے زیادہ ہو جاتا ہے۔

ابوالعباس مرعشی رحمہ اللہ کے ملفوظات

فرمایا: حبِ دنیا کی علامت یہ ہے کہ لوگوں کی مذمت سے ڈرے اور ان کی مدح ثنا کی محبت رکھے، کیونکہ یہ زاہد ہوتا تو اس سے نہ ڈرتا، نہ اس سے محبت کرتا۔

فرمایا: جو شخص بزرگوں کی صحبت میں رہتا ہے اور علم ظاہر کا عالم ہے اس کا علم اس صحبت سے اور بھی زیادہ روشن ہو جاتا ہے۔ فرمایا: تم شیخ سے یہ مطالبہ نہ کرو کہ تم اس کے دل میں رہو بلکہ اپنے دل سے اس کا مطالبہ کرو کہ شیخ اس میں رہے تو جس قدر تم اس کو اپنے دل میں رکھو گے اسی قدر شیخ تمہیں اپنے دل میں جگہ دے گا۔

حضرت ابوالقاسم بن ابراہیم رحمہ اللہ کے فرمودات

فرمایا: جذب، سلوک سے زیادہ سریع النفع ہے کیونکہ حق تعالیٰ کی طرف سے ایک جذبہ انسان کو تمام جن وانس کے اعمال سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

فرمایا: تصوف کی اصل یہ ہے کہ قرآن وحدیث کا التزام اور خواہشات و بدعات سے اجتناب اور بزرگوں کی تعظیم وتکریم کرے۔

خواجہ بہاؤالدین نقشبندی رحمہ اللہ کے فرمودات

فرمایا: عمل بہت کرنا اور عمل کو ناقابل اور قاصر خیال کرنا طریقت کا فرض ہے۔

فرمایا: اپنے اعمال کا خیال کرنا حقیقت کے پرواز کی کمی کے سبب ہے عمل بہت کرنا اور اس عمل کو ناقابل اور قاصر خیال کرنا طریقت کا فرض ہے۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے فرمودات

فرمایا: خلوص یہ ہے کہ ہر وقت اور ہر حال میں خالق کو دیکھے (نہ کہ مخلوق کو)

فرمایا: جو شخص اپنے علم پر عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے علم میں وسعت دیتا ہے اور علم (لدنی) جو اس کو حاصل نہ تھا اس کو سکھاتا ہے۔ فرمایا: تصوف یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ صدق دل سے معاملہ کرے اور لوگوں کے ساتھ نیک خلق ہو۔ فرمایا: تصوف، قیل وقال سے نہیں، بلکہ بھوک سے اور اشیاء مالوفہ پسندیدہ کو چھوڑنے سے حاصل ہوتا ہے۔

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے حکیمانہ اقوال

فرمایا: میرے نزدیک ادب، نفس کا پہچاننا ہے۔

فرمایا: جس شخص کی عزت لوگوں میں زیادہ ہو۔ اسے اپنے نفس کو نظر حقارت سے دیکھنا چاہیے۔ فرمایا: اغنیاء (متکبرین) کے مقابلہ میں تکبر کرنا چاہیے (یعنی صورۃً معاملہ تکبر کیا جاوے) اور فقراء کے ساتھ تواضع کرنا چاہیے' یہ سب تواضع میں داخل ہے۔

فرمایا: امیروں پر تکبر کرنا اور درویشوں کے ساتھ عاجزی سے پیش آنا تواضع ہے۔

فرمایا: زہد! اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنا ہے اور درویش سے دوستی کرنا ہے۔

شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کے ارشادات

فرمایا: بھائی جو کچھ میرے پاس ہے۔ دوستوں کے سامنے پیش کر دیتا ہوں۔ اگر کسی کو اس سے زائد کی ضرورت اور طلب ہو تو کہیں اور سے حاصل کر لیا جاوے۔ میں اپنا بندہ نہیں بناتا ہوں۔ خدا کا بندہ بناتا ہوں۔ اگر کوئی چیز یہاں سے حاصل نہ ہو کہیں اور سے سہی کام ہونا چاہئے۔

فرمایا: اپنی اپنی تحقیق ہے بس دنیا مقصود نہ ہو ترفع مقصود نہ ہو۔ لڑو جھگڑو نہیں۔ نیت اچھی ہو کہ اخلاص ہو۔ فرمایا: اس نیت سے مرید کر لیتا ہوں کہ اگر اپنے تعلق والے پر رحمت ہوگئی تو ہم بھی اس کے ساتھ ہو جائیں گے۔

فرمایا: کہ بعضے اس پر فخر کرتے ہیں کہ معاصی سے بھی ہماری نسبت سلب نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ نسبت کیا ہوئی۔ بی بی تمیزہ کا وضو ہو گیا لوہا لاٹ کہ سب کچھ کیا اور وضو باقی رہا اور ایسی نسبت کے متعلق بجز اس کے کیا کہا جا سکتا ہے۔ وہ شیطانی نسبت تھی۔

فرمایا: کسی کی تحقیر بھی بہت بری بات ہے۔ متواضع امراء کے ساتھ سختی کرنا بھی تکبر ہے۔

فرمایا: نفس کو خوب کھلاؤ پلاؤ اور اس سے خوب کام لو۔

فرمایا: دوستوں سے باتیں کرنا بھی عبادت ہے۔ مگر شرط یہی ہے کہ خلوص ہو اور نیت اچھی ہو۔

فرمایا: جس درویش پر دنیا داروں کا ہجوم دیکھو وہ درویش نہیں بلکہ دنیا دار ہے کیونکہ الجنس یمیل الی الجنس.

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی حکیمانہ باتیں

فرمایا: اس زمانہ میں کفار کا غلبہ ہے وقت نہیں ہے کہ مسلمان میں تفریق کو

ہوا دی جائے جس سے ان کا کلمہ متفرق ہو کر مزید اس میں ضعف پیدا ہو بلکہ توڑنے کی بجائے جوڑنے کی فکر کی جائے۔

فرمایا: ایک شخص نے ایک فتویٰ پر اعتراض کیا اس کا جواب دے دیا گیا اس نے پھر بحث کی تو حضرت نے یہ لکھ دیا کہ "ہم مرغان جنگی نہیں ہیں" کہ تو تو میں میں کریں اور بھی بہت علماء ہیں ان سے معلوم کرلو۔

حضرت کے رسالہ "تحذیر الناس" کی اشاعت پر آپ پر کفر کا فتویٰ دیا گیا مگر مولانا نے سن کر پڑھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔لو بھئی اب تو مسلمان ہوں۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے اقوال

فرمایا: میں نے اور میرے گھر کے لوگوں نے فاقے اٹھائے مگر الحمد للہ میں نے کبھی قرض نہیں لیا۔فرمایا: کسی سے کسی قسم کی توقع مت رکھو چنانچہ مجھ سے بھی مت رکھو یہ بات دین و دنیا کا گر ہے۔فرمایا: آدمی کامل وہ ہے کہ اپنے عیوب پر اس کی عبرت کی نظر ہو اور اپنی معصیت پر ندامت ورنہ وہ کون ہے جو غفلت اور عصیاں سے خالی ہو اپنے اپنے درجہ کے سب عاصی ہیں۔

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ کے فرمودات

فرمایا: کہ کام اس قدر کرنا چاہئے جسکا تحمل بے تکلف ہو سکے اور ہر کام کیلئے اسی کی ضرورت ہے کیونکہ ہمت سے زائد اپنے ذمہ کام رکھ لینا عقل کے خلاف ہے۔

فرمایا: کہ جس قدر کام کا ذوق وشوق ہو اس سے کچھ کم کرنا چاہئے اسی طرح جس قدر بھوک ہو اس سے کچھ کم کھانا چاہئے۔فرمایا: کسی کی شکایت سن کر مجھ پر یہ اثر ہوتا ہے کہ میں سمجھ جاتا ہوں کہ ان دونوں میں لڑائی ہے۔

حکیم الامت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی حکیمانہ باتیں

فرمایا: کسی اچھے کی صحبت میں رہ کر دین آتا ہے میں بقسم عرض کرتا ہوں کہ کتابوں سے دین نہیں آتا ضابطہ کا دین تو کتاب سے آسکتا ہے مگر حقیقی دین بلا کسی کی جوتیاں سیدھی کئے بلکہ بلا جوتیاں کھائے نہیں آتا۔اکبر کا یہ شعر بڑا حکیمانہ ہے۔

دین تو ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا　　نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا

فرمایا: تنگی انبیاء کی سنت ہے۔ رزق جتنا مقدر میں ہوتا ہے اتنا ہی ملتا ہے، اس کا کوئی خاص وظیفہ نہیں ہاں جائز کوشش وسعی کے ساتھ دعا کرنی چاہیے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے اقوال

فرمایا: ''مدار نجات نسب نہیں، عمل ہے۔ اگر نسبی حیثیت سے کوئی اعلیٰ درجے کا عالی نسب ہے مگر اعمال برے ہیں تو وہ راندہ درگاہ خداوندی ہے۔ اور اگر چمار زادہ یا بھنگی زادہ ہے مگر وہ مسلمان متقی ہے تو اس کی نجات ہے''۔

فرمایا: اسلام کو حقیقت میں اقوام عالم اور مذاہب دنیا کے ساتھ وہی نسبت ہے جو کہ ایک شفیق حکیم کو مریضوں کے ساتھ اور ایک سمجھدار اور مہربانی مربی کو اپنے بچوں اور اہل خاندان کے ساتھ ہوتی ہے۔

رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمہ اللہ کے ارشادات

فرمایا: ''حقیقی ذکر اللہ یہ ہے کہ آدمی جس موقع پر اور جس حال اور جس مشغلہ میں ہو اس کے متعلق اللہ کے جو احکام و اوامر ہوں ان کی نگہداشت رکھے اور میں اپنے دوستوں کو اسی ذکر کی تاکید کرتا ہوں''۔

فرمایا: دین کیا ہے؟ ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کے اوامر کو تلاش کرتے ہوئے ان کا دھیان کرتے ہوئے اپنے نفس کو آمیزش سے بچاتے ہوئے ان کی تعمیل میں لگے رہنا اور اللہ کے حکموں کی تلاش اور دھیان کے بغیر کاموں میں لگنا ہی دنیا ہے۔

۳۔ فرمایا: جب نیک کام کرنے سے خوشی اور گناہ سے ندامت ہونے لگے تو ایک اُمتی کی یہی ولایت ہے۔

فرمایا: دین کے جتنے کام ہیں وہ مزہ آنے کے واسطے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی عظمت کے موافق امتثال امر اور اس کی رضا کا یقین ہونے کے واسطے ہیں۔

فرمایا: عمل بلا صحبت اور صحبت بلا عمل خطرہ سے خالی نہیں۔

فرمایا: دنیا کا مفہوم نگاہ میں بہت غلط ہے۔ معیشتِ دنیا کے اسباب میں مشغول ہونے کا نام دنیا نہیں ہے۔ دنیا پر لعنت ہے۔ اور لعنت کی چیز کا خود خدائے پاک کی طرف سے حکم نہیں ہوسکتا۔

فرمایا: اللہ کے حکم میں اللہ کی عظمت پر نظر رکھنے کی عادت کو اتنا بڑھا لیا جاوے کہ اس کی عظمت کا دھیان اپنے مقاصد کے پورے ہونے اور نہ ہونے کے تاثرات پر غالب ہو جائے اسی میں انسان کا کمال ہے۔

حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب رحمہ اللہ کی حکیمانہ باتیں

فرمایا: میں کہتا ہوں کہ جو انسان بدی کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے قلب کے اندر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی کمی ہے، پوری محبت ہے ہی نہیں۔ جس کے قلب میں محبت رچی ہوئی ہوگی، وہ بدی سے خود بخود بچے گا۔

فرمایا: خالص طبعی جذبات کی پیروی حیوان کا کام ہے اور طبعیات سے کلیۃ باہر رہ کر محض عقل کلی کی پیروی فرشتوں کا کام ہے لیکن طبعیات کو بحالہ قائم رکھ کر انہیں عقلی شعور کے ساتھ عقل کی ماتحتی میں انجام دینا اور حدود سے تجاوز نہ کرنا یہ انسان کا کام ہے۔

حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کے ارشادات

فرمایا: اگر دینی مدرسہ دنیا کے لیے بنانا ہے تو آخرت کا سب سے بڑا عذاب ہے اور اگر آخرت کے لیے بنانا ہے تو دنیا کا سب سے بڑا عذاب ہے۔

فرمایا: آجکل ایک سب سے بڑا فتنہ یہ ہے کہ جو اہل علم ہیں وہ صرف علم اور تعلیم پر قناعت کر کے بیٹھ گئے اور جو اہل عمل وارباب دعوت ہیں وہ اپنے آپ کو علم اور علماء سے مستغنی سمجھتے ہیں علماء کو میدان میں آنے کی اور ارباب عمل کو علم حاصل کرنے کی ضرورت ہے اور ساتھ ہی اخلاص کی قدم قدم پر ضرورت ہے جب علم وعمل اور اخلاص تینوں جمع ہو جائیں گے تو اس کے بہترین نتائج وبرکات ظاہر ہونگے۔

مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ کا قول حکمت

فرمایا: یاد رکھو! امت کو توڑنے والی چیزیں معاشرت اور معاملات کی خرابیاں ہیں۔

ایک فرد یا طبقہ جب دوسرے کے ساتھ ناانصافی اور ظلم کرتا ہے اور اس کا پورا حق اس کو نہیں دیتا یا اس کو تکلیف دیتا ہے یا اس کی تحقیر، بے عزتی کرتا ہے تو تفریق پیدا ہوتی ہے اور اُمت ٹوٹتی ہے اس لئے میں کہتا ہوں کہ صرف کلمہ اور تسبیح سے اُمت نہیں بنے گی اُمت معاملات اور معاشرت کی اصلاح سے اور سب کا حق ادا کرنے اور سب کا اکرام کرنے سے بنے گی۔

حضرت علامہ شمس الحق افغانی رحمہ اللہ کے ملفوظات

فرمایا: قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

یہ تین واسطوں سے ہم تک پہنچا ہے۔

۱-جبرائیل علیہ السلام ۔۲-حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۳-حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔

فرمایا: میں رائج الوقت تعلیم کا مخالف نہیں ہوں۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کالجوں میں نصابی کتب انسانوں کی ہیں اور قرآن پاک اللہ کی کتاب ہے۔ ترجیح کس کو ہے؟

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے فرمودات

فرمایا: قرآن مجید کا خلاصہ ہے بندے سے توڑ۔ خدا سے جوڑ۔

فرمایا: قرآن مجید کا خلاصہ ہے تعلق باللہ سے وابستگی۔

فرمایا: راہ ہے اسلام، راہرو ہے مسلماں، منزل مقصود ہے دربار الرحماں۔

فرمایا: شیطان اس لحاظ سے بڑا عقلمند ہے کہ بڑے بڑے عقلمندوں کو بے وقوف بنادیتا ہے۔

فرمایا: جب مسلمان کو اخلاص اور توکل کے دو پر لگ جاتے ہیں تو پھر وہ روحانیت کے آسمان پر اُڑنے لگتا ہے۔ فرمایا: ولی کبھی مشرک نہیں ہوسکتا اور مُشرک کبھی ولی نہیں بن سکتا۔

فرمایا: اگر کوئی شخص آسماں پر اُڑتا ہوا آئے، لاکھوں مُرید پیچھے لگالائے۔ دریا پر سے گزرتا ہوا آئے۔ مگر اس کا مسلک حضورؐ کے طریقے کے خلاف ہو تو اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا گناہ ہے۔ اس کی بیعت حرام ہے۔ اگر ہو جائے تو توڑنا فرضِ عین ہے۔ ورنہ خود بھی جہنم میں جائے گا اور اپنے پیچھے چلنے والوں کو بھی جہنم رسید کرے گا۔

فرمایا: ہمارے باوا آدم تو انتقال فرماگئے ہیں مگر شیطانوں کا باوا آدم ابھی تک زندہ ہے اس لیے گمراہی زیادہ عام ہے۔ فرمایا: طلب صادق ہو تو کچھ عرصہ بعد شیخ کامل کی صحبت میں اس کا عکس ظاہر ہونے لگتا ہے۔

فرمایا: عقیدت.... ادب اور اطاعت سے فیض آتا ہے۔ ان میں سے ایک تار بھی ٹوٹ جائے تو کنکشن ٹوٹ جاتا ہے۔

حضرت شاہ محمد یعقوب مجددی رحمہ اللہ کے ارشادات

فرمایا: بعض لوگوں کو اگر کسی شرعی امر کیلئے کہا جائے تو بہت دبی زبان سے کہتے ہیں کہ سنت ہے یعنی کوئی ضروری اور اہم چیز نہیں، میں کہتا ہوں کہ یہ فعل سنت تو ہے مگر یہ لہجہ کفر ہے، زور سے عظمت کے ساتھ کیوں نہیں کہتے کہ سنت ہی جوہر ایمان اللہ اور اسکے رسول کی محبت اور عظمت ہے۔

فرمایا: اسلام کی تمام قیودات اصلاح و تربیت اور نظم و نظام قائم رکھنے کے لئے اور انسان کے فائدہ کے لئے ہی ہیں۔ ان واجبی اور ضروری پابندیوں سے کہیں بھی اور کسی کو بھی چارہ نہیں۔

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کے ملفوظات

فرمایا: میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر ہم اپنی اصلاح کر لیں تو تمام دنیا سدھر سکتی ہے۔ اور بغیر کسی ظاہری تبلیغ کے بھی بہت کچھ سدھر سکتی ہے۔ ہمارے اسلاف نے الفاظ سے زیادہ کردار سے اسلام کی تبلیغ کی ہے۔

فرمایا: جب تم خواہشات نفس کو کچلو گے اور کچل کچل کر پیس پیس کر راکھ بنا کر فنا کر دو گے تو یہ کشتہ بن جائیگا اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کی قوت آجائے گی اور اللہ کی محبت آجائے گی اس دل کو جتنا توڑو گے اتنا ہی یہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں محبوب بن جائے گا۔

عارف باللہ حضرۃ حماد اللہ ہالیجوی نور اللہ مرقدہٗ کے فرمودات

فرمایا: ذکر کرنا آسان بات ہے، عبادات کرنا آسان بات ہے۔ ہر کوئی کر سکتا ہے مگر ایسی خوبی اپنے اندر پیدا کرنا کہ دل میں کسی بھی مسلمان کیلئے کینہ و حسد پیدا نہ ہو بڑا مشکل ہے اور بغیر توفیق پروردگار کے بندہ یہ چیز حاصل نہیں کر سکتا۔

فرمایا: انسان دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ میاں ایسا کرے جیسا ہم چاہتے ہیں اور دوسرے وہ ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کہ جیسا اللہ میاں کر رہے ہیں وہی بہتر ہے اور ہم اس میں راضی ہیں پھر وہ چیز انہیں پسند ہو یا نہیں۔ پہلے والے نفس کے بندے اور دوسرے والے خدا کے بندے ہیں۔

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمہ اللہ کے اقوال حکمت

فرمایا: دنیا سے منہ موڑ لینا کوئی کمال کی بات نہیں، دین کی طرف متوجہ ہو جانا بڑی بات ہے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ دین اختیار کرنے میں کون سی لذتیں چھوٹ جائیں گی؟ کون سا شعبہ زندگی معطل ہو جائیگا؟ نقصان کیا ہے؟ اسلام تو دین فطرت ہے۔

فرمایا: لغزشیں ہونا فطرت انسانی ہے اگر لغزشیں نہ ہوں تو ترقی نہ ہو۔ مگر ان لغزشوں سے بچنے کے لیے اور متنبہ ہونے کے لیے تمام بڑے بڑے علماء اور صوفیاء نے اللہ والوں سے اصلاحی تعلق قائم کیا اور اپنی طرف کسی کمال کو منسوب کرنا چھوڑ دیا۔

مسیح الامت حضرۃ مولانا مسیح اللہ صاحب رحمہ اللہ کے حکیمانہ فرمودات

فرمایا: کسی سے بدظن ہونے کیلئے روایت تو کیا میرے نزدیک رؤیت (آنکھوں سے دیکھنا) بھی کافی نہیں جیسے ریل گاڑی پر سوار یہ دیکھتا ہے کہ درخت وغیرہ اس کے ساتھ چل رہے ہیں حالانکہ وہ اپنی جگہ پر ہوتے ہیں تو جس طرح یہاں آنکھوں سے دیکھنے کا اعتبار نہیں اسی طرح کسی سے بدظن ہونے کیلئے میرے نزدیک رؤیت بھی کافی نہیں۔ فرمایا: اپنا شوق پورا کرنے کا نام دین نہیں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا نام دین ہے۔

عارف ربانی حضرت حاجی محمد شریف صاحب رحمہ اللہ کے ملفوظات

فرمایا: میں جب صبح تہجد کے وقت اُٹھتا ہوں میرے ہاتھ دُعا کیلئے جُڑ جاتے ہیں اللہ تعالیٰ سے عرض کرتا ہوں۔ اے اللہ! جتنے قیامت کے دن آپ نے مجھ سے سوال کرنے ہیں میں اُن سب کا ابھی سے جواب دیئے دیتا ہوں کہ "میرے پاس کسی سوال کا جواب نہیں" اس لئے محض اپنے فضل و کرم سے معاف فرما دیجئے گا۔

فرمایا: چلتے پھرتے یہ کہہ لیا کریں ''کہ اے نفس دنیا فانی 'زندگی قلیل .....ایک ایک سانس بے بہا گوہر....فرصت کو غنیمت جان اور ابدی سعادت کا سامان کرلے ورنہ انجام حسرت کے سوا کچھ نہیں''۔

فقیہ العصر مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ کی حکیمانہ باتیں

فرمایا: اس کا اہتمام رکھنا چاہئے کہ ہر سانس کو آخری سانس سمجھ کر دینی و دنیاوی تمام معاملات سے حتی الامکان ہر وقت سبکدوش رہنے کا معمول بنالیا جائے۔

فرمایا: جب کسی دواء کی تعریف سنیں تو دوا پر اعتماد نہ کریں بلکہ اللہ پر نظر رکھیں اللہ چاہے تو بڑی اکسیر سے دواء سے اثر ختم کرلے اور چاہے تو خاک میں اثر ڈال دے سب کچھ اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ فرمایا: گناہ چھوڑنا اپنے اختیار میں ہے۔ لوگ دین سیکھتے نہیں اور نہ ہی گناہ چھوڑتے ہیں۔ پھر خود کو معذور سمجھتے ہیں۔ یاد رکھئے! جہالت عذر نہیں۔

دس باتیں حکیمانہ نصیحتیں

۱- توحید.... مسلمانوں کیلئے ایمان کی جڑ ہے۔

۲- اتباع رسول میں مسلمانوں کی کامیابی ہے۔

۳- شریعت پر عمل کرنا مسلمانوں کیلئے امن ہے۔

۴- جہالت پر چلنا انسان کے لئے بربادی ہے۔

۵- اتفاق سے رہنا مسلمانوں کی خاص شان ہے۔

۶- تقویٰ سے انسان معرفت تک پہنچ سکتا ہے۔

۷- نفسانی خواہش..... آدمی کو تباہ کردیتی ہے۔

۸- توبہ کرلینا..... آدم علیہ السلام کی سنت ہے۔

۹- ضد پر اڑے رہنا..... ابلیس کا عمل ہے۔

۱۰- منزل تک وہی پہنچتا ہے جس کو حق کی تلاش ہے۔

باب ۴

اکابر اسلاف وسلاطین
کے حکمت ونصیحت پر مبنی واقعات
جو دین اسلام کی تبلیغ وترویج کے سلسلہ
میں نہایت موثر اور ایمان افروز ہیں

حضرت مولانا شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ کی کمال حکمت

حضرت مولانا رفیع الدین صاحبؒ ہجرت فرما کر مکہ مکرمہ آئے وہیں ان کی وفات بھی ہوئی انہیں یہ حدیث معلوم تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیبی خاندان کو بیت اللہ کی کنجیاں سپرد کی ہیں مکہ میں چاہے سارے خاندان (خدانخواستہ) اجڑ جائیں مگر شیبی کا خاندان قیامت تک کے لئے باقی رہے گا۔ یہ ان کا ایمان تھا مولانا کو عجیب ترکیب سوجھی۔ واقعی ان بزرگوں کو داد دینی چاہئے کہاں ذہن پہنچا۔ مولانا نے ایک حمائل شریف اور ایک تلوار۔ یہ دونوں لیں اور امام مہدی کے نام ایک خط لکھا کہ:

"فقیر رفیع الدین دیوبندی مکہ معظمہ میں حاضر ہے اور آپ جہاد کی ترتیب کر رہے ہیں۔ مجاہدین آپ کے ساتھ ہیں جن کو وہ اجر ملے گا جو غزوہ بدر کے مجاہدین کو ملا تو رفیع الدین کی طرف سے یہ حمائل تو آپ کی ذات کے لئے ہدیہ ہے اور یہ تلوار کسی مجاہد کو دے دیجئے کہ وہ میری طرف سے جنگ میں شریک ہو جائے اور مجھے اجر مل جائے جو غزوۂ بدر کے مجاہدین کو ملا"

یہ خط لکھ کر تلوار اور حمائل شیبی کے سپرد کی جو ان کے زمانہ میں شیبی تھا اور کہا کہ مہدیؑ کے ظہور تک یہ امانت ہے تم جب انتقال کرو تو جو تمہارا قائم مقام ہو اسے وصیت کر دینا اور یہ کہہ دینا کہ جب اس کا انتقال ہو تو وہ اپنی اولاد کو وصیت کرے کہ "رفیع الدین" کی یہ تلوار اور

حمائل شریف خاندان میں چلتی رہے یہاں تک کہ امام مہدی کا ظہور ہو جائے تو جو اس زمانے میں شیخ ہو وہ میری طرف سے امام مہدی کو یہ دونوں ہدیئے پیش کردے (خطبات حکیم الاسلام)

سلطان محمود کی حکمت اور اس کا انعام

تاریخ میں یہ واقعہ پوری صحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ جس وقت سلطان محمود نے سومنات کے بت کو پاش پاش کرنے کا ارادہ کیا تو اس وقت برہمنوں کے طبقے نے معززین سلطنت کے توسط سے سلطان سے درخواست کی کہ اس بت کو نہ توڑا جائے اور یونہی چھوڑ دیا جائے۔ ہندوؤں نے اس کے عوض دولت کی ایک بہت بڑی مقدار دینے کا وعدہ کیا۔ معززین سلطنت نے ہندوؤں کی اس درخواست کو سلطان تک پہنچاتے وقت یہ خیال ظاہر کیا کہ اس درخواست کو قبول کر لینے میں ہمارا فائدہ ہے۔ بت کو توڑ ڈالنے سے نہ تو بت پرستی کی رسم اس شہر سے مٹ سکتی ہے اور نہ ہمیں کوئی فائدہ ہوگا لیکن اگر ہم اس بت کو نہ توڑنے کے معاوضے میں کوئی معقول رقم قبول کرلیں گے تو اس سے غریب مسلمانوں کا فائدہ ہو جائے گا۔ اس کے جواب میں محمود نے ان سے کہا۔ تم جو کہتے ہو وہ صحیح ہے۔ لیکن اگر تمہارے کہنے پر چلوں گا تو میرے بعد دنیا مجھے "محمود بت فروش" کے نام سے یاد کرے گی۔ اور اگر میں اس بت کو پاش پاش کروں گا تو مجھے "محمود بت شکن" کے نام سے یاد کرے گی۔ مجھے تو یہی بہتر معلوم ہوتا ہے کہ دنیا اور آخرت میں مجھے محمود بت شکن پکارا جائے۔ نہ کہ محمود بت فروش۔ محمود کی نیک نیتی اسی وقت رنگ لائی۔ جس وقت اس بت کو توڑا گیا تو اس کے پیٹ میں سے ان گنت اور بیش قیمت جواہر اور اعلیٰ درجے کے موتی نکلے۔ ان سب جواہرات کی قیمت برہمنوں کی پیش کردہ قیمت سے سو (۱۰۰) گنا زیادہ تھی۔

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی حکیمانہ جہد پیہم

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ (م ۱۳۳۹/۱۹۲۰)

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریز کے خلاف اور ملک کو ان کے غاصبانہ قبضہ سے آزاد کرانے کے لیے جن افراد نے اپنا تن من دھن لٹایا ان میں شیخ الہندؒ

(۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) کی شخصیت سرفہرست ہے۔

۱۹۱۵ء میں آپ حجاز تشریف لے گئے۔ بدقسمتی سے شریف حسین نے انگریز کے بھڑکانے پر ''خلافت عثمانیہ'' سے بغاوت کر کے اپنی حکومت قائم کر لی، گورنمنٹ برٹش کے ایماء پر حضرت شیخ الہندؒ سے ''خلافت عثمانیہ'' کے خلاف نیز ترکوں کی تکفیر اور شریفی حکومت کی بغاوت کے حق میں مُرتبہ استفتاء پر دستخط طلب کیے گئے جس سے آپ نے خلاف شرع ہونے کی بناء پر انکار کر دیا۔ نتیجۃً آپ کو انتہائی ضعف اور پیرانہ سالی کی حالت میں آپ کے رفقاء کے ساتھ جزیرہ نما مالٹا میں قید کر دیا گیا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

''محرم ۱۳۳۵ھ کی اخیر تاریخوں میں شیخ الاسلام مکہ معظمہ عبداللہ سراج کی طرف سے نقیب علماء مکہ عصر کے بعد آیا اور کہا کہ مجھ کو شیخ الاسلام نے بھیجا ہے اور حضرت شیخ الہند سے اس محضر کی تصدیق طلب کی ہے مولانا کے اس پر دستخط کرا دو اس کو دیکھا گیا تو عنوان یہ تھا ''من علماء مکۃ المکرمہ المدرسین بالحرم الشریف المکی'' (مکہ مکرمہ کے علماء کی جانب سے جو مکہ کے حرم شریف میں درس دیتے ہیں) اور اس میں تمام ترکوں کی تکفیر اس بناء پر کی گئی تھی کہ انہوں نے سلطان عبدالحمید خان مرحوم کو معزول کیا ہے۔ شریف حسین کی بغاوت کو حق بجانب اور مستحسن قرار دیا گیا تھا اور ترکوں کی خلافت کا انکار تھا وغیرہ وغیرہ حضرت نے اس پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ چونکہ یہ محضر اُن علماء مکہ مکرمہ کی طرف سے ہے جو کہ حرم مکی میں پڑھاتے ہیں اور میں ہندوستان کا باشندہ ہوں اور حرم مکی میں مدرس بھی نہیں ہوں اس لیے مجھ کو کسی طرح اس پر دستخط کرنا درست نہیں ہے وہ واپس چلا گیا۔ حاضرین میں سے بعض احباب نے کہا کہ اس کا نتیجہ خطرناک ہے۔ حضرت نے جواب دیا کہ پھر کیا کیا جائے۔ نہ عنوان اجازت دیتا ہے نہ معنون، معنون میں جو باتیں ذکر کی گئی ہیں وہ سراسر خلاف شریعت ہیں اس کے بعد سنا گیا کہ شیخ الاسلام عبداللہ سراج بہت برہم ہوئے خطرہ تھا کہ وہ لوٹ کر آئے گا اور کچھ جواب دے گا۔ دو چار دن کے بعد شریف حسین خود جدہ گیا اور وہاں سے حکم بھیجا کہ فوراً مولانا محمود حسن اور ان کے رفقاء اور سید ہاشم اور حکیم نصرت حسین کو گرفتار کر کے بھیجو''۔ (نقش حیات ج۲ص ۶۵۰)

تقریباً ساڑھے تین سال قید کاٹنے کے بعد آپ کو رہائی نصیب ہوئی اور آپ دیوبند واپس تشریف لائے اور پہلے سے بھی زیادہ جوش وخروش کے ساتھ تحریک آزادی میں حصہ لیا۔ سوءِ اتفاق کہ جلد ہی آپ کا انتقال ہو گیا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃً

اہل روم کی حکمت

مولانا رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے کہ ایک دفعہ رومیوں اور چینیوں کے درمیان جھگڑا ہوا رومیوں نے کہا کہ ہم اچھے صناع اور کاری گر ہیں۔ چینیوں نے کہا ہم ہیں بادشاہ کے سامنے یہ مقدمہ پیش ہوا بادشاہ نے کہا: تم دونوں اپنی صفائی دکھلاؤ! اس وقت دونوں صناعیوں کا موازنہ کر کے فیصلہ کیا جائے گا۔

اور اس کی صورت یہ تجویز کی گئی کہ بادشاہ نے ایک مکان بنوایا اور اس کے درمیان پردے کی ایک دیوار کھڑی کر دی چینیوں سے کہا کہ نصف مکان میں تم اپنی کاری گری دکھلاؤ! اور رومیوں سے کہا کہ دوسرے نصف میں تم اپنی صناعی کا نمونہ پیش کرو! چینیوں نے تو دیوار پر پلاستر کر کے قسم قسم کے بیل بوٹے اور پھول پتے رنگ برنگ کے بنائے اور اپنے حصے کے کمرے کو مختلف نقش ونگار اور رنگا رنگ بیل بوٹوں سے گل وگلزار بنا دیا۔ ادھر رومیوں نے دیوار پر پلاستر کر کے ایک بھی پھول پتہ نہیں بنایا اور نہ ہی کوئی ایک بھی رنگ لگایا بلکہ دیوار کے پلاستر کو صیقل کرنا شروع کر دیا اور اتنا شفاف اور چمک دار کر دیا کہ اس میں آئینہ کی طرح صورت نظر آنے لگی۔

جب دونوں نے اپنی اپنی کاریگری اور صناعی ختم کر لی تو بادشاہ کو اطلاع دی۔ بادشاہ آیا اور حکم دیا کہ درمیان سے دیوار نکال دی جائے جونہی دیوار بیچ میں سے ہٹی چینیوں کی وہ تمام نقاشی اور گلکاری رومیوں کی دیوار میں نظر آنے لگی اور وہ تمام بیل بوٹے رومیوں کی دیوار میں منعکس ہو گئے جسے رومیوں نے صیقل کر کے آئینہ بنا دیا تھا۔ بادشاہ سخت حیران ہوا کہ کس کے حق میں فیصلہ دے۔ کیونکہ ایک ہی قسم کے نقش ونگار دونوں طرف نظر آ رہے تھے۔ آخر کار اس نے رومیوں کے حق میں فیصلہ دیا کہ ان کی صناعی اعلیٰ ہے۔ کیونکہ انہوں نے اپنی صناعی بھی دکھلائی اور ساتھ ہی چینیوں کی کاری گری بھی چھین لی۔

مولانا رومی نے اس قصے کو نقل کر کے آخر میں بطور نصیحت کے فرمایا ہے: اے عزیز! تو

اپنے دل پر رومیوں کی صناعی جاری کر یعنی اپنے قلب کو ریاضت و مجاہدہ سے مانجھ کر اتنا صاف کر لے کہ تجھے گھر بیٹھے ہی دنیا کے سارے نقش و نگار اپنے دل میں نظر آنے لگیں۔

یعنی تو اپنے دل سے ہر قسم کا مادی میل کچیل نکال پھینک اور اسے علم الٰہی کی روشنی سے منور کر دے تجھے دنیا و آخرت کے حقائق و معارف گھر بیٹھے ہی نظر آنے لگیں گے۔ایسے قلب صافی پر بے استاد و کتاب براہ راست علوم خداوندی کا فیضان ہوتا ہے اور وہ روشن سے روشن تر ہو جاتا ہے (مثنوی شریف)

حکیم سقراط کی حکمت وفراست

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں کہ سقراط ایک بہت بڑا حکیم تھا اور گویا ایک درجہ میں طب کا موجد سمجھا جاتا ہے اور رات دن پہاڑوں میں جڑی بوٹیوں کا امتحان کرتا تھا سارا دن گھومتے گھامتے ایک دن ایک دکان پر بیٹھا دن بھر کا تھکا ہوا تھا اس کے آنکھ لگ گئی پیر تو زمین پر رکھے ہوئے ہیں اور دکان کے تختہ پر بیٹھا ہے اور نیند آ گئی بادشاہ وقت کی سواری نکل رہی تھی نقیب و چوبدار ہٹو بچو کہتے جا رہے ہیں اور اس بیچارے کو کچھ خبر نہیں یہاں تک کہ بادشاہ کی سواری قریب آ گئی تو بادشاہ کو ناگوار گزرا کہ پبلک کا ایک آدمی اور پیر پھیلائے ہوئے بیٹھا ہے نہ بادشاہ کی تعظیم ہے نہ عظمت ہے بڑا بے ادب گستاخ ہے بادشاہ کو اتنا جذبہ آیا کہ سواری سے اتر کر اس کو ایک ٹھوکر ماری۔ اب سقراط کی آنکھ کھلی اور آنکھ مل کے دیکھنے لگا بادشاہ نے کہا کہ جانتا بھی ہے تو کہ میں کون ہوں؟ اس نے کہا جی ہاں میں یہی جاننے کی کوشش کر رہا ہوں کہ آپ کون ہیں اور اب تک اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ شاید آپ جنگل کے کوئی درندے معلوم ہوتے ہیں اس لئے کہ آپ نے ٹھوکر ماری ہے اور وہی ٹھوکر مار کر چلتے ہیں۔ بادشاہ کو اور زیادہ ناگوار گزرا اس سے کہا کہ تو جانتا نہیں کہ میں بادشاہ وقت ہوں۔ میرے ہاتھ میں اتنے خزانے ہیں۔ اتنی فوجیں ہیں اتنے سپاہ ہیں اتنے قلعے ہیں اتنے شہر ہیں۔ سقراط نے بڑی متانت سے کہا کہ بندۂ خدا تو نے اپنی بڑائی کے لئے فوجوں کو ہتھیاروں کو خزانوں کو روپے کو پیسے کو پیش کیا لیکن ان میں سے ایک چیز بھی تیرے اندر کی تو نہیں ہے۔ سب باہر ہی باہر کی چیزیں ہیں تیرے اندر کیا

کمال ہے جس کی وجہ سے تو دعویٰ کرے کہ تو باکمال ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ روپے پیسے نے تجھے چھوڑ دیا بس تو ذلیل ہوگیا اب تیری عزت ختم ہوگئی تاج وتخت اتفاق سے پاس نہ ہو تو بس تو ذلیل ہوگیا۔ فوجیں اگر کہیں رہ جائیں اور تو شکار میں آگے بڑھ جائے تو ذلیل ہو جائے اس لئے کہ فوج تو ہے ہی نہیں یہ کیا عزت ہوئی کہ اندر کچھ نہیں اور بیرونی چیزوں پر مدار کار رکھے ہوئے ہے۔ تیرے اندر کی کیا چیز ہے نہ فوجیں تیرے اندر کی ہیں نہ تاج وتخت تیرے اندر کا ہے تو اگر اپنا کمال بتلاتا ہے اور بڑائی بتلاتا ہے تو اندر کا کمال پیش کر اگر تیرے اندر واقعی کوئی کمال ہے۔ اب وہ بیچارہ بادشاہ بھی حیران ہوا کہ واقعی بات سچی ہے جواب دے نہ سکا حکیم سقراط نے کہا کہ اگر تجھے کمال دکھلانا ہے تو ایک لنگی باندھ اور کپڑے اتار اور میں بھی لنگی باندھتا ہوں اور کپڑے اتار کر اس دریا میں کودتے ہیں اور وہاں اپنے اپنے کمالات دکھلائیں گے۔ اس وقت معلوم ہوگا کہ تو باکمال ہے یا میں باکمال ہوں تو گویا سقراط نے بتلایا کہ حقیقت میں کمال جس پر آدمی فخر کرے وہ اندرونی کمال ہے اندر تو کمال نہ ہوا اور باہر کی چیزوں پر فخر کرے جو کہ ہمیشہ جدا ہونے والی چیزیں ہیں وہ جدا ہوگئیں تو بے کمال ہوگیا۔ ذلیل ہوگیا یہ کیا کمال ہے؟ (خطبات طیب)

اقوال حکمت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے... کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ کیا ہے؟ فرمایا:...

المعرفة رأس مالي (اصل سرمایہ) تو معرفت ہے...

والعقل أصل ديني میرے دین کی جڑ عقل ہے...

والحب أساسي میری بنیاد محبت ہے...

والشوق مركبي میری سواری شوق ہے...

وذكر الله أنيسي میرا انیس ذکر الٰہی ہے...

والثقة كنزي میرا خزانہ اعتماد بر خدا ہے...

والحزن رفيقي میرا ساتھی غم دل ہے...

والعلم سلاحی میرا ہتھیار علم ہے...
والصبر ردائی میرا لباس صبر ہے...
والرضاء غنیمتی میرا مال غنیمت رضائے سبحانی ہے...
والعجز فخری میرا فخر عجز بدرگاہ ربانی ہے...
والزھد حرفتی میرا پیشہ زُہد ہے...
والیقین قوتی میری خوراک یقین ہے...
والصدق شفیعی میرا شفیع صدق ہے...
والطاعۃ قوحبّی میرا اندوختہ طاعت الٰہی ہے...
والجھاد خلقی میرا خلق جہاد ہے...
وقرۃ عینی فی الصلٰوۃ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے...

سلطان عالمگیر رحمہ اللہ کی عالمگیر حکمت

عالمگیر رحمہ اللہ کے زمانے کا واقعہ ہے کہ عالم گیر رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانے میں علماء اس قدر کس مپرسی میں مبتلا ہو گئے کہ انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں تھا عالم گیر رحمہ اللہ چونکہ خود عالم تھے اہل علم کی عظمت کو جانتے تھے انہوں نے کوئی بیان وغیرہ اخبارات میں شائع نہیں کرایا کہ علماء کی قدر کرنی چاہیے۔

بلکہ یہ تدبیر اختیار کی کہ جب نماز کا وقت آ گیا تو عالم گیر رحمہ اللہ نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ آج فلاں والی ملک جودکن کے نواب ہیں وہ ہمیں وضو کرائیں چنانچہ جودکن کے والی تھے انہوں نے سات سلام کیئے کہ بڑی عزت افزائی ہوئی کہ بادشاہ سلامت نے مجھے حکم دیا کہ میں وضو کراؤں وہ سمجھے کہ اب کوئی جاگیر ملے گی بادشاہ بہت راضی ہے۔نواب صاحب فوراً پانی کا لوٹا بھر لائے اور آ کر وضو کرانا شروع کر دیا۔

عالمگیر رحمہ اللہ نے پوچھا کہ وضو میں فرض کتنے ہیں؟ انہوں نے ساری عمر کبھی وضو کیا ہوتا تو انہیں خبر ہوتی۔اب وہ حیران! کیا جواب دیں۔پوچھا واجبات کتنے ہیں؟ کچھ پتہ

نہیں۔ پوچھا سنتیں کتنی ہیں؟ جواب ندارد۔

عالمگیر رحمہ اللہ نے کہا بڑے افسوس کی بات ہے کہ لاکھوں کی رعیت کے اوپر تم حاکم ہو لاکھوں کی گردنوں پر حکومت کرتے ہو اور مسلم تمہارا نام ہے۔ تمہیں یہ بھی پتہ نہیں کہ وضو میں فرض واجب سنتیں کتنی ہیں۔ مجھے امید ہے کہ میں آئندہ ایسی صورت نہ دیکھوں۔

دوسرے کے ساتھ یہ برتاؤ کیا کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں ان سے کہا: آپ ہمارے ساتھ افطار کریں اس نے کہا جہاں پناہ یہ تو عزت افزائی ہے۔ ورنہ فقیر کی ایسی کہاں قسمت کہ بادشاہ سلامت یاد کریں جب افطار کا وقت ہوا تو عالم گیر رحمہ اللہ نے ان سے کہا کہ مفسدات صوم جن سے روزہ فاسد ہوتا ہے کتنے ہیں؟

انہوں نے کبھی اتفاق سے روزہ ہی نہیں رکھا تھا۔ انہیں پتہ ہی نہیں تھا کہ روزے کے مفسدات کیا ہیں۔ اب دوسرے صاحب چپ ہیں۔ کیا جواب دیں!!

عالم گیر رحمہ اللہ نے کہا بڑی شرم کی بات ہے کہ تم مسلمانوں کے امیر والی ملک اور نواب کہلاتے ہو۔ ہزاروں آدمی تمہارے حکم پر چلتے ہیں تم مسلمان ریاست کے والی ہو اور تمہیں یہ بھی پتہ نہیں کہ روزہ فاسد کن کن چیزوں سے ہوتا ہے؟!

اسی طرح کسی سے زکوٰۃ کا مسئلہ پوچھا تو زکوٰۃ کا مسئلہ نہ آیا کسی سے حج وغیرہ کا غرض سارے فیل ہوئے اور عالم گیر رحمہ اللہ نے سب کو یہ کہا کہ آئندہ میں ایسا نہ دیکھوں۔

بس جب یہاں سے امراء واپس ہوئے اب انہیں مسائل معلوم کرنے کی ضرورت پڑی تو علماء کی تلاش شروع ہوئی اب علماء نے ناز شروع کئے کسی نے کہا ہم پانچ سو روپے تنخواہ لیں گے انہوں نے کہا حضور! ہم ایک ہزار روپیہ تنخواہ دیں گے اس لئے کہ جاگیریں جانے کا اندیشہ تھا پھر بھی علماء نہ ملے تمام ملک کے اندر اہل علم حضرات کی تلاش شروع ہوئی جتنے علماء طلباء تھے سب ٹھکانے لگ گئے بڑی بڑی تنخواہیں جاری ہوگئیں اور ساتھ ہی یہ کہ جتنے امراء تھے انہیں مسائل معلوم ہوگئے اور دین پر انہوں نے عمل شروع کر دیا (از انمول موتی)

تیر علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

حضرت میاں جی نور محمد صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

جب سید احمد شہید رحمہ اللہ ہفتے میں ایک دن جنگل میں سیر کے لئے تشریف لے جاتے تھے تو بڑے بڑے لوگ یہ حسرت کرتے تھے کہ ہمیں بھی سید صاحب کے ساتھ جانے کا موقع مل جائے۔ حضرت میاں جی فرماتے ہیں۔ ایک روز موقع مل گیا اور میں سید صاحبؒ کے ساتھ چل پڑا۔ سید صاحب گھوڑے پر تشریف فرما تھے۔ خانم بازار دہلی سے گزرے وہاں سے آگے ایک گلی سے گزرے۔ اس گلی میں ایک رنڈی کا مکان تھا وہ نہایت حسین اور پڑھی لکھی تھی اور اس گلی میں سے معمولی آدمی کا گزرنا ناممکن تھا۔ گلی میں اس کا بڑا بنگلہ تھا بڑے بڑے شہزادے اور امیر زادے اس کے بنگلے پر جاتے تھے۔ جب سید احمد شہیدؒ اس کے بنگلے سے گزرے تو وہ حسن اتفاق سے اپنے دروازے پر کھڑی تھی۔ زرق برق لباس میں ملبوس تھی۔ سید صاحب نے اس کی طرف نظر اٹھائی پھر کیا تھا۔ وہ چیخ پڑی اور سید صاحب کے گھوڑے کے پیچھے دوڑ پڑی اور پیچھے یہ آواز بھی لگا رہی تھی۔ اے شاہسوار! خدا کے واسطے ذرا گھوڑا روک لے۔ آپ نے گھوڑا روک لیا اور وہ بے تحاشا گھوڑے کے اگلے دونوں پاؤں کو لپٹ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ سید صاحب بار بار فرماتے تھے کہ بی بی سن تو سہی بات تو بتلاؤ تو کون ہے اور کیوں روتی ہے؟ گھوڑے کے پاؤں چھوڑ دے اور اپنا مطلب بتا۔ وہ برابر روتی رہی اور گھوڑے کے پاؤں پکڑے ہوئے تھی جب اسے رونے سے افاقہ ہوا تو اس نے کہا کہ جی میں توبہ کرنا چاہتی ہوں اور کچھ نہیں چاہتی۔ سید صاحب نے فرمایا اس وقت تمہارے مکان میں بندے ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں سید صاحب نے فرمایا توبہ کے بعد نکاح کرے گی؟ اس نے اقرار کر لیا اور کہا کہ جو آپ فرمائیں گے وہ کروں گی۔ اس وقت اس رنڈی کے گھر میں کل دس آدمی تھے فرمایا سب کو بلاؤ تو آ گئے جس شان سے (رونے کے ساتھ) وہ رنڈی آئی تھی اس شان سے یہ لوگ بھی آ گئے اور رو رو کر سب توبہ تائب ہو گئے۔ سید صاحب نے فرمایا آپ سارے اکبری مسجد میں چلیں۔ میں آ رہا ہوں تھوڑی دیر کے بعد سید صاحب پہنچ گئے اور نو بندوں میں سے ایک کے ساتھ اس کی شادی ہو گئی نکاح بھی ہو گیا سید صاحب نے مسکرا کر پوچھا بی بی اب کہاں جاؤ گی؟

بڑا پیارا جواب دیا کہا کہ خاوند کے ساتھ ان کے گھر میں جاؤں گی کسی نے کہا اپنے بنگلے پر نہیں جائے گی؟ کہا اس بنگلے پر لعنت بھیجتی ہوں گناہ کے کاروبار سے اس کو بنایا تھا اب اس سے نفرت ہو رہی ہے یہ عورت اپنے خاوند کے ساتھ بالا کوٹ کے جہاد میں بھی گئی تھی اکبری مسجد میں جو نو بندے سید صاحب سے بیعت ہوئے تھے۔ وہ سارے شہید ہو گئے اور وہ خود مجاہدین کے گھوڑوں کی خدمت کرتی تھی ان کے لئے چارہ وغیرہ بناتی حتیٰ کہ اس کے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے ایک مجاہد نے ازراہ تعجب پوچھا کہ بی بی اس وقت آپ خوش تھی کہ جب تمہاری خدمت کیلئے شہزادے موجود ہوتے تھے یا اب اس حالت میں خوش ہو کہ اپنے ہاتھوں سے کام کرتی ہیں؟ وہ مسکرائی اور فرمایا سامنے جو پہاڑی کھڑی ہے خدا کی قسم اب میرے پاس ایمان ویقین الحمد للہ اتنا زیادہ ہے کہ اگر سامنے پہاڑی پر اپنا ایمان ویقین رکھ دوں تو ان شاء اللہ یہ پہاڑی بھی نیچے دب جائے گی اور میرے ایمان ویقین کے بوجھ کو نہیں اٹھا سکے گی فرمایا الحمد للہ اب سکون ہی سکون ہے پہلے تو میں مصیبت میں ہوتی تھی (ارواح ثلاثہ)

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی حکمت بھری بصیرت

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ مظفر نگر میں ایک تھانیدار معتقد تھا ایک دن اس نے حضرت مولانا نانوتویؒ کی دعوت کی مولانا نے دیکھا تھا کہ تھانیدار کی کمائی مشتبہ اور مشکوک ہے اس وجہ سے اس کی دعوت کو نامنظور فرمادیا۔ تھانیدار نے دعوت قبول نہ کرنے کی وجہ معلوم کی تو حضرت نے فرمایا میں معذور ہوں۔ اس نے کہا کہ اگر آپ بیمار ہوں تو علاج کرادوں۔ حضرت نے فرمایا نہیں کوئی اور عذر ہے۔ اس نے کہا اگر جانے میں تکلیف ہو تو سواری کا انتظام کردوں۔ حضرت نے فرمایا یہ مجبوری نہیں بلکہ دوسرا عذر ہے۔ اس نے پھر درخواست کی کہ کھانا آپ کے یہاں بھیج دوں۔ آپ نے انکار فرمایا اس نے عرض کیا میں خود حاضر ہو کر کھانا پیش کروں گا۔ حضرتؒ نے صاف انکار فرمادیا۔ وہ تھانیدار ایک دم غصہ ہو گیا اور کہا کہ آپ نہ بزرگ ہیں اور نہ نیک کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے دعوت قبول کرو اور آپ قبول نہیں کرتے۔ اس پر مولانا نانوتویؒ نے فرمایا کہ جو عیوب تو نے بیان کئے ہیں

ان سے زیادہ عیوب کا مرتکب اور مستحق ہوں۔ اس وقت تھانے دار کو ہوش آیا اور سوچا تو معلوم ہوا کہ حضرت میری دعوت میرے مال کے مشتبہ ہونے کی وجہ سے رد فرما رہے ہیں۔ اس نے اسی دن سے تھانیداری چھوڑ دی۔ کچھ دنوں بعد پھر دعوت کی اور عرض کیا کہ:

''حضرت! اب میری اپنی جائیداد کی حلال کمائی ہے آپ کی دعوت کرتا ہوں''

مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے دعوت منظور فرمائی اور اس سے فرمایا کہ ''ملازمت بھی کرو لیکن دیانتداری سے کام لو کیونکہ تھانیداری کرنا دیانت داری کے ساتھ تمام بھلائیوں سے بڑھ کر ہے کیونکہ محتسب کے درجہ میں تھانے دار ہوتا ہے''

ف: پس معلوم ہوا کہ امر بالمعروف کیلئے حکمت عملی اور نرمی کا ہونا ضروری ہے۔ (فلسفہ نماز تبلیغ ص ۲۷،۱۹)

طالب علم کی شیر شاہ سوری سے حکیمانہ گفتگو

شیر شاہ سوری (متوفی ۱۵۴۵ء ۹۵۲ھ) ایک مرتبہ پنجاب گیا اس نے کچھ دن وہاں قیام کیا۔ اس بات کا جائزہ لیا کہ پنجاب کے لوگوں کی معاشی حالت کیسی ہے۔ پھر اس نے اعلان کرایا کہ جو لوگ معاشی طور پر کمزور ہیں ان کو سرکاری امداد دی جائیگی بہت سے لوگوں نے جمع ہو کر امداد حاصل کی۔

ایک دن فجر کی نماز کے بعد شیر شاہ دربار میں بیٹھا تو میر سرور ایک نوجوان کو لے کر پہنچے۔ شیر شاہ نے قاضی سرور سے پوچھا ''آپ کا یہ قرابت دار کیا کرتا ہے؟'' قاضی صاحب نے بتایا ''یہ طالب علم ہے'' شیر شاہ نے طالب علم سے مخاطب ہو کر پوچھا ''برخوردار تم کیا پڑھتے ہو؟'' طالب علم نے جواب دیا ''میں کافیہ پڑھتا ہوں۔

شیر شاہ کو کافیہ حواشی کے ساتھ یاد تھی۔ اس نے طالب علم سے پوچھا ''تم کافیہ پڑھتے ہو تو بتاؤ عمر متصرف ہے یا غیر متصرف'' طالب نے بتایا ''غیر متصرف'' شیر شاہ نے کہا ''اس کی دلیل پیش کرو'' طالب علم نے بڑی ہوشمندی سے بہت سے دلائل پیش کیئے۔ اس کی معلومات سے شیر شاہ بہت خوش ہوا۔ اس نے حکم دیا ''اس کو پانچ سو بیگھہ زمین اور پانچ سو روپیہ انعام دیا جائے'' طالب علم نے عرض کیا ''حضور والا آپ نے میرے کافیہ پڑھنے پر اتنا

انعام دیا ہے میں تو کافیہ سے بھی اچھی چیز کلام ربانی قرآن مجید کا حافظ بھی ہوں'' شیر شاہ نے یہ سن کر حکم دیا ''اس کو پانچ سو بیگھہ زمین اور پانچ سو روپیہ اور دیدیئے جائیں'' جب اس کی زمین کی سند اور نقدی دیدی گئی تو شیر شاہ نے کہا ''دیکھو ہم نے تمہاری قابلیت کے مطابق زمین اور نقدی دلوادی ہے'' طالب علم نے عرض کیا ''جی ہاں حضور والا! اپنی قابلیت کے مطابق تو پالیا لیکن بادشاہ کے کرم کے مطابق نہیں پاسکا'' یہ بات سن کر شیر شاہ مسکرایا اور پانچ سو بیگھہ زمین اور پانچ سو روپیہ اور دینے کا حکم دیا۔ اس طرح اس نوجوان نے اپنی بیبا کی سے ڈیڑھ ہزار بیگھہ زمین اور ڈیڑھ ہزار روپیہ کا انعام حاصل کیا۔ (تاریخ داؤدی ص ۱۳۲)

حکمت بھری تبلیغ کا عجیب واقعہ

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک گنوار شخص آیا اور کہا کہ مولوی جی مجھے مرید کرلو حضرت نے فرمایا اچھا بھائی آؤ مرید کرتے ہوئے جو جو باتیں کہلواتے ہیں مثلاً نماز پڑھو روزہ رکھو سب کچھ کہلوالیا جب مولانا اپنی باتیں پوری فرما چکے تو اس نے کہا کہ:

''مولوی جی! تم نے افیون سے تو توبہ کرائی نہیں''۔

حضرت نے فرمایا کہ: ''بھائی! مجھے کیا خبر کہ تو افیون بھی کھاتا ہے''

حضرت گنگوہیؒ چونکہ طبیب تھے اور جانتے تھے کہ ایک دم افیون کا چھوڑنا مشکل ہے اور طالب کی حالت کی رعایت ضروری ہے اس لئے آپ نے فرمایا کہ کتنی افیون کھایا کرتے ہو میرے ہاتھ پر رکھ دو اس نے گولی بنا کر حضرت کے ہاتھ پر رکھ دی ۔حضرت نے اس میں سے کچھ کم کر کے باقی اس کو دے دی اور فرمایا کہ اتنی کھالیا کرو۔ بعد میں پھر مشورہ کرلینا وہ شخص کچھ دیر خاموش بیٹھ کر کہنے لگا:۔

''اجی مولوی جی! جب توبہ ہی کرلی تو پھر اتنی اور اتنی کیا''۔

یہ کہہ کر افیون کی ڈبیہ نکال کر دیوار پر ماری اور یہ کہا کہ: ''اری افیون! جا میں نے تجھے چھوڑ دیا''

بس یہ کہہ کر چلا گیا نہ ذکر پوچھا نہ شغل افیون کے چھوڑنے سے دست آنے لگے اس نے کہلا کر بھیجا کہ: ''مولوی جی! دعا کردیجیو کہ میں اچھا ہو جاؤں مگر افیون نہ کھاؤنگا''

غرض بری حالت تک نوبت پہنچی مرتے مرتے بچا مگر اچھا ہوگیا تندرست ہوکر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت نے پوچھا کون؟ اس نے بتایا میں افیون والا ہوں اور سارا قصہ بیان کیا اس کے بعد دو روپے پیش کیے مولانا نے کسی قدر عذر کے بعد دل جوئی کی غرض سے قبول فرمالئے اس نے کہا:-

''اجی مولوا جی یہ تم نے پوچھا ہی نہیں کہ یہ کیسے روپے ہیں''

مولانا نے فرمایا کہ بھائی! اب بتلادے کیسے روپے ہیں اس نے کہا کہ یہ روپے افیون کے ہیں حضرت نے پوچھا کہ افیون کے کیسے ہیں اس نے بتایا کہ:

''میں دو روپے مہینے کی افیون کھایا کرتا تھا جب میں نے افیون سے توبہ کی تو نفس بڑا خوش ہوا کہ اب دو روپے ماہوار بچیں گے۔

میں نے کہا یہ تو دین میں دنیا مل گئی بس میں نے نفس سے کہا کہ یہ یاد رکھ کر یہ روپیہ تیرے پاس نہ چھوڑوں گا۔ یہ مت سمجھ کہ تجھے دوں گا بلکہ اسی وقت نیت کرلی کہ جتنے روپے کی افیون کھایا کرتا تھا وہ پیر کو دیا کروں گا پس یہ دو روپیہ ماہوار آپ کے پاس آیا کریں گے''

ف: یہ گنوار کی حکایت ہے جس کو لکھنا پڑھنا کچھ نہ آتا تھا مگر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی صحبت کی برکت سے دین کی سمجھ ایسی تھی کہ دین میں دنیا کی آمیزش کو فوراً سمجھ گیا یہ وہ بات ہے کہ اچھے اچھوں کی بھی سمجھ میں نہیں آتی (وعظ خیر المال للرجال ص ۲۴)

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا حکمت بھرا جواب

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ سے دیانند سرستی نے ایک دفعہ سوال کیا کہ:

''مسلمان کہتے ہیں کہ لوح محفوظ میں اول خلقت سے قیامت تک تمام واقعات لکھے ہوئے ہیں اور واقعات تو لاتعداد و لاتحصی ہیں تو وہ کتاب بہت ہی بڑی ہوگی پھر وہ رکھی کہاں جاتی ہوگی'' حضرت مولانا نے اس کا جلدی جواب نہیں دیا بلکہ ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے کہ لالہ جی آپ کی کتنی عمر ہے اس نے کہا ستر برس کی مثلاً پوچھا کہ کہاں کہاں تعلیم حاصل کی ہے کیا کیا پڑھا ہے اور آپ کو اپنے بچپن کے واقعات بھی یاد ہیں اُس نے بیان کیا کہ میں نے

پہلے وہاں تعلیم حاصل کی پھر وہاں اور میں نے اتنی کتابیں دیکھیں اور اتنی کتابیں پڑھیں اور میں نے اتنے سال سیاحت کی مولانا نے پوچھا کہ یہ سب واقعات آپ کو یاد ہیں کہاں اور بچپن کے واقعات بھی بہت یاد ہیں اور جوانی کے اور سیر وسیاحت وتعلیم وغیرہ کے واقعات تو گویا اس وقت میرے سامنے ہیں غرض اس نے اپنے حافظہ کی بہت تعریف کی مولانا نے پوچھا کہ یہ سب واقعات آپ کو محفوظ ہیں اس نے بڑے دعوے سے کہا جی ہاں بجنسہ سب محفوظ ہیں اب مولانا نے فرمایا کہ لالہ جی اس ذرا سے دماغ میں جو ایک بالشت سے بھی کم ہے ستر برس کے واقعات اور کتابوں کے مضامین اور لوگوں کی باہمی تقریریں اور ابحاث کس طرح سماگئے اس پر وہ خاموش ہوا مولانا نے فرمایا کہ لوح محفوظ کی نظیر تو خود آپ کے اندر موجود ہے ''آپ کا دماغ'' پھر حیرت ہے کہ آپ لوح محفوظ پر یہ سوال کرتے ہیں کہ وہ کہاں رکھی جاتی ہوگی آپ کے کبھی اپنے دماغ پر شبہ نہ ہوا کہ اس ذرا سے دماغ میں اس قدر بے شمار واقعات ومضامین کس طرح محفوظ رہتے ہیں پھر بعض انسانوں کی عمریں ہزار ہزار سال کی ہوئی ہیں اور اُن کے حافظے ہم سے زیادہ قوی تھے اُن کے دماغ میں ہزار سال کے واقعات اور ہزاروں آدمیوں کی صورتیں کیونکر محفوظ رہتی تھیں تو یہ کیا ضرور ہے کہ جس چیز میں لاکھ دو لاکھ برس کے واقعات لکھے جائیں وہ طولاً وعرضاً بھی اتنی بڑی ہو کہ آسمانوں میں نہ سما سکے خدا تعالیٰ کو قدرت ہے کہ تھوڑے سے جسم میں جتنے چاہے واقعات محفوظ کردیں چنانچہ ایک نظیر اس کی انسان میں موجود ہے اب تو دیانند مولانا کا منہ تکنے لگا (وعظ نور النور ۲۳) غرضیکہ انسانی دماغ مظہر لوح بھی ہے۔

نیک سیرت بادشاہ کی ملکہ سے نصیحت آموز گفتگو

ہندوستان پر ایک نیک بادشاہ حکومت کرتا تھا وہ شاہی خزانے سے ایک پیسہ بھی نہیں لیتا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ شاہی خزانہ عوام کا پیسہ ہے اور عوام پر ہی خرچ کیا جانا چاہیے وہ ایک بہترین خوش نویس بھی تھا۔ وہ قرآن پاک کی کتابت کرتا اور اس کی آمدنی سے اپنا گزارا کرتا اس کی ملکہ بھی نیک تھی وہ گھر کا سارا کام خود کرتی تھی صفائی کرتی کھانا پکاتی

کپڑے سیتی غرض گھر کے سارے کام کاج اپنے ہاتھوں سے کرتی ایک دن ملکہ کا ہاتھ روٹی پکاتے ہوئے جل گیا جب بادشاہ گھر آیا تو ملکہ نے کہا مجھے ایک خادمہ رکھنے کی اجازت دیں تاکہ وہ گھر کے کام کاج میں میری مدد کرے بادشاہ نے کہا۔

ملکہ تم جانتی ہو کہ میں شاہی خزانے سے ایک پیسہ بھی نہیں لیتا اس لیے کہ یہ عوام کا پیسہ ہے اور میری آمدنی اتنی نہیں کہ میں ایک خادمہ رکھ سکوں کیونکہ میری آمدنی میرے ہاتھ کی کمائی پر ہے قرآن پاک کی کتابت سے اتنی کم آمدنی میں ایک خادمہ رکھنے کی گنجائش کہاں ہے میں اگرچہ بادشاہوں مگر حقیقت میں ایک عام غریب آدمی ہوں شاہی خزانے پر صرف عوام کا حق ہے اور عوام کی فلاح و بہبود کے لیے ہی خرچ ہونا چاہیے اگر آج میں اس خزانے سے کچھ لے لوں گا تو کل خدا تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا ملکہ تم حلال کی کمائی پر صبر وشکر کرو کل پیارا خدا تمہیں اور مجھے اس کا بہت اجر دے گا۔

بادشاہ کی ملکہ بھی چونکہ سمجھ دار اور نیک تھی اور صبر وشکر کرنے والی تھی۔اس لیے پھر سلطان سے اس سلسلے میں کچھ نہ کہا اور گھر کے کام کاج خود ہی کرتی رہی۔اسی لیے کہا جاتا ہے کہ خدا سے دوستی رکھنا ہو تو اپنے ہاتھ سے کماؤ اور حلال رزق سے اپنے اور خاندان کی کفالت کرو اب آپ اس بادشاہ کا نام بھی جان لیں اس کا نام سلطان ناصر الدین تھا۔

خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کی حکمت کا یادگار واقعہ

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اولیاء اللہ میں اونچا مقام رکھتے ہیں۔ان کے زمانے میں ایک بڑے عالم اور فقیہ اور مفتی مولانا حکیم ضیاء الدین صاحب بھی موجود تھے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء بحیثیت ''صوفی'' کے مشہور تھے اور یہ بڑے عالم ''مفتی اور فقیہ'' کی حیثیت سے مشہور تھے حضرت خواجہ نظام الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ ''سماع'' کو جائز کہتے تھے۔بہت سے صوفیا کے یہاں سماع کا رواج تھا۔سماع کا مطلب ہے کہ موسیقی کے آلات کے بغیر حمد ونعت وغیرہ کے مضامین کے اشعار ترنم سے یا بغیر ترنم کے محض خوش آواز سے کسی کا پڑھنا اور دوسروں کا اسے خوش عقیدگی اور محبت سے سننا بعض صوفیاء اس کی اجازت دیتے تھے

اور بہت سے فقہاء اور مفتی حضرات اس سماع کو بھی جائز نہیں کہتے تھے بلکہ ''بدعت'' قرار دیتے تھے۔ چنانچہ ان کے زمانے کے مولانا حکیم ضیاء الدین صاحب نے بھی ''سماع'' کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا تھا اور حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ''سماع'' سنتے تھے۔

جب مولانا حکیم ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ حضرت کی عیادت اور مزاج پرسی کے لئے تشریف لے گئے اور اطلاع کروائی کہ جا کر حکیم ضیاء الدین صاحب سے عرض کیا جائے کہ نظام الدین مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوا ہے اندر سے حکیم ضیاء الدین صاحب نے جواب دیا کہ ان کو باہر روک دیں۔ میں کسی بدعتی کی صورت دیکھنا نہیں چاہتا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے جواب بھجوایا کہ ان سے عرض کردو کہ بدعتی بدعت سے توبہ کرنے کے لئے حاضر ہوا ہے اسی وقت مولانا حکیم ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پگڑی بھیجی کہ اسے بچھا کر خواجہ صاحب اس کے اوپر قدم رکھتے ہوئے آئیں اور جوتے سے قدم رکھیں ننگے پاؤں نہ آئیں خواجہ صاحب نے پگڑی کو اٹھا کر سر پر رکھا اور کہا کہ یہ میرے لئے دستار فضیلت ہے۔ اس شان سے اندر تشریف لے گئے آکر مصافحہ کیا اور بیٹھ گئے اور حکیم ضیاء الدینؒ کی طرف متوجہ رہے۔ پھر خواجہ صاحب کی موجودگی میں حکیم ضیاء الدین کی وفات کا وقت آ گیا خواجہ صاحب نے فرمایا کہ الحمدللہ حکیم ضیاء الدین صاحب کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا کہ ترقی مدارج کے ساتھ ان کا انتقال ہوا (اصلاحی خطبات)

جب قاتل کا سراغ مل گیا

شیر شاہ کی حکومت کے زمانے میں اٹاوہ کے پاس ایک شخص راستے میں قتل ہوا پایا گیا مقتول کی لاش ایسے دو دیہاتوں کی سرحد پر پائی گئی جن میں مدتوں سے جھگڑا چلا آرہا تھا۔ قتل کا ثبوت نہ مل سکا۔

جب اس حادثے کی خبر شیر شاہ کو ملی تو اس نے اپنے وزراء کو اس کی تفتیش کرنے کو کہا لیکن کہیں سے کوئی ثبوت نہ ملا آخر بہت سوچ بچار کر کے شیر شاہ نے دو سرکاری جاسوسوں کو اس درخت کے پاس بھیجا جس کے نیچے مقتول کی لاش ملی تھی اور اس درخت کو کلہاڑی سے کاٹنے کا

حکم دیا ان آدمیوں کو ہدایت کی کہ وہ اس کا اظہار نہ کریں کہ وہ بادشاہ کی طرف سے بھیجے
ہیں لیکن دونوں دیہاتوں سے اگر کوئی ان کے پاس مزاحمت کرنے آئے تو جاگیردار کو خبر د
اور انہیں پکڑ کر دربار میں لے آئیں شیر شاہ کے آدمیوں نے حکم کے مطابق جب درخت کا
شروع کیا تو دونوں دیہاتوں کے پاس سے ایک ایک آدمی نے آکر شور مچانا شروع کر دیا ک
درخت تو ہمارے ہیں تم کون ہو جو اس کو کاٹتے ہو۔ شیر شاہ کے آدمیوں نے وہاں
جاگیرداروں سے کہا گاؤں کے یہ آدمی مشکوک ہیں۔ انہیں بادشاہ کے دربار میں لے چلو۔

انہیں دربار میں لے جایا گیا شیر شاہ نے ان سے پوچھا۔ درخت تمہارے گاؤں
کچھ فاصلے پر تھا لیکن جب یہ کاٹا جا رہا تھا تو انہیں خبر ہوگئی لیکن جب چند دن پہلے اسی درخ
کے نیچے ایک آدمی کا سر کاٹا جا رہا تھا تمہیں خبر کیوں نہیں ہوئی پھر حکم دیا اگر تین روز
مقتول کا قاتل حاضر کر دیا جائے گا تو تم سب کو امان ملے گی۔ ورنہ گاؤں کے تمام آدمی
کر دیئے جائیں۔ قاتل گاؤں میں موجود تھا۔ گاؤں والوں نے اسے باندھ کر بادشاہ
سامنے پیش کیا اور پھر اسے قتل کر دیا گیا (تاریخ داؤدی...۱۳۹،۱۴۰)

مفتی اعظم رحمہ اللہ کا حکیمانہ طرز عمل

شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے و
ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ کی پوری زندگی میں اس حدیث کہ حضور اقدس ص
اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جو شخص حق پر ہوتے ہوئے جھگڑا چھوڑ دے میں اس کو جنت
بیچوں بیچ گھر دلوانے کا ذمہ دار ہوں" اس حدیث پر عمل کرنے کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا
جھگڑا ختم کرنے کی خاطر بڑے سے بڑا حق چھوڑ کر الگ ہو گئے ان کا ایک واقعہ سناتا ہوں جس
آج لوگوں کو یقین کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے یہ دار العلوم جو اس وقت کورنگی میں قائم ہے۔ پہ
نانک واڑہ میں ایک چھوٹی سی عمارت میں قائم تھا جب کام زیادہ ہوا تو اس کے لئے وہ جگہ تنگ
گئی وسیع اور کشادہ جگہ کی ضرورت تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ کی ایسی مدد ہوئی کہ بالکل شہر کے وسط م
حکومت کی طرف سے ایک بہت بڑی اور کشادہ جگہ مل گئی اور دار العلوم کراچی کے نام الاٹ ہو گ
اس زمین کے کاغذات مل گئے قبضہ مل گیا اور ایک کمرہ بھی بنا دیا گیا ٹیلیفون بھی لگ گیا اس

بعد دار العلوم کا سنگ بنیاد رکھتے وقت ایک جلسہ تاسیس منعقد ہوا جس میں پورے پاکستان کے بڑے بڑے علماء حضرات تشریف لائے اس جلسہ کے موقع پر کچھ حضرات نے جھگڑا کھڑا کر دیا کہ یہ جگہ دار العلوم کو نہیں ملنی چاہئے تھی بلکہ فلاں کو ملنی چاہئے تھی اتفاق سے جھگڑے میں ان لوگوں نے ایسے بعض بزرگ ہستیوں کو بھی شامل کر لیا۔ جو حضرت والد صاحب کے لئے باعث احترام تھیں والد صاحب نے پہلے تو یہ کوشش کی کہ یہ جھگڑا کسی طرح ختم ہو جائے لیکن وہ ختم نہیں ہوا والد صاحب نے یہ سوچا کہ جس مدرسے کا آغاز ہی جھگڑے سے ہو رہا ہے تو اس مدرسے میں کیا برکت ہوگی؟ چنانچہ والد صاحب نے اپنا یہ فیصلہ سنا دیا کہ میں اس زمین کو چھوڑتا ہوں۔

دار العلوم کی مجلس منتظمہ نے یہ فیصلہ سنا تو انہوں نے حضرت والد صاحب سے کہا کہ حضرت! یہ آپ کیسا فیصلہ کر رہے ہیں؟ اتنی بڑی زمین وہ بھی شہر کے وسط میں ایسی زمین ملنا بھی مشکل ہے اب جبکہ یہ زمین آپ کو مل چکی ہے آپ کا اس پر قبضہ ہے آپ ایسی زمین کو چھوڑ کر الگ ہو رہے ہیں؟ حضرت والد صاحب نے جواب میں فرمایا کہ میں مجلس منتظمہ کو اس زمین کے چھوڑنے پر مجبور نہیں کرتا اسلئے کہ مجلس منتظمہ در حقیقت اس زمین کی مالک ہو چکی ہے آپ حضرات اگر چاہیں تو مدرسہ بنالیں میں اس میں شمولیت اختیار نہیں کروں گا اس لئے کہ جس مدرسے کی بنیاد جھگڑے پر رکھی جا رہی ہو اس مدرسے میں مجھے برکت نظر نہیں آتی پھر حدیث سنائی جو شروع میں گذری ہے (انمول موتی)

اور جھگڑے سے بچنے کیلئے آپ نے فرمایا دار العلوم بنانا فرض نہیں ہے مسلمانوں کو پھوٹ سے بچانا فرض عین ہے اور فرمایا کہ آپ حضرات یہ کہہ رہے ہیں کہ شہر کے بیچوں بیچ ایسی زمین کہاں ملے گی لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ میں اس کو جنت کے بیچ میں گھر دلواؤں گا یہ کہہ کر اس زمین کو چھوڑ دیا۔ آج کے دور میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے کہ کوئی شخص اس طرح جھگڑے سے بچنے کیلئے اتنی بڑی زمین چھوڑ دے لیکن جس شخص کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر کامل یقین ہے وہی یہ کام کر سکتا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہوا کہ چند ہی مہینوں کے بعد اس زمین سے کئی گنا بڑی زمین عطا فرما دی جہاں آج دار العلوم قائم ہے۔ یہ تو میں نے آپ حضرات کے سامنے ایک مثال بیان کی ورنہ حضرت والد صاحب کو ہم نے ساری زندگی حتی الامکان اس حدیث پر عمل کرتے دیکھا۔ ہاں البتہ جس جگہ دوسرا شخص جھگڑے کے

اندر پھانس ہی لے اور دفاع کے سوا کوئی چارہ نہ رہے تو وہ الگ بات ہے۔ ہم لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں کو لے کر بیٹھ جاتے ہیں کہ فلاں موقع پر فلاں شخص نے یہ بات کہی تھی فلاں نے ایسا کیا تھا اب ہمیشہ کے لئے اس کو دل میں بٹھا لیا اور جھگڑا کھڑا ہو گیا آج ہمارے پورے معاشرے کو اس چیز نے تباہ کر دیا ہے۔ یہ جھگڑا انسان کے دین کو مونڈ دیتا ہے اور انسان کے باطن کو تباہ کر دیتا ہے اس لئے خدا کے لئے آپس کے جھگڑوں کو ختم کر دو اور اگر دو مسلمان بھائیوں میں جھگڑا دیکھو تو ان کے درمیان صلح کرانے کی پوری کوشش کرو۔ (اصلاحی خطبات)

ایک مجذوب کی حکیمانہ بات

ہارون رشید کے زمانے میں ایک مجذوب تھے ان کا نام بہلول مجذوب تھا۔ ہارون رشید ان سے مذاق کر لیا کرتا تھا لیکن ہنسی میں کبھی بہلول بہت پتے کی بات بھی کہہ جاتے تھے ایک دن بہلول ہارون رشید کے پاس گئے۔ اس نے نہیں ایک چھڑی دی اور کہا ۔ بہلول! یہ چھڑی میں تمہیں دے رہا ہوں۔ تمہیں جو شخص اپنے سے زیادہ بے وقوف نظر آئے۔ یہ چھڑی اسے دے دینا۔ بہلول نے چھڑی لے لی اور سنجیدگی سے اُٹھ کر چلے آئے بات آئی گئی ہوگئی شاید ہارون رشید بھی چھڑی کے بارے میں بھول سے گئے۔

کافی عرصہ بعد ہارون رشید سخت بیمار ہو گیا بچنے کی اُمید نہ رہی۔ طبیبوں نے جواب دے دیا۔ ایسے میں بہلول سے اس سے ملنے کے لیے آئے۔ سلام کے بعد پوچھا۔ امیر المؤمنین کیا حال ہے۔ ہارون رشید نے جواب دیا۔ بہلول! بہت لمبا سفر درپیش۔ کہاں کا سفر؟ بہلول نے پوچھا آخرت کا سفر ہارون رشید نے کہا بہلول نے نہایت سادگی سے پوچھا امیر المؤمنین واپسی کب ہوگی؟ تم بھی عجیب ہو بہلول بھلا آخرت کے سفر سے بھی کوئی واپس ہوا ہے۔ بہلول نے یہ سن کر حیرت ظاہر کی اور بولے اچھا! اب آپ واپس نہیں آئیں گے نہیں! اس سفر سے کوئی واپس نہیں آتا۔ اس پر بہلول نے کہا تو پھر آپ نے اس سفر کے لیے کتنے حفاظتی دستے روانہ کیے ہیں اور آپ کے ساتھ کون کون جائے گا ۔ کیا کیا حفاظتی انتظامات ہوں گے ہارون رشید کا منہ بن گیا بولا کیا بات کرتے ہو بہلول آخرت کے سفر میں کوئی ساتھ نہیں جاتا خالی ہاتھ جا رہا ہوں۔

اب بہلول بولے اچھا! اتنا لمبا سفر اور مددگار ساتھ نہیں پھر تو یہ لیجئے اپنی چھڑی یہ امانت واپس ہے مجھے آپ کے علاوہ کوئی انسان اپنے سے زیادہ بے وقوف نہیں ملا آپ جب بھی چھوٹے سفر پر جاتے تھے تو ہفتوں پہلے اس کی تیاریاں شروع ہو جاتی تھیں۔ حفاظتی دستے آگے چلتے تھے خدام ساتھ ہوتے تھے پورا لشکر ساتھ چلتا تھا لیکن اتنے لمبے سفر جس سے واپسی بھی نہیں ہوگی آپ نے کوئی تیاری نہیں کی؟ ہارون رشید یہ سن کر رو پڑا اور کہا بہلول! ہم تو تجھے دیوانہ سمجھتے رہے آج پتہ چلا تمہارے برابر کا تو کوئی عقل مند نہیں۔

اسلام کی حقانیت کا یادگار واقعہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس فارس کا ایک شہزادہ آیا آپ نے اس پر اسلام پیش کیا اس نے انکار کیا آپ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا وہ کہنے لگا کہ امیر المومنین آپ مجھے قتل تو کریں گے ہی لیکن اس سے پہلے میری ایک درخواست پوری کر دیجئے وہ یہ کہ مجھ کو پانی پلا دیجئے میں پیاسا ہوں آپ نے حکم دیا کہ اس کو پانی پلا دیا جائے جب پانی اس کے پاس آیا وہ کہنے لگا امیر المومنین اس کا وعدہ فرمالیں کہ جب تک میں پانی نہ پی لوں اس وقت تک مجھے قتل نہ کیا جائے حضرت عمر نے وعدہ فرمالیا اس نے وہ پانی زمین میں گرا دیا اور کہا لیجئے آپ مجھ کو قتل کیجئے آپ مجھے قتل نہیں کر سکتے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اس شخص نے دھوکا دیا پھر آپ نے حکم دیا کہ اس کو رہا کر دیا جائے حضرات کہیں ہے ایسا قانون جو ایک قیدی کے مقابلہ میں سلطان وقت کو عاجز کر دے کہ اب وہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا مگر اس کا یہ اثر ہوا کہ اس شہزادے نے تھوڑی دیر کے بعد کہا **اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ** کہنے لگا امیر المومنین اسلام میرے دل میں پہلے ہی آچکا تھا مگر اس وقت اگر میں اسلام لاتا تو آپ یہ سمجھتے کہ تلوار کے خوف سے اسلام لایا ہے اس واسطے میں نے یہ تدبیر کی کہ پہلے آپ کو اپنے قتل سے عاجز کر دیا پھر اسلام ظاہر کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بات کی بڑی قدر ہوئی اور ان سے امور سلطنت میں مشورہ کیا کرتے تھے۔ (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

امام غزالی رحمہ اللہ کی والدہ کا ایک واقعہ

آپ بڑے درجہ کے عالم اور صوفی تھے۔ان کے ایک بھائی تھے جو بالکل خالص صوفی مزاج کے آدمی تھے امام غزالیؒ جب امامت فرماتے اور نماز پڑھاتے تو یہ بھائی ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے کسی نے ان کی والدہ سے شکایت کردی کہ یہ اپنے بھائی کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے والدہ نے ان کو بلایا اوران سے پوچھا کہ تم اپنے بھائی کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ان کی نماز ہی کیا ہے میں ان کے پیچھے کیسے نماز پڑھوں اس لئے کہ جب یہ نماز پڑھاتے ہیں تو اس وقت ان کا ذہن حیض ونفاس کے مسائل میں الجھار ہتا ہے اس لئے یہ گندی نماز ہے میں ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا۔

وہ بھی امام غزالیؒ کی والدہ تھیں جواب میں فرمایا کہ تمہارا بھائی تو نماز کے اندر فقہی مسئلے سوچتا ہے اور نماز کے اندر فقہی مسئلے سوچنا جائز ہے اور تم نماز کے اندر اپنے بھائی کی عیب جوئی میں لگے رہتے ہو اور یہ دیکھتے رہتے ہو کہ اس کی نماز صحیح ہے یا غلط؟ اور نماز کے اندر یہ کام یقینی طور پر حرام ہے لہٰذا بتاؤ کہ وہ بہتر ہے یا تم بہتر ہو؟

شیخ سعدی رحمہ اللہ کو والد کی نصیحت

حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے بچپن کا ایک واقعہ یاد ہے۔میں والد صاحب کے ساتھ عید کی نماز ادا کرنے عید گاہ گیا تھا۔وہاں میں دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل کود میں مشغول ہو گیا۔پھر والد صاحب کا پتہ نہ چلا کہ وہ کدھر چلے گئے اب تو میں چلا چلا کے رونے لگا۔والد صاحب نے عقب سے آکر میرا کان پکڑلیا اور فرمانے لگے ”بے حیا لڑکے تجھے کتنی بار کہا ہے کہ میرا دامن نہ چھوڑ ورنہ کہیں گم ہو جائے گا“

اسی طرح جو شخص اہل اللہ کا دامن چھوڑ دیتا ہے اور من بچہ اکیلا راستہ طے نہیں کرسکتا کیونکہ وہ راستے سے واقف نہیں ہوتا یہی حال ایک سالک کا ہوتا ہے جو پیر کی نگرانی کے بغیر سلوک کی راہ طے نہیں کرسکتا جو شخص کمین لوگوں کے ساتھ مجلس کرتا ہے۔اس کا رعب لوگوں کے دل سے نکل جاتا ہے۔وہ بے وقار ہو جاتا ہے۔متقی اور پارسا

لوگوں کا دامن پکڑلو ان کے ساتھ تمہارا بھی بیڑا پار ہو جائے گا۔ اس میں شرم کی کوئی بات نہیں جو عارف اپنے بزرگوں سے شرماتا ہے وہ محروم رہ جاتا ہے۔ مریدوں کی مثال کمزور بچوں جیسی ہے۔ جو دیوار کے سہارے کے بغیر چل پھر نہیں سکتے اور پیر کی مثال مضبوط دیوار کی ہے جس کا سہارا لے کر چلا جا سکتا ہے اس لیے مریدوں کو چاہیے کہ وہ پیروں کے التفات حاصل کریں تاکہ ان کی مدد سے وہ بچوں کی طرح چل سکیں۔

حکمت سے علاج کا عجیب واقعہ

نادر شاہ نے جب دہلی کی لوٹ مار کر کے اپنے وطن لوٹنے کا ارادہ کیا تو یہاں سے مال و دولت کے ساتھ ساتھ مختلف ماہر علوم وفنون کو بھی اپنے ساتھ لے گیا۔ انہیں لوگوں میں حکیم علوی خان (۱۷۴۹ء) کی ذات گرامی بھی شامل تھی۔ راستے میں ایک مقام پر پہنچنے کے بعد نادر شاہ نے حکیم صاحب سے کہا کہ اس وقت میں بہت بیمار ہوں تم میرا علاج کرو لیکن نہ تو میں کوئی دوا کھاؤں گا اور نہ ہی بیرونی طور پر کوئی دوا لگاؤں گا۔ قارورہ ونبض بھی نہیں دکھاؤں گا لیکن تمہیں میرا مرض ٹھیک کرنا ہوگا۔

حکیم صاحب اس بات سے پہلے تو کچھ پریشان سے ہوئے مگر اپنی ذہانت اور فنی مہارت کے بھروسہ پر نادر شاہ سے کہنے لگے کہ مجھے کچھ مہلت چاہیے۔ ان شاء اللہ کوئی مناسب تدبیر کی جائے گی یہ کہہ کر وہاں سے جانے لگے۔ تو بادشاہ کے چہرے پر غور سے ایک نظر ڈالی اس کی آنکھیں اور چہرہ سرخ تھا اور اس پر تھکن کے آثار نمایاں تھے۔ مزاج میں چڑچڑاپن بھی تھا ان علامتوں سے حکیم صاحب فوراً سمجھ گئے کہ آج شدید گرمی ہے۔ جس کی وجہ سے بادشاہ کو درد سر لاحق ہے۔

اپنے مقام پر واپس آ کر انہوں نے سدا گلاب کا ایک پنکھا تیار کروایا اور اس کو عطر خس میں معطر کیا پھر اس کو لے کر بادشاہ کے پاس پہنچے اور پنکھا جھلنے لگے پھولوں کی خوشبو جب بادشاہ کے دماغ تک پہنچی تو اس سے روح قلب و دماغ کو فرحت ملی اور اتنا آرام ملا کہ نیند آ گئی جب وہ سو کر اُٹھا تو درد سر غائب ہو چکا تھا اور چہرہ پر خشکی و تھکن کے جو آثار تھے۔ وہ بھی ختم ہو چکے تھے اور بادشاہ اپنے آپ کو ہشاش بشاش محسوس کر رہا تھا۔ اپنی بیماری سے نجات پا کر بادشاہ کو بہت خوشی

ہوئی اس نے علوی خان کو بلا کر ان کی عقل مندی کی داد دی اور کہا کہ جو مانگنا چاہو مانگو حکیم صاحب اس وقت دنیا کی جو نعمت مانگنا چاہتے مانگ سکتے تھے مگر دنیا کی مال و دولت کے آگے ان کو اپنا وطن زیادہ عزیز تھا کہنے لگے آپ مجھے میرے وطن واپس بھیج دیجئے۔ نادر شاہ نے بادل ناخواستہ کی اس خواہش کا احترام کرتے ہوئے انہیں مال و دولت سے بھی نوازا اور پھر وطن واپس بھیجنے کی اجازت دیدی... اس طرح حکیم صاحب اس کے چنگل سے آزاد ہو کر دہلی واپس آ گئے۔

شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ کی حکیمانہ باتیں

کلکتہ میں ایک ملحد نے حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ سے کہا کہ غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ڈاڑھی رکھنا خلاف فطرت ہے کیونکہ اگر فطرت کے موافق ہوتو ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے وقت بھی ہوتی۔

مولانا اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اگر خلاف فطرت ہونے کی یہی وجہ ہے تو دانت بھی خلافت فطرت ہیں ان کو بھی توڑ ڈالو کیونکہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے وقت دانت بھی نہ تھے۔ (امثال عبرت)

ایک مرتبہ ایک شخص نے مجمع عام میں مولانا اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ سے پوچھا کہ مولانا میں نے سنا ہے کہ آپ حرامزادے ہیں۔ شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ نے بہت متانت اور نرمی سے فرمایا تم سے کسی نے غلط کہا ہے۔ شریعت کا قاعدہ ہے۔ الولد للفراش سو میرے والدین کے نکاح کے گواہ اب تک موجود ہیں ایسی باتوں کا یقین نہیں کیا کرتے وہ شخص پاؤں پر گر پڑا اور کہا کہ مولانا میں نے امتحاناً ایسا کیا تھا مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ کی تیزی سب اللہ کے واسطے ہے۔

ف:... اہل اللہ کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ان کی ذات کو جس قدر کوئی برا کہے وہ اپنے کو اس سے بدتر جانتے ہیں... (امثال عبرت)

ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ نے مسجد میں وعظ فرمایا... وعظ کے ختم ہونے پر ایک شخص مسجد میں آیا اور اس نے آہ بھر کر کہا کہ:

"افسوس میں بہت دور سے وعظ سننے آیا تھا یہاں ختم بھی ہو گیا"

"مولانا اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

"بھائی تم افسوس نہ کرو آؤ میں تم کو سارا وعظ دوبارہ سنا دوں گا"

چنانچہ آپ نے اس کے سامنے سارا وعظ دہرا دیا۔

ف:...صاحب اخلاص کی اس پر نظر نہیں ہوا کرتی کہ سننے والے کتنے ہیں اگر ایک بھی سننے والا ہو تو غنیمت سمجھو...(العلم والخشیة ص ۳۷)

اصلاح کا حکیمانہ انداز

حضرت مولانا رفیع الدین صاحب ایک درویش اور گوشہ نشین بزرگ تھے۔ آپ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم تھے ایک مرتبہ آپ نے یہ محسوس کیا کہ حضرات مدرسین دارالعلوم کے مقررہ وقت سے تاخیر کر کے کچھ بعد میں آتے ہیں تو بجائے حاکمانہ محاسبہ کے عمل یہ کیا کہ روزانہ صبح کو دارالعلوم کا وقت شروع ہونے پر دارالعلوم کے دروازہ میں ایک چارپائی ڈال کر اس پر بیٹھ جاتے اور جب کوئی مدرس آتے تو سلام و مصافحہ اور دریافت خیریت پر اکتفاء فرماتے زبان سے کچھ نہ کہتے کہ آپ دیر سے کیوں آئے ہیں اس حکیمانہ سرزنش نے سب ہی مدرسین کو وقت کا پابند بنا دیا۔

صرف ایک مدرس اس کے بعد بھی کچھ وقت گذار کر آتے تھے تو ایک روز ان کو اپنے پاس بٹھا کر فرمایا کہ: "مولانا! میں جانتا ہوں کہ آپ کے مشاغل بہت ہیں۔ ان کی وجہ سے دارالعلوم پہنچنے میں دیر ہو جاتی ہے ماشاء اللہ آپ کا وقت بڑا قیمتی ہے میں ایک بے کار آدمی ہوں خالی پڑا رہتا ہوں آپ ایسا کریں کہ اپنے گھریلو کام مجھے بتلا دیا کریں میں خود جا کر ان کو انجام دے دیا کروں گا تا کہ آپ کا وقت تعلیم کے لئے فارغ ہو جائے"

اس حکمت عملی کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ آئندہ وہ بھی پابند ہو گئے اور مدرسہ وقت پر آنے لگے (میرے والد ماجد اور ان کے مجرب عملیات ص۵۹)

حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمہ اللہ کی حکیمانہ گفتگو

ایک مرتبہ کانگریس کے ابتدائی دور میں گاندھی جی نے مولانا محمد علی جوہر مرحوم ڈاکٹر مختار احمد انصاری مرحوم اور حکیم اجمل خاں مرحوم سے یہ کہا:

"کانگریس کی تحریک اس وقت تک نہ چلے گی جب تک ہم اپنے ساتھ مذہبی رہنماؤں کو

نہ ملائیں گے"۔ چنانچہ مشورہ میں یہ طے پایا کہ ایک وفد مولانا محمد علی مونگیری رحمہ اللہ کی خدمت میں جا کر ان سے اس سلسلہ میں بات چیت کرے۔ جب یہ وفد گاندھی کی سربراہی میں مولانا محمد علی مونگیری رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو گاندھی نے مولانا سے عرض کیا کہ:

"آپ (مسلمانوں) کے قرآن پاک کا میں نے مطالعہ کیا ہے واقعی اس میں بڑے زریں اصول ہیں اور یہ ایک بہترین ضابطہ حیات ہے۔ میں نے تو قرآن کریم کا بعض حصہ اپنی دعاؤں میں بھی شامل کرلیا ہے۔ میں نے پیغمبر اسلام کی زندگی کا مطالعہ بھی کیا ہے واقعی سیرت و کردار میں دنیا کا کوئی بزرگ ان جیسا نہیں ہوسکتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہترین سیرت اور اعلیٰ کردار کے مالک تھے"۔

حضرت مولانا نے پوری بات سن کر فرمایا کہ: "گاندھی جی! آپ نے جو کچھ فرمایا ہے فی الحقیقت ہمارے قرآن اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور ان کا مرتبہ اس سے بھی بہت بلند ہے۔ لیکن آپ اپنے دھرم اور ایمان سے ایک بات یہ بتائیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں جہاں اس قدر خوبیاں دیکھی ہیں وہاں آپ کو ان میں کوئی برائی یا نقص بھی نظر آیا ہے؟" گاندھی نے کہا کہ: "نہیں! مجھے ان میں کوئی عیب یا نقص نظر نہیں آیا"۔

یہ سن کر مولانا محمد علی مونگیری رحمہ اللہ نے فرمایا: "گاندھی جی! پھر بتایئے کیا مانع (رکاوٹ) ہے کہ آپ ابھی تک لنگوٹی پہنے ہوئے ہیں اور ابھی تک ایمان نہیں لائے"۔

اس کے بعد فرمایا: "گاندھی جی جانے دیجئے ان باتوں کو آپ ہماری بولی بول کر ہم کو پھندے میں پھانسنا چاہتے ہیں"۔

ف: یہ ہے اللہ والوں کی شان کہ وہ کبھی کسی کے دھوکہ میں نہیں آتے (تزکیہ نفس ص ۸)

ایک طالب علم کا دلچسپ واقعہ

ایک مرتبہ حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ دلی میں اپنے مثمن برج میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک طالب علم گزرا، طالب علم ہوتے ہی ہیں ایسے الول جھلول کہ جوتیاں چٹکھاتے جا رہے ہیں کتاب بغل میں لباس پھٹا ہوا اورنگ زیب نے وزیر سے کہا یہ کون ہے جو جا رہا

وزیر نے تحقیر آمیز لہجے میں تعارف کرایا کہ یہ ایسی قوم کا فرد ہے کہ جو نکمی ہے اور بیکار قوم ہے یعنی مولوی کی قوم تو عالمگیر چونکہ خود عالم تھے اس لئے وہ جانتے تھے اہل علم کی قدر و منزلت' انہوں نے کہا کہ اگر یہ سچا طالب علم ہے اور واقع میں طالب علم ہے تو تم جیسوں کو بازار میں بیچ آئے گا اور تم کو خبر بھی نہ ہوگی یہ تمہارے بس کا نہیں ہے وزیر نے کہا کہ حضور یہ خوش اعتقادی ہے بادشاہ نے کہا کہ اچھا امتحان کر چوبدار کو بھیجا کہ اس طالب علم کو بلا لاؤ۔ وہ چوب دار اس طالب علم کے پاس پہنچا اور کہا کہ تم کو جہاں پناہ یاد کرتے ہیں طالب علم اس کے ساتھ ہو لئے۔ حلیہ یہ کہ پگڑ بھی پھٹی ہوئی اور کپڑے بھی ایسے ہی اور تمام لباس گرد آلود اور کتاب بغل میں اور ایسے الول جھول مگر وہ طالب علم ذی استعداد تھا بہر حال وہ پیش کئے گئے بادشاہ کے سامنے۔ بادشاہ نے کہا کہ اچھا امتحان کرو تا کہ میری بات کی صداقت ظاہر ہو۔ تو اب وزیر اعظم نے کچھ سوالات کرنے شروع کئے مگر الجھے سوالات کہ جو نہ کتاب سے تعلق رکھتے ہیں اور نہ علم سے ادھر ادھر کے سوالات کئے جسے انٹرویو کہتے ہیں جس سے ذہن کا اندازہ کرنا مقصود ہوتا ہے اور وزیر اعظم نے سوال یہ کیا کہ میاں صاحبزادے یہ جو حوض ہے جہاں جہاں پناہ بیٹھے ہوئے ہیں اس میں کتنے کٹورے پانی ہوگا اب ظاہر بات ہے کہ یہ کوئی علمی سوال تو تھا نہیں کہ جس کا جواب دیا جاتا صرف اتنا کہہ دینا کافی تھا کہ مجھے کیا خبر ہے کہ اس میں کتنے کٹورے پانی ہوگا۔ چونکہ طالب علم ذہین تھا اس لئے اس نے یہ کہا کہ حضور کٹورہ متعین کر دیجئے اگر حوض کا آدھا کٹورہ ہے تو اس میں دو کٹورے پانی ہے اگر تہائی ہے تو تین کٹورے پانی ہے اور اگر چوتھائی ہے تو چار کٹورے پانی ہے تو کٹورے کی مقدار آپ متعین کر دیں پھر میں بتلا دوں گا یہ جواب سن کر بادشاہ ہنس رہے ہیں اور وزیر چپ ہیں بس یوں کہئے کہ سارے سوالوں کو اسی پر لوٹا دیا ہے۔ اس کے بعد اس سے وزیر اعظم نے کہا کہ میاں صاحبزادے یہ تو بتاؤ اس زمین کا بیچوں بیچ کہاں ہے کہ اگر چاروں طرف خط کھینچے جاویں تو وہ خط برابر چلے جاویں وہ طالب علم کونسا ناپنے گیا تھا زمین کو ملا آں باشد کہ چپ نہ شود طالب علم ذہین تھا اس نے اپنی ذہانت سے کام لیا اپنی پگڑی اتاری اور زمین کو ناپنا شروع کیا۔ چار گز ادھر سے چار گز ادھر سے اور وہاں کھونٹی گاڑی اور وہاں نشان

لگایا اور چاروں طرف سے تھوڑی تھوڑی ناپ کر بیچ میں ایک کھونٹی گاڑ دی اور کہا کہ یہ ہے زمین کا بیچ اگر یقین نہ آئے تو زمین کو اس کے چاروں طرف سے ناپ لو۔ اگر کچھ کمی بیشی ہو تو پھر مجھ سے ذکر کیجئے گا وزیر اعظم یہ بات سن کر حیرت اور تعجب کی وجہ سے چپ ہیں اور جہاں پناہ نے منہ پر رومال رکھ کر ہنسنا شروع کیا اور کہا اچھا پھانسا ہے وزیر اعظم کو وہ سمجھ رہا تھا کہ میں اسے چت کرلوں گا حالانکہ اس نے اسے چت کرلیا مگر اس قسم کی گفتگو وہی طالب علم کرسکتا ہے جو ذہین و فطین بھی ہو اور صفت غنا سے بھی متصف ہو۔ (خطبات طیب)

ایک بازاری عامل

کالے برقع میں ملبوس خاتون زار و قطار رو بھی رہی تھی اور بددعاؤں اور گالیوں کی صورت میں اپنے دل کا غبار بھی نکال رہی تھی۔ وہ سانس لینے کیلئے رکی تو میں نے پوچھا: ''بہن! کچھ بتاؤ تو سہی ہوا کیا تھا؟ ستم زدہ خاتون نے سسکیوں اور ہچکیوں پر بمشکل قابو پاتے ہوئے رک رک کر داستان ستم سنانا شروع کی۔ مولانا! میں شریف مگر غریب گھرانے کی بیٹی ہوں۔ میرے والد پنج وقتہ نمازی تھے۔ اللہ نے انہیں چار بیٹیاں اور ایک بیٹا عطا کیا جو سب بہنوں سے چھوٹا ہے۔ ہماری تربیت میں انہوں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ قرآن کریم گھر ہی میں پڑھایا بقدر ضرورت سکول کی تعلیم بھی دلائی۔ والدہ نے سلائی کڑھائی' کھانا پکانا غرضیکہ گھر گرہستی کے سارے کام سکھائے۔ جونہی ہم میں سے کوئی بالغ ہوتی والد صاحب کو اس کی شادی کی فکر لگ جاتی۔ مناسب رشتہ آتے ہی وہ سادگی کے ساتھ ہمیں گھر سے رخصت کر دیتے۔

یہ تو آپ جانتے ہیں کہ ہمارے معاشرے میں غربت بہت بڑا جرم ہے جن گھروں میں غربت نے ڈیرے ڈال رکھے ہوں وہاں سیرت اور صورت کے باوجود اول تو رشتے آتے نہیں۔ اگر آ بھی جائیں تو رخصتی کے بعد سسرال والے مطلوبہ جہیز نہ ملنے کی وجہ سے طعنے دے دے کر بہو کا ناک میں دم کر دیتے ہیں۔ میرے ساتھ بھی یہی ہوا ہے۔ ابتدا میں تو شوہر نے اپنی والدہ اور بہنوں کا ساتھ نہ دیا۔ مگر میرے والد صاحب کے انتقال کے بعد شوہر کا رویہ بھی بدل گیا۔ انہیں میرے ہر رویے ہر عادت' ہر کام اور ہر بات میں کوئی نہ کوئی نقص نظر آنے لگا۔ زبانی تو تکار کے بعد انہوں نے ہاتھ بھی اٹھانا شروع کر دیا۔ میں مار

پٹائی برداشت کر لیتی مگر بیوہ ماں کو کچھ نہ بتاتی۔ وہ پہلے ہی دکھی تھیں۔ انہی دنوں ایسا ہوا کہ ایک لڑکا گھر گھر کا دروازہ کھٹکھٹا کر کسی عامل صاحب کے کارڈ تقسیم کر رہا تھا۔ ایک کارڈ وہ ہمارے گھر میں بھی ڈال گیا جس پر درج ذیل مضمون لکھا ہوا تھا۔

ایک رات کا استخارہ۔ پریشانیوں سے چھٹکارا۔ جادوگری کی دنیا میں ناقابل شکست اور قلندر کی فضاؤں میں کامیاب ہونے والا واحد عامل۔ میاں بیوی میں رنجشیں پیدا ہو جائیں ذہنی سکون ختم ہو جائے۔ ان حالات میں صحیح رہبر اور روحانی عامل کی ضرورت ہوتی ہے خوشیاں گھروں میں مایوس بیٹھنے سے حاصل نہیں ہوتیں۔ کسی ایسے سچے عامل کی رہنمائی سے حاصل ہوتی ہیں جو دکھی دلوں کا سہارا بنے۔ کاروباری بندش توڑ دے۔ بے اولاد کی گود ہری بھری کر دے۔ بیماروں کو شفا دے۔ پریشانیاں دور کر دے۔ رشتے آسان کر دے آپ کی ساری مشکلات کو اپنی دعاؤں میں سمیٹنے والے مشہور عامل ''لاہور والے قادری باوا'' 24 گھنٹے آن لائن ہر مسئلے کیلئے راز داری کی ضمانت دی جاتی ہے۔

اس مضمون کے آخر میں موبائل نمبر تحریر تھا۔ میں کبھی اس کارڈ کو دیکھتی۔ کبھی والد صاحب کی تعلیم و تربیت یاد آتی کہ اللہ کے سوا کسی کو حاجت روا اور مشکل کشا نہ سمجھنا۔ پھر جب اپنے 'سسکتے' بلکتے اور انگاروں پر لوٹتے روز و شب کی طرف نظر جاتی تو خیال آتا کہ آزمانے میں کیا حرج ہے؟ شاید میرے شوہر اور ساس کا رویہ بدل جائے اور میرے لئے شفقت و محبت کا جذبہ ان میں جاگ اٹھے۔ کافی دنوں تک دل و دماغ میں کشمکش سی رہی۔ بالآخر میں نے ڈرتے جھجکتے باوا جی کا نمبر ملا ہی دیا۔ جواب میں انہوں نے اتنی ملائمت اور اخلاق سے گفتگو کی کہ میں متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی یا شاید متاثر ہونے کی ایک وجہ یہ تھی کہ بہت دنوں بعد محبت کے دو بول سننے کو ملے تھے۔ انہوں نے میری گفتگو سنتے ہی یقین دلایا کہ بہت جلد حالات نارمل ہو جائیں گے۔ بس پہلی فرصت میں ملاقات کر لیں۔

اپنی باری آنے پر میں باوا جی کے خلوت کدہ میں چلی گئی۔ انہوں نے بڑے تحمل سے میری کتھا سننے کے بعد میرے سر پر اپنا ہاتھ رکھا جسے وہ کھینچتے ہوئے چہرے اور گردن تک لے آئے۔ میرے پورے جسم میں سنسنی سی پھیل گئی مگر ان کے ادب و احترام کی وجہ سے

خاموش رہی۔ پھر انہوں نے سبز رنگ کا مشروب مجھے پینے کیلئے دیا جوان کے بقول متبرک رنگ اور روشنی سے تیار کیا گیا تھا۔ اس دوران وہ کچھ پڑھ کر مجھ پر پھونکتے بھی رہے۔ مجھ پر غنودگی سی طاری ہوگئی۔ میں ہوش میں آئی تو انہوں نے کچھ تعویذ جلانے کیلئے اور پانی کی بوتل دی شوہر' ساس اور نندوں کو پلانے کیلئے۔ مجھے اگلے ہفتے دوبارہ آستانے پر حاضری کا حکم دیا۔ آئندہ ہفتے باری آنے پر خلوت کدے میں پہنچی تو میرا رہبر کھل کر رہزن اور درندے کا روپ اختیار کر چکا تھا۔ اس نے جب بے تکلف ہونے کی کوشش کی تو میں نے اسے ڈانٹ دیا اور اپنی حدود میں رہنے کیلئے کہا۔ میرا رویہ اور انکار دیکھ کر اس سنگ دل اور روسیاہ انسان نے ایسی فحش تصاویر میرے سامنے رکھ دیں جو اس نے گزشتہ ہفتے متبرک رنگ اور روشنی سے تیار کیا گیا نشہ آور مشروب پلا کر کھینچ لی تھیں اور مجھے دھمکی دی کہ اگر تم نے میرے حکم سے ذرا بھی سرتابی کی تو یہ ساری تصاویر تمہارے شوہر کو پیش کر دوں گا۔

یہ دکھڑا سنا کر وہ خاتون دوبارہ آہ و بکا کرنے لگی۔ ''مولوی صاحب میں لٹ گئی۔ برباد ہوگئی۔ نہ چپ رہ سکتی ہوں نہ کسی کو اپنا بیتا سنا سکتی ہوں۔ گھر سے فرار اور ایدھی سنٹر میں پناہ لینے کے سوا مجھے کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ اللہ کے واسطے! ایسے بابوں' باووں اور جعلی عاملوں کی منحوس حرکتوں سے عوام کو آگاہ کیجئے۔ ان کے بھیانک چہروں پر پڑے ہوئے مقدس پردے نوچ ڈالئے تاکہ وہ کسی دوسری بہن اور بیٹی کی عزت و ناموس سے نہ کھیلیں۔ (شمارہ 150)

شیخ عبداللہ محدث کی حکمت کا عجیب واقعہ

۷ ذی الحجہ ۳۱۷ھ کو بحرین کے حاکم ابوطاہر سلیمان قرامطی نے مکہ معظمہ پر قبضہ کرلیا خوف و ہراس کا یہ عالم تھا کہ اس سال ۳۱۷ھ کو حج بیت اللہ شریف نہ ہوسکا کوئی بھی شخص عرفات نہ جاسکا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

یہ اسلام میں پہلا موقع تھا کہ حج بیت اللہ موقوف ہوگیا۔

اسی ابوطاہر قرامطی نے حجر اسود کو خانہ کعبہ سے نکالا اور اپنے ساتھ بحرین لے گیا پھر بنو عباس کے خلیفہ مقتدر باللہ نے ابوطاہر قرامطی کے ساتھ فیصلہ کیا اور تیس ہزار دینار

دیدیئے تب حجر اسود خانہ کعبہ کو واپس کیا گیا۔ یہ واپسی ۳۳۹ھ کو ہوئی۔ گویا کہ ۲۲ سال تک خانہ کعبہ حجر اسود سے خالی رہا جب فیصلہ ہوا کہ حجر اسود کو واپس کیا جائے گا تو اس سلسلے میں خلیفہ وقت نے ایک بڑے عالم محدث شیخ عبداللہ کو حجر اسود کی وصولی کے لیے ایک وفد کے ساتھ بحرین بھجوایا۔ یہ واقعہ علامہ سیوطی کی روایت سے اس طرح نقل کیا گیا ہے کہ جب شیخ عبداللہ بحرین پہنچ گئے تو بحرین کے حاکم نے ایک تقریب کا اہتمام کیا جس میں حجر اسود کو ان کے حوالہ کیا جائے گا تو ان کے لیے ایک پتھر خوشبودار خوبصورت غلاف میں سے نکالا گیا کہ یہ حجر اسود ہے اسے لے جائیں۔ محدث عبداللہ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ حجر اسود میں دو نشانیاں ہیں اگر یہ پتھر اس معیار پر پورا اترا تو یہ حجر اسود ہوگا اور ہم لے جائیں گے۔ پہلی نشانی یہ کہ پانی میں ڈوبتا نہیں ہے دوسری یہ کہ آگ سے گرم بھی نہیں ہوتا۔ اب اس پتھر کو جب پانی میں ڈالا گیا تو وہ ڈوب گیا پھر آگ میں اسے ڈالا تو سخت گرم ہو گیا یہاں تک کہ پھٹ گیا فرمایا یہ ہمارا حجر اسود نہیں پھر دوسرا پتھر نکالا گیا اس کے ساتھ بھی یہی عمل ہوا اور وہ پانی میں ڈوب گیا اور آگ پر گرم ہو گیا۔ فرمایا ہم اصل حجر اسود کو لیں گے پھر اصل حجر اسود لایا گیا اور آگ میں ڈالا گیا تو ٹھنڈا نکلا پھر پانی میں ڈالا گیا وہ پھول کی طرح پانی کے اوپر تیرنے لگا تو محدث عبداللہ نے فرمایا یہی ہمارا حجر اسود ہے اور یہی خانہ کعبہ کی زینت ہے اور یہی جنت والا پتھر ہے۔ اس وقت ابوطاہر قرامطی نے تعجب کیا اور کہا: یہ باتیں آپ کو کہاں سے ملی ہیں تو محدث عبداللہ نے فرمایا یہ باتیں ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی ہیں کہ ”حجر اسود پانی میں ڈوبے گا نہیں اور آگ سے گرم نہیں ہوگا“ ابوطاہر نے کہا کہ یہ دین روایات سے بڑا مضبوط ہے۔

جب حجر اسود مسلمانوں کو مل گیا تو اسے ایک کمزور اونٹنی کے اوپر لادا گیا جس نے تیز رفتاری کے ساتھ اسے خانہ کعبہ پہنچایا اس اونٹنی میں زبردست قوت آ گئی اس لیے کہ حجر اسود اپنے مرکز (بیت اللہ) کی طرف جا رہا تھا لیکن جب اسے خانہ کعبہ سے نکالا گیا تھا اور بحرین لے جا رہے تھے تو جس اونٹ پر لادا جاتا تو وہ مر جاتا۔ حتیٰ کہ بحرین پہنچنے تک چالیس اونٹ اس کے نیچے مر گئے (تاریخ مکۃ محمد بن علی بن فضل الطبری المکی)

شیخ جمال الدین کا حکیمانہ جواب

حضرت شیخ جمال الدینؒ کے خلوص وروحانیت کی برکت سے تاتاریوں کی چغتائی شاخ میں جو بلاد متوسطہ میں (جس کا مرکز کاشغر تھا) اسلام پھیلا اور پوری شاخ مسلمان ہوگئی۔ واقعہ یوں ہوا کہ جب تغلق تیمور شہزادہ جو چغتائی شاخ کا ولی عہد تھا شکار کھیلنے کے لئے نکلا ہوا تھا تو سپاہیوں نے جناب حضرت شیخ کو جو شکارگاہ میں کہیں سے آنکلا تھا پکڑ کر شہزادے کے پاس لائے شہزادے نے غصے سے پوچھا کہ اف! کس منحوس کی صورت دیکھی اور نہایت حقارت سے کہا کہ تم اچھے ہو یا میرا کتا؟

شیخ نے بڑے اطمینان سے فرمایا کہ جناب اس کا فیصلہ ابھی نہیں ہوسکتا اگر میرا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے تو میں اچھا ہوں ورنہ یہ کتا اچھا ہے۔ شہزادے کے دل پر چوٹ لگی اور کہا کہ فی الحال تو میں کچھ نہیں کرسکتا ولی عہد سلطنت ہوں لیکن تم جب میری تاج پوشی کا سنو تو مجھے ضرور ملئے گا۔ شیخ کی قسمت میں یہ سعادت نہ تھی تو مرض الموت میں یہ کام اپنے بیٹے شیخ رشید الدینؒ کے حوالے کردیا۔ شیخ رشید الدینؒ نے محل کے قریب سے اونچی آواز میں اذان دی شہزادہ تغلق تیمور اس وقت بادشاہ بن چکا تھا۔ بادشاہ نے اذان کی آواز سن کر حاضر ہونے کا حکم دیا۔ شیخ رشید الدینؒ نے پچھلا قصہ دہرا کر بادشاہ کو کہا۔ الحمد للہ اس بات کا فیصلہ ہوگیا اور میرا والد سلامتی ایمان کے ساتھ اس دنیا سے چل بسا۔ بادشاہ نے وزیراعظم کو کہا کہ یہ واقعہ میرے ساتھ گزرا ہے اور یہ ایک راز ہے۔ میں نے مسلمان ہونے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ تمہاری کیا رائے ہے جب بادشاہ کی مرضی رعیت اور ارکان حکومت کو معلوم ہوئی تو چغتائی قبیلے کے سارے لوگ مسلمان ہوگئے ایک مرد قلندر کے اخلاص سے پورا قبیلہ مسلمان ہوگیا سچ کہا ہے اخلاص بڑا عظیم الشان ہتھیار ہے.... (در کامل)

ایک بزرگ کی حکیمانہ گفتگو

ایک بزرگ ولی اللہ نے شیخ ابو علی سینا سے فرمایا کہ تو نے علوم عقلیہ اور فلسفہ میں اپنی ساری عمر برباد کی آخر کس مرتبہ تک تو پہنچا؟

شیخ ابو علی سینا نے فرمایا کہ دن میں مجھے ایک ایسی گھڑی اور ساعت کا علم ہے کہ اس گھڑی میں لوہا آٹے کی طرح نرم ہو جاتا ہے۔ بزرگ نے فرمایا جب وہ ٹائم اور گھڑی آئے تو مجھے بتانا چنانچہ شیخ ابو علی سیناؒ نے وہ گھڑی بتادی اور ہاتھ میں لوہا لے کر اس میں انگلی داخل کردی تو انگلی اس کے اندر دھنس گئی وہ ٹائم اور گھڑی گزر جانے پر اس بزرگ نے شیخ ابو علی سینا سے فرمایا کہ اب پھر اسی طرح لوہے کے اندر انگلی داخل کرو۔ شیخ ابو علی سینا نے کہا وہ گھڑی گزر چکی ہے اب ممکن نہیں تو اس بزرگ نے لوہا ہاتھ میں لے کر کرامت سے اپنی انگلی اس میں داخل کردی اور فرمایا کہ عقلمند کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنی عمر عزیز ایسی بے کار چیزوں میں تباہ کردے یہ کوئی کمال نہیں۔ کمال یہ ہے کہ آخرت کے لئے بندہ محنت کرے اور اپنے اللہ کو راضی کرلے شیخ ابو علی سینا اس سے بہت متاثر ہوا اور اس کی زندگی میں تبدیلی آگئی مرض الموت میں دل سے توبہ کی اپنا مال فقراء پر صدقہ کیا اپنے تمام حقوق ادا کردیئے اور کثرت کے ساتھ تلاوت کرنے لگے۔ چنانچہ ہر تیسرے دن ایک قرآن کریم ختم کرتے تھے اور جب اس کا انتقال ہوا تو صحیح بخاری شریف اس کے سینے پر پڑی تھی (ظفر المحصلین)

سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ کا حکیمانہ عدل

سلطان محمود کے انتقال کے دوسرے سال غزنی میں ایک زبردست سیلاب آیا اس کی ایک روز ایک شخص محمود کے دربار میں انصاف حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا جب محمود اس کی طرف متوجہ ہوا تو اس شخص نے عرض کیا ''میری شکایت ایسی نہیں ہے کہ میں اسے سر دربار سب لوگوں کے سامنے بیان کردوں'' محمود فوراً اٹھا اور اسے تنہائی میں لے جا کر اس کا حال پوچھا'' اس شخص نے روتے ہوئے فریاد پیش کی کہ ''آپ کا بھانجا ایک عرصے سے رات کو مسلح ہو کر میرے گھر پر آتا ہے مجھے کوڑے مار مار کر باہر نکال دیتا ہے اور پھر خود تمام رات میری بیوی کے ساتھ ہم بستری کرتا ہے میں نے امیر کو اپنا حال سنایا لیکن کسی کو میری حالت پر رحم نہ آیا اور کسی کو جرات نہ ہوئی کہ وہ آپ سے یہ بات بیان کرتا۔ جب میں ان امراء سے مایوس ہو گیا تو میں نے آپ کے دربار کے دروازے پر آنا شروع کردیا اور موقع کی انتظار میں رہا کہ کسی طرح آپ سے اپنا حال بیان کرسکوں خداوند تعالیٰ نے آپ کو ملک کا حاکم

اعلیٰ بنایا ہے اس لئے رعایا اور کمزور بندوں کی نگہداشت آپ کا فرض ہے اگر آپ مجھ پر رحم فرما کر میرے معاملے میں انصاف کریں گے تو زہے نصیب ورنہ میں اس معاملے کو خدا کے سپرد کروں گا اور اس کے منصفانہ فیصلے کی انتظار کروں گا''۔

محمود پر اس بات کا اتنا اثر ہوا کہ وہ یہ سن کر زار و قطار رونے لگا اور کہا: ''اے مظلوم! تو اس سے پہلے میرے پاس کیوں نہ آیا اور اتنے دنوں تک یہ ظلم کیوں برداشت کرتا رہا'' اس شخص نے جواب میں کہا ''اے بادشاہ ایک مدت سے یہ کوشش کر رہا تھا کہ کسی طرح آپ کے حضور حاضر ہو سکوں لیکن دربار کے چوکیداروں اور دربانوں کی روک تھام کی وجہ سے کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ یہ خدا ہی بہتر طور پر جانتا ہے کہ آج میں کس تدبیر اور بہانے سے یہاں پہنچا ہوں اور کس طرح ان چوکیداروں سے نظر بچا کر آپ کے حضور میں حاضر ہوا ہوں ہم جیسے فقیروں اور غریبوں کی یہ قسمت کہاں کہ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے سلطانی دربار میں چلے آئیں اور بادشاہ سے بالمشافہ اپنی روداد غم بیان کریں'' محمود نے جواب دیا ''تم یہاں مطمئن ہو کر بیٹھو لیکن اس ملاقات اور گفتگو کا حال کسی کو نہ بتانا اور اب خیال رکھنا کہ جس وقت وہ سفاک تمہارے گھر میں آئے تو فوراً مجھے اطلاع دینا میں اسی وقت تمہارے ساتھ انصاف کروں گا اور اس سفاک کو اس بدکرداری کی سزا دوں گا''۔

اس شخص نے کہا ''اے بادشاہ! مجھ جیسے نادار شخص کے لئے یہ ناممکن ہے کہ جب چاہوں بلا کسی روک ٹوک کے آپ سے مل سکوں'' محمود نے فوراً دربانوں کو بلایا اور ان سے ان شخص کو متعارف کروا کر انہیں حکم دیا کہ جس وقت بھی یہ شخص ہمارے حضور میں آنا چاہے اسے بغیر کسی اطلاع اور روک ٹوک کے آنے دیا جائے۔

دربانوں کو رخصت کرنے کے بعد سلطان محمود نے اس شخص کو قریب بلایا اور کہا ''اگرچہ اب میرے حکم کے مطابق یہ لوگ تمہیں روکنے کی جرات نہ کریں گے لیکن پھر بھی احتیاطاً تمہیں یہ بتائے دیتا ہوں کہ اگر کبھی اتفاقاً یہ چوبدار میری عدیم الفرصتی یا آرام کا عذر کر کے تمہیں روک دیں تو تم فلاں جگہ سے چھپ کر چلے آنا اور آہستہ سے مجھے آواز دینا میں یہ آواز سنتے ہی تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا'' یہ کہہ کر اس شخص کو رخصت کیا اور اس کی آمد کا انتظار کرنے لگا''۔

دوراتیں سکون سے گزریں۔تیسری رات سلطان محمود کا بھانجا اس کے گھر داخل ہوا اور حسب دستور اسے مار پیٹ کر باہر نکال دیا اور خود اس کی بیوی کے ساتھ عیش وعشرت میں مشغول ہوگیا۔وہ شخص اسی وقت شاہی محل کی طرف دوڑا اور دربانوں سے کہا کہ بادشاہ کو اس کی آمد کی اطلاع دی جائے۔دربانوں نے جواب دیا کہ بادشاہ اس وقت دیوان خانے کی بجائے اپنی حرم سرا میں ہے۔لہٰذا تمہیں وہاں جانے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔وہ شخص مایوس ہوکر پیچھے ہٹا اور اس جگہ پر پہنچا جس کے بارے میں سلطان محمود نے اسے بتا رکھا تھا۔اس نے آہستہ سے کہا ''اے بادشاہ اس وقت آپ کسی کام میں مشغول ہیں'' ؟

سلطان محمود نے جواب دیا ''ٹھہرو میں آتا ہوں'' تھوڑی دیر کے بعد محمود باہر آیا اور اس شخص کے ساتھ اس کے گھر پہنچا وہاں جا کر محمود نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اس کا بھانجا اس غریب شخص کی بیوی سے ہم آغوش ہو کر سویا ہوا ہے اور شمع اس کے پلنگ کے سرہانے جل رہی ہے۔محمود نے شمع بجھائی اور خنجر سے اس ظالم کا سر تن سے جدا کر دیا پھر اس مظلوم شخص سے کہا'' اے بندہ خدا ایک گھونٹ پانی اگر مل سکے تو فوراً لے آ تا کہ میں اپنی پیاس بجھاؤں''

اس شخص نے فوراً پیالے میں پانی لا کر سلطان کی خدمت میں پیش کیا۔محمود نے پانی پیا اپنی جگہ سے اس نادار سے یوں مخاطب ہوا ''اے شخص اب تو اطمینان کے ساتھ آرام کر میں جاتا ہوں'' اور رخصت ہونے لگا لیکن اس شخص نے بادشاہ کا دامن پکڑ لیا اور کہا ''اے بادشاہ! تجھے اس خدا کی قسم ہے کہ جس نے تجھے اس عظیم الشان مرتبے پر سرفراز کیا ہے تو مجھے یہ بتا شمع گل کرنے اور سفاک کا سر تن سے جدا کرنے کے فوراً بعد پانی مانگنے اور پینے کی کیا وجہ ہے؟

سلطان محمود نے جواب دیا ''اے شخص میں نے تجھے ظالم سے نجات دلا دی اور اس کا سر اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں شمع کو میں نے اس لئے بجھایا کہ کہیں اس کی روشنی میں مجھے اپنے بھانجے کا چہرہ نہ نظر آ جائے اور میں اس پر رحم کھا کر انصاف نہ کرسکوں پانی مانگ کر پینے کی وجہ یہ تھی کہ جب تم نے مجھ سے اپنی روداد غم بیان کی تھی تو میں نے عہد کیا تھا کہ جب تک تمہارے ساتھ پورا پورا انصاف نہ ہوگا تب تک میں کھانا نہ کھاؤں گا اور نہ پانی پیوں گا''۔

اگرچہ تاریخوں میں بادشاہوں کے عدل وانصاف کے بہت سے قصے لکھے ہیں لیکن ایسا قصہ کسی بادشاہ کے متعلق نہیں ملتا (واللہ اعلم بالصواب) (خزینہ)

دو آنے کی برکت

ملا جیون اورنگزیب عالمگیر کے استاد تھے ایک دفعہ عالمگیر نے اسے نذرانے میں صرف دو آنے دیدیئے۔ مولانا گھر لے آئے بیوی سے کہا کہ بادشاہ تو ویسے زیادہ نذرانہ دیتا تھا۔ آج جو دو آنے دیئے ہیں۔ اس میں کوئی راز ہے اسے سنبھال کر رکھو اور کوئی چیز اس سے خرید لو میرا خیال ہے کہ اس میں برکت ہوگی۔ بیوی نے اس سے انڈے خریدے جس سے چوزے نکل گئے ایک انڈہ بھی خراب نہیں ہوا۔ مرغیوں سے بکریاں لے لیں بکریوں سے گائیں خریدیں ان سے زمین خرید لی۔ عالمگیر تک یہ رپورٹ پہنچ گئی کہ آپ کا استاد محترم لوگوں سے رشوتیں لے رہا ہے جبھی تو زمین خریدی ہے۔ عالمگیر نے اپنے استاد محترم کو دعوت پر بلایا اور بڑے ادب سے پوچھا کہ استاد صاحب! سنا ہے آپ مالدار ہو گئے ہیں زمین خریدی ہے۔ کہاں سے اتنے پیسے ملے؟

فرمایا یہ تو آپ کے وہ دو آنے جو آپ نے دیئے تھے۔ یہ اس کی برکت ہے۔ استاد نے فرمایا اب آپ کو بتلانا پڑے گا کہ یہ دو آنے بڑے برکت والے تھے۔ کہاں سے آپ کو ملے تھے اورنگزیب نے نوکر کو بھیجا کہ فلاں ہندو مہاجن کو بلاؤ اور اس کو بتلاؤ کہ تین سالہ حساب کتاب والا کھاتہ بھی لیکر آؤ۔ مہاجن نے تین سالہ کھاتہ (رجسٹر) اٹھا کر بادشاہ کی خدمت میں پہنچایا۔ بادشاہ نے کہا فلاں تاریخ کا کھاتہ نکالو اس میں اخراجات کے سلسلے میں کیا لکھا ہے؟

اس نے کھولا تو یہ بات سامنے آگئی کہ فلاں تاریخ کو بارش ہوئی تھی کمرے کی چھت سے پانی آرہا تھا تو ایک مزدور کو بلایا سامنے ایک گلی میں مزدور کھڑا تھا رات کا ٹائم تھا اس سے کمرے کی مرمت کرائی اور دو آنے مزدوری دیدی۔ عالمگیر نے استاد محترم سے فرمایا کہ وہ مزدور آپ کا یہ شاگرد تھا۔ میں نے اس ہندو کے گھر میں رات کے وقت دو آنے مزدوری پر کام کیا تھا اور وہی دو آنے آپ کو دیئے اس بات کے سنانے پر بادشاہ بھی رویا اور استاد محترم ملا احمد احمد جیون بھی رو پڑے۔ یہ تھے عالمگیر بادشاہ جنہوں نے حکومت میں رہ کر قرآن مجید حفظ کیا اور پچاس سال تک ہندوستان میں دھوم دھام سے حکومت کی تھی۔ (تذکرہ قاریان ہند)

ملکہ کی غیرت مندانہ حکمت کا عجیب واقعہ

جب ہلاکو خان بغداد میں داخل ہوا اور خلیفہ مستعصم باللہ قتل ہوا خلیفہ تلاوت میں مصروف تھا۔اس کے پاس اس کی نوجوان بیٹی بھی بیٹھی ہوئی تھی ایک تیر آیا اور بچی کو لگا وہ بیچاری فوت ہوگئی۔اس کا خون زمین پر اس انداز سے گرا کہ اس سے ایک تحریر نمودار ہوگئی کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر مصیبت نازل فرماتے ہیں تو لوگوں کی عقل ختم ہو جاتی ہے اور بے گناہ لوگ مارے جاتے ہیں۔ہلاکو خان کے پاس ملکہ کو لایا گیا ملکہ نے راستے میں فوج کی نگرانی میں لونڈی کے کان میں کوئی بات سنائی۔ملکہ مطمئن تھی۔جب اندر آئی تو ہلاکو خان سے کہا کہ سامنے خلیفہ کی تلوار ہے۔اس میں ایک خصوصیت ہے کہ جب تک خلیفہ اس سے وار نہ کرے یہ کسی کو زخم نہیں پہنچا سکتی ہے۔اگر آپ کو یقین نہ ہو تو اس کا تجربہ بھی آپ کے سامنے کئے دیتی ہوں۔ہلاکو خان تعجب کر رہا تھا اور اپنے شوق کا اظہار کیا ملکہ نے اس لونڈی کو اشارہ کیا اور اس نے ایک بھرپور وار ملکہ پر کر دیا جس سے اس مقدس خاتون کے دو ٹکڑے ہو گئے اور اس طرح اپنی جان دیکر اپنی عصمت بچائی۔ہلاکو خان کو اس ناکامی پر بڑا غصہ آیا لیکن اب کیا ہو سکتا تھا جان دیدی مگر کافر بادشاہ کا ہاتھ اپنے جسم کو نہیں لگوایا۔بادشاہ اس کے ساتھ شادی کرنا چاہتا تھا (طبقات الشافعیہ للسبکی)

امام غزالی رحمہ اللہ کی طالب علمی کا واقعہ

ایک وزیر نظام الملک تھا جو کہ بہت دیندار تھا۔اس نے ارادہ کیا کہ میں دینی علم کا ایک مدرسہ بناؤں تاکہ تعلیم عام ہو۔چنانچہ اس نے لاکھوں روپیہ اپنی طرف سے خرچ کر کے ایک بہت بڑی عمارت بنائی اور شیخ تقی الدین ابن دقیق کو جو وقت کے بہت بڑے محدث فقیہ اللہ والے اور عارف عالم تھے ان کو صدر مدرسہ بنایا اور بڑے بڑے علماء کو مدرس مقرر کیا غرض طلباء آنے لگے۔

ایک دفعہ نظام الملک کے کانوں میں یہ خبر پہنچی کہ عام طور سے طلباء کی نیتیں فاسد ہیں اور وہ دینی علم کو دنیا کمانے کے لئے حاصل کر رہے ہیں جس کے بارے میں احادیث میں آیا ہے کہ وہ علم وبال ہے جس کو دنیا کے حصول کے لئے ذریعہ بنایا جائے

تو اس نے ارادہ کرلیا کہ مدرسہ ختم کردوں گا اس کے بعد اس نے خیال کیا کہ ہر ممکن ہے یہ خبریں غلط ہوں بہتر یہ ہے کہ خود بھی تحقیق کرلوں۔

ایک دن اس نے عام لباس پہن کر مدرسہ میں گھومنا شروع کیا سینکڑوں طلباء مطالعہ اور تکرار میں مصروف تھے۔ نظام الملک نے طلباء سے دریافت کرنا شروع کیا کہ تم علم کیوں حاصل کرتے ہو؟

ایک طالب علم کا کہنا تھا کہ میں اس لئے پڑھ رہا ہوں کہ میں وزارت کے عہدے پر پہنچ جاؤں ۔دوسرے نے کہا قاضی کے عہدے کے لئے۔ تیسرے نے کہا میرا مقصد شہرت حاصل کرنا ہے۔

غرض عام طور پر طلباء نے جو مقاصد بیان کیے وہ فاسد ہی تھے یہ سن کر نظام الملک نے ارادہ کرلیا کہ اب میں مدرسہ ختم کردوں گا۔ میں لاکھوں روپے صرف کروں اور نیتیں فاسد ہوں تو علم بھی فاسد بن جائے گا جو فساد کا ذریعہ بن جائے گا پھر اچانک ایک طالب علم کو دیکھا کہ ایک ٹمٹماتے ہوئے چراغ کے سامنے مطالعہ میں مصروف ہے نظام الملک نے اس سے پوچھا کہ تو کس لئے پڑھ رہا ہے؟

اس طالب علم نے نگاہ تک اٹھا کر نہیں دیکھا۔ وزیر نے پھر کہا کہ بھائی ایک آدمی آپ کے پاس کھڑا ہے اور کچھ پوچھنا چاہتا ہے کہ تم کون ہو؟

اس پر اس طالب علم نے کہا کہ میں جو گھربار چھوڑ کر آیا ہوں تو کتاب دیکھنے کے لئے آیا ہوں مجھے اتنی فرصت کہاں کہ میں آپ سے گفتگو کروں۔

یہ سن کر نظام الملک کے دل میں اس کی بڑی عزت پیدا ہوئی اور کہا کہ میں آپ سے مختصر سوال کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ آپ اتنی محنت کیوں کر رہے ہیں؟

طالب علم نے جواب دیا کہ میں نے اپنے باپ اور خاندانی روایات سے یہ معلوم کیا ہے کہ ہمارا کوئی خالق اور رب ہے اور ظاہر بات ہے کہ اتنا بڑا محسن کوئی نہیں کہ جس نے زندگی بغیر کسی محنت اور قیمت کے عطا کردی اور جس نے زندہ رہنے کے سامان مہیا کیے ہیں ہر آن اس کے احسانات ہیں اور وہ بے شمار ہیں اس لئے ہم پر شکر گزاری واجب ہے اور احسانات کا ماننا بھی ضروری ہے۔ میں اس لئے پڑھ رہا ہوں تاکہ مجھے معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے احسان

اور شکریہ کا حق کس طرح ادا کروں۔ وزیر نے اس طالب علم کی پیٹھ پر محبت سے ہاتھ پھیرا اور کہا کہ میں نے ارادہ کرلیا تھا کہ اس مدرسہ کو ختم کردوں گا اس لئے کہ عام طور پر طلباء کے مقاصد غلط ہیں ایک آپ ہیں کہ جس سے دل خوش ہوا کہ آپ آخرت کے لئے پڑھ رہے ہیں دنیا کے لئے نہیں۔ اس لئے اب میں مدرسہ کو جاری رکھوں گا اور لاکھوں روپیہ خرچ کروں گا۔

یہ طالب علم امام غزالی تھے جن کے اخلاص کی وجہ سے ایک عالیشان مدرسہ ختم ہونے سے رک گیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اخلاص کی دولت سے مالا مال فرمائیں آمین (ماہنامہ "محاسن اسلام" ملتان)

حضرت خواجہ بہاؤ الدین زکریاؒ رحمہ اللہ کا حکیمانہ برتاؤ

حضرت خواجہ صاحب جب ملتان گئے تو وہاں کے علماء نے آپ کے پاس دودھ سے بھرا ہوا برتن بھیجا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ جس طرح اس برتن میں مزید دودھ نہیں ٹھہر سکتا تو آپ بھی یہاں ملتان میں نہیں ٹھہر سکتے۔ کسی دوسری جگہ رہائش اپنائیں۔ آپ نے اسی برتن میں دودھ کے اوپر گلاب کا پھول رکھ دیا اور واپس ان کے پاس بھجوایا۔ مطلب یہ تھا کہ دیکھیں برتن میں دودھ کے اوپر پھول پڑا ہے اور دودھ گرتا بھی نہیں تو آپ لوگ مجھے بوجھ مت سمجھیں میں ان شاء اللہ آپ کے ساتھ پھول کی طرح زندگی گزاروں گا اور مجھ سے آپ لوگوں کو فائدہ ہی فائدہ ملے گا۔ میں پریشانی کا باعث آپ کے لئے کبھی نہیں بنوں گا ۔حضرت خواجہ صاحب حج بیت اللہ سے واپس براستہ ٹانک آرہے تھے راستے میں معلوم ہوا کہ ملتان میں خانہ جنگی ہو رہی ہے تو پیزو کے ساتھ اوپر سیدھے شیخ بدین پہاڑ پر چڑھ گئے ۔وہاں ایک عرصہ تک عبادت کی اور پھر ملتان چلے گئے۔ یہ شیخ بدین کا لفظ اصل میں شیخ بہاؤ الدین تھا لوگوں نے اسے بگاڑا اور شیخ بدین بنایا۔ ان لوگوں کی کیا شان تھی جہاں وہ ڈیرہ لگاتے سب کچھ ان کی طرف منسوب ہو جاتا حضرت خواجہ صاحب نے ایک دن مریدوں سے فرمایا کہ آپ میں کوئی ایسا بندہ بھی ہے جو ایک رکعت میں پورا قرآن مجید سنائے؟

سب خاموش ہو گئے حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا میرے پیچھے کھڑے ہو جاؤ پہلی رکعت میں مکمل قرآن کریم اور مزید 4 سپارے پڑھ لئے اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھی

خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را (حضرت خواجہ بہاؤ الدینؒ کی شخصیت)

ایک بچے کی سلطان عالمگیر سے حکیمانہ گفتگو

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے ایک وعظ میں ایک بچے کا واقعہ نقل فرمایا ہے کہ ایک ریاست کے ہندو راجہ کا انتقال ہو گیا اس کی اولاد میں ایک نابالغ بچہ تھا جو اس کا نشین ہونا چاہئے تھا مرنے والے کے بھائی کو طمع ہوئی کہ ریاست مجھے ملنی چاہئے بچہ اس کو نہیں چلا سکتا۔ وزراء ریاست کی خواہش تھی کہ یہ بچہ ہی اپنے باپ کی ریاست کا وارث بنے۔ معاملہ بادشاہ وقت عالمگیرؒ کی خدمت میں پیش ہونا تھا۔ وزراء اس بچہ کو لے کر دہلی پہنچے اور راستہ میں بچہ کو ممکنہ سوالات کے جوابات سکھاتے رہے کہ بادشاہ تم سے یہ سوالات کریں تو تم یوں کہنا جب وہ سب اپنی تعلیم ختم کر چکے اور دہلی پہنچے تو بچے نے وزراء سے کہا کہ یہ سوالات و جوابات تو آپ نے مجھے بتلا دیئے اور میں نے یاد کر لئے لیکن اگر بادشاہ نے ان کے علاوہ کوئی اور سوال کر لیا تو کیا ہوگا؟

وزراء نے کہا کہ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ آپ اتنے عقل مند ہیں ورنہ راستہ میں ہم آپ سے کچھ بھی نہ کہتے۔ بس اب ہمیں فکر نہیں جس کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے اس کو جواب بھی اللہ ہی سکھلائے گا۔ پھر ہوا یہ کہ جب یہ لوگ دربار میں پہنچے تو دربار برخواست ہو چکا تھا۔ عالمگیرؒ اپنے زنانہ مکان میں چلے گئے تھے۔ اس بچہ کے پہنچنے کی اطلاع ملی تو اس کو اندر مکان ہی میں بلا لیا۔ اس وقت عالمگیرؒ کے ایک حوض کے کنارہ پر تہبند باندھے ہوئے نہانے کیلئے تیار تھے۔ یہ بچہ حاضر ہوا تو ہنسی کے طور پر عالمگیرؒ نے بچہ کو دونوں بازو پکڑ کر حوض کی طرف اٹھایا اور کہا کہ ڈال دوں۔ بچہ یہ سن کر ہنس پڑا۔ بادشاہ نے اس کو نظرِ تادیب سے دیکھا تو بچہ بولا کہ مجھے ہنسی اس پر آ گئی کہ آپ کی ذات تو ایسی ہے کہ جس کی ایک انگلی پکڑ لیں اس کو کوئی دریا غرق نہیں کر سکتا۔ میرے تو آپ دونوں بازو تھامے ہوئے ہیں میں کیسے ڈوب سکتا ہوں۔ عالمگیرؒ نے اس کو گود میں اٹھا لیا اور ریاست اس کے نام لکھ دی۔ (مواعظ حکیم الامت)

حکیمانہ کردار

حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمہ اللہ کو بادشاہ وقت نے جیل بھیج دیا جیل میں

حضرتؒ کا یہ معمول رہا تھا کہ جہاں جمعہ کا دن آیا تو صبح سے غسل کی تیاری کرتے تھے۔ غسل کیا اور جیل میں جو بھی ان کے کپڑے تھے خود دھو کر صاف کر لیتے اور جب جمعہ کی اذان ہوتی تو جمعہ کی نماز کے لئے چلتے مگر جیل کا دروازہ بند ہے۔ دروازہ کے قریب پہنچ کر واپس آتے اور آ کے ظہر کی نماز پڑھ لیتے۔ ہر جمعہ کو حضرت شیخ کا یہی معمول تھا۔ لوگوں نے عرض کیا جب آپ کو معلوم ہے کہ آپ باہر نکل نہیں سکتے آپ کی قید کی مدت ختم نہیں ہوئی تو آپ پر جمعہ واجب ہی نہیں پھر اس کی کیا ضرورت ہے کہ آپ جمعہ کی نیت سے کپڑے بدلیں اور پھر جمعہ کے قصد سے چلیں۔ دروازہ پر پہنچیں۔ تالے کو ہاتھ لگا کے واپس آئیں اور آ کر ظہر پڑھیں آپ پہلے ہی نماز ظہر کیوں نہیں پڑھ لیتے؟

فرمایا: جمعہ کی ادائیگی میں جتنا میرے امکان اور قوت میں ہے اتنا تو کر دوں جیل کے دروازے تک آ جانا تو میری قوت میں تھا۔ وہ میں نے کر لیا اب آگے میری قوت سے خارج ہے میں اللہ کے حوالے کر کے چلا آتا ہوں کہ یا اللہ آگے آپ کے ہاتھوں میں ہے یہ آپ کر دیں تو یہ صورت ہونی چاہئے کہ جتنی تدبیر بس میں ہو اتنی کر لینی چاہئے اس سے آگے اللہ پر چھوڑ دے کہ یہ آپ ہی کے قبضہ میں ہے آپ ہی کرنے والے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کی ایک عیسائی پادری سے گفتگو

انگریزوں کے دور حکومت میں ایک مشہور عیسائی پادری دہلی آیا۔ انگریز وائسرائے سے ملاقات کی اور کہا کہ میں کسی بڑے مسلمان عالم کے ساتھ مناظرہ کرنا چاہتا ہوں تو اسے بتلایا گیا کہ مسلمانوں کا بڑا عالم اور رہنما موجودہ دور میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے مناظرے کی چیلنج قبول کر لی ایک تاریخ طے ہوگئی بڑی دنیا تماشے کے لئے موجود تھی عیسائی پادری نے شاہ صاحب پر تین اعتراضات کر لئے کہ ان کا جواب دو۔ پہلا اعتراض یہ تھا کہ آپ مسلمان کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بعد کائنات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے تو کربلا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ حضرت سیدنا

امام حسین جب دشمن کے درمیان پھنسے ہوئے تھے تو ان کے نانا جان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کیوں نہیں بچایا ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں نہیں کی؟

حضرت شاہ صاحب نے عقلی جواب دیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی کہ یا رب العالمین میرے نواسے کو دشمنوں کے شر اور تکلیف سے بچادیں مگر اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ آپ اپنے نواسے کے بارے میں پریشان ہیں یہ لوگ بڑے ظالم ہیں۔ خود میرا بیٹا حضرت عیسیٰ جب دشمنوں کے درمیان پھنسا ہوا تھا اور یہودی آپ کو پھانسی پر چڑھا رہے تھے تو وہ ہائے ابو ہائے کہہ رہے تھے کہ مجھے دشمن سے بچادیں وہ مجھے قتل کر رہے ہیں اللہ پاک نے فرمایا جب میں ان ظالموں سے اپنے اکلوتے بیٹے حضرت عیسیٰؑ کو نہ بچا سکا اور آخر انہیں پھانسی پر چڑھایا گیا تو آپ کے نواسے کو کیسے بچا سکتا ہوں یاد رہے کہ یہ جواب حضرت شاہ صاحب نے الزامی طور پر دیا کہ عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰؑ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اور یہودیوں نے پھانسی پر چڑھایا تو یہ اعتراض آپ پر خود آ سکتا ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیوں نہیں بچایا اس جواب پر پادری لاجواب ہو گیا یہ شاہ صاحب کی طرف سے عقلی جواب تھا کہ یہ اعتراض تو اللہ تعالیٰ پر بھی آتا ہے کہ بیٹے کو کیوں نہیں بچایا؟

پادری نے دوسرا اعتراض یہ کیا کہ ایک بڑے شہر میں ایک چوک ہے چوک میں ایک آدمی سو رہا ہے اور اس کے ساتھ ایک دوسرا آدمی بیٹھا ہوا ہے۔ اب ایک مسافر وہاں پہنچا اس کو راستے کا علم نہیں۔ اب وہ مسافر راستے کے بارے میں کس سے پوچھے گا جو سو رہا ہے اس سے پوچھے گا یا جو جاگ رہا ہے؟

حضرت شاہ صاحب نے بڑا حکیمانہ جواب دیا فرمایا مسافر کو تو راستے کا پتہ نہیں بلکہ جو بیٹھا ہوا ہے اسے بھی راستے کا علم نہیں۔ وہ دونوں سوئے ہوئے شخص کا انتظار کریں گے کہ جب یہ جاگ اٹھیں گے تو دونوں ان سے راستے کے بارے میں معلومات لیں گے۔ پادری کا مطلب یہ تھا کہ آپ مسلمان کہہ رہے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں اور حضرت عیسیٰؑ آسمانوں میں زندہ ہیں تو دین میں رہنمائی حضرت عیسیٰؑ سے لینی ہے نہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جو وفات پا چکے ہیں تو شاہ صاحب سمجھ گئے اور ایسا پیارا

جواب دیا کہ عیسیٰ بھی خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل کریں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رہنمائی لیں گے۔ اس جواب پر پادری بڑا شرمندہ اور لاجواب ہو گیا۔ تیسرا اعتراض پادری نے یہ کیا کہ میرے ہاتھ میں انجیل ہے آپ قرآن پاک لے آئیں اور دونوں کو آگ میں ڈالتے ہیں جو کتاب حق پر ہوگی وہ آگ میں محفوظ رہے گی اور جو حق پر نہیں ہوگی وہ جل جائے گی۔ حضرت شاہ صاحب نے بڑا ایمان افروز جواب دیا فرمایا یہ تو کتابوں کی توہین ہے کہ آگ میں پھینکتے ہیں۔ آپ اپنی کتاب سینے سے لگائیں اور میں قرآن مجید کو سینے سے لگاتا ہوں اور آگ میں چھلانگ لگاتے ہیں جو بندہ حق پر ہوگا وہ آگ میں نہیں جلے گا اصل میں پادری نے انجیل کتاب پر ایسا مصالحہ لگایا تھا جس پر آگ اثر نہیں کرتی تھی۔ اس پر پادری مناظرہ ہار کر میدان سے بھاگ گیا۔ (ملفوظات عزیزی)

تربیت کا حکیمانہ انداز

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جو مشائخ چشتیہ میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے ان کے پوتے ہیں شاہ ابوسعید صاحبؒ شاہ ابوسعید صاحب کا ابتدائی زمانہ بہت آزادی کا تھا نہ علم سیکھنے کی طرف توجہ نہ اعمال کی اصلاح کی طرف خیال جوانی کا زمانہ تھا ایک دن گنگوہ میں کسی گلی سے گزر رہے تھے بھنگن نے غلاظت کا ٹوکرہ پھینکا اور سارا گردہ ان کے کپڑوں کو لگا تو ناراض ہو گئے اور کہا حرام زادی! تجھے شرم نہیں آتی یہ بھنگن بوڑھی تھی۔ اس نے حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کا زمانہ پایا تھا تو اس نے پیارا جواب دیا کہ کیوں کیا دادا جان کی علمی میراث تمہارے پاس ہے جو اتنے فخر سے بولتا ہے؟

بس وہ دن تھا گھر واپس آئے والدہ سے کہا کہ اب میں گنگوہ اس وقت تک واپس نہیں آؤں گا جب تک دادا جان کی میراث نہ سنبھال لوں پوچھا کہ دادا جان کے خلفاء میں سے کون کون زندہ ہیں؟

پتہ چلا کہ بڑے خلفاء میں سے شیخ نظام الدین بلخیؒ ہیں اور وہاں بلخ میں مخلوق خدا کی خدمت کر رہے ہیں شیخ نظام الدینؒ کو اطلاع دی کہ میں آرہا ہوں۔ حضرت شیخ نظام الدینؒ نے آپ کا پرتپاک استقبال فرمایا کہ میرے مرشد شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے پوتے آرہے ہیں صبح شام

دعوتیں اور بڑے پیمانے پر مہمان نوازیاں ہو رہی ہیں ایک دن حضرت شیخ نظام الدینؒ نے پوچھا کہ صاحبزادے صاحب! خیر تو ہے ہندوستان سے یہاں بلخ میں اتنے دور سے کیسے آئے ہیں؟ کوئی خاص ضرورت تھی فرمایا دادا جان کی میراث لینے آیا ہوں شیخ نے کہا کہ اچھا بس یہی غرض ہے؟ کہا جی ہاں! اب حضرت نظام الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ بگڑ گئے فرمایا اٹھو اور جوتیوں کی جگہ پر بیٹھ جاؤ ادب اور عزت واحترام سب کچھ ختم ہوا اور بیعت کرکے تزکیہ نفس کے لئے کچھ اعمال بتلائے خدمت یہ سپرد کی کہ مسجد سے باہر بیٹھ کر استنجا کے لئے ڈھیلے توڑیں۔ تاکہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہو اور ڈھیلا بھی جسم کے ساتھ رگڑ کر ہموار بنایا کریں پورا ایک سال اسی کسمپرسی کی حالت میں گزرا کہ کوئی پوچھنے والا نہیں جب ایک سال گزر گیا تو شیخ نظام الدینؒ نے امتحان لینا چاہا کہ کس حد تک اس کے نفس کی اصلاح ہوئی ہے اور کیا نفسانیت ختم ہوگئی ہے یا نہیں للّٰہیت پیدا ہوئی ہے یا نہیں؟ تو شیخ نے بھنگن کو حکم دیا کہ کوڑے اور غلاظت کا ٹوکرہ لاکر صاحبزادے کے قریب ڈال دے تاکہ تھوڑا سا گردہ صاحبزادے کے اوپر بھی پڑ جائے اور جو کچھ وہ کہے وہ ہمیں بتلادیں بھنگن نے جاکر ٹوکرہ زور سے اس کے سامنے ڈال دیا جب گردہ صاحبزادے کے اوپر پڑا تو اس نے آنکھیں لال پیلی کرکے کہا کہ بے حیا کہیں کے گنگوہ ہوتا تو تجھے بتلاتا۔ بھنگن نے آکر شیخ سے عرض کیا کہ ابھی تک وراثت نہیں ملی ابھی نفسانیت اور بڑا پن موجود ہے۔ اگلے دن حکم ہوا کہ استنجا کے ڈھیلے توڑنا تو پہلے کی طرح اب بھی ہے مگر نمازیوں کے لئے جوتیاں بھی سیدھی کرکے سامنے رکھنی ہیں اور ان کی حفاظت بھی کرنی ہے۔ ایک سال تک یہ خدمت کرتے رہے۔ حضرت شیخ نے بھنگن سے فرمایا کہ اب اس مرتبہ صاحبزادے کے اوپر کوڑہ ڈالنا ہے اس نے سارا ٹوکرہ جاکر اوپر ڈال دیا تو صاحبزادے نے کہا ارے بی بی! کیوں اس کوڑے کو مجھ پر ڈال دیا یہ کوڑہ مجھ سے زیادہ افضل ہے۔ میرے اوپر ڈال کر تم نے اس کوڑے کو بھی عیب لگایا۔ میں ناپاک آدمی ہوں یہ کوڑہ میرے اوپر گرنے سے ناپاک ہوگیا بھنگن نے حضرت شیخ سے کہا کہ اب دادا کی میراث مل چکی ہے اس کے بعد اگلے دن شیخ نے حکم دیا کہ ہم شکار کے لئے جائیں گے۔ صاحبزادے سے فرمایا تم ہمارے ساتھ چلو۔ شیخ گھوڑے پر سوار ہوگئے اور حکم دیا کہ تم رکاب تھام کے چلو۔ جب صاحبزادے صاحب بلخ آرہے تھے تو

شیخ نظام الدینؒ نے رکاب تھامی تھی اور اب حالت یہ ہے کہ گرتے پڑتے شیخ کے ساتھ دوڑتے چلے جارہے ہیں لہولہان ہوگئے پیروں میں زخم آئے ہیں مگر کیا مجال کہ گھوڑے کی رکاب سے الگ ہوجائیں۔شام کو واپس پہنچے تو صاحبزادے کو حکم دیا کہ غسل کرو۔غسل کیا کپڑے بدلوائے اور بھرے مجمع میں شیخ نظام الدینؒ نے خرقۂ خلافت عنایت فرمایا اور کہا کہ اب تجھے مبارک ہواب۔تجھے دادا جان کی میراث نصیب ہوئی تو ریاضت اور مجاہدے اس لئے ہوتے ہیں کہ بڑائی اور تکبر نکل جائے (خطبات حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ)

مٹادو اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے   کہ دانہ خاک میں مل کر گل وگلزار بنتا ہے

شاہ اہل اللہ کی کمال حکمت

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے بھائی شاہ اہل اللہ تھے۔وہ فرماتے ہیں کہ میں رات کے وقت کمرے میں مطالعہ کررہا تھا۔سامنے ایک سانپ کو میں نے دیکھا تو اسے ماردیا۔اگلی رات کو دو بندے آئے کہ حضرت ایک فیصلے کے لئے ہمارے ساتھ چلے جائیں وہ مجھے جنگل لے گئے۔وہاں بڑی مخلوق بیٹھی تھی۔میں سمجھ گیا کہ انسانوں کی مجلس نہیں بلکہ جنات کی مجلس ہے۔ایک شخص مدعی بن کر کھڑا ہوگیا اور کہا کہ قاضی صاحب!اس انسان نے میرے بھائی کو مارا ہے مجھے اپنا حق چاہئے۔شاہ اہل اللہ صاحب کھڑے ہوگئے کہ میں نے آج تک کسی کو نہیں مارا ہے مدعی نے کہا کہ تمہارے گھر میں جو سانپ آیا تھا وہ میرا جن بھائی تھا۔حضرت شاہ اہل اللہ نے کہا کہ میں نے ابوداؤد شریف میں ایک حدیث پڑھی ہے کہ جس نے اپنی شکل تبدیل کی اور خطرناک شکل میں وہ مارا جائے تو اس کا خون معاف ہے۔میں نے اسے سانپ سمجھ کر مارا تھا نہ کہ جن سمجھ کر اس پر جنات کے قاضی صاحب نے فیصلہ شاہ اہل اللہ کے حق میں دیا۔قاضی صاحب نے کہا کہ یہ حدیث میں نے اپنے کانوں سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی پھر اسے باعزت طور پر بری کردیا۔چلتے چلتے حضرت شاہ اہل اللہ صاحب نے جنات کے قاضی صاحب سے فرمایا کہ آپ چونکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی بھی ہیں اور انہیں دیکھا بھی ہے تو یہ حدیث جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے سنی ہے مجھے سنادیں۔تاکہ آپ میرے استاد بن جائیں۔(درکامل)

حکیم الامت رحمہ اللہ کا انداز نصیحت

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ کالپی تشریف لے گئے وہاں ایک شخص نہایت صاف ستھرا اجلے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ جامع مسجد میں نماز کو آیا اس کے گاؤں والوں سے معلوم ہوا کہ یہ پہلے بھنگی تھا اب مسلمان ہو گیا ہے لیکن وہاں کے چوہدری ساتھ کھلانا پلانا تو درکنار اس کے ہاتھ کا برتن بھی نہیں لیتے۔ وہاں جلسہ تھا اس میں وہ بھی موجود تھا اور وہاں کے رئیس بھی جمع تھے۔ بعض لوگوں نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے خواہش کی کہ آپ اس موقع پر ان لوگوں کو سمجھا دیں کہ ایسا پرہیز نہ کیا کریں۔ اس کی سخت دل شکنی ہے۔ حضرت نے دل میں سوچا کہ نرے سمجھانے سے کچھ کام نہ نکلے گا سمجھانے سے تو اس وقت ہاں ہاں کہہ دیں گے پھر بعد کو کون پرواہ کرتا ہے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ایک بدھنے میں پانی منگوایا جب پانی آ گیا تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اس نومسلم سے فرمایا کہ ٹونٹی سے منہ لگا کر پانی پیو پھر بدھنا۔ اس کے ہاتھ سے لے کر خود بھی ٹونٹی ہی سے منہ لگا کر اس کے بچے ہوئے پانی میں سے پیا پھر آپ نے سب سے فرمایا کہ سب لوگ پانی پئیں اور اس وقت سوامان لینے کے کسی سے کوئی عذر نہ بن پڑا سب نے جیسے تیسے پانی پیا اور پھر حضرت نے فرمایا کہ دیکھو بھائی اب اس سے پرہیز نہ کرنا کہنے لگے اجی بس اب منہ ہی کیا رہا پرہیز کرنے کا آپ کی ترکیب ہی ایسی ہے کہ ہمارا سارا دھرم ہی لے لیا اب آپ اطمینان رکھیں اب ہم اسے اپنے ساتھ کھلائیں پلائیں گے۔ اس سے پرہیز ہی کیا رہ گیا جب اس کا جھوٹا پانی ہی آپ نے پلوا دیا۔

فائدہ: یہ توحید ہی کی برکت ہے کہ ایک شخص بھنگی ہے۔ یا چمار ہے وہ مسلمان ہو گیا تو آج تمام مسلمان اس کو اپنا بھائی سمجھتے ہیں اور اس کو اپنے ساتھ بٹھلا کر کھلاتے ہیں۔ ورنہ ساری قومیں ایسے شخص کو اپنے سے گھٹیا اور ذلیل سمجھتی ہیں (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا انداز نصیحت

مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا قیام دہلی میں تھا حضرت

کے خدام میں سے چند مخصوص تلامذہ ساتھ تھے۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ دوسرے شاگرد مولانا احمد حسن امروہی رحمہ اللہ اور حاجی امیر شاہ خان صاحب مرحوم مولانا احمد حسن صاحب رحمہ اللہ نے اپنے ہمجولیوں میں بیٹھ کر فرمایا کہ

بھائی لال کنویں کی مسجد کے جو امام ہیں ان کی قرأت بہت اچھی ہے کل صبح کی نماز ان کے پیچھے پڑھ لیں۔ شیخ الہند رحمہ اللہ نے غصہ میں آ کر فرمایا کہ تمہیں شرم نہیں آتی بے غیرت وہ تو ہمارے حضرت کی تکفیر کرتا ہے ہم اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

اور بڑا سخت لہجہ اختیار کیا یہ جملے حضرت مولانا نانوتوی رحمہ اللہ کے کان میں پہنچے تو اگلے دن حضرت ان سب شاگردوں کو لے کر اسی مسجد میں پہنچے اور اس امام کے پیچھے جا کر نماز پڑھی سلام پھیرا تو چونکہ یہ اجنبی تھے۔ نمازیوں نے دیکھا کہ ہیں تو علماء صورت تو پوچھا کون ہیں؟

معلوم ہوا کہ یہ تو مولانا محمد قاسم ہیں اور وہ ان کے شاگرد مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ اور یہ مولانا احمد حسن محدث امروہی رحمہ اللہ ان کے تلمیذ ہیں۔

امام صاحب کو سخت حیرت ہوئی کہ میں تو رات دن انہیں کافر کہتا ہوں اور یہ نماز کے لئے میرے پیچھے آ گئے تو امام صاحب نے خود بڑھ کر مصافحہ کیا اور کہا کہ حضرت میں آپ کی تکفیر کرتا تھا اور میں آج شرمندہ ہوں آپ نے میرے پیچھے نماز پڑھی حالانکہ میں آپ کو کافر کہتا رہا۔

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "کوئی بات نہیں میرے دل میں آپ کے اس جذبہ کی قدر ہے" اور زیادہ عزت دل میں بڑھ گئی ہے کیوں؟

اس واسطے کہ آپ کو جو روایت پہنچی ہے کہ میں توہین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتا ہوں تو آپ کی غیرت ایمانی کا یہی تقاضا تھا۔ ہاں البتہ شکایت اس کی ہے کہ روایت کی تحقیق کرنی چاہئے تھی تو میں یہ عرض کرنے آیا ہوں کہ یہ خبر غلط ہے اور میں اس شخص کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں جو ادنیٰ درجہ میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے اور اگر آپ کو یقین نہ آئے تو آپ کے ہاتھ پر ابھی اسلام قبول کرتا ہوں۔

اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا عبده و رسوله

اب امام بے چارہ قدموں میں گر پڑا اچھا جاتا ہے۔

ف: بات صرف یہ تھی کہ ان حضرات کے دلوں میں تواضع باللہ اور ادب مع اللہ اس درجہ رچا ہوا تھا کہ نفسانیت کا شائبہ نہ رہا تھا۔ استہزاء اور تمسخر تو بجائے خود ہے بے قدری بھی اپنے معاندوں کی نہیں کرتے تھے۔ (الحق)

حکیم الامت رحمہ اللہ کا گارڈ کو حکیمانہ جواب

ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ سہارنپور سے کانپور تشریف لے جارہے تھے حضرت کے ساتھ کچھ پونڈے بھی تھے انہیں تلوا کر محصول دینا جو لوگ رخصت کرنے آئے تھے۔ انہوں نے تو منع کیا ہی مگر خود اسٹیشن والوں نے بھی کہا کہ:

''آپ لے جائیں محصول کی ضرورت نہیں۔ ہم گارڈ سے کہدیں گے کوئی روک ٹوک نہ کرے گا''

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے پوچھا کہ یہ گارڈ کہاں تک جائے گا جواب ملا غازی آباد تک حضرت حکیم الامت نے دریافت فرمایا کہ آگے کیا ہوگا جواب ملا کہ آگے وہ گارڈ دوسرے گارڈ سے کہدے گا حضرت نے پھر پوچھا کہ آگے کیا ہوگا۔

انہوں نے جواب دیا کہ ''بس آگے کانپور آجائے گا اور سفر ختم ہو جائے گا''

حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: ''نہیں اس سے آگے آخرت ہوگی اور وہاں جانا پڑے گا تو وہاں کی روک ٹوک اور پکڑ دھکڑ سے کیا گارڈ صاحب بچائیں گے؟''

اس پر سب چپ ہوگئے اور اسٹیشن ماسٹر پر اس کا بڑا اثر ہوا اور محصول لے لیا گیا غرض آخرت اُن عقلمندوں کو یاد نہ آئی (مواعظ اشرفیہ)

حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ کی ایک نوجوان سے ملاقات

شاہ عبدالقادر دہلوی رحمتہ اللہ علیہ وضو فرمارہے تھے۔ اُن کے سامنے ایک نوجوان پٹھان بھی وضو کررہا تھا اس نوجوان کے پاؤں خشک رہ گئے شاہ صاحب نے حکمت عملی سے کام لیا اور فرمایا: ''بھائی! میں بوڑھا ہوں میری نظر کمزور ہے مہربانی فرما کر میرے پاؤں دیکھو کہ کہیں خشک تو نہیں رہ گئے۔ حدیث میں اس بارے میں سخت وعید آئی ہے''

جب نوجوان نے اپنے پاؤں دیکھے تو وہ خشک تھے اس نے کہا کہ: ''اے شیخ! خدا آپ

پر رحمت کی بارش برسائے۔ آپ نے مجھے اچھے وعظ اور اچھی نصیحت سے غلطی بتلائی''
اور اس نے فوراً اپنی اصلاح کر لی۔ (فلسفہ نماز و تبلیغ)

اکابر کا انداز نصیحت

مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ نے دیکھا کہ ایک پہلوان مسجد میں آیا اور غسل کرنا چاہتا تھا مؤذن نے اس کو ڈانٹا اور کہا کہ:

''نہ نماز کے نہ روزے کے مسجد میں نہانے کے لئے آجاتے ہیں''

مولانا کاندھلوی رحمہ اللہ نے مؤذن کو روکا اور خود اس کے نہانے کے لئے پانی پھیرنے لگے اور اس سے فرمایا: ''ماشاء اللہ تم تو بڑے پہلوان معلوم ہوتے ہو. ویسے تو بہت زور کرتے ہو ذرا نفس کے معاملہ میں بھی تو زور کیا کرو نفس کو دبایا کرو اور ہمت کر کے نماز پڑھا کرو پہلوانی تو یہ ہے'' اتنا سننا تھا کہ وہ شخص شرم سے پانی پانی ہو گیا اور اس نرم گفتگو کا اس پر اتنا اثر ہوا کہ وہ اسی وقت سے نماز کا پابند ہو گیا (وعظ اوج قنوج)

حرکت معکوس

اجرام فلکی یعنی سورج' چاند اور دیگر سیارگان فضا میں جو حرکت کرتے ہیں وہ دو طرح کی ہیں ایک سیدھی اور دوسری معکوس مثلاً مشرق سے مغرب کی طرف اور پھر مغرب سے مشرق کی طرف۔ امام غزالی رحمہ اللہ سے ایک غیر مسلم فلسفی نے سوال کیا کہ اجرام فلکی کی ایک حرکت کا ذکر تو قرآن مجید میں موجود ہے دوسری حرکت معکوس کا ذکر کہاں ہے؟

امام غزالی رحمہ اللہ نے پوچھا کہ پہلی حرکت کا ذکر کس آیت میں ہے؟ اس نے بتایا کہ قرآنی آیت **کل فی فلک یسبحون** میں ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ سارے سیارے ایک دائرہ میں پھرتے ہیں۔ امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا دوسری حرکت معکوس کا ذکر بھی اسی آیت میں ہے کہ **کل فی فلک** کے الفاظ کو آخر کی طرف سے پڑھا جائے تو پھر بھی **کل فی فلک** ہی بنے گا گویا اسی آیت میں اجرام فلکی کی پہلی سیدھی حرکت کا ذکر بھی ہے اور دوسری حرکت معکوس کا ذکر بھی ہے۔ (مناہج العرفان)

تو گویا اس وقت میرے سامنے ہیں غرض اس نے اپنے حافظہ کی بہت تعریف کی مولانا نے پوچھا کہ یہ سب واقعات آپ کو محفوظ ہیں۔اس نے بڑے دعوے سے کہا جی ہاں بجنسہ سب محفوظ ہیں۔اب مولانا نے فرمایا کہ لالہ جی اس ذرا سے دماغ میں جو ایک بالشت سے بھی کم ہے۔ستر برس کے واقعات اور کتابوں کے مضامین اور لوگوں کی باہمی تقریریں اور ابحاث کس طرح سما گئے۔اس پر وہ خاموش ہوا مولانا نے فرمایا کہ لوح محفوظ کی نظیر تو خود آپ کے اندر موجود ہے۔''آپ کا دماغ'' پھر حیرت ہے کہ آپ لوح محفوظ پر یہ سوال کرتے ہیں کہ وہ کہاں رکھی جاتی ہوگی۔آپ کے کبھی اپنے دماغ پر شبہ نہ ہوا کہ اس ذرا سے دماغ میں اس قدر بے شمار واقعات و مضامین کس طرح محفوظ رہتے ہیں۔پھر بعض انسانوں کی عمریں ہزار ہزار سال کی ہوئی ہیں اور اُن کے حافظے ہم سے زیادہ قوی تھے۔اُن کے دماغ میں ہزار سال کے واقعات اور ہزاروں آدمیوں کی صورتیں کیونکر محفوظ رہتی تھیں۔تو یہ کیا ضرور ہے کہ جس چیز میں لاکھ دو لاکھ برس کے واقعات لکھے جائیں۔وہ طولاً وعرضاً بھی اتنی بڑی ہو کہ آسمانوں میں نہ سما سکے۔خدا تعالیٰ کو قدرت ہے کہ تھوڑے سے جسم میں جتنے چاہے واقعات محفوظ کر دیں۔چنانچہ ایک نظیر اس کی انسان میں موجود ہے اب تو دیانند مولانا کا منہ تکنے لگا۔(وعظ نور النور)

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی عیسائی مناظر سے گفتگو

جس زمانے میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمتہ اللہ علیہ کانپور میں زیر درس تھے۔ ایک پادری اور اس کی بیوی تازہ وارد کانپور ہوئے اور اس نے ایک عام جلسے کا اعلان کیا کہ اس جلسے میں دین مسیحی کی فضیلت جملہ ادیان پر ثابت کی جائے گی اور مسلمانوں کو عیسائی بنایا جائے گا۔ مولانا ظفر احمد صاحب رحمہ اللہ چند طلبہ کے ساتھ جلسے میں پہنچ گئے اور اس سے چند سوالات کئے جن میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ:

''اصلی انجیل تو آپ کے پاس ہے نہیں صرف تراجم ہیں اور مترجموں کا حال معلوم نہیں نہ ان کی سوانح حیات موجود نہ سلسلہ اسناد موجود تو یہ کیسے یقین کیا جائے کہ یہ تراجم صحیح ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم وہی تھی جو انا جیل میں درج ہے۔پھر یہ گورکھ دھندا بھی

عجیب ہے کہ خدا تین بھی ہیں اور ایک بھی ہے"

اس پر پادری نے کہا اس کا جواب کل دیا جائے گا جس جاہل مسلمان کو عیسائی بنانا طے ہوا تھا۔ اس نے پادری کا جواب سن کر کہا: "پھر میں بھی آج عیسائی نہیں ہوؤں گا جب ان سوالوں کا جواب دے لوگے اور میرا دل تمہارے جوابوں کو مان لے گا تب عیسائی ہوؤں گا"

اس پر طلبہ نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور پادری بہت خفیف ہوا۔ (انوار النظر فی اثار الظفر)

انداز نصیحت

حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی قدس سرہ کے ہاتھ پر ایک حلال خور (بھنگی) نے اسلام قبول کیا۔ آپ نے اس کا اسلامی نام عبداللہ رکھ دیا تھا یہ شخص اسلام لانے کے بعد بھی پاک صاف اور اجلا نہیں رہتا تھا۔ اس لئے محلے کے شرفاء اس کی میلی کچیلی حالت سے گھن کھا کر مسجد کے (وضو کے) لوٹے چھپا دیا کرتے تا کہ یہ شخص انہیں ہاتھ نہ لگا سکے۔ حضرت قاری صاحب نے یہ بات محسوس کر کے ایک دن سب محلے والوں کی موجودگی میں عبداللہ کو بلایا اور فرمایا: "میاں! عبداللہ ذرا مجھے پانی پلانا"۔

وہ انگلیاں ڈبوتا ہوا ایک پیالہ بھر لایا۔

فرمایا: "یہ تو زیادہ ہے۔ اس میں سے کچھ تم پی لو۔ باقی مجھے دے دو"

وہ بے تامل پی گیا اور اس سے بچا ہوا آپ نے پی لیا۔ اگرچہ آپ نے زبان سے کسی سے کچھ نہ فرمایا مگر طرز عمل دیکھ کر سب حاضرین اور اہل محلہ نے ندامت اور شرم سے گردنیں جھکا لیں (سات ستارے)

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا انداز نصیحت

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی اسیر مالٹا رحمتہ اللہ علیہ سے ایک تحصیلدار ملاقات کے لئے دیوبند پہنچا اور غسل کے واسطے ایک مسجد میں پہنچا۔ وہاں اسے عام وضع قطع کے ایک بزرگ نظر آئے تحصیلدار نے انہیں مسجد کا خادم سمجھ کر کہا: "بڑے میاں! حمام میں پانی کا انتظام کرو اور جب میں نہا چکوں تو مجھے حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے دولت خانے تک لے جانا میں تمہیں معقول معاوضہ دوں گا"۔

بزرگ نے غسل خانہ میں پانی ڈالا تحصیلدار صاحب نے غسل کیا اور نئے کپڑے پہن کر روانہ ہوئے اور بزرگ سے کہا: ''اب میں آگے آگے چلتا ہوں تم مجھے شیخ الہند رحمہ اللہ تک پہنچا کر اپنا انعام وصول کرو''۔

بزرگ اس کو لیکر باہر نکلے اور متوقع خدشہ کے تحت دریافت فرمایا کہ: ''ہاں بھائی! آپ کس سے ملنا چاہتے ہیں''۔

تحصیلدار نے قدرے غصہ سے کہا کہ آپ کو پہلے نہیں بتایا گیا کہ میں۔ شیخ الہند رحمہ اللہ کے ہاں شرف باریابی کی غرض سے آیا ہوں۔

بزرگ مذکور نے بڑی سنجیدگی سے فرمایا کہ ''بھائی! مجھے بھی کچھ لوگ شیخ الہند کہتے ہیں''

اس نے تعجب سے پوچھا شیخ الہند مولانا محمود حسن؟

آپ (شیخ الہند) نے مسکرا کر فرمایا ''جی ہاں''

تحصیلدار فوراً پاؤں پر گر کر زاروقطار رونے لگا اور کہنے لگا:۔

''حضرت! آپ نے مجھے پہلے کیوں نہ بتایا میری تو عاقبت برباد ہوگئی''

مگر آپ اس کو برابر تسلی دیتے رہے کہ نہیں۔ بھائی نہیں ایسی کوئی بات نہیں اگر آپ کی نظر میں میرے لئے حسن ظن ہے تو پھر بھی سید القوم خادمہم یہ بزرگ خود حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ تھے۔ (ہفتہ وار ترجمان اسلام)

حکمت بھری نصیحت

پٹیالہ شہر میں جلسہ تھا۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ جلسہ سے خطاب کرنے وہاں پہنچے۔ جلسہ ایک بڑی عمارت کی چھت پر تھا۔ اس کی سیڑھیاں بہت بڑی تھیں۔ شاہ جی رحمہ اللہ جلسہ گاہ میں جانے کے لئے سیڑھیاں عبور کر رہے تھے۔ دیکھا تو ایک نوجوان ہاتھ میں جھاڑو لئے ہوئے سیڑھیوں سے نیچے اتر رہا ہے شاہ جی رحمہ اللہ نے دریافت فرمایا: ''برخوردار! کون ہو؟'' نوجوان نے جواب دیا: ''جی! ہم صفائی والے۔

شاہ جی رحمہ اللہ نے اسے پکڑ کر گلے لگالیا اور اس کے دل پر ہاتھ رکھ کر کہا: '' ذرا یہاں کی بھی صفائی کرتے جاؤ''۔

حضرت امیر شریعت اس کے بعد جلسہ گاہ میں پہنچ گئے۔تقریباً آدھ گھنٹے بعد مولانا عبدالجبار ابوہری نے آتے ہی کہا:''شاہ جی!اسے کیا کر آئے ہو؟''

شاہ جی رحمہ اللہ نے حیرت سے پوچھا''بھائی کس کو؟''

فرمایا''صفائی والے کو''شاہ جی رحمہ اللہ نے کہا:''کچھ بھی نہیں''

مولانا عبدالجبار صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا:''حضرت!وہ تو سڑک پر تڑپ رہا ہے اور بہت بے قرار ومضطرب نظر آتا ہے اور کہتا ہے کہ شاہ جی سے کہو کہ وہ مجھے فوراً مسلمان کریں اور خود میرے دل کی صفائی کر دیں''

چنانچہ شاہ جی رحمہ اللہ کے فرمان کے مطابق وہ اس جلسہ میں لایا گیا اور مشرف بہ اسلام ہوگیا تو شاہ جی کو دعائیں دیتے ہوئے کہنے لگا:''آپ نے مجھے گلے سے کیا لگایا کہ میرا دل روشن ہوگیا اور میں دولت اسلام حاصل کرنے کے لئے بے تاب ہوگیا''(ہفت روزہ ترجمان اسلام)

خدمت خلق کا حکیمانہ انداز

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نوراللہ مرقدہ کا واقعہ ہے کہ سردیوں کی ایک رات میں حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ بذریعہ ریل گاڑی تھانہ بھون کے اسٹیشن پر اترے۔قصبہ اسٹیشن سے کافی دور تھا درمیان میں کھیت اور غیر آباد زمینیں تھیں۔بجلی بھی نہیں تھی رات کے وقت قلی یا سواری ملنا ناممکن تھا۔چند مسافر ہوتے جو اپنی منزل کی طرف روانہ ہوجاتے گاڑی حسب معمول رکی اور روانہ ہوگئی اسٹیشن پر ہو کا عالم تھا جنگل اور اندھیری رات اسٹیشن سے قیام گاہ تک آمد و رفت عموماً پیدل ہوتی تھی۔حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تنہا تھے سامان بھی ساتھ نہ تھا۔اچانک آواز آئی''قلی''،''قلی''یہ آواز بار بار آرہی تھی۔اب اس میں گھبراہٹ بھی شامل ہوگئی تھی کوئی صاحب مع اہل وعیال اسی گاڑی سے اترے قلی ہو تو ملے وہاں ایسا قلی نہ تھا جو آبادی تک سامان پہنچادے۔یہ مفتی صاحب رحمہ اللہ کے ایک واقف کار تھے اور عقیدت مندانہ ملتے تھے۔مفتی صاحب رحمہ اللہ سے اپنا بوجھ اٹھوانے پر ہرگز راضی نہ ہوتے یا عمر بھر ندامت کے بوجھ میں دبے رہتے۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے جلدی سے سر پر رومال لپیٹ کر اوپر سے چادر ڈالی اور مزدورانہ ہیئت تیزی سے پہنچ کر کہا:''سامان رکھواؤ کہاں جانا ہے''؟

انہوں نے مختصر پتہ بتا کر سر پر سامان لادنا شروع کر دیا۔ پہلا بکس ہی اتنا بھاری تھا کہ مفتی صاحب رحمہ اللہ نے کبھی نہ اٹھایا تھا۔ اس پر دوسرا بکس رکھا تیسرا عدد اور مفتی صاحب رحمہ اللہ کی بغل میں تھمانا چاہتے تھے۔ مفتی صاحب رحمہ اللہ نے دونوں ہاتھوں سے بمشکل ان بکسوں کو سنبھالتے ہوئے کہا کہ۔

''حضور میں کمزور آدمی ہوں زیادہ نہیں اُٹھا سکتا یہ (تیسرا عدد) آپ سنبھال لیں''

یہ مختصر قافلہ روانہ ہوا بوجھ سے پاؤں ڈگمگا رہے تھے مگر حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی اس کمزوری کو ٹارچ (بیٹری) نے چھپا لیا تھا جو انہوں نے راستہ دکھا رہی تھی اور مفتی صاحب کی طرف متوجہ ہونے کا موقع نہ دیتی تھی ان کی قیام گاہ پر سامان اتارا وہ یہ کہہ کر ذرا اندر گئے کہ'' ابھی آ کر پیسے دیتے ہیں' حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ وہاں سے غائب ہو گئے۔

اگلے دن وہ صاحب خانقاہ میں حسب سابق بڑی تعظیم سے ملے مگر انہیں کیا معلوم وہ ایک ''قلی'' سے مل رہے ہیں (البلاغ فقیہ اعظم)

حکیم الامت رحمہ اللہ کا انداز نصیحت

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کو ایک کانفرنس کے سلسلہ میں ڈھاکہ مدعو کیا گیا۔ آپ نے شرح صدر نہ ہونے کی بناء پر عذر فرما دیا۔

لیکن نواب سلیم اللہ صاحب ڈھاکہ اور علمائے دیوبند کے اصرار پر آپ نے کچھ شرطوں کے ساتھ جانا منظور فرما لیا۔ ایک مرتبہ اس سے پہلے بھی نواب سلیم اللہ صاحب کی دعوت پر آپ تشریف لے جا چکے تھے۔

اصرار پر آپ نے سفر کا ارادہ تو کر لیا لیکن فراست سے آپ محسوس فرما رہے تھے کہ سفر کا پورا ہونا مشکل ہے۔ اس لئے آپ نے وہ سفر اپنے ذاتی خرچ سے کیا۔ کلکتہ پہنچے تو نواب صاحب نے اپنے ایک عزیز کے ذریعہ وہاں طعام و قیام کا شایان شان انتظام کرایا اور ان عزیز نے حضرت والا سے ملاقات بھی کی۔ باتوں باتوں میں نواب سلیم اللہ صاحب کے یہ عزیز جو خود بھی بہت بڑے رئیس تھے۔ حضرت سے کہنے لگے کہ آپ کے انکار کے بعد آپ کی تشریف آوری سے نواب صاحب کو بہت بڑی مسرت ہوئی ہے۔ فرماتے تھے کہ آپ کی

شرطیں بڑی سخت ہیں۔ جن کو قبول نہیں کر سکتے جیسے ایک تو یہی کہ کوئی ہدیہ پیش نہ کیا جائے۔

حضرت نے فرمایا: کہ نہ دینے کی شرط کیا مشکل ہے دینا تو دشوار ہو سکتا ہے"

رئیس نے عرض کیا" صاحب جس سے محبت ہوتی ہے اس کو تو ہدیئے دینے کے لئے جی چاہتا ہی ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اپنے محبوب کی خدمت نہ کی جائے"

حضرت نے جواب دیا:....." یہ ضروری ہے کہ محبوب کو اپنے گھر ہی بلا کر ہدیہ دیا جائے اگر ایسا ہی شوق ہے تو اس کے گھر جا کر یا بھیج کر بھی تو ہدیہ دیا جا سکتا ہے"

رئیس ہونا اور بات ہے اور سلیقہ سے گفتگو کرنا اور بات ہے۔ اس منتظم کو بات کرنا نہ آئی اور نخوت سے کہا:" معاف فرمایئے پیاسہ کنویں کے پاس آتا ہے. کنواں پیاسے کے پاس نہیں جاتا"

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کو یہ کلمات سن کر بہت رنج ہوا مگر اپنی ناگواری کو ظاہر نہیں کیا اور نہایت تہذیب سے اس رئیس کو مخاطب کیا" آپ کا خیال یہ ہے کہ آپ حضرات کنواں ہیں اور ہم پیاسے اور ہمارے دماغ میں یہ سمایا ہوا ہے کہ ہم لوگ کنواں ہیں اور آپ پیاسے اور اس کی ہمارے پاس دلیل بھی ہے۔ اس لئے کہ ضرورت کی دو چیزیں ہیں دین اور دنیا ان میں سے ہماری حاجت کی ایک چیز ہمارے پاس ہے (یعنی دین) فرق اتنا ہے کہ ہماری حاجت کو جو چیز آپ کے پاس ہے۔ (یعنی دنیا) اللہ تعالیٰ نے بقدر ضرورت ہمیں بھی دے رکھی ہے۔ لیکن آپ کی حاجت کی جو چیز ہمارے پاس ہے) (یعنی دین) وہ آپ کے پاس بقدر ضرورت بھی نہیں۔ آپ ہمارے محتاج ہوئے یا ہم آپ کے آپ پیاسے اور ہم کنواں ہوئے یا ہم پیاسے اور آپ کنواں ہوئے"؟

وہ رئیس شرمندہ ہو کر بغلیں جھانکنے لگا اور حضرت والا نے وہیں سے قطع سفر کا ارادہ کر لیا اور واپس تشریف لے آئے (تربیت السالک)

امیر شریعت رحمہ اللہ کا حکیمانہ جواب

ایک سفر میں ایک ذمہ دار پولیس افسر نے حضرت امیر شریعت سید عطا اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ سے سوال کیا:۔" شاہ جی! اجازت ہو تو ایک بات پوچھوں" ہاں بیٹا! کیوں نہیں"

دوسری جماعتوں کے سیاسی اور مذہبی رہنما آئے دن مختلف شہروں میں آتے رہتے ہیں

مگر حکومت کی طرف سے ہمیں کوئی ایسی ہدایت نہیں ملتی کہ ہم ان کو واچ (نگرانی) کریں لیکن جیسے ہی آپ کسی شہر میں پہنچتے ہیں ایک دم سے تاریں ہلنے لگتی ہیں یہ کیوں؟

آپ نے برجستہ کہا: "بھائی! جب کوئی ہیجڑا گھر میں آجائے تو کوئی عورت اس سے پردہ نہیں کرتی مگر جیسے ہی کوئی مرد آجائے تو تمام گھر میں پردہ پردہ کا شور مچ جاتا ہے"

اس پر متعلقہ افسر اپنا سا منہ لیکر رہ گیا" (حیات امیر شریعت)

حکیم الامت رحمہ اللہ کا ایک اور واقعہ

حکیم الامت رحمہ اللہ کا امراء سے استغناء کا یہ عالم تھا کہ جہاں حیدر آباد دکن جانے والے اکثر علماء و مشائخ والی دکن کی خدمت میں باریابی اور وظیفہ کی آواز لے کر جاتے تھے وہاں حضرت کو ملنے سے بھی عار تھا جس کی تفصیل خود حضرت کی زبانی لطف دے گی فرماتے تھے کہ" اہل علم کے لئے یہ بات بہت ہی ناپسندیدہ ہے کہ وہ امراء سے خلط کریں اس لیے کہ غرباء کو جو مصلح سے نفع ہوتا ہے امراء سے وہ بھی ضائع ہو جاتا ہے اس طرح قلوب پر مصلح کا وہ اثر نہیں رہتا مجھ کو حیدر آباد دکن میں ایک دوست نے مدعو کیا دیوبند کے بعض احباب خاص اہل علم نے مشورہ دیا کہ وہاں نواب صاحب سے ملاقات ضروری ہے میں نے کسی کو کوئی جواب نہ دیا ۔وہاں پہنچ کر سات ہی روز گزرے تھے کہ فلاں نواز جنگ کا ایک پرچہ آیا جس میں لکھا تھا کہ عرصہ سے مجھ کو زیارت کا اشتیاق تھا مگر بدقسمتی سے تھانہ بھون کی حاضری نہ ہوئی ۔ برائے زیارت حاضر ہونا چاہتا ہوں فلاں فلاں وقت اپنے فرائض منصبی سے فرصت ملتی ہے۔"

یہ فلاں نواز جنگ صاحب اس وقت نواب کی ناک کے بال اور ارکان سلطنت میں سے تھے آپ نے انہیں لکھا:۔

"بے حد مسرت ہوئی کہ آپ کے دل میں دین اور اہل دین کی نسبت وعظمت ہے مگر نیچے کی سطر پڑھ کر افسوس کی بھی کوئی حد نہ رہی کہ اس میں فہم سے کام نہ لیا گیا جس کے ملنے کو زیارت سے تعبیر کیا گیا اس کو تو اپنے اوقات فرصت بتلا کر پابند کیا گیا اور خود آزاد رہے یہ کون سی فہم وتہذیب کی بات ہے"۔

اس پر نواز جنگ صاحب نے اپنی بدفہمی کی معافی مانگی اور لکھا کہ حضرت والا ہی اپنی

ملاقات کے اوقات تحریر فرمادیں حضرت نے اس پر ایک اور سبق دے دیا کہ:۔

''اب بھی پورے فہم سے کام نہیں لیا گیا۔ مردہ بدست زندہ کی طرح مہمان میزبان کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اس لئے سفر میں اوقات کا ضبط ہونا غیر ضروری ہے۔ آپ ساتھ رہیں جس وقت مجھ کو فارغ دیکھیں ملاقات کرلیں....''

اس پر انہوں نے لکھا کہ بدفہمی پر بدفہمی ہوتی چلی جارہی ہے۔ میں نہ اب اپنے اوقات کو ظاہر کرتا ہوں نہ حضرت سے معلوم کرتا ہوں۔ جس وقت فرصت ہوگی حاضر خدمت ہوکر زیارت سے مشرف ہو جاؤں گا اگر فرصت نہ ہوئی تو لوٹ آؤں گا جب حضرت نے دیکھا کہ سبق کارگر ہوا ہے تو پھر انہیں دلجوئی کے طور پر لکھا:

''اب پورے فہم سے کام لیا گیا ہے جس سے اس قدر مسرت ہوئی کہ پہلے آپ کا میری زیارت کو جی چاہ رہا تھا اب میرا آپ کی زیارت کو جی چاہنے لگا اگر فرصت ہو تو آپ تشریف لے آئیں ورنہ مجھ کو اجازت فرمایئے میں خود حاضر ہو جاؤں گا''

اس افہام وتفہیم کی غرض آپ نے مجلس میں یہ بیان فرمائی کہ:

''میرا طرز عمل اس لئے تھا کہ یہ دنیا کے جس قدر بڑے لوگ ہیں اہل دین کو بے وقوف سمجھتے ہیں ان کو یہ دکھلانا تھا کہ اہل علم ودین کی یہ شان ہے کہ پہلے تو تذلیل سے بچنا مقصود تھا مگر جب وہ اپنی کوتاہی تسلیم کر چکے تو اب کھینچنا تکبر تھا اللہ کا شکر ہے کہ دونوں سے محفوظ رکھا''

غرضیکہ وہ صاحب خود آئے اہل مجلس میں بعضوں نے دور سے دیکھ کر کہا کہ فلاں صاحب آرہے ہیں۔ حضرت ڈاک لکھ رہے تھے برابر لکھتے رہے جس وقت انہوں نے پہنچ کر السلام علیکم کہا تب حضرت مخاطب ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

''میں نے سلام کا جواب دیا اور کھڑے ہوکر مصافحہ کیا۔ بیچارے بہت ہی مہذب تھے۔ دوزانو ہوکر سامنے بیٹھ گئے میں نے اپنے برابر جگہ دے کر کہا بھی کہ اس طرف آجایئے اس پر کہا کہ مجھ کو یہیں آرام ملے گا۔ کچھ دیر بعد میرے سوال پر نواب صاحب کی بیدار مغزی اور انتظام سلطنت کے واقعات بیان کرتے رہے۔ اس کے بعد کہا کہ اگر نواب صاحب سے ملاقات ہو جائے تو بہت مناسب ہے۔

میں نے پوچھا کہ یہ خواہش آپ کی ہے یا نواب صاحب کی کچھ سکوت کے بعد کہا میری خواہش ہے میں نے سوال کیا کہ جس وقت آپ نے ملاقات کے مناسب ونامناسب ہونے پر غور فرمایا ہوگا۔ اس پر بھی ضرور غور فرمایا ہوگا کہ ملاقات سے نفع کس کا ہے؟

کہا نواب صاحب کا میں نے کہا کہ نفع نواب صاحب کا اور ملاقات کی ترغیب مجھ کو دی جا رہی ہے۔ طالب کو مطلوب اور مطلوب کو طالب بنایا جا رہا ہے اس پر کوئی جواب نہ دیا۔ اب میں خود اس کے متعلق عرض کرتا ہوں کہ اس صورت میں کہ میں خود ملاقات کو جاؤں مضرت ہی مضرت ہے نفع کچھ نہیں۔ اگر ملاقات کو گیا تو وہ مطلوب اور میں طالب ہوں گا تو اس صورت میں ان کو مجھ سے کوئی نفع نہ ہوگا۔ ہاں ان سے مجھ کو نفع ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ جو چیز ان کے پاس ہے وہ مجھے ملے گی یعنی دنیا۔ وہ بقدر ضرورت بحمد اللہ میرے پاس بھی ہے اور جو میرے پاس ہے وہ بقدر ضرورت بھی ان کے پاس نہیں یعنی دین اور اگر میں گیا بھی اور جو ان کے پاس ہے (یعنی دنیا منصب وظیفہ وغیرہ) وہ مل بھی گئی تو اس صورت میں ایک خاص ضرر بھی ہے اگر قبول کرتا ہوں تو اپنے مسلک کے خلاف اگر قبول نہیں کرتا تو آداب شاہی کے خلاف کیونکہ قبول نہ کرنے میں ان کی سبکی اور اہانت ہو گی اور چونکہ میں اس وقت ان کے حدود میں ہوں اس کی پاداش میں (خراج وغیرہ) جو چاہیں میرے لئے تجویز کر سکتے ہیں تو نواب صاحب کو کوئی نفع نہ ہوگا اور میرا نقصان ہوگا۔

یہ امر بھی شان سلاطین کے خلاف ہے کہ وہ اپنی رعایا کے مدعو کئے ہوئے شخص سے ملاقات کریں اس میں کم فہم لوگ ان کو تنگدلی کی طرف منسوب کریں گے جس میں ان کی اہانت ہے کہ کیا خود نہیں مدعو کر سکتے تھے خلاصہ یہ کہ خیر اس میں ہے کہ نہ میں ان کے پاس جاؤں اور نہ وہ میرے پاس آئیں اگر ان کا جی چاہے تو تھانہ سے مجھ کو بلا لیں میں خاص شرائط طے کر کے آجاؤں گا کچھ عذر نہ ہوگا"۔

یہ سن کر نواب جنگ کی آنکھیں کھل گئیں اور کہا کہ: "ان چیزوں پر تو ہم لوگوں کی نظر بھی نہیں پہنچ سکتی" اسی لئے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ:

"امراء سے علماء کا خلط کرنا (ملنا جلنا) اس میں امراء کا کوئی (معتدبہ) نفع نہیں بلکہ اہل علم اور غرباء کے دین کا نقصان ہوتا ہے اس لئے میں اسکو ناپسند کرتا ہوں" (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

حکیم الامت کا ایک حکیمانہ معاملہ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک خاندانی مقتدر ذی وجاہت رئیس اور نواب نے مبلغ دوسو روپیہ مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون کی امداد کے لئے بھیجے جو بلا کسی چندہ کے توکلاً علی اللہ حضرت کی سرپرستی اور نگرانی میں خاص خانقاہ کے اندر قائم تھا اس عطیہ کے ساتھ انہوں نے تشریف آوری کی درخواست بھی بھیج دی حضرت نے یہ لکھ کر روپے واپس کر دیئے کہ:

''اگر اس رقم کے ساتھ بلانے کی درخواست نہ ہوتی تو مدرسہ کے لئے روپیہ لے لیا جاتا اب اس اقتران سے یہ احتمال پیدا ہوتا ہے کہ شاید مجھ کو متاثر کرنے کے لئے یہ رقم بھیجی گئی ہو آپ کی یہ غرض نہ سہی لیکن میرے اوپر تو طبعی طور پر اس کا یہی اثر ہوگا کہ میں آزادی کے ساتھ اپنے آنے کے متعلق رائے نہ قائم کرسکوں گا۔ کیونکہ انکار کرتے ہوئے شرم آئے گی''۔

نواب صاحب بھی بڑے فہمیدہ اور جہاں دیدہ تھے فوراً سمجھ گئے کہ عطیہ اور درخواست اکٹھی نہ بھیجنی تھی فوراً معذرت نامہ لکھا کہ:

''آپ کے متنبہ کرنے سے اب یہ معلوم ہوا کہ واقع یہ مجھ سے سخت بدتہذیبی ہوئی میں اب اپنی درخواست تشریف آوری واپس لیتا ہوں اور روپیہ مکرر ارسال خدمت کرتا ہوں براہ کرم مدرسہ کے لئے قبول فرما لیا جاوے''۔

حضرت نے پھر بخوشی قبول فرماتے ہوئے نواب صاحب کو لکھا:

''ابھی تک تو آپ میری ملاقات کے مشتاق تھے اور اب آپ کی تہذیب اور شرافت نے خود مجھ کو آپ کی ملاقات کا مشتاق بنا دیا ہے''۔

کچھ مدت کے بعد نواب صاحب نے پھر تشریف آوری کیلئے درخواست بھیجی حضرت بخوشی اس شرط پر تشریف لے گئے کہ کسی قسم کا ہدیہ پیش نہ کیا جائیگا۔ (حکیم الامتؒ کے حیرت انگیز واقعات)

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا حکمت بھرا تعویذ

قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک دیہاتی آدمی آیا۔ اس نے دماغ میں یہی بسا ہوا تھا کہ مولوی اگر تعویذ گنڈا نہیں جانتا تو وہ بالکل جاہل ہے۔ اس کو کچھ نہیں آتا چنانچہ آپ کو بڑا عالم سمجھ کر آپ کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے

تعویذ دیدو مولانا نے فرمایا کہ مجھے تو تعویذ آتا نہیں اس نے کہا کہ اجی نہیں مجھے دے دو ۔حضرت نے فرمایا کہ مجھے آتا نہیں کیا دے دوں؟

لیکن وہ پیچھے پڑ گیا کہ مجھے تعویذ دے دو۔ حضرت فرماتے ہیں کہ مجھے تو کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا لکھوں تو میں نے اس تعویذ میں لکھ دیا کہ ''یا اللہ یہ مانتا نہیں میں جانتا نہیں ۔آپ اپنے فضل و کرم سے اس کا کام کر دیجئے'' یہ لکھ کر میں نے اس کو دے دیا کہ یہ لٹکا لے اس نے لٹکا لیا اللہ تعالیٰ نے اسی کے ذریعہ اسکا کام بنا دیا (اصلاحی خطبات ج ۱۵)

حکیم الاسلام رحمہ اللہ کا انداز نصیحت

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں ایک دفعہ سفر میں ایک اپ ٹو ڈیٹ قسم کے آدمی سے ملا اس قدر نیاز مندی سے پیش آئے اور اتنی خدمت کی کہ میرے دل میں قدر ہوئی وہ تھے اصل میں منکرِ حدیث ان کا مقصد یہ تھا کہ مجھے انکارِ حدیث (کی بحث و تمحیص) کے اوپر لائیں۔ اس لئے خدمت کو انہوں نے پیش خیمہ بنایا اخیر میں انہوں نے اپنا مقصد ظاہر کیا احادیث پر کچھ اعتراضات کرنے شروع کئے کہ وہ قابل اعتبار نہیں۔ ایک تاریخ کا درجہ رکھتی ہیں۔'' میں نے کہا آپ کسی چیز کو مانتے بھی ہیں؟

کہنے لگے قرآن میں نے کہا: قرآن کا قرآن ہونا آپ کو کیسے معلوم ہوا؟

کیا آپ پر وحی آ گئی تھی کہ یہ قرآن ہے کیسے پتہ چلا؟

کہنے لگے اللہ کے رسول کے ارشادات سے میں نے کہا وہ ارشاد ہی تو حدیث ہے تو قرآن کا قرآن ہونا تو حدیث پر موقوف ہے۔ حدیث کا آپ انکار کر دیں گے تو کون سی شرط ہے قرآن کے قرآن ہونے کی؟ کیسے آپ انکار کرتے ہیں؟

تو وہ چپ ہو گئے کہنے لگے کہ دل سے تو حدیث کا انکار واقعی مشکل ہے۔ باقی حدیثیں ایسی بھی ہیں کہ بعض قابل اعتبار نہیں تو میں نے کہا کہ جنس کو تو آپ نے مان لیا آپ مصر کیوں ہیں کہ حدیث کی قسمیں ہیں۔ میں نے کہا جہاں تک حدیث کی قسمیں ہیں محدثین نے خود ان کی صراحت کی ہے کہ ہر حدیث کا ایک درجہ نہیں ہے۔

جو حدیث متواتر ہے اور تواتر سے ثابت ہے وہ مورث یقین ہے اس کا انکار ایسا ہی

ہے جیسے قرآن کا انکار قرآن کی ایک آیت کا آدمی انکار کردے تو اسلام سے خارج ہو جاتا ہے حدیث متواتر کے انکار سے بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

دوسرے درجہ کی حدیث حدیث مشہورہ ہے وہ اگر مورثِ یقین نہیں تو ظن غالب کی مورث تو ہے ہی ظن غالب تو پیدا ہوگا اور ظن غالب پر ہزاروں احکام کا مدار ہے تو وہ بھی حجت ہوگی۔

تیسرا درجہ خبر واحد کا ہے وہ اگر ظن غالب نہیں تو مطلق ظن تو پیدا کرتی ہے اور ظن سے انکار نہیں کیا جاسکتا بہت سے احکام ظن اور گمان پر مبنی ہیں کہ آدمی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا۔ جیسے وضو میں پیروں کا دھونا ضروری ہے اور ذرا بھی خشک رہ جائے وضو نہیں ہوگا لیکن آپ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ ایڑی دھل گئی ہے یا نہیں؟

آپ دیکھ ہی نہیں سکتے ظن غالب ہی تو ہوتا ہے کہ پیر دھل گیا اس ظن غالب پر شریعت بھی حکم دیتی ہے کہ ہاں دھل گیا۔ وضو ہو گیا تو بہت سے احکام کا مدار ظن پر بھی ہوتا ہے تو حدیث اگر ظن ہی پیدا کردے وہ بھی حجت کی شان رکھتی ہے آپ کا گمان جب فعل کے جائز ہونے پر حجت بن جاتا ہے تو حدیث اگر ظن ہی پیدا کرے تو وہ کیوں حجت نہیں بنے گی؟

تو میں نے کہا یہ تو خود محدثین نے تصریح کر دی ہے کہ ہر حدیث ایک درجے کی نہیں ہے تو جنس حدیث کو آپ نے مان لیا۔ اقسام حدیث قابل اعتراض ہیں تو خود محدثین ہی تقسیم کرتے ہیں۔ اب آپ کو اعتراض کیا ہے؟

کہنے لگے اب تو کچھ اعتراض نہیں میں نے کہا اب حدیث کا انکار نہیں کرو گے؟

کہنے لگے نہیں اب نہیں کروں گا تو لاہور آتے آتے انکا خیال درست ہو گیا" (از خطبات حکیم الاسلام)

دو شاعروں کی حکیمانہ اصلاح

جگر مراد آبادی بڑے مشہور شاعر تھے اور بے حد شراب پیتے تھے۔ اتنی شراب پیتے تھے کہ لوگ مشاعرہ میں سے اٹھا کر لے جاتے تھے بلکہ خود فرماتے ہیں۔

پینے کو تو بے حساب پی لی اب ہے روز حساب کا دھڑکا۔

بڑی عجیب بات ہے کہ توبہ کرنے سے پہلے ہی اپنے دیوان میں اس شعر کا اضافہ کیا۔

چلو دیکھ کر آئیں تماشا جگر کا　　　سنا ہے وہ کافر مسلمان ہو گا

جب ان پر اللہ کا خوف طاری ہوا تو حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ سے مشورہ کیا کہ میں کیسے توبہ کروں حضرت نے فرمایا مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ کی خدمت میں چلو۔ حضرت تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور توبہ کی اور حضرت سے چار دعاؤں کی درخواست کی۔

۱- یہ کہ میں شراب چھوڑ دوں ۲- یہ کہ میں داڑھی رکھ لوں

۳- یہ کہ میں حج کر آؤں ۴- یہ کہ اللہ میری مغفرت فرما دیں

حضرت تھانویؒ نے ان کے لئے دعا فرمائی۔ اللہ نے تین دعائیں تو دنیا میں قبول فرمائیں اور چوتھی کے بارے میں خود کہتے تھے کہ اللہ نے وہ بھی قبول فرمالی ہوگی۔ چنانچہ داڑھی رکھ لی۔ اللہ نے حج بھی نصیب فرمادیا اور شراب بھی چھوڑ دی۔ جب شراب چھوڑی تو بیمار ہو گئے ڈاکٹروں کے بورڈ نے مشورہ دیا کہ آپ پیتے رہیں ورنہ آپ مرجائیں گے انہوں نے پوچھا کہ اگر پیتا رہوں تو کتنے سال زندہ رہوں گا۔ ڈاکٹروں نے کہا دو چار سال تک زندہ رہ سکتے ہو تو فرمایا کہ اللہ کے غضب کے ساتھ دو چار سال تک زندہ رہنے سے بہتر ہے کہ ابھی اللہ کی رحمت کے سائے میں مرجاؤں لیکن اللہ نے پھر صحت بھی دی اور کئی سال تک زندہ رہے۔

ایک بار میرٹھ میں تانگے میں بیٹھے ہوئے تھے اور تانگے والا یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

چلو دیکھ کر آئیں تماشا جگر کا
سنا ہے وہ کافر مسلمان ہو گا

اور اس کو خبر بھی نہیں تھی کہ یہ داڑھی والا ٹوپی والا اور سنت لباس میں ملبوس جگر صاحب ہیں شعر سن کر جگر صاحب رونے لگے اور اللہ کا شکر ادا کیا اللہ نے توبہ سے پہلے یہ شعر کہلوایا۔

عبد الحفیظ جونپوری رحمہ اللہ یہ بھی مشہور شاعر تھے اور بہت شراب پیتے تھے۔ جب توبہ کی توفیق ہوئی تو حضرت تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت ہو گئے اور بیعت بھی اس طرح ہوئے کہ پہلے چند دن خانقاہ میں قیام کیا۔ تھوڑی تھوڑی سی داڑھی آ گئی تھی جس دن بیعت ہونا تھا اس دن داڑھی کو صاف کر کے خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ جب توبہ ہی کرنی تھی تو پھر اس چیز کے نور کو کیوں صاف کیا تو عرض کیا حضرت آپ حکیم الامت ہیں میں مریض الامت ہوں اور مریض کو اپنا مرض حکیم کے سامنے پیش کرنا چاہئے تا کہ وہ صحیح نسخہ تجویز کرے۔ اب وعدہ کرتا ہوں کہ کبھی داڑھے نہیں

منڈواؤں گا۔ پھر حضرت تھانویؒ ایک سال بعد جونپور تشریف لے گئے تو ان کی داڑھی خوب بڑھ چکی تھی تو حضرت نے فرمایا یہ بڑے میاں کون ہیں لوگوں نے بتایا کہ یہ وہی عبدالحفیظ جونپوری ہیں جو تھانہ بھون بیعت کے لئے گئے تھے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ فرماتے ہیں کہ ان کا خاتمہ بڑا اچھا ہوا۔ موت سے تین دن پہلے ان پر ایسا خوف الٰہی طاری ہوا کہ تڑپ تڑپ کر ایک دیوار سے دوسری دیوار کی طرف جاتے تھے اور خود ہی رورو کر جان دے دی اور اپنے دیوان میں یہ اشعار بڑھا گئے۔

میری کھل کر سیاہ کاری تو دیکھو — اور ان کی شان ستاری تو دیکھو

گڑا جاتا ہوں جیتے جی زمین میں — گناہوں کی گراں باری تو دیکھو

ہوا بیعت حفیظ اشرف علیؒ سے — بایں غفلت یہ ہوشیاری تو دیکھو

(مواعظ درد محبت)

ایک بچے کا حکیم الامت رحمہ اللہ کو حکیمانہ جواب

حکیم الامت حضرت تھانویؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں ایک بچہ کی بسم اللہ کرانے گیا۔ بچہ بہت چالاک تھا۔ میں کہتا تھا بسم اللہ پڑھو وہ کہتا تھا میں نہیں پڑھتا آخر کار میں نے یہ تدبیر اختیار کی کہ اس سے پوچھتے ہیں تو کیا نہیں پڑھتا یہ کہے گا میں بسم اللہ نہیں پڑھتا تو چلو اس طرح ظاہری نہ سہی حقیقی معنی میں تو بسم اللہ ہو ہی جائے گی لیکن جب اس سے فرمایا کہ تو کیا نہیں پڑھتا؟ بچہ نے جواب دیا کہ میں وہ نہیں پڑھتا جو آپ کہتے ہیں۔ (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

خدائی پکڑ کے عبرتناک واقعات

قرآن کریم وہ مقدس کتاب ہے جس کے نزول کا اولین مقصد انسان کو دینی واخروی ہدایت سے سرفراز فرمانا ہے۔ یہی وہ مقدس کتاب ہے جس کے انوار و برکات اور خیر و کمالات آج بھی جاری وساری ہیں۔ قرآن پر ایمان کے بعد سب سے پہلا فریضہ اس کا ادب واحترام ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ قرآن کریم کا ادب واحترام کرنے والے دنیا و آخرت میں سرخرو ہوئے جبکہ اس کی بے حرمتی و بے ادبی کرنے والوں کا حشر میدان حشر پر

موقوف نہیں رکھا گیا' بلکہ اسی دنیا کی زندگی میں انہیں اس کا عبرتناک انجام دکھا دیا گیا جو بے ادبی کرنے والے کی ہلاکت اور دوسروں کی عبرت کا نمونہ بن گیا۔ نزول قرآن کا مقصد انسان کی ہدایت ہے اگر کسی جھوٹی بات کو سچ ثابت کرنے کیلئے قرآن کا واسطہ لیا جائے تو یہ بے ادبی کیسی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔ ذیل میں ایسے ہی دو واقعات دیئے جاتے ہیں جو ہمارے لئے سامان عبرت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر بے ادبی سے محفوظ رکھیں آمین۔

کچھ عرصہ قبل کی بات ہے کہ ایک عمر رسیدہ شخص نے اپنی گائے فروخت کی۔ جانبین سے گائے کی قیمت 45000 روپے طے ہوئی۔ خریدار نے مکمل رقم گائے کے مالک کو دیدی۔ گائے کا مالک رقم گن رہا تھا۔ جب اس نے تسلی کرلی کہ مقررہ بیع کے مطابق رقم پوری ہے تو خریدار نے گائے سنبھالی اور اپنی راہ لی۔ اتنے میں ایک شخص سامنے سے اٹھ کر آیا اور رقم لینے والے شخص سے جھگڑنے لگا کہ یہ رقم میری ہے مجھے دیدو۔ تمہاری جیب میں جو پینتالیس ہزار روپے ہیں ان میں اتنے نوٹ ہزار کے اور اتنے نوٹ پانچ سو کے ہیں تم دیکھ لو اگر میری بات صحیح نہیں تو یہ رقم واقعی تمہاری ہے۔ اصل میں ہوا یوں کہ گائے کے مالک جب رقم گن رہا تھا تو یہ ٹھگ باز اس کے نوٹوں کی تعداد کو دیکھ رہا تھا۔ معاملہ جب سنگین ہوا تو بات پولیس تک پہنچی۔ بالآخر عمر رسیدہ شخص نے کہا میں یہ رقم قرآن کریم پر رکھتا ہوں اگر یہ تمہاری ہے تو تم قرآن کریم پر سے اٹھا لینا۔ ٹھگ باز نے کہا ٹھیک ہے یوں اس نے قرآن کریم سے وہ رقم اٹھالی اور چلتا بنا۔ باہر روڈ پر نکلا ہی تھا کہ ایک تیز رفتار ٹرک نے نہ صرف کچل دیا بلکہ بریک لگا کر واپس بیک کر کے دوبارہ اس کو اچھی طرح کچل ڈالا۔ لوگوں نے ٹرک ڈرائیور کو پکڑا اور پوچھا کہ یہ شخص تمہاری تیز رفتاری کی زد میں آ ہی گیا تھا تو دوبارہ کچلنے کی کیا ضرورت تھی۔ ڈرائیور نے کہا میں نے کسی انسان کو نہیں بلکہ ایک بہت بڑے سانپ کو مارا ہے تاکہ اس کے زہر سے دوسرے انسان محفوظ رہیں۔ یوں قرآن کریم کی بے ادبی کرنے والا اپنے انجام کو پہنچا۔

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ کی خدمات دینیہ

ابن جوزی رحمہ اللہ کے پوتے فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا (شیخ ابن جوزی

رحمہ اللہ) کو ایک بار سر منبر کہتے سنا کہ میں نے اپنی ان انگلیوں سے دو ہزار جلدیں لکھی ہیں۔ جس شیخ وقت نے ڈھائی سو کتابیں تصنیف کی ہوں اس کا دو ہزار جلدیں لکھ لینا ناممکن نہیں۔ جن قلموں سے انہوں نے حدیث شریف کی کتابیں لکھی تھی ان کا تراشہ جمع کرتے گئے تھے جب وفات کا وقت قریب آیا تو وصیت فرمائی کہ غسل کا پانی اسی جمع شدہ تراشے سے گرم کیا جائے۔ چنانچہ ان کے غسل کا پانی اسی پاک ایندھن سے گرم ہوا۔ (حوالہ بالا)

عبدالرحیم خان خاناں کا خاتون کو جواب

آپ بہت خوبصورت تھے چنانچہ ایک خوبصورت عورت نے آپ کے پاس اپنی تصویر بھجوائی کہ چونکہ آپ زیادہ خوبصورت ہیں تو میں آپ کے ساتھ شادی کرنا چاہتی ہوں تاکہ آپ کی طرح خوبصورت بیٹا پیدا ہو جائے اگر آپ راضی ہوں تو میں اپنے خاوند سے طلاق لیتی ہوں آپ نے جواب دیا کہ یہ کام میرے اختیار میں نہیں ہے کہ پیدا ہو تو بیٹا ہو نیز یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ جس طرح تم چاہتی ہو ایسا ہی خوبصورت بھی ہو ۔البتہ میں یہ کر سکتا ہوں اگر تم کو مجھ جیسے فرزند کی آرزو ہے تو میں حاضر ہوں۔ مجھے اپنا بیٹا اور فرزند بنا لو۔ (مقالات مولانا محمد حسین آزاد)

بچے کی اپنے والد کو نصیحت

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ ایک بہت بڑا درویش اور اس درویش کا اس زمانے کا بادشاہ بڑا معتقد تھا۔ وہ درویش بڑا مکار دنیا دار تھا۔ بادشاہ نے اس درویش کو دعوت کی اور تمام ارکان دولت کو اور سلطنت کے بڑے بڑے عہدے داروں کو بلایا۔ یہ درویش جب اپنے گھر سے چلا تو اپنے ایک معصوم چھوٹے بچے کو بھی ساتھ دعوت پر لے آیا۔ یہ معصوم بچہ اپنے باپ کے ساتھ دعوت میں آیا اور باپ کے پاس آ کے بیٹھ گیا۔ دعوت میں بڑے بڑے عجیب وغریب قسم کے کھانے۔ عجیب قسم کی ڈشیں تیار کی گئی تھیں۔

کھانا چنا گیا تو بادشاہ نے کہا کہ آپ بسم اللہ کریں شروع کریں۔ سب ارکان دولت انتظار میں کہ یہ درویش شروع کرے تو ہم بھی شروع کریں اس نے کھانا شروع کیا اور یہ

معصوم بچہ جو سادہ لوح ہے وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ درویش نے کوئی پانچ سات لقمے کھائے اور کھانے کے بعد اپنا ہاتھ روک لیا۔ بادشاہ نے کہا کہ حضور کھانا کھایئے۔ درویش نے کہا بس! میں اتنا ہی کھاتا ہوں۔ میری خوراک اتنی ہی ہے اس سے زیادہ نہیں۔

بادشاہ کا اور زیادہ اعتقاد بڑھ گیا کہ ہم نے یہ سنا ہے کہ یہ ساری ساری رات بندگی اور عبادت کرتے ہیں ان کا تو نورانیت سے پیٹ بھر جاتا ہے اس کی جسمانی غذا کتنی کم اور تھوڑی ہے۔

اس نے جو کھانا کھایا بچہ دیکھ رہا ہے۔ شیخ سعدیؒ نے لکھا ہے کہ عشاء کی نماز جب پڑھنے کے لئے گئے تو سب لوگ نماز پڑھ کے فارغ ہو گئے مگر درویش کی نماز ختم ہی نہیں ہوتی۔ شیخ سعدیؒ نے یہ الفاظ لکھے ہیں۔ بڑے پیارے الفاظ ہیں۔ طعام مختصر خورد و نماز نماز طویل خواند کھانا مختصر اور نماز لمبی جب یہ نماز سے فارغ ہوا تو معصوم بچے کو لے کر گھر گیا اور جا کر بیوی سے کہا کہ بھوک لگی ہے۔ جلدی سے کھانا لاؤ بیٹا حیران ہے بیٹا یہ سب کچھ دیکھ کے آیا ہے۔ بچہ معصوم ہے وہ داؤ پیچ کو نہیں سمجھتا۔ بیوی کھانا لائی اور جب یہ کھانے بیٹھ گئے تو بچہ کہتا ہے بڑے پیارے الفاظ ہیں۔ اس بچہ نے کہا کہ ''پدر من در مجلس سلطان چرا طعام نہ خوردی؟

''اے میرے ابا جان! آپ نے بادشاہ کی محفل میں کھانا کیوں نہیں کھایا؟

باپ نے سوچا کہ اس نے سوال بھی عجیب کر دیا ہے۔ اس نے جواب دیا ''طعام نخوردم کو تقاضا بودم'' بیٹا! میں نے وہاں پر اس مصلحت سے ایک دکھاوے کے خیال سے کھانا نہیں کھایا تا کہ تیرے باپ کا اعتقاد بڑھ جائے۔ اس لئے مجھے گھر آ کر کھانا کھانا پڑا تو بیٹا کہتا ہے کہ جب آپ نے کھانا دکھاوے کیلئے کھایا تھا تو اس نماز کی بھی قضا کر لیجئے جو صرف دکھانے کیلئے لمبی پڑھی تھی۔

آپ نے اندازہ لگایا کہ خود انسان یہ سمجھتا ہے کہ جو کام کسی مصلحت اور کسی مفاد کی خاطر کیا جائے وہ قابل اعادہ ہے۔ لوٹانے کے قابل ہے وہ عمل عمل نہیں ہے۔ باپ کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ افسوس یہ ہے کہ دکھاوے کے کھانے کے قضا تو ہم کرتے ہیں اور دکھاوے کی نماز کی قضا نہیں کرتے۔

پیارے بچو! ہمیں اس بچے کے واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہم جو کام کریں اس میں دکھلاوا نہ ہو بلکہ اللہ کی رضا کے لئے کریں اور کوئی ایسا کام بھی نہ کریں جس سے دوسروں کو دھوکا ہو اس لئے کہ یہ دکھلاوا اور دھوکا دونوں اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیک بنائے آمین

قرآنی آیات سے گفتگو کرنیوالے بچے کی حکمت

جناب محمد حسین السلام علیکم!

ج: سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ....(سورۃ یٰسین آیت ۵۸)

رب مہربان کی طرف سے سلام کا پیغام آئے۔

س: اپنا تعارف کروائیں۔ ج: اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ .... (مریم....۳۰)

(بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں) (اپنا تعارف کروانے کے بجائے انہوں نے قرآن کریم کی آیہ کریمہ سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو خدا کا بندہ کہا)

س: آپ کا مزاج کیسا ہے؟

ج: وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا (نحل....۱۸) (ابراہیم....۳۴)

اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہیں کر سکو گے۔

س: آپ کی عمر کیا ہے؟ ج: وَلَا خَمْسَۃٍ اِلَّا ھُوَ سَادِسُھُمْ (المجادلہ....۷)

(کوئی پانچ افراد ایسے نہیں ہوتے مگر وہ....اللہ ان میں چھٹا ہوتا ہے) آیہ کریمہ کی مدد سے انہوں نے اپنی عمر ''چھ'' سال بتائی۔

س: حفظ قرآن کریم کے علاوہ آپ کی دیگر مصروفیات بھی ہیں؟

ج: وَلِیَ فِیْھَا مَاٰرِبُ اُخْرٰی (طٰہٰ....۱۸)

(اور میں اس سے کچھ اور بھی کام لیتا ہوں) یعنی میں کچھ دوسرے کام بھی کرتا ہوں (مراد یہ ہے کہ حفظ قرآن کے علاوہ آیات کی مدد سے تکلم اور ان سے محاورے کا کام بھی لیتا ہوں)

وَمَا عَلَّمْنٰہُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْبَغِیْ لَہٗ (یاسین ۶۹)

(ہم نے ہرگز (اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کو شعر کی تعلیم دی اور نہ ہی اس کیلئے مناسب ہے)....یہ آیت اس لئے بیان کی کہ گلستان سعدی و محتشم کاشانی کے اشعار بھی حفظ ہیں۔

وَالسَّمَآءَ بَنَیْنٰھَا بِاَیْدٍ (الذاریات....۴۷)

(ہم نے آسمان کو اپنے ہاتھوں سے یعنی اپنی قدرت سے بنایا) سید محمد حسین کی صلاحیتوں میں سے ایک حیران کن صلاحیت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے والد گرامی کے ہاتھ کے

اشاروں سے مطلوبہ آیات کو سمجھ لیتے ہیں اس کے بغیر کہ انہیں کوئی ایک لفظ بھی بتایا۔

س: آپ قرآن کریم کو کتنا پسند کرتے ہیں؟

ج: اِنِّیۡۤ اَحۡبَبۡتُ حُبَّ الۡخَیۡرِ (ص:۳۲)

(اسے میں اپنے رب کی خاطر پسند کرتا ہوں یعنی میں اچھی چیزوں کو پسند کرتا ہوں)

س: شب و روز میں آپ قرآن کریم کی تلاوت..... کس وقت کرتے ہیں؟

ج: فَسُبۡحٰنَ اللّٰہِ حِیۡنَ تُمۡسُوۡنَ وَ حِیۡنَ تُصۡبِحُوۡنَ (الروم..... ۱۷)

(اللہ تعالیٰ پاک و منزہ ہے.... اسی کی تسبیح و تنزیہ کرو.... جس وقت شام کرتے ہو اور صبح کرتے ہو)

مراد یہ ہے کہ میں رات کو بھی اور دن میں بھی قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہوں۔

س: آپ حج کے لئے شرف یاب ہوئے تھے..... وہاں کے سفر کا کوئی واقعہ بتایئے؟

ج: وَلِبُیُوۡتِہِمۡ اَبۡوَابًا وَّ سُرُرًا عَلَیۡہَا یَتَّکِـُٔوۡنَ. وَزُخۡرُفًا (الزخرف.....۳۴)

(یہاں آل سعود کے شہزادوں کے محلات کی طرف اشارہ ہے جہاں پر سید محمد حسین کا پروگرام منعقد ہوا۔ لَا تَنۡفُذُوۡنَ اِلَّا بِسُلۡطٰنٍ (الرحمٰن.....۳۳)

(یہاں بھی آپ نے آل سعود کی محلات کی طرف مزید اشارہ کیا ہے)

س: قرآن کس عمر میں حفظ کرنا شروع کیا۔

ج: اِذۡ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَیۡہِمُ اثۡنَیۡنِ.... یعنی قرآن کا حفظ دو سال کی عمر میں شروع کیا (یاسین:۱۴)

س: آپ نے مکمل قرآن پوری خصوصیات کے ساتھ کتنی عمر میں حفظ کرلیا.....

ج: یُمۡدِدۡکُمۡ رَبُّکُمۡ بِخَمۡسَۃِ اٰلٰفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ تمہارا پروردگار ایسے پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا.... (سورۃ آل عمران..... آیت ۱۲۵) یعنی پانچ سال کی عمر میں مکمل حافظ قرآن بن گیا..... واضح رہے کہ جیسا کہ علم الہدیٰ کے والد نے بتایا کہ دو سال کی عمر میں قرآن کے حافظ بن گئے اور یہ سلسلہ مزید ارتقائی منزلیں طے کررہا ہے۔

س: آپ نے کس طرح پانچ سال کی عمر میں پورا قرآن حفظ کرلیا؟

ج: اَنِ اشۡکُرۡ لِیۡ وَ لِوَالِدَیۡکَ (لقمان.....۱۴)

میرا شکریہ ادا کرو اور اپنے والدین کا.... اس آیت سے بتانا یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے فضل وکرم سے اور والدین کی کوششوں سے میں نے پورا قرآن حفظ کیا ہے۔

س: کیا آپ نے حفظ کے سلسلے میں جو طریقہ اختیار کیا ہے اس سے خوش ہیں؟

ج: وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ (سورۃ النور آیت ۵۵)

اور جس دین کو اس نے اس کے لئے پسند فرمایا اس پر انہیں ضرور پوری قدرت دے گا۔

س: آپ اپنے باپ سے بہت محبت کرتے ہیں؟

ج: وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (سورۃ اسرا.... آیت ۲۴)

دعا کرو کہ اے میرے رب جس طرح ان دونوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی اسی طرح تو بھی ان پر رحم فرما۔

س: کیا آپ باپ سے زیادہ محبت کرتے ہیں یا ماں سے؟

ج: لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ.... نہ ادھر نہ ادھر.... (سورۃ نساء آیت ۱۴۳)

س: آپ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے کیا آپ اس سفر سے خوش ہیں؟

ج: رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (سورۃ بینہ.... آیت ۸)

خدا ان سے راضی ہے اور وہ خدا سے خوش۔

س: شاہی (سعودی) خاندان کے لوگ آپ سے کیا کہتے تھے؟

ج: مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ.... (سورۃ ھود.... آیت ۹۱)

یعنی جو باتیں تم کہتے ہو ان میں اکثر تو ہماری سمجھ میں نہیں آتیں.... یعنی جو کچھ وہ کہتے تھے زیادہ تر میں ان کی باتیں نہیں سمجھتا تھا کیونکہ وہ بدوی عربی (مقامی لہجہ میں) گفتگو کرتے تھے۔

س: آپ روزانہ قرآن مجید کے کتنے صفحے پڑھتے ہیں؟

ج: وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً (سورۃ اعراف.... آیت ۱۴۲)

اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا تھا اور اس میں ہم نے اسے پورا کر دیا۔ دس روز سے غرض یہ کہ اس کے پروردگار کا وعدہ چالیس رات میں پورا ہو گیا یعنی تیس سے

چالیس رات میں پورا ہو گیا.... یعنی تیس سے چالیس صفحات روزانہ پڑھتا ہوں۔

س: کیا آپ تفسیر قرآن بھی پڑھنا پسند کرتے ہیں؟

ج: بَلٰی وَرَبِّیْ.... ہاں اپنے پروردگار کی قسم.... (سورۃ تغابن.... آیت ۷)

س: قرآن کے بعد کس چیز میں آپ کا شوق ہے؟

ج: نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْکَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ (سورۃ یوسف.... آیت ۳)

ہم تم پر یہ قرآن نازل کر کے تم سے ایک نہایت عمدہ قصے بیان کرتے ہیں یعنی تاریخ سے لگاؤ ہے۔

س: آپ کی مجلات کے ایڈیٹروں.... اساتذہ اور بیرون ملک پڑھنے والے طلباء کے متعلق کیا وصیت ہے؟ ج: وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَیُعَلِّمُکُمُ اللّٰہُ (بقرہ:۲۸۲)

اور خدا سے ڈرو.... خدا تم کو سکھاتا ہے (اور یہ کہ تم خدا کا تقویٰ اختیار کرو.... خدا تمہیں علم عطا کرے گا....) (جریدہ الاشرف نمبر ۴)

سلف صالحین کی اپنے دوستوں کو تین نصیحتیں

''جو آدمی آخرت کے کاموں میں لگ جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دنیا کے کاموں کی ذمہ داری لے لیتے ہیں۔'' ''جو شخص اپنے باطن کو صحیح کر لے اللہ اس کے ظاہر کو صحیح فرما دیتے ہیں۔'' ''جو اللہ سے اپنا معاملہ صحیح کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اور مخلوق کے درمیان کے معاملات کو صحیح کر دیتے ہیں۔'' (معارف القرآن جلد ۴ صفحہ ۶۷۹)

نصیحت آموز قصہ

اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک بہروپیا آتا تھا، وہ مختلف روپ بدل کر آتا تھا۔ اورنگ زیب ایک فرزانہ و تجربہ کار شخص تھے جو اس طویل و عریض ملک پر حکومت کر رہے تھے اس کو پہچان لیتے، وہ فوراً کہہ دیتے کہ تو فلاں ہے، میں جانتا ہوں وہ ناکام رہتا، پھر دوسرا بھیس بدل کر آتا پھر وہ تاڑ جاتے اور کہتے میں نے پہچان لیا تو فلاں کا بھیس بدل کر آیا ہے تو تو فلاں ہے، بہروپیا عاجز آ گیا آخر میں کچھ دنوں تک خاموشی رہی، ایک عرصہ تک وہ بادشاہ کے سامنے نہیں آیا، سال دو سال کے بعد شہر میں یہ افواہ گرم ہوئی کہ کوئی

بزرگ آئے ہوئے ہیں اور وہ فلاں پہاڑ کی چوٹی پر خلوت نشین ہیں، چلہ کھینچے ہوئے ہیں بہت مشکل سے لوگوں سے ملتے ہیں کوئی بڑا خوش قسمت ہوتا ہے، جس کا وہ سلام یا نذر قبول کرتے ہیں اور اس کو باریابی کا شرف بخشتے ہیں۔ بالکل یکسو اور دنیا سے گوشہ گیر ہیں۔ بادشاہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریک کے مکتب کے پروردہ تھے، اور ان کو اتباع سنت کا خاص اہتمام تھا۔ وہ اتنی جلدی کسی کے معتقد ہونے والے نہیں تھے، انہوں نے اسکا کوئی نوٹس نہیں لیا، ان کے اراکین دربار نے کئی بار عرض کیا کہ کبھی جہاں پناہ بھی تشریف لے چلیں اور بزرگ کی زیارت کریں اور ان کی دعا لیں انہوں نے ٹال دیا دو چار مرتبہ کہنے کے بعد بادشاہ نے فرمایا کہ اچھا بھئی چلو کیا حرج ہے، اگر خدا کا کوئی مخلص بندہ ہے اور خلوت گزیں ہے تو اس کی زیارت سے فائدہ ہی ہوگا بادشاہ تشریف لے گئے اور مؤدب ہو کر بیٹھ گئے اور دعا کی درخواست کی اور ہدیہ پیش کیا، درویش نے لینے سے معذرت کی۔ بادشاہ وہاں سے رخصت ہوئے تو درویش کھڑے ہو گئے اور آداب بجالائے فرشی سلام کیا اور کہا کہ جہاں پناہ! مجھے نہیں پہچان سکے، میں وہی بہروپیا ہوں جو کئی بار آیا اور سرکار پر میری قلعی کھل گئی بادشاہ نے اقرار کیا، کہا بھائی بات تو ٹھیک ہے، میں اب کہ نہیں پہچان سکا لیکن یہ بتاؤ کہ میں نے جب تمہیں اتنی بڑی رقم پیش کی جس کے لیے تم یہ سب کمالات دکھاتے تھے تو تم نے کیوں نہیں قبول کیا؟ اس نے کہا سرکار میں نے جن کا بھیس بدلا تھا ان کا یہ شیوہ نہیں، جب میں ان کے نام پر بیٹھا اور میں نے ان کا کردار ادا کرنے کا بیڑہ اٹھایا تو پھر مجھے شرم آئی کہ میں جن کی نقل کر رہا ہوں ان کا یہ طرز نہیں کہ وہ بادشاہ کی رقم قبول کریں، اس لیے میں نے نہیں قبول کیا اس واقعہ سے دل و دماغ کو ایک چوٹ لگتی ہے کہ ایک بہروپیا یہ کہہ سکتا ہے، تو پھر سنجیدہ لوگ، صاحب دعوت انبیاء علیہم السلام کی دعوت قبول کر کے ان کا مزاج اختیار نہ کریں، یہ بڑے ستم کی بات ہے میں نے یہ لطیفہ تفریح طبع کے لیے نہیں بلکہ ایک حقیقت کو ذرا آسان طریقہ پر نشین کرنے کے لیے سنایا۔ ہم داعی و مبلغ ہوں، یا دین کے ترجمان یا شارح۔ ہمیں یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ یہ دین اور دعوت ہم نے انبیاء علیہم السلام سے اخذ کی ہے، اگر انبیاء علیہم السلام یہ دعوت لے کر نہ آتے تو ہم کو اس کی ہوا بھی نہ لگتی۔ (انمول موتی)

ملاح کی طلبا کو نصیحت

ایک بار چند طلباء تفریح کے لیے ایک کشتی پر سوار ہوئے، طبیعت موج پر تھی، وقت سہانا تھا ہوا نشاط انگیز اور کیف آور تھی اور کام کچھ نہ تھا۔ یہ نوعمر طلباء خاموش کیسے بیٹھ سکتے تھے جاہل ملاح دلچسپی کا اچھا ذریعہ اور فقرہ بازی، مذاق و تفریح طبع کے لیے بے حد موزوں تھا۔ چنانچہ ایک تیز طرار صاحبزادے نے اس سے مخاطب ہو کر کہا:

''چچا میاں! آپ نے کون سے علوم پڑھے ہیں؟''

ملاح نے جواب دیا: ''میاں میں نے کچھ پڑھا لکھا نہیں''

صاحبزادے نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا ''ارے آپ نے سائنس نہیں پڑھی؟''

ملاح نے کہا ''میں نے تو اس کا نام بھی نہیں سنا''۔

دوسرے صاحبزادے بولے ''جیومٹری اور الجبرا تو آپ ضرور جانتے ہوں گے؟''

اب تیسرے صاحبزادے نے شوشہ چھوڑا ''مگر آپ نے جغرافیہ اور ہسٹری تو پڑھی ہی ہوگی؟''

ملاح نے جواب دیا سرکار یہ شہر کے نام ہیں یا آدمی کے؟'' ملاح کے اس جواب پر لڑکے اپنی ہنسی نہ ضبط کر سکے اور انہوں نے قہقہہ لگایا، پھر انہوں نے پوچھا ''چچا میاں تمہاری عمر کیا ہوگی؟ ملاح نے بتایا ''یہی کوئی چالیس سال'' لڑکوں نے کہا آپ نے اپنی آدھی عمر برباد کی اور کچھ پڑھا لکھا نہیں''۔

ملاح بیچارہ خفیف ہو کر رہ گیا اور چپ سادھ لی، قدرت کا تماشا دیکھئے کہ کشتی کچھ ہی دور گئی تھی کہ دریا میں طوفان آ گیا، موجیں منہ پھیلائے ہوئے بڑھ رہی تھیں اور کشتی ہچکولے لے رہی تھی معلوم ہوتا تھا کہ اب ڈوبی تب ڈوبی۔ دریا کے سفر کا لڑکوں کو پہلا تجربہ تھا ان کے اوسان خطا ہو گئے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں اب جاہل ملاح کی باری آئی، اس نے بڑی سنجیدگی سے منہ بنا کر پوچھا بھیا تم نے کون کون سے علم پڑھے ہیں؟'' لڑکے اس بھولے بھالے ملاح کا مقصد نہ سمجھ سکے اور کالج یا مدرسہ میں پڑھے ہوئے علوم کی لمبی فہرست گنوانی شروع کر دی اور جب وہ یہ بھاری بھرکم مرعوب کن گنا چکے تو اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا ٹھیک ہے، یہ سب تو پڑھا لیکن کیا تیرا کی بھی سیکھی ہے؟ اگر خدانخواستہ کشتی الٹ جائے تو کنارے کیسے پہنچ سکو گے؟''

لڑکوں میں کوئی بھی تیرنا نہیں جانتا تھا انہوں نے بہت افسوس کے ساتھ جواب دیا''
چچا جان! یہی ایک علم ہم سے رہ گیا ہے ہم اسے نہیں سیکھ سکے؟''
لڑکوں کا جواب سن کر ملاح زور سے ہنسا اور کہا ''میاں میں نے تو اپنی آدھی عمر کھوئی مگر تم نے تو آج پوری عمر ڈبوئی اس لیے کہ اس طوفان میں تمہارا پڑھا لکھا کام نہ آئے گا، آج تیراکی ہی تمہاری جان بچا سکتی ہے اور وہ تم جانتے ہی نہیں''۔

آج بھی دنیا کے بڑے بڑے ترقی یافتہ ملکوں میں جو بظاہر دنیا کی قسمت کے مالک بنے ہوئے ہیں صورتحال یہی ہے کہ زندگی کا سفینہ گرداب میں ہے، دریا کی موجیں خونخوار نہنگوں کی طرح منہ پھیلائے ہوئے بڑھ رہی ہیں، ساحل دور ہے اور خطرہ قریب لیکن کشتی کے معزز و لائق سواروں کو سب کچھ آتا ہے مگر ملاحی کا فن اور تیراکی کا علم نہیں آتا، دوسرے الفاظ میں انہوں نے سب کچھ سیکھا ہے، لیکن بھلے مانسوں شریف، خداشناسی اور انسانیت دوست انسانوں کی طرح زندگی گزارنے کا فن نہیں سیکھا، اقبال نے اپنے اشعار میں اس نازک صورتحال اور اس عجیب و غریب ''تضاد'' کی تصویر کھینچی ہے جس کا اس بیسویں صدی کا مذہب اور تعلیم یافتہ فرد بلکہ معاشرہ کا معاشرہ شکار ہے۔ (تحفہ کشمیر: صفحہ ۱۰۱)

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا — اپنے افکار کی دنیا میں سفر نہ کر سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا — آج تک فیصلۂ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا — زندگی کی شب تاریخ سحر کر نہ سکا

ایک عالم کا حکیمانہ فیصلہ

زرقانی (شرح موطا امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ) میں ایک بڑا عجیب واقعہ لکھا ہے کہ مدینہ منورہ کے گردونواح میں ایک ڈیرے پر ایک عورت فوت ہو جاتی ہے تو دوسری اسے غسل دینے لگی، جو غسل دے رہی تھی جب اس کا ہاتھ مری ہوئی عورت کی ران پر پہنچا تو اس کی زبان سے نکل گیا میری بہنو! (جو دو چار ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں) یہ جو عورت آج مر گئی ہے اس کے تو فلاں آدمی کے ساتھ خراب تعلقات تھے۔
غسل دینے والی عورت نے جب یہ کہا تو قدرت کی طرف سے گرفت آ گئی اس کا

ہاتھ ران پر چمٹ گیا جتنا کھینچتی ہے وہ جدا نہیں ہوتا زور لگاتی ہے مگر ران ساتھ ہی آتی ہے دیر لگ گئی، میت کے ورثاء کہنے لگے بی بی! جلدی غسل دو، شام ہونے والی ہے ہم کو جنازہ پڑھ کر اس کو دفنانا بھی ہے۔ وہ کہنے لگی کہ میں تو تمہارے مردے کو چھوڑتی ہوں مگر وہ مجھے نہیں چھوڑتا، رات پڑ گئی، مگر ہاتھ یوں ہی چمٹا رہا دن آ گیا پھر ہاتھ چمٹا رہا اب مشکل بنی تو اس کے ورثاء علماء کے پاس گئے۔ ایک مولوی سے پوچھتے ہیں مولوی صاحب! ایک عورت دوسری عورت کو غسل دے رہی تھی تو اس کا ہاتھ اس میت کی ران کے ساتھ چمٹا رہا اب کیا کیا جائے؟ وہ فتویٰ دیتا ہے کہ چھری سے اس کا ہاتھ کاٹ دو! غسل دینے والی عورت کے وارث کہنے لگے ہم تو اپنی عورت کو معذور کرانا نہیں چاہتے ہم اس کا ہاتھ نہیں کاٹنے دیں گے۔

انہوں نے کہا فلاں مولوی کے پاس چلیں اس سے پوچھا تو کہنے لگا چھری لے کر مری ہوئی عورت کا گوشت کاٹ دیا جائے مگر اس کے ورثاء نے کہا کہ ہم اپنا مردہ خراب کرنا نہیں چاہتے۔ تین دن اور تین رات اسی طرح گزر گئے گرمی بھی تھی، دھوپ بھی تھی، بدبو پڑنے لگی، گرد ونواح کے کئی کئی دیہاتوں تک خبر پہنچ گئی۔ انہوں نے سوچا کہ یہاں مسئلہ کوئی حل نہیں کر سکتا، چلو مدینہ منورہ میں، وہاں حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ اس وقت قاضی القضاۃ کی حیثیت میں تھے۔ وہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے حضرت! ایک عورت مری پڑی تھی دوسری اسے غسل دے رہی تھی اس کا ہاتھ اس کی ران کے ساتھ چمٹ گیا چھوٹتا ہی نہیں تین دن ہو گئے کیا فتویٰ ہے؟

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہاں مجھے لے چلو، وہاں پہنچے اور چادر کی آڑ میں پردے کے اندر کھڑے ہو کر غسل دینے والی عورت سے پوچھا بی بی! جب تیرا ہاتھ چمٹا تھا تو تو نے زبان سے کوئی بات تو نہیں کہی تھی؟ وہ کہنے لگی میں نے اتنا کہا تھا کہ یہ جو عورت مری ہے اس کے فلاں مرد کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے پوچھا بی بی! جو تو نے تہمت لگائی ہے کیا اس کے چار چشم دید گواہ تیرے پاس ہیں؟ کہنے لگی نہیں پھر فرمایا: کیا اس عورت نے خود تیرے سامنے اپنے بارے میں اقرار جرم کیا تھا؟ کہنے لگی نہیں۔ فرمایا: پھر تو نے کیوں تہمت لگائی؟ اس نے کہا

میں نے اس لئے کہہ دیا تھا کہ وہ گھڑا اٹھا کر اس کے دروازے سے گزر رہی تھی...... یہ سن کر امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے وہیں کھڑے ہوکر پورے قرآن میں نظر دوڑائی پھر فرمانے لگے۔قرآن پاک میں آتا ہے۔﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً﴾ (سورۃ النور: آیت ۴) جو عورتوں پر ناجائز تہمتیں لگادیتے ہیں پھران کے پاس چار گواہ نہیں ہوتے تو ان کی سزا ہے کہ ان کو اسی کوڑے مارے جائیں، تو نے ایک مردو عورت پر تہمت لگائی، تیرے پاس کوئی گواہ نہیں تھا، میں وقت کا قاضی القضاۃ حکم کرتا ہوں جلادو! اسے مارنا شروع کردو، جلادوں نے اسے مارنا شروع کردیا وہ کوڑے مارے جارہے ہیں، ستر کوڑے مارے مگر ہاتھ یوں ہی چمٹا رہا۔ پچھتر کوڑے مارے گئے مگر ہاتھ پھر بھی یوں ہی چمٹا رہا، اناسی کوڑے مارے تو ہاتھ پھر بھی نہ چھوٹا جب اسی واں کوڑا لگا تو اسکا ہاتھ خود بخود چھوٹ کر جدا ہوگیا۔ (زرقانی)

شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کی حکیمانہ حاضر جوابی

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے فرزند حضرت شاہ عبدالعزیزؒ بڑے زندہ دل اور حاضر جواب تھے۔طنز ومزاح میں ان کا جواب نہیں تھا۔بہت سے مسائل لطیفوں میں حل کر دیتے تھے۔ایک مرتبہ ایک پادری شاہ صاحب کی خدمت میں آکر کہنے لگے ''کیا آپ کے پیغمبر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے حبیب ہیں؟'' آپ نے فرمایا ''بیشک ہیں'' وہ کہنے لگا ''تو پھر انہوں نے قتل کے وقت امام حسینؓ کی فریاد نہیں کی یا ان کی فریاد سنی نہ گئی؟'' شاہ صاحب نے کہا ''فریاد کی تو تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ تمہارے نواسے کو قوم نے ظلم سے شہید کردیا لیکن ہمیں اس وقت اپنے بیٹے عیسیٰؑ کا صلیب پر چڑھنا یاد آرہا ہے''۔

ایک شخص شاہ عبدالعزیزؒ کے پاس رنگوں کی بنی ہوئی تصویر لایا اور کہا ''یہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تصویر ہے۔اس کا کیا کرنا چاہئے؟'' آپ نے فرمایا ''حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) باقاعدہ غسل کرتے تھے۔بس اس تصویر کو بھی غسل دے ڈالو''۔

ایک دفعہ ایک ہندو نے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے پوچھا ''بتلاؤ کہ خدا ہندو ہے یا

مسلمان؟" فرمایا "اگر خدا ہندو ہوتا تو گئو ہتیا کیسے ہو سکتی تھی؟"

ایک شخص نے کہا کیا طوائف کے جنازے کی نماز ہو سکتی ہے" فرمایا جب ان کے گناہ میں شریک مردوں کی ہو سکتی ہے تو ان کی کیوں نہیں ہو سکتی؟" (رود کوثر شیخ محمد اسلام)

فیصلہ میں حکمت

امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں قاضی شریح کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک عورت اپنے خاوند کے خلاف شکایت لے کر آئی، جب عدالت میں حاضر ہوئی اپنا بیان دیتے وقت زار و قطار رونا شروع کر دیا، مجھ پر اس کی آہ و بکا کا بہت اثر ہوا، اور میں نے قاضی شریح سے کہا: "ابو امیہ! اس عورت کے رونے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یقیناً مظلوم اور بے کس ہے اس کی ضرور دادرسی کرنی چاہئے"۔ میری یہ بات سن کر قاضی شریح نے کہا۔ اے شعبی! یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی انہیں کنویں میں ڈالنے کے بعد اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے ہی آئے تھے۔

تشریح: یعنی یک طرفہ بات سن کر کبھی رائے قائم نہ کرنی چاہئے، دونوں کی بات سنو، دونوں سے خوب حالات معلوم کرو، پھر فیصلہ کرو۔ (تفسیر ابن کثیر)

حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمہ اللہ

اور انکے خلفائے کرام کے بارے میں صدیوں پہلے پیشنگوئی

حضرت مولانا وکیل احمد شیروانی مدظلہ (جامعہ اشرفیہ لاہور) لکھتے ہیں:

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی وفات سے کچھ عرصہ قبل حکیم الاسلام حصرت مولانا قاری محمد طیب صاحب سابق مہتمم دار العلوم دیوبند، ڈھاکہ و سابقہ مشرقی پاکستان تشریف لے گئے وہاں اپنے میزبان سے معلوم ہوا کہ بنارس میں ایک کتاب سنسکرت زبان میں ہے جس کی بے شمار جلدیں ہیں۔ اس کتاب کی ایک جلد یہاں ڈھاکہ میں اس خاندان کے ایک فرد کے پاس موجود ہے اس جلد میں ممتاز دینی شخصیتوں کے حالات اور واقعات درج ہیں۔ اگر آپ دیکھنا چاہیں تو چل کر دیکھ لیں۔ حضرت قاری صاحب نے احقر کے نام اپنی ایک گرامی نامہ کے اندر اس کی تفصیل یوں تحریر فرمائی ہے جو قارئین کی دلچسپی کے لیے پیش خدمت ہے۔

وکیل احمد شیروانی غفرلہ۔ خادم مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان

السلام وعلیکم

واقعہ یہ ہے کہ تقریباً ۳۵ سال قبل میں ڈھاکہ گیا تھا۔ قیام حکیم حبیب الرحمٰن صاحب مرحوم کے یہاں ہوا جو اصل سے لکھنو کے باشندے تھے۔ باپ کے زمانہ سے ڈھاکہ میں آباد ہو گئے تھے۔ نہایت ذکی اور ذہین تھے۔ انہوں نے اتفاقی طور پر ذکر کیا کہ بنارس کے رہنے والے ایک صاحب یہاں ہیں ان کا بیان ہے کہ ایک کتاب جو سنسکرت میں لکھی ہوئی ہے اس کی بارہ جلدیں تو بنارس میں ہیں اور باقی جلدیں (شاید دس بیس یا کم وبیش ہوں صحیح یاد نہیں رہا) ہر دوار میں ہیں۔ صرف ایک جلد کی نقل ان صاحب کے پاس ہے جو ہندوستان سے متعلق ہے ان جلدوں میں ممتاز شخصیتوں کے حالات و واقعات درج ہیں۔ میں نے حکیم صاحب سے عرض کیا کہ اس شخص سے تو ہمیں بھی ملاؤ شاید کچھ واقعات کا علم ہو۔ اس سے ملاقات کا وقت لے لیجئے چنانچہ وقت مقررہ پر ان سے ملاقات ہوئی وہ صاحب نوجوان اور

خوش رو تھے۔ بات چیت شروع ہوئی ان صاحب نے حکیم صاحب کے بیان کی تصدیق کی اور کہا کہ وہ کتاب میرے پاس موجود ہے۔ میں نے کہا کہ اگر ہندوستان کی شخصیتوں کے حالات دریافت کروں تو آپ بتلائیں گے؟ انہوں نے کہا ضرور مگر شرط یہ ہے کہ جن صاحب کے بارے میں معلوم کرنا ہو توان کا سن ولادت آپ بتلائیں میں نے کہا بہت اچھا۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ذکر

اس کے بعد میں نے کہا کہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے بارے میں بتلایئے اوران کا سن ولادت میں نے بتلا دیا۔ اوراس نے فوراً کتاب کھولی اور بیان کرنا شروع کیا یعنی اس میں پڑھ پڑھ کر سنایا کہ: ''ہندوستان کی ایک یگانہ روزگار شخصیت ہوگی علم بہت وسیع ہوگا۔ شہرت کافی ہوگی۔ ایسا شخص صدیوں میں پیدا ہوتا ہے۔ اس سے ہزاروں آدمی مستفید ہونگے وطن تھانہ بھون ہوگا ان کے ایک بھائی ہونگے جو ذہانت اور ذکاوت میں اوروں سے کم نہیں ہونگے مگر علمی لائن کے آدمی نہیں ہونگے۔ نہ شہرت یافتہ ہونگے مولانا کے اولاد نہ ہو گی۔ مگر روحانی اولاد بہت کثیر ہوگی اور سب دیندار لوگ ہونگے۔ متقی ہونگے۔''

غرض حضرت تھانویؒ کی بڑی عظمت بیان کی میں نے دل میں خیال کیا کہ حضرت تھانوی کی شخصیت معروف مشہور ہے ممکن ہے اس کی شہرت پر سنی سنائی باتیں نقل کر دی ہوں تو میں نے حضرت کے کچھ خانگی حالات پوچھے تو اس نے وہ بھی من وعن بیان کئے جو عام لوگوں کے علم میں نہیں آسکتے تھے۔ تو پھر میں نے پوچھا کہ ان کے خلفاء میں سے کسی کا حال بیان کیجئے اس نے کہا ان کی ولادت کا سن بتایئے۔

حضرت مولانا محمد عیسیٰ الہ آبادیؒ خلیفہ حضرت تھانویؒ کا ذکر

میں نے حضرت کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد عیسیٰ الہ آبادیؒ کے متعلق پوچھا اوران کا سن ولادت بتایا تو اسنے کہا کہ: ''یہ حضرت کے خلفاء میں ممتاز شخصیت ہیں ان کی عمر اتنی ہے حال ایسا ہے۔ (اور وہ صحیح کہا حتی کہ اس نے کہا کہ) وہ اپنی جائداد وقف علی الاولاد کریں گے''
حالانکہ یہ واقعہ ایسا تھا کہ صرف میرے ہی علم میں تھا۔ مولانا الہ آبادی دیو بند تشریف

لائے اور وقف علی الاولاد کے بارے میں مسودات ساتھ لائے تھے اور مجھے فرمایا کہ میں نے اس کا ذکر کسی سے نہیں کیا صرف تجھ سے کیا ہے اس کا افشاء نہ کیا جائے مگر اس شخص نے کتاب سے پورا پورا واقعہ جو مجھ پر پیش آیا تھا سب بیان کر دیا۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خلفاء کرام کا ذکر

پھر اس کے بعد میں نے پوچھا کہ ان کے خلفاء کتنے ہیں؟ تو اس نے پوری فہرست سنا دی۔ حالانکہ اس وقت بعض خلفاء کو اجازت بیعت ہوئی تھی۔ ان کے بعد پھر دوسروں کو ہوئی مگر اس نے ان کے نام بھی بتائے۔

حضرت قاری طیب صاحب رحمہ اللہ کا ذکر

اس فہرست میں میرا نام بھی آیا اس نے کہا کہ: ''ان کے ایک خلیفہ طیوب (طیب) ہیں جو دیابان (دیوبند) کے رہنے والے ہیں'' حالانکہ میں نے اس سے اپنا تعارف بھی نہیں کرایا تھا نہ میزبان نے کرایا اور نہ وہ مجھ سے واقف تھا۔ میں نے سن ولادت بتایا اور پوچھا کہ ان کے حالات کیا ہیں؟ اس نے کہا: ''بڑے عالم ہیں ان کی شہرت بہت ہونے والی ہے؟ اور سفر کثرت سے کریں گے حتی کہ بیرون ہند کے سفر بھی بہت کریں گے۔''

اس وقت تک میں نے صرف افغانستان کا سفر کیا تھا۔ دوسرے ممالک کا جن میں ایشیاء یورپ مڈل ایسٹ اور افریقہ وغیرہ شامل ہیں ابھی تک سفر نہیں ہوا تھا۔ مگر اس نے ساری تفصیل بتلا دی پھر کہا کہ وہ تین بھائی ہیں۔ ایک نوعمری میں انتقال کر جائے گا۔ دو بھائی زندہ رہیں گے ان کی دو بہنیں ہونگی ایک نوعمری میں گزر جائے گی دوسری زندہ رہے گی اور وہ صاحب اولاد ہوگی ان کے والد کی دو شادیاں ہونگی پہلی بیوی سے کوئی اولاد نہ ہوگی یہ سب اولاد دوسری بیوی سے ہوگی''

اب یہ سارے واقعات خانگی تھے۔ جن کا علم میرے سوا شاید آج تک بھی کسی کو نہیں معلوم۔ پھر اس نے میری شادی کا ذکر کیا اور رامپور (سسرال) کا قصہ بیان کیا کہ بیوی وہاں کی رہنے والی ہوگی اور اپنے گھر کی رئیسہ ہوگی پھر میں نے مزید احتیاط کے طور پر کہا کہ ایک شخص

مولوی وصی الدین ہیں (جو اس وقت سفر میں میرے ساتھ تھے اور دارالعلوم دیوبند کے طالب علم تھے) میں نے ان کے بارے میں پوچھا۔ اور ان کا سن ولادت بتایا اس نے مولوی وصی الدین کے خانگی حالات سنائے جو صرف مولوی صاحب ہی کے علم میں تھے اور وہ بھی حیران رہ گئے۔

حضرت حکیم الامت سے اس واقعہ کا ذکر اور حضرت کا ارشاد

اس سفر سے واپسی کے بعد تھانہ بھون حاضر ہو کر سارا واقعہ حضرت تھانوی کو سنایا حضرت نے فرمایا کہ: "اس واقعہ کی تغلیط کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی یہ سارے واقعات کتاب میں درج ہوں۔ اور ممکن ہے کہ انبیاء سابقین پر منکشف ہوئے ہوں اور وہ لکھ لیے گئے ہوں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن گھر سے باہر تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں اور فرمایا: هٰذَا كِتَابٌ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَهٰذَا كِتَابٌ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ دائیں ہاتھ کی کتاب کے بارے میں فرمایا کہ اس میں ان تمام ان بنی آدم کے نام اور حالات لکھے ہوئے ہیں جو جنتی ہونے والے ہیں اور بائیں ہاتھ کی کتاب کے بارے میں فرمایا کہ ان میں ان تمام لوگوں کے اسماء اور احوال لکھے ہوئے ہیں جو جہنمی ہونے والے ہیں اور پھر دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر ارشاد فرمایا تو دونوں کتابیں غائب تھیں۔

میں کہتا ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شام میں ایک کتاب برآمد ہوئی جس میں خاص قواعد کے ذریعہ دنیا کے ماضی اور مستقبل کے بارے میں واقعات کا استخراج کیا جاسکتا تھا۔ لوگوں میں اس کتاب کا چرچا ہوا اور وہ فتنہ کی صورت اختیار کر گیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام کا سفر کیا اور اس کتاب پر قبضہ کیا اور گیارہ قبریں کھودنے کا حکم دیا۔ جب قبریں تیار ہو گئیں تو ایک دن شب میں کسی وقت پہنچ کر اس کتاب کو ایک قبر میں دفن کر کے گیارہ کی گیارہ قبروں کو اوپر سے برابر کرادیا جس سے یہ فتنہ ختم ہو گیا وہ واقعہ جس کے بارے میں آپ نے تصحیح چاہی۔ فقط

محمد طیب رئیس عمومی دارالعلوم دیوبند وارد حال لاہور ۱۲

جمادی الاول ۱۳۷۷ھ

نیز حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور نے بھی ایک دفعہ فرمایا کہ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے بھی اس کتاب کو دیکھا تھا اور فرمایا تھا کہ اس کتاب میں حضرت تھانوی کی وفات کی تاریخ اور دن بھی درج تھا۔

ایک دفعہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب قدس سرہ نے اپنی مجلس میں اس واقعہ کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ: ''جب مولانا طیب صاحب اس واقعہ کا بیان کرتے کرتے اس جملہ پر پہنچے کہ: ''ایسا رشی صدیوں میں پیدا ہوتا ہے'' تو اس وقت حضرت رحمتہ اللہ علیہ دیوار سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے فوراً دیوار سے ہٹ کر فرمایا: ''میری ہی کیا خصوصیت ہے جو بھی آتا ہے اس کی نظیر صدیوں میں آتی ہے'' حضرتؒ کے اس ارشاد سے تواضع، انکساریت: اور فنائیت اتم درجے میں ظاہر ہوتی ہے'' (بحوالہ دینی دسترخوان)

فراست مؤمن

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ ترکی کے سفر نامہ میں لکھتے ہیں۔ جامعہ سلیمانیہ کی تعمیر کے دوران یورپ کے کسی ملک (غالباً اٹلی) کے ایک کلیسا نے اپنے ملک کے سرخ سنگ مرمر کی ایک بہترین سل تحفے میں بھیجی اور یہ خواہش ظاہر کی کہ یہ سل مسجد کے محراب میں لگائی جائے جب سل پہنچی تو زینان معمار نے سلیمان اعظم سے کہا کہ میں یہ سل محراب میں لگانا مناسب نہیں سمجھتا۔ اگر آپ فرمائیں تو اسے مسجد کے ایک دروازے کی دہلیز میں لگا دیا جائے سلیمان اعظم نے اس رائے کو پسند فرمایا اور وہ پتھر دہلیز میں لگا دیا گیا ۔زینان کو یہ شبہ بھی تھا کہ ان اھل کلیسا نے اس پتھر میں کوئی شرارت نہ کی ہو۔ چنانچہ اس نے ایک روز امتحاناً اس پتھر کو کسی خاص مسالے سے گھسا کر دیکھا کہ اس کے اندر کیا ہے؟ گھسنے کے بعد اس پتھر کے اندر سیاہ رنگ کی ایک صلیب بنی ہوئی نمودار ہوئی یہ پتھر آج بھی دروازے کی دہلیز میں نصب ہے اور اس میں صلیب کا نشان آج بھی نظر آتا ہے۔ جواب قدرے دھندلا گیا ہے لیکن پھر بھی خاصا واضح ہے جو ان اصل کلیسا کے مکر و فریب اور مسجد کے معماروں کی فراست و بصیرت کی گواہی دے رہا ہے۔ (جہاں دیدہ)

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوری جو بڑے صاحب کشف و کرامات تھے، ان کا ایک واقعہ بہت مشہور ہے کہ پنجاب سے حکیم نور الدین بسلسلہ معالجہ حضرت شاہ صاحب کے پاس آئے۔ حضرت نے ان سے فرمایا کہ حکیم صاحب پنجاب میں کوئی جگہ قادیان ہے، وہاں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ تو نہیں کیا؟ حکیم صاحب نے کہا کہ کسی نے

نہیں کیا۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ وہاں سے ایک شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا اور لوحِ محفوظ میں آپ کو اس کا مصاحب لکھا ہے، آپ کے اندر ایک مرض ہے (بحث کرنے اور الجھنے کا) یہ مرض آپ کو وہاں لے جائے گا اور آپ مبتلا ہوں گے، ہم تو اس وقت نہ ہوں گے، مگر آپ کو (باذن الٰہی) پہلے سے مطلع کیے دیتے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور یہ حکیم صاحب اس سے مناظرہ کرنے کے لئے گئے اور اس کے دام میں پھنس گئے اور اس پر ایمان لے آئے اور پھر اس کے خلیفہ اول ہوئے۔ (نعوذ باللہ) (آپ بیتی از شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا رحمہ اللہ)

علامہ شیخ جمالی کی حکمت کا تاریخی واقعہ

آپ، حضرت شیخ سماء الدینؒ کے داماد اور مرید تھے۔ ملتان کے باشندے تھے اور اپنے دور کے نامی گرامی صوفی، ولی، شاعر، سیاح اور شاہان وقت کے مصاحب و مقرب تھے۔ عرب، مصر، روم، شام، ایران، عراق، ترکستان اور افغانستان سمیت بے شمار ملکوں کی سیاحت کی۔ زیارت حرم اور مقامات مقدسہ کی حاضری کا شرف بھی حاصل کیا۔ اپنے ہم عصر اکابر اور بزرگوں، حضرت شیخ عبدالعزیز جامیؒ اور مولانا حسین واعظ وغیرہ کا تقرب اور ہم جلیسی بھی حاصل کی۔ نہایت اعلیٰ پایہ کے شاعر تھے۔ آپ کی شعر گوئی کی شہرت آپ کی زندگی ہی میں دور دراز تک پھیل گئی۔ آپ کے حالات زندگی آپ ہی کی تصنیف ''سیر العارفین'' میں موجود ہیں۔ ایک مرتبہ آپ نے قلندرانہ وضع قطع میں سفر شروع کیا۔ جب آپ ہرات پہنچے تو مولانا جامیؒ کے ہاں حاضری دی۔ اس وقت آپ کے جسم پر صرف ایک تہہ بند تھا اور سفر کی صعوبتوں سے چہرہ، بال اور جسم خاک آلود تھے۔ اسی حال میں آپ بے دھڑک مولانا جامی کے برابر ان کی مسند پر جا بیٹھے۔ مولانا جامیؒ جیسے نازک مزاج اور تیز طبع صوفی شاعر کو یہ دیدہ دلیری سخت ناگوار گزری۔ خفگی سے مولانا جامیؒ نے آپ سے فرمایا میاں! تم میں اور گدھے میں کیا فرق ہے؟ آپ نے مولانا جامیؒ اور اپنے درمیان اپنی بالشت رکھ کر جواب دیا، ''جتنا تم میں

(مولانا جامیؒ) اور مجھ میں فرق ہے۔'' اب مولانا جامی کچھ چونکے اور پوچھا! آپ کون ہیں؟ آپ نے جواب دیا ''ایک ہندی خاکسار'' مولانا جامیؒ نے دریافت کیا جمالی کے شعروں میں سے کچھ یاد ہے؟ آپ نے فی البدیہہ مندرجہ ذیل قطعہ پڑھا۔

گز کے بوریا و پوستکے ـــــ دلکے پُر زدر دد وستکے

لنکلے زیرو لنکلے بالانے ـــــ غم دزدود نے غم کالا

ایں قدر بس بود جمالی را ـــــ عاشق وِرندلا اُبالی را

ترجمہ: گز بھر ٹاٹ اور کھال کا ٹکڑا، چھوٹا سا دل جو دوست حقیقی کا درد رکھتا ہے، ایک معمولی سی لنگی کمر میں اور وہی اوپر بدن پر، نہ اسے اسباب کا فکر اور نہ ہی چور کا غم، جمالی جیسے بے فکرے عاشق کو اسی قدر کافی ہے۔

اب مولانا جامی رحمہ اللہ سمجھ گئے کہ یہ شخص بھی کوئی شے ہے۔ پوچھا آپ شعر بھی کہتے ہیں؟ آپ نے ایک آہ سرد بھری اور اپنے حال کے مطابق یہ شعر پڑھا۔

ماراز خاک کویت پیراہن است برتن ـــــ آں ہم زآب دیدہ صد چاک تابدامن

ترجمہ: ہمارے جسم پر تمہارے کوچہ کی گرد و غبار کا حرف ایک ہی ہے اور وہ بھی آنسوؤں سے دامن تک کئی جگہ سے پھٹ گیا۔

اس کے ساتھ ہی عالم جذب میں آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہوگیا۔ بدن ننگا ہونے کی وجہ سے آنسو بہنے سے بدن کی گرد ڈھل گئی گویا واقعی کرتا پھٹ گیا۔

مولانا جامی رحمہ اللہ سمجھ گئے کہ یہی علامہ جمالی ہیں، بڑی شفقت سے پوچھا کہ اسم مبارک؟ آپ نے اپنا نام معمے میں بیان کیا یعنی جمع مالا۔ مولانا جامیؒ بولے! ابھی نام مکمل نہیں ہوا، ایک حرف کی کمی ہے، آپ فوراً بولے وعدہ مولانا جامیؒ اٹھے آپ کو گلے لگالیا، معذرت کی اور بڑی عزت سے اپنا مہمان رکھا۔ (عالمی تاریخ)

شاہ ابن سعود اور علمائے عرب کے سامنے

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی تقاریر

کمالات عثمانی کے مولف حضرت مولانا محمد انوار الحسن انور قاسمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

ذیل میں راقم الحروف علامہ شبیر احمدؒ صاحب عثمانی کی ڈائری سے ان کی ہنگامہ آراء تقریروں کو جو موتمر مکہ میں کی گئیں۔ مولانا کے اپنے الفاظ میں پیش کرتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے لکھتے ہیں:۔

۱۴ ذوالحجہ کو سید رشید رضا مصری ہمارے یہاں بغرض ملاقات آئے۔ (اور) ساڑھے تین بجے عربی ٹائم سے دونوں وفدوں کو موٹروں پر سوار کر کے امیر ابن سعود کے پاس لے گئے اور اس سے پیشتر امیر کی طرف سے پیام آیا کہ آپ لوگ کس وقت ملاقات پسند کرتے ہیں۔ وہاں پہنچے راستہ کے دونوں جانب سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔ امیر کے نمائندوں نے دروازہ پر استقبال کیا۔ امیر ابن سعود نے سب سے کھڑے ہو کر مصافحہ کیا اور دعائیہ کلمات کہتے رہے۔ پھر رسمی الفاظ شکریہ وغیرہ کے کہے۔ پھر سید سلیمان نے تقریر کی جس میں زیادہ تر زور اس پر تھا کہ ہم عرب سے اجانب و اغیار کا اثر ہٹانا چاہتے ہیں۔ درمیان میں شوکت علی محمد علی (صاحبان) کی کچھ ترجمانی کرتے رہے جس میں جیل وغیرہ کا ذکر تھا بعدہٗ مولوی عبدالحلیم صدیقی نے کچھ تقریر کی بعدہٗ بندہ نے ایک مبسوط تقریر کی جس میں ان کے مکارم اخلاق اور اکرام ضعیف (مہمان نوازی) کو بیان کر کے اپنی جماعت دیوبند اور اپنے مسلک اور مشغلہ کی پوری بصیرت کے ساتھ تصریح کر کے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع پر زور دیا اور اس پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ میں ہر چیز ہے اور یہ کتاب وسنت کا استعمال اور سنن کے مظان ومحال (مواقع) کی معرفت رائے اور اجتہاد کی طرف محتاج ایک طرف زینب سے نکاح ہے۔ دوسری طرف لولا حدثان قومک مالجاھلیة الحدیث

حکمت بھری نصیحت

سلطان ملک شاہ ایک مرتبہ اصفہان میں جنگل میں شکار کھیل رہا تھا کسی گاؤں میں قیام ہوا۔ وہاں ایک غریب بیوہ کی گائے تھی جس کے دودھ سے تین بچوں کی پرورش ہوتی تھی بادشاہی آدمیوں نے اس گائے کو ذبح کر کے خوب کباب بنائے، غریب بڑھیا کو خبر ہوئی وہ بدحواست ہو گئی بادشاہی آدمیوں کا مقابلہ کوئی داد و فریاد سننے کو تیار نہ تھا۔ اس پر لاوارث اور ایک غریب عورت۔ ساری رات اس نے پریشانی میں کاٹی۔ صبح ہوئی دل میں خیال آیا کہ کوئی نہیں سنتا تو نہ سہی کیا بادشاہ بھی نہ سنے گا جس کو خدا نے غریبوں کو ظالموں سے نجات دینے کیلئے اتنی بڑی سلطنت دی ہے۔ بادشاہ تک پہنچنے کی کوشش کی مگر ناکام رہی۔ معلوم ہوا بادشاہ فلاں راستے سے شکار کو نکلے گا چنانچہ "زندرود" (اصفہان کی مشہور نہر) کے پل پر جا کر کھڑی ہو گئی جب سلطان پل پر آیا تو بڑھیا نے ہمت اور جرأت سے کام لے کر کہا: اے الپ ارسلان کے بیٹے میرا انصاف اس نہر کے پل پر کرے گا یا پل صراط پر جو جگہ پسند ہو انتخاب کر لے۔ بادشاہ کے ہمراہی یہ بے باکی دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے۔ بادشاہ گھوڑے سے اتر پڑا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس عجیب و غریب اور حیرت انگیز سوال کا اس پر خاص اثر ہوا۔ اور بڑھیا سے کہا پل صراط کی طاقت نہیں ہے میں اسی جگہ فیصلہ کرنا چاہتا ہوں۔ کہو کیا کہتی ہو۔ بڑھیا نے اپنا سارا قصہ بیان کیا۔ بادشاہ نے لشکریوں کی اس نالائق حرکت پر افسوس ظاہر کیا اور ایک گائے کے عوض میں اسی کو ستر گائیں دلائیں اور مالا مال کر دیا اور جب اس بڑھیا نے کہا تمہارے عدل و انصاف سے میں خوش ہوں اور میرا خدا اور رسول خوش ہے تو گھوڑے پر سوار ہوا۔ آہ! کیا زمانہ تھا، کہنے والے کیسے آزاد خیال تھے اور سننے والے کیسے عالی حوصلہ! اگر موجودہ تہذیب و شائستگی کے زمانہ میں کوئی شخص اس طرح حاکم کی سواری روک لے اور اس سے ایسی آزادانہ گفتگو کرے تو پاگل خانے بھجوا دیا جائے (خزینہ)

اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں حکمت

ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ وہ جنگل میں رہتے تھے اور انہوں نے ایک گدھا پال رکھا تھا جس پر اسباب لادتے تھے اور ایک کتا رکھ چھوڑا تھا جو مکان کی حفاظت کرتا تھا اور ایک مرغ

مراد توحید عبادت ہے لیکن کلام عبادت کے معنی میں ہے۔ مثلاً ہر سجود لغیر اللہ ضروری نہیں کہ عبادت غیر اللہ کے تحت میں آئے (اور) ہماری شریعت میں مطلقاً حرام ہو۔ یہ جداگانہ چیز ہے لیکن اگر سجود صنم (بت پرستی) اور سجود صلیب (سجود صلیب کی پوجا ہے۔ عیسائی اس سولی کو جس پر ان کے عقیدہ کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی دی گئی ہے۔ نشان عبادت خیال کرتے ہیں اور اس کی پرستش کرتے ہیں) (سولی کی عبادت) کی طرح شرک جلی اکبر تھا اور عبادت غیر اللہ (تو) ازلاً وابداً (ہمیشہ ہمیشہ کے لئے) کسی امت اور کسی نبی کے لئے ایک لحہ کے لئے جائز نہیں ہو سکتا حالانکہ جواز منصوص ہے۔ بعض مفسرین اس کو انحنا کے معنی میں لیتے ہیں اور بہت سے وضع جبہ علی الارض (پیشانی کو زمین پر رکھنے) کے باوجودیکہ کسی ایک عالم کو بھی کہیں یہ خیال نہیں ہوا کہ کسی زمانہ میں شرک مباح تھا اور توحید کا ماننا ضروری تھا۔

سجود صنم (بت پرستی) و وصلت (یہودیوں کا خاص نشان) صرف سجود لغیر اللہ ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ شعائر خاصہ اقوام کفار ہونے کی وجہ سے کفر قرار دئے گئے ہیں آپ ساجد قبر کو تادیب وتعزیر (تنبیہ وسزا) کریں لیکن آپ ان کے دم (خون) اور مال کو عباد اصنام (بت پرستوں) کی طرح مباح نہیں کر سکتے۔ جس شخص کے ہاتھ میں خدا نے زمام حکومت دی ہے خصوصاً اس بقعہ مبارکہ کی اس کے لئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ٹھنڈے دل سے ہمارے معروضات پر غور کیا جائے گا اور مزید گزارش کے واسطے بھی جب آپ موقع دیں گے حاضر ہیں''۔ (ڈائری خودنوشتہ مولانا عثمانی)

مولانا شبیر احمد صاحبؒ کی تقریر اس مسلمان طبقے کے بارے میں جو قبروں پر سجدے کرتے ہیں فقہی حکم کے ماتحت خاص طور پر قابل غور ہے۔ سلطان ابن سعود اور ان کے علما کے نزدیک بظاہر وہ مسلمان جو قبروں پر سجدے کرتے ہیں کافر نظر آتے ہیں۔ چنانچہ ابن سعود نے اپنی تقریر میں یہود ونصاریٰ کی نظیر پیش کر کے اپنے خیال کو واضح کر دیا ہے اور اسی خیال کے ماتحت وہ اس قسم کے مسلمانوں کے جان اور مال کو کفار ومشرکین کی طرح حلال سمجھتے ہوں گے جیسا کہ مولانا عثمانی کی تقریر سے واضح ہے لیکن علامہ نے مسئلہ کی حقیقت کو کس فقہی انداز میں حل کیا ہے اور بتایا ہے کہ قبروں پر سجدہ کرنے والے مسلمان اس حکم میں نہیں ہیں جیسا کہ

یہود و نصاریٰ یابت پرست۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر کسی نبی یا کسی امت کے لئے صورت میں بھی اللہ کے سوائے کسی کو سجدہ جائز نہ ہوتا۔ ہاں مولانا عثمانی کا یہ مطلب نہیں کہ مزارات پر سجدے جائز ہیں یا حرام نہیں بلکہ ان کا منشا فقہی نقطہ نگاہ سے یہ ہے کہ مسلمان قبر پرست کو دیگر مشرکین کی طرح کافر نہیں کہیں گے۔ ہو سکتا ہے کہ سجدہ کر کے وہ اظہار عقیدت کر رہا ہو اور اپنی عاجزی یا مسجود کا احترام سجدہ سے ارادہ رکھتا ہو جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے والدین اور ان کے بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا اور مقصد صرف احترام یوسف علیہ السلام یا اللہ کی قدرت پر سجدۂ حیرت و عظمت تھا۔ بہر حال جو بھی کچھ تھا سجدہ تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ مولانا نے اختلافات کی مختلف قسمیں بیان فرما کر اور فروعی مسائل کے اختلاف پر روشنی ڈال کر اختلاف امتی رحمۃ کے مطلب کو بھی روشن کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ساجد قبر کو کفر سے نکال کر مولانا عثمانی نے بت پرستوں اور مسلمان قبر پستوں میں فرق قائم کر کے سلطان ابن سعود کو فقہی مسئلہ پر ٹوکا ہے اور یہی وجہ ہے کہ مولانا کی اس تقریر پر سلطان ابن سعود اور وہاں کے دیگر علما نے حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے جن کو موصوف نے اپنی ڈائری میں ذیل کے الفاظ میں پیش کیا ہے۔

''امیر (ابن سعود) نے کہا کہ میں آپ کا ممنون ہوں۔ آپ کے خیالات اور بیان میں بہت رفعت اور علو ہے اور دقیق مسائل پر مشتمل ہے لہذا میں ان تفاصیل کا جواب نہیں دے سکتا اس کا جواب علما بہتر دے سکیں گے۔ انہی سے یہ مسائل طے ہو سکتے ہیں''۔ (ڈائری ص ۲۴)

اب سلطان ابن سعود کی پہلی تقریر کا جملہ پڑھئے کہ ''کتاب و سنت سے ہم کو کوئی چیز الگ نہیں کر سکتی خواہ دنیا راضی ہو یا ناراض یہود و نصاریٰ مشرکین کو ہم کیوں کافر کہتے ہیں۔ کہ وہ غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں''۔ ان الفاظ میں قبروں پر سجدہ کرنے والے مسلمانوں کے کفر کی طرف اشارہ ہے لیکن جب فقیہ دانش مند نے اپنی فقہی بصیرت کو پیش کیا تو ابن سعود خاموش ہو گئے اور مسئلہ کو اپنے علما کے حوالہ کر دیا۔ مولانا کے سامنے عرب کے علما کی کیفیت اور خموشی کا حال مولانا عثمانی کی تقریر کے بعد کیا ہوا اور بھی مولانا کی زبانی سنئے لکھتے ہیں:۔

شیخ عبدالعزیز عتیقی (شیخ عبدالعزیز عتیقی سلطان ابن سعود کی مجلس علماء کے ایک اعلیٰ رکن

تھے) نے بیان کیا کہ جلالۃ الملک (سلطان ابن سعود مذہبی تقریروں سے بہت خوش ہوتے ہیں ۔شبیر احمد عثمانی کی تقریر سے بہت محظوظ اور متاثر ہوئے اور اپنے بعض علما اور اصحاب رائے وفکر سے بعض اجزائے تقریر نقل کئے بعض علمانے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سجود لغیر اللہ شرک نہ ہو۔ سلطان نے فرمایا کہ وہ لوگ سجود لغیر اللہ میں تقسیم کرتے ہیں اور شرک کے مراتب ومدارج بیان کرتے ہیں عتیقی نے کہا کہ یہ چیز پہلی دفعہ ہمارے کانوں نے سنی۔'' (ڈائری ص۲۶،۲۷)

مذکورہ عبارت سے علمائے مکہ کا استعجاب اور مولانا عثمانی کی فقہی نکتہ آرائی کا پتہ چلتا ہے۔ ان کے زاویہ خیال میں بھی وہ تحقیق سجدۂ قبر سے متعلق نہ تھی جو علامہ عثمانی نے بیان کی۔ چنانچہ عتیقی کا یہ جملہ کہ ''یہ چیز پہلی دفعہ ہمارے کانوں نے سنی''۔ حقیقت سے پردہ اٹھا رہا ہے۔

مسئلہ مذکورہ کے متعلق مولانا عثمانی نے ۲۵ ذوالقعدہ کے ایک اور اجلاس میں جبکہ سلطان نے جمعیۃ العلما کے وفد کو دوپہر کے وقت اپنے پاس بلا کر بات چیت کی اور تقریر بھی کی۔ خوب واضح فرمایا ہے۔ آپ نے سلطان کے سامنے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

''آپ کے مکہ میں داخل ہونے سے پہلے آپ کی نسبت یعنی شعب نجدیین کے متعلق ہندوستان میں بہت سے خیالات تھے۔ اگرچہ ہم ہمیشہ سے حافظ ابن تیمیہ اور ابن قیم کی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہے ہیں۔ ان سے مستفید بھی ہوئے ہیں اور بعض تفردات وغیرہ میں ان پر انتقاد (تنقید) بھی کرتے رہے ہیں لیکن خاص طائفہ نجدیہ کے معتقدات کا حال ہم کو محقق نہ تھا۔ چند روز ہوئے ہم نے دو کتابیں آپ کی پڑھیں ''الہدیۃ السنیہ'' اور ''مجموعۃ التوحید''۔ ان کے مطالعہ سے بہت چیزیں جو آپ کی طرف منسوب ہورہی تھیں ان کا افترا ہونا ثابت ہوا پھر بھی چند مسائل میں اختلاف رہا۔ بعض میں قرب اختلاف لفظی کے ہے ہاں سخت اختلاف ان لوگوں کی تکفیر میں ہے جو قبر کو سجدہ کرتے ہیں یا اس پر چراغ جلاتے ہیں یا غلاف چڑھاتے ہیں۔ ہم ان امور کو بدعت اور منکر سمجھتے ہیں اور ہمیشہ مبتدعین سے جہاد بالقلم واللسان کرتے ہیں لیکن عباد الاوثان (بت پرست) اور یہود ونصاریٰ کی طرح مباح الدم والمال (جن کی جان لینا اور خون بہانا مباح ہو) نہیں سمجھتے جس کا ذکر میں پہلی ملاقات میں آپ سے تفصیلات کر چکا ہوں اور آئندہ اگر وقت نے مساعدت کی اور خدا نے توفیق

بخشی تو شیخ عبداللہ ابن بلیہد وغیرہ سے اس پر مفصل کلام کیا جائے گا۔ (ڈائری ص ۳۵، ۳۶، ۳۷)

مذکورہ عبارت سے روز روشن کی طرح مولانا کی وسعت نظری کا پتہ چلتا ہے کہ وہ کسی کے کفر میں کس قدر محتاط ہیں ان کے نزدیک احمد رضا خانی پارٹی کافر نہیں ہے یہی فرق ہے محتاط خدا سے ڈرنے والے حقیقی ذمہ دار عالم اور غیر ذمہ دار عالم میں۔ بلکہ کسی ایک مخصوص شخص کے سوائے علمائے دیوبند سوائے اصول سے اختلاف کرنے والے فرقہ کے کسی کو کافر نہیں کہتے۔ دیکھئے بریلوی حضرات بلا تخصیص علمائے دیوبند کو کافر کہتے ہیں مگر مولانا عثمانی موتمر مکہ میں سلطان کے سامنے ان کے مسلمان ہونے کی کس طرح وکالت کر رہے ہیں۔ ایک اور مقام پر مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے خط کا جواب دیتے ہوئے مراسلات سیاسیہ کے ایک مکتوب مورخہ ۲۹ دسمبر میں کفر و اسلام کے مسئلہ کے سلسلہ میں فقیہ دانش مند لکھتے ہیں:۔

''سر سید احمد خان اب کہاں ہیں جو ان کے ذاتی عقائد کا مسئلہ زیر بحث لایا جائے تمام علی گڑھ والوں کو یک قلم ان کے جملہ عقائد میں ہمنوا رکھنا محض تحکم ہے کیا آپ کے یا دوسرے اکابر علما کے نزدیک تمام علی گڑھ والے کافر و مرتد ہیں؟ ایسے مسائل میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ خلط مبحث نہ کیجئے۔ کفر و ارتداد کی بحث اسلام کے نازک ترین مباحث میں سے ہے۔'' (مراسلات سیاسیہ)

مذکورہ عبارت سے حضرت علامہ کا فقہی مقام متقیانہ اور محتاط وضع ملاحظہ کیجئے۔ یہی تو وہ عثمانی کی صفت ہے جس پر بے ساختہ قربان ہونے کو دل چاہتا ہے وہ کم فہم تنگ دل اہل علم غور کریں کہ جو کفر کا فتویٰ کسی پر لگا دینا بچوں کا کھیل سمجھتے ہیں۔

انہدام تعمیرات قبور و زیارت مقامات مقدسہ

سلطان ابن سعود کے سامنے اہم مسائل میں سے صحابہ وغیرہم کے قبوں اور مزارات کی عمارتوں کے منہدم کرنے اور مآثر و مقامات مقدسہ کے آثار کو قائم رکھنے یا گرانے اور ان کی زیارتوں سے برکت حاصل کرنے کے جواز اور عدم جواز کا مسئلہ بھی بہت اہم تھا۔ سلطان نے ان قبوں اور مزارات متبرکہ کی عمارتوں کو گرانے کی وجہ یہ خیال کی تھی کہ لوگ عقیدت میں آ کر ایسے امور کا ارتکاب کرتے ہیں جن میں شرک ہوتا ہے ان کے سامنے

حضرت عمرؓ کا وہ واقعہ تھا کہ انہوں نے لوگوں کے حالات کے پیش نظر اس درخت کو کٹوا دیا جس کے نیچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افواہ پر اہل مکہ کے مقابلہ میں جہاد کرنے کی بیعت لی تھی۔ اس خصوصی مسئلہ میں مولانا عثمانی نے جو تقریر ابن سعود کے سامنے کی ہے وہ قابل غور ہے۔ تقریر حسب ذیل ہے ملاحظہ فرمایئے۔

''ہم بنا علی القبر (قبر پر عمارت بنانے) کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ ہم نے فتوے دیئے ہیں بحثیں کی ہیں لیکن ہدم قباب (قبوں کے منہدم کرنے میں) ضرورت تھی کہ بہت تانی (ڈھیل) اور حکمت سے کام لیا جاتا۔

جب ولید بن عبدالملک نے عمر بن عبدالعزیز کو حکم دیا کہ حجرات ازواج النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہدم کر کے مسجد کی توسیع کریں تو انہوں نے ہدم کا حکم دیا حتیٰ کہ تینوں قبریں کھل گئیں۔ اس وقت عمر بن عبدالعزیز اس قدر روئے تھے کہ کبھی اس قدر روتے ہوئے نہ دیکھے گئے حالانکہ خود ہی ہدم کا حکم دیا تھا۔ پھر نہ صرف قبر نبی علیہ السلام پر بلکہ تینوں قبروں پر بنا کرائی (عمارت بنوائی) میری غرض اس وقت تجویز بنا (قبروں پر عمارات بنوانا) نہیں بلکہ یہ بتلانا ہے کہ قبور اعاظم و اکابر کے ساتھ ہدم وغیرہ کا معاملہ ایسا ہے جس کو قلوب میں ایک تاثیر اور دخل ہے مقابر (قبروں) کے معاملہ میں میں زائد نہیں کہنا چاہتا اور شیخ کفایت اللہ مجھ سے پہلے کہہ چکے ہیں (البتہ) مآثر (مقامات مقدسہ) کے متعلق میں کہوں گا کہ حدیث اسراء میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے نقل کیا ہے کہ آپ کو جبریل نے چار جگہ اتارا اور نماز پڑھوائی اور بتلایا کہ یہ یثرب یا طیبہ ہے۔ **والیہ المهاجرہ** یہ طور سینا ہے **حیث کلم اللہ موسیٰ تکلیما** جس جگہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے کلام کیا' یہ مدین ہے **حیث ورد موسیٰ و سکن شعیب** (جس جگہ موسیٰ علیہ السلام آئے اور شعیب علیہ السلام سکونت پذیر رہے) یہ بیت اللحم ہے **حیث ولد المسیح علیه السلام** (جس جگہ عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے) پس اگر طور پر آپ سے اس لئے نماز پڑھوائی گئی کہ وہاں حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا تو جبل النور پر جانے اور نماز پڑھنے سے ہم کیوں روکے جائیں جہاں کہ اللہ کا کلام لے کر جبرئیل (علیہ السلام) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔

سب سے پہلے جب مولد (جائے پیدائش مسیح پر حضور سے دو رکعتیں پڑھوائی گئیں تو کیا غضب ہے کہ امت محمد مولد النبی (نبی کریم کی جائے پیدائش) میں دو رکعت نہ پڑھ سکے۔ مدین میں حضرت شعیب (علیہ السلام) رہتے تھے اور حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کچھ عرصہ ٹھہرے تھے پھر مسکن خدیجہؓ جہاں حضور ۲۸ برس رہے اور جس کو طبرانی نے افضل البقاع بعد المسجد الحرام فی مکہ (مکہ میں مسجد حرام کے بعد سب سے افضل جگہ) لکھا ہے کیوں اس قابل نہیں کہ وہاں دو رکعت پڑھ لی جائیں یا جبل ثور جہاں آپ تین روز مختفی (چھپے) رہے اس پر نماز کیوں نہ پڑھی جائے۔ یہ حدیث تبرک بآثار الصالحین (بزرگوں کے نشانات سے برکت حاصل کرنے) میں اصل اصیل ہے۔ بہر قصہ (میں نے) عتبان بن مالک کا ذکر کیا اور حدیبیہ کا قصہ کیا ہے جس میں نخامہ اور اشعر اور ماء وضو (وضو کا پانی) وغیرہ کا متبرک ہونا مذکور ہے۔ پھر عبداللہ ابن عمر کی بخاری والی حدیث ذکر کی پھر کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ ابن سعود نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے شجرۃ الرضوان کو کٹوا ڈالا تھا۔ لیکن یہ صرف مصلحت تھی قطع ذرائع شرک اور جسم ادۂ شرک کے لئے اگرچہ یہ مصلحت اب بھی موجود ہے لیکن دوسری طرف آج مسلمانوں کے ائتلاف نخامہ اشعر کی تحقیقات قلوب (دلوں کے جوڑنے) کی مصلحت ہے اور ان کو ان بلاد مقدسہ کی طرف سے اور اس حکومت کی طرف سے جو یہاں حکومت کرے نفور ہونے سے بچانا ہے اور تشتت وتفرق (پھوٹ) کو کم کرنا ہے۔ دونوں مصالح کا موازنہ آپ خود کر سکتے ہیں۔ بہر حال کلام اب اصل مسئلہ میں نہیں بلکہ مصالح کے توازن میں ہے اس میں پوری احتیاط کرنی چاہیے۔ آپ بدعات و منکرات سے لوگوں کو روکیں نصیحت کریں۔ تادیب کریں لیکن اصل چیز کو محو نہ کریں۔

وایاکم والغلو فی الدین فان الغلو فی الدین قداھلک من کان قبلکم او کما قال وقال اللہ تعالیٰ "یااھل الکتٰب لاتغلوا فی دینکم ولا تقولوا علی اللہ الا الحق . فیسروا ولاتعسروا وبشروا ولاتنفروا وکونوا عبداللہ اخوانا (ترجمہ) اور دین میں غلو (حد سے زیادہ نوک پلک) مت کرو۔ کیونکہ دین میں غلو نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر ڈالا یا جیسا کہ آنخضرت نے فرمایا اور اللہ

تعالیٰ نے فرمایا اے اہل کتاب اپنے دین میں غلومت کرو اور اللہ پر سچ کے سوائے کچھ نہ کہو۔ اس قول کے مطابق سہولت پیش کرو اور تنگی میں نہ ڈالو اور ان کو اپنی طرف ملاؤ متنفر نہ کرو اور بھائی بن کر اللہ کے بندے بنو۔ انوار) (ڈائری عثمانی از صفحہ نمبر ۴۱ تا ص ۵۰)

مذکورہ بالا تقریر مولانا عثمانی کے فقیہانہ ذوق، قوت اجتہاد، زور استدلال اور قیاس و استشہاد فقیہانہ کی بہترین آئینہ دار ہے۔ اس خطابت میں انہوں نے قبروں پر گنبد معمارت وغیرہ بنوانے کو ناجائز فرمایا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اگر صحابہ کرام، بزرگان عظام کی قبروں پر قبے بنے ہوئے ہوں تو پھر ان کو منہدم کرانا مصلحت کے خلاف ہے اس دعوے کی دلیل میں انہوں نے ولید بن عبدالملک اور عمر بن عبدالعزیز کے اس عمل کی کہ اول الذکر نے موخر الذکر کو آنحضرت علیہ السلام کی بیبیوں کے حجرے گرانے اور مسجد کو وسیع کرنے کا حکم دیا تھا۔ پیش کی ہے چنانچہ حجرے گرائے گئے تا آنکہ تینوں قبریں کھل گئیں اور پھر عمر بن عبدالعزیزؒ جو اپنے زمانہ کے مجدد گزرے ہیں ایسا کرنے پر روئے اور پھر نہ صرف روضۂ اکرمؐ پر عمارت بنوائی بلکہ ازواج مطہرات کی قبروں پر بھی عمارتیں بنوائیں۔

علاوہ ازیں ماثر کے سلسلہ میں علامہ عثمانی کا مجتہدانہ رنگ قیاس کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر معراج میں مقامات مقدسہ پر نماز پڑھوایا جانا عمل کی روح اور برکت ورحمت کا سامان ہو سکتا ہے تو امت محمدیہ کے افراد ماثر و مقامات مقدسہ پر نوافل پڑھیں یا حصول برکت کے افعال ان سے سرزد ہوں تو کیا مضائقہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب مسائل حضرت عثمانی کے فقہی رنگ پر بہترین تبصرے کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ مولانا نے شجرۂ رضوان کی نظیر سے مصلحت عامہ مسلمین اور تالیف قلوب امت مسلمہ کے پہلو کو مقدم سمجھتے ہوئے ماثر پر شرکیہ افعال سے بچانے کے لئے تنبیہ و تادیب کی تجویز پیش کی ہے جس سے ہر چیز اپنی اپنی جگہ چسپاں نظر آتی ہے۔

غلاف کعبہ

موتمر مکہ کی ایک مجلس ''لجنة الاقتراحات'' میں غلاف کعبہ یا کسوۂ کعبہ کا مسئلہ پیش ہوا کہ آیا غلاف کعبہ ریشمی جائز ہے یا حرام ہے نیز اس میں اسراف ہے یا نہیں۔ بعض علما کعبہ

پر ریشمی غلاف چڑھانے کو اسراف کہتے تھے اور یہ بھی کہ ریشم کا استعمال حرام ہے۔ مولانا عثمانی اپنی ڈائری میں اس مجلس اور مسئلہ کے متعلق حسب ذیل تفصیلات پیش کرتے ہیں:۔

''۴ ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ ۱۹۲۶ء کو لجنۃ الاقتراحات میں کسوۂ کعبہ (غلاف کعبہ) کا مسئلہ پیش ہوا کہ اس میں بہت اسراف ہوتا ہے۔ اس کے مصارف گھٹا کر وہ سرے وجوہ خیر میں صرف کیے جائیں۔ حریر وذہب (ریشم اور سونا) وغیرہ کا استعمال بالاتفاق حرام ہے۔ اس پر محمد علی صاحب (جوہر) نے اور عبداللہ شیبی نے سختی سے مخالفت کی۔

غلاف کعبہ کے اسراف وعدم اسراف پر علامہ عثمانی کی تقریر

پھر میں نے کہا کہ اس میں علما نے بہت کچھ کلام کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں دو ورق کے قریب اس پر لکھے ہیں تاریخی بحثیں کی ہیں کہ سب سے پہلے کعبہ پر کسوہ (غلاف کس نے ڈالا اور کس چیز کا ڈالا گیا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاً دیباج و حریر (دیباج ایک قسم کا ریشمی کپڑا ہوتا ہے) کا کسوہ (لباس) حضرت عباس بن عبدالمطلب کی والدہ نے ڈالا۔ اور بھی اقوال ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے عہد میں دیباج وحریر کا غلاف تھا پھر اس میں تکلفات ہوتے رہے۔ علما نے کسی وقت منع نہیں کیا بلکہ جن لوگوں نے اس کا زیادہ اہتمام کیا ان کو علما نے دعائیں دیں۔ کمافی الفتح کعبہ کا حکم دوسرے تمام بیوت (گھروں) اور مساجد سے مستثنٰی ہے۔ اس پر علما کا اتفاق ہے اس کو بدعت یا منکر قرار دینا صحیح نہیں''۔ (ڈائری از ص ۵۸ تا ص ۶۱)

غلاف کعبہ کے ریشمی ہونے پر بعض علمائے مجلس نے حرمت واسراف کا بہت جلد فیصلہ کر کے غیر محتاط اقدام کیا ہے۔ دیکھیے حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی نے فتح الباری کی تحقیقات سے تاریخی اور فقہی پہلو کو متعین کر دیا اور جو علما اس کو فقہی خیال کے ماتحت ناجائز خیال کیے ہوئے تھے مولانا نے ان کی تقلید نہیں کی۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر اس کو اسراف کی حد میں رکھا بھی نہ جائے تو کیا غلاف کعبہ کی قیمت کو کسی اور کار خیر میں صرف کرنا مصلحت ہوگا یا نہیں۔ راقم الحروف کے نزدیک یہ امر متعین ہے کہ فقہی نقطہ نگاہ سے مولانا عثمانی کی تحقیق

فیصلہ کن ہے لیکن اگر مصلحت خیر کو پیش نظر رکھا جائے اور کسی زمانہ کے حالات غلاف کعبہ کے قیمتی ہونیکی بجائے گھٹا کر کسی اور کار خیر میں خرچ کئے جائیں تو ایسا کرنیکی خاص خاص ہنگامی حالات میں گنجائش نکلتی ہے ورنہ اکرام کعبہ کیلئے قیمتی غلاف مصلحت سے خالی نہیں۔

تطہیر جزیرۃ العرب

موتمر مکہ کی ''لجنۃ الاقتراحات'' میں تطہیر جزیرۃ العرب یعنی کفار کا جزیرۂ عرب سے اخراج یا کم ازکم اعلان اپنی جگہ خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے **اخرجوا الیهود والنصاریٰ من جزیرة العرب** (یہود ونصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکال باہر کرو) بدقسمتی سے سلطان ابن سعود کے نئے اقتدار وتسلط سے پہلے شریف حسین والی مکہ دشمنان اسلام برطانیہ کے ہاتھوں پر ناچ رہا تھا اور انگریزوں نے وہاں اپنا اچھا خاصہ تسلط جما رکھا تھا۔ یہی پالیسی شریف کی تباہی کا باعث ہوئی۔ ابن سعود نے حملہ کر کے شریف کو نکال باہر کیا۔

موتمر مکہ کی مجلس میں یہ سوال زیر بحث آیا کہ اگرچہ انگریز کے نکالنے کی سردست ہمیں استطاعت نہیں لیکن کم ازکم دنیائے اسلام کی ترجمانی کرتے ہوئے یہ اعلان کر دیا جائے کہ ہمیں کسی غیر مسلم کا دخل یا وجود جزیرۂ عرب میں منظور نہیں۔ اس تجویز پر روس کے وفد کے رئیس نے ایسے اعلان کو بھی مصلحت کے خلاف سمجھا اور اپنے فقہی نقطہ نگاہ سے ایسا اعلان مناسب خیال نہیں کیا۔ اس سلسلہ میں مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی نے جو کچھ تقریر فرمائی اور اپنے تفقہ کا ثبوت دیا وہ یہ ہے۔ مولانا عثمانی لکھتے ہیں:۔

۵ ذی الحجہ کو ''لجنۃ الاقتراحات'' میں بڑی رد وکد کے بعد جزیرۃ العرب کی تجویز پیش ہوئی۔ اس کی مخالفت میں رئیس وفد روسیہ نے طویل تقریر کی۔ اس میں زیادہ (زور) اس پر تھا کہ اس ریزولیوشن کا نتیجہ حکومت حجازیہ اور موتمر کے حق میں برا ہوگا یہ اعلان کر کے تمام دول اجنبیہ کو تشویش اور ہیجان میں ڈالنا ہے ہم کو حکمت اور تدبیر کیساتھ قدم اٹھانا چاہئے۔ ایسا کام نہ کریں جس سے یہ حکومت حدیثہ حجازیہ (حجاز کی نئی حکومت) جو چنداں قوی نہیں ہے فنا ہو جائے۔ وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کسی کو انکار نہیں مگر دیکھنا یہ ہے کہ

اس وقت اس کے اعلان کا موقع بھی ہے اسکے نتائج کیا ہوں گے یورپ موتمر اور اس نئ حکومت کی طرف تاک رہا ہے اور اسکے اعمال کا مراقبہ کر رہا ہے۔ ہم اس کو فوراً مشتعل نہ کریں۔ باقی جو مقصد تجویز کا ہے وہ سب مسلمانوں کے سینوں اور دلوں میں ہے دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ میں کس طرح صلح اور معاہدہ کیا۔ کیا اس میں ہمارے لئے اسوہ نہیں ہے۔ اس پر میں نے تقریر کی۔

میں نے کہا کہ وصیت کے ثبوت سے کسی کو انکار نہیں۔ صحیح احادیث میں مذکور ہے اور مقترح نے اسی وصیت پر اپنے اقتراح کی بنیاد رکھی ہے آپ سب اس کی ضرورت واہمیت کو تسلیم کرتے ہیں اور اعتراف کرتے ہیں کہ یہ ہر مسلمان کا عزیز ترین مقصد اور محبوب ترین تمنا ہے لیکن آپ کہتے ہیں کہ حکومت حجاز کے لئے اس میں خطرہ ہے وہ اپنے کو اس طرح کے خطرات میں کیسے ڈال سکتی ہے۔ نہ ہم اس کو ایسا مشورہ دے سکتے ہیں میں کہتا ہوں کہ آپ حکومت کی طرف سے ایک ایسی چیز پیش کرتے ہیں جس کو خود حکومت پیش نہیں کرتی نہ غالباً وہ ہماری اس مصلحت اندیشی سے راضی ہوگی ہمارے سامنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو وصیتیں ہیں جو اس دنیوی حیات کے آخری لمحات میں آپ نے ساتھ ساتھ فرمائی ہیں۔ ایک اخرجوا الیہود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب (یہود ونصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکال دو) دوسری (وصیت) **لعن اللہ الیہود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاء ھم مساجد یحذرھم ماصنعوا** (اللہ یہود اور نصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا) یہ دونوں وصیتیں آپ نے ساتھ ساتھ فرمائیں۔ فرق اتنا ہے کہ پہلی وصیت بصیغۂ امر ہے اور دوسری تحذیر (دھمکی) کے پیرایہ میں ہے۔ اب آپ دیکھئے کہ حکومت حجاز نے دوسری وصیت کے نفاذ اور اجرا میں جو قبور سے متعلق تھی کس قدر اہتمام اور سارعت (جلدی) سے کام لیا نہ عالم اسلامی سے مشورہ کیا نہ ان کے اجتماع کا انتظار کیا نہ علما وفضلا سے مبادلہ خیالات کی ضرورت سمجھی نہ اس کی قطعاً روا کی کہ مسلمانوں میں اس فعل سے بجا یا بیجا طور پر کیسی تشویش اور ہیجان ہوگا۔ کتنی بڑی اہم تعداد مسلمانوں کی (اور ممالک اسلامیہ) اس عمل سے متوحش اور نفور ہوں گے حکومت نے کہا کہ ہم کتاب وسنت سے تمسک کرتے ہیں۔

جب سنت صحیحہ ہمارے سامنے ہے پھر ہم کو کسی کا کوئی خوف نہیں۔ دنیا راضی ہو یا ناراض۔ کوئی ہمارا ساتھ دے یا نہ دے ہم کو کچھ سروکار نہیں۔ کائناً ما کان ایسی حکومت جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک وصیت کے نفاذ میں کسی طرح کی مصلحت اندیشی اور اسلامی جماعتوں کی خوشی یا ناخوشی کی کوئی پروا نہیں کی۔ میں خیال نہیں کرتا کہ وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دوسری وصیت کے صرف اعلان کرنے میں کفار کی تشویش اور اضطراب کی پروا کرے گی۔ ہم حکومت کی طرف اس خوف کو منسوب کرتے ہیں جسے خود حکومت اپنی طرف منسوب کرنا پسند نہیں کرتی۔ میری غرض یہ ہے کہ موتمر کو یا حکومت حجاز کو جبکہ اس کا تعلق تمام عالم اسلام سے ہے ہر ہر کام میں تانی (ڈھیل) اور تدبیر و مصلحت اندیشی سے کام کرنا چاہئے ہم کو یہ مناسب نہیں کہ ہم ایک برائی کے دفع کرنے میں اس سے بھی بڑی برائی پیدا کر دیں میرے نزدیک ریزولیشن کے اعلان میں کوئی ضرر نہیں۔ الفاظ میں توسط اور تعدیل کا مضائقہ نہیں لیکن اس ریزولیشن سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ تمام دنیا آگاہ ہو جائے کہ مسلمان عالم باوجود اپنے غایت تفرق وتشت احوال کے باوجود سخت اختلاف اجیال و اقوام کے پھر بھی ایک متفقہ نصب العین رکھتے ہیں۔ اور وہ جزیرۃ العرب خصوصاً حجاز کی حفاظت وصیانت ہے۔ یہ ایک ایسا مقصد ہے جو حاکم ومحکوم، ضعیف وقوی، مستقل اور غیر مستقل آزاد اور غلام ہر مسلمان کا مطمح نظر ہے جو ان کے سینوں اور دلوں میں نقش فی الحجر ہے۔ جس کے لئے وہ اپنے تمام وسائل اور اپنی ہر چیز قربان کرنے کو تیار ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ حکومت حجازیہ کے متعلق بہت سے لوگ ظنون و اوہام میں مبتلا ہیں۔ جن پر ہم ہندوستان میں مطلع ہو چکے ہیں (یعنی انگریزوں سے تعلقات رکھنے کی نسبت) اس ریزولیشن سے مسلمانوں کے قلوب حکومت حجاز کی طرف سے مطمئن ہو جائیں گے اور ان کو شفائے صدور حاصل ہوگی۔ صلح حدیبیہ کی سنت کا جو حوالہ دیا گیا ہے میں اس کو مانتا ہوں لیکن میں ایک دوسری سنت بھی یاد دلاتا ہوں کہ اس وقت جس سے بڑھ کر اسلام کے حق میں سختی اور مصیبت کا کوئی وقت نہ تھا اور جبکہ چند معدودے نفوس آپ کے ساتھ تھے۔ اسی بلد اللہ الحرام (مکہ معظمہ) میں جہاں ہم اور آپ

مجمع ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوگوں نے اعلان حق اور دعوت الٰہیہ کی جان ہے اگر وہ لوگ آسمان سے اتار کر سورج کو میری ایک مٹھی میں اور چاند کو دوسری مٹھی میں رکھ دیں تب بھی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس چیز سے ہٹنے والا نہیں ہے جس کے لئے اس کے پروردگار نے اسے بھیجا ہے۔ پس میں کہتا ہوں مقترح کی تجویز دونوں سنتوں پر مشتمل ہے۔ پہلے جز میں اعلان حق کیا جاتا ہے جس میں کوئی پروا نہیں کہ کون اس سے خوش اور کون ناخوش اور تجویز کے دوسرے جز میں سنت حدیبیہ کی رعایت ہے کہ ہم کوئی اعلان جنگ نہیں کر رہے ہیں بلکہ جزیرۃ العرب کو ایک سلمی صلحی اور حیاوی مقام رکھنا چاہتے ہیں اور یہ ہی ہماری کوشش ہے۔ **ھذا ما کنت ارید التکلم به والامر بیدالله سبحانه و تعالیٰ** (یہ ہے جس کے متعلق کلام کرنے کا میں نے ارادہ کیا تھا اور فیصلہ تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاتھ میں ہے)

شیخ قاضی ابوالعزائم نے اس کی بہت داد دی۔ ایک مصری نے کہا کہ ہم دونوں وصیتوں میں سے ایک کی استطاعت رکھتے ہیں۔ دوسری کی نہیں اور حدیث میں آیا ہے **اذاامرتکم بشیٔ فاتو امنه مااستعطتم** (جب میں کسی بات کا تمہیں حکم دوں تو اس میں سے جس کی تمہیں طاقت ہو اس کو بجالاؤ)۔ میں نے کہا کہ اخراج یہود ونصاریٰ اگر ہماری استطاعت میں فی الحال نہیں لیکن اپنے فریضہ اور نصب العین کا اعلان ہماری استطاعت میں ہے اور اعلان میں جو فوائد ہیں وہ میں بیان کر چکا ہوں۔

عبداللہ الشیبی نے کہا کہ اگر سلطان کو یہ معلوم ہوتا کہ قبور والی وصیت پر عمل کرنے سے اس قدر تشویش اور ہیجان مسلمانوں میں پیدا ہو جائے گا تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتے"۔ (ڈائری عثمانی از ص ۶۲ تا ص ۸۱)

مذکورہ تقریر اگر بغور دیکھا جائے تو اپنی جگہ نہایت اہم اور ملت اسلامیہ کی زندگی اور موت کا نازک مسئلہ ہے۔ تطہیر جزیرۃ العرب کی اہمیت اور نزاکت کی حقیقت کے لئے کیا یہ کچھ کم ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اپنی زندگی کے آخری زمانہ میں اس کی وصیت فرما رہے ہیں اور ایسے مواقع پر انہی امور کی وصیت کی جاتی ہے جو اپنی فخامت شان میں خصوصی مقام رکھتے ہوں۔ اس نظریہ کو سامنے رکھتے ہوئے فقاہت جس امر کی مقتضی ہے وہ وہی فیصلہ ہے جو حضرت علامہ عثمانی نے پیش کیا ہے۔ روسی وفد کے رئیس نے جس مصلحت کو پیش نظر رکھا ہے وہ

پہلو بھی ہر چند کہ دل کو لگتا ہے انہوں نے صلح حدیبیہ کی نظیر پیش کر کے اپنے دعویٰ کو مضبوط کرنے کی ضرور کوشش کی ہے۔ دل چاہتا ہے کہ اس مسئلہ میں قائد روس کی تائید کی جائے۔ مگر غور سے دیکھا جائے تو صلح حدیبیہ اور اس عہد کے حالات میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

ا۔ صلح حدیبیہ کے وقت مکہ پر کفار کا تسلط تھا اور مسلمان وہاں سے جلاوطن تھے۔

۲۔ اس عہد میں مکہ پر مسلمانوں کا اقتدار ہے اور کفار کی تعداد قلیل ہے۔ مگر سیاسی اتار چڑھاؤ کا یہ عالم ہے کہ شریف مکہ انگریزوں کے ہاتھ میں کٹ پتلی کی طرح ناچ رہا ہے۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کی انگریزوں کے اشارے پر شریف مکہ کے ذریعہ گرفتاری اس بات کا صاف ثبوت ہے کہ وہاں انگریز کی چشم وابرو کے اشارے چل رہے ہیں۔ اغیار کا دبدبہ حکومت مکہ کی رگ رگ میں سرایت کئے ہوئے تھا۔ اندریں حالات ابن سعود کی حمیت نے شریف کی حکومت کے پرخچے اڑا دئے ہیں۔ ضرورت ہے کہ انگریز کے غائبانہ اقتدار کی دھجیاں اڑا کر رکھ دی جائیں لیکن مسلمانوں کو ابھی اتنی طاقت نہیں کہ انگریزوں کو بیک بنی و دو گوش نکال باہر کیا جائے پس اگر اس کی استطاعت نہیں تو کم از کم تجویز جزیرۃ العرب کا ہی اعلان کر دیا جائے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت میں اخراج جزیرۃ العرب کے مقابلہ میں کم درجہ رکھتا ہے۔

حضرت مولانا عثمانی کا اس معاملہ میں تفقہ اور مصلحت جس کو حکمت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے نہایت مناسب انداز میں نظر آتا ہے۔ چنانچہ شیخ قاضی ابوالعزم نے داد دے کر حضرت عثمانی کی خوب تائید کی ہے۔ حضرت عثمانی نے یہ فرما کر اپنے بیان میں پوری قوت بھر دی ہے کہ اس بلد اللہ الحرام (مکہ معظمہ) میں جس میں آپ اور ہم جمع ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا خوف وخطر تمام کفار کے مقابلہ میں فرمایا تھا کہ یہ لوگ اگر میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند لا کر رکھ دیں تو میں تبلیغ رسالت سے باز نہ آؤں گا تو اب مسلمانوں کو یعنی حکومت حجاز کو کیا ہوا ہے کہ وہ تجویز یا تخلیہ جزیرۃ العرب کا صرف ریزولیشن ہی پاس کرا سکے۔

بہر حال ماحول پر فقیہ دانشمند کے اس طرح چھا جانے سے ان کے زور علمی قوت فقہی حکمت اسلامی کا پورا پتہ چلتا ہے۔

یہ تو وہ مسائل تھے جو علامہ کی خود نوشتہ بیاض سے نادر سمجھ کر راقم الحروف نے پیش کئے ہیں اب اس فقہ کے حصہ کو ختم کرنے سے پہلے صرف ایک عبارت اور پیش کرتا ہوں جس سے ان کے دین میں فہم اور قوت فیصلہ کا پتہ چلتا ہے نماز میں خشوع وخضوع اور عاجزی ویکسوئی پر مفسرین اور فقہا نے مختلف اجتہادات پیش کئے ہیں اس کی تحقیق حصہ حدیث میں ایک محدثانہ نظریہ کے ماتحت آپ نے گذشتہ اوراق میں پڑھی ہے لیکن فقہی نقطہ نظر سے حسب ذیل آیت کے ماتحت فقیہ دانشمند کی تحقیق کا جائزہ لیجئے۔

آپ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خٰشِعُوْنَ (وہ مومن کامیاب ہوگئے جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

''فقہا کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا نماز بدون خشوع (عاجزی وانکساری) کے صحیح اور مقبول ہوتی ہے یا نہیں۔ صاحب روح المعانی نے لکھا ہے کہ خشوع اجزائے صلوٰۃ کے لئے شرط نہیں ہاں قبول صلوٰۃ کے لئے شرط ہے۔ میرے نزدیک یوں کہنا بہتر ہوگا کہ حسن قبول کے لئے شرط ہے واللہ اعلم (سورۂ مومنون پارہ نمبر ۱۸ رکوع نمبر ۱)

مذکورہ عبارت میں فقیہ دانش مند نے خشوع نماز کی مختصر سی بحث میں یکتائے روزگار صاحب روح المعانی کا قول نقل کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ انہوں نے قبول نماز کے لئے خشوع کو شرط قرار دیا ہے لیکن علامہ عثمانی نے فرمایا کہ ''میرے نزدیک حسن قبول کے لئے خشوع شرط ہے۔ دیکھئے صاحب روح المعانی کے قبول صلوٰۃ کے الفاظ میں فقیہ دانش مند نے حسن کا لفظ بڑھا کر حسن قبول سے اپنے فقہ نفس کو ابھارا اور نکھار کر رکھ دیا ہے۔ یہیں سے ان کے تفقہ کا پتہ چلتا ہے۔

یہ تھے فقیہ دانش مند جن کی فقہی قدروں کا مقام اس قدر اونچا اور جچا تلا ہوا ہے کہ اس مقام کو پالینے کے بعد ان کو فخر حنفیت کہنا آسان ہو جاتا ہے۔ پیغمبر برحق کا فرمانا حق ہے کہ

من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین

اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دین میں سمجھ عطا فرماتا ہے۔ (کمالات عثمانی)

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کا حکیمانہ جواب

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ نے تحریر فرمایا کہ

رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی مرحوم اور اس ناکارہ کا طالب علمی کا دور تقریباً ایک ہے۔ وہ دیوبند میں پڑھتے تھے میں سہارنپور میں وہ مجھے ابن فلاں کی حیثیت سے جانتے تھے اور میں انہیں ایک لیڈر کی حیثیت سے جانتا تھا اور ایک دوسرے سے تقریباً نفرت تھی۔ وہ ہمیشہ مجھے دیکھ کر یوں کہتے تھے کہ ایسے بیکار آدمیوں کا وجود زمین پر بوجھ ہے اور چونکہ وہ جری لسان تھے اس لئے جو منہ میں آتا کہہ دیتے اور میں اپنے ضعف وجمود کی وجہ سے زبانی تو کچھ نکیر نہ کرتا مگر دل میں یہ سوچتا کہ اس شخص کا مدرسہ میں رہنا ناجائز ہے جس کو پڑھنا نہیں لیڈری کرنا ہے وہ طالب علمی کا کیوں نام بدنام کرے مدرسہ کی روٹیاں کیوں کھائے کسی اخبار میں جاکر نوکری کرے۔ وہ مرحوم فارغ ہوکر اپنے لیڈرانہ مشاغل میں لگ گئے۔ عرصہ تک ملاقات بھی نہ ہوئی۔ اس کے بعد ان کی زندگی نے کچھ پلٹا کھایا اور رائے پور کی حاضری شروع ہوئی۔ حضرت اقدس رائے پور جانے والے پہلا سوال یہ کیا کرتے تھے کہ شیخ الحدیث سے مل کر آئے یا نہیں؟

اس مجبوری کو ہر رائے پوری قدس سرہ کا یہ عام دستور اور قاعدہ کلیہ سب ہی کو معلوم ہے کہ وہ ہر رائے پور جانے والے کے لئے نفی میں جواب دینے کی شرم کی وجہ سے دل چاہے یا نہ چاہے مل کر جانا پڑتا ہے تو اس کے علاوہ چونکہ اس زمانہ میں حضرت نور اللہ مرقدہ کے اسفار بھی بہت کثرت سے رہتے تھے اس ناکارہ کو حضرت رحمہ اللہ کے اسفار کے حال ہر وقت معلوم رہتا تھا اس لئے بھی لوگ مجبور تھے کہ وہ یہاں آکر معلوم کرلیں کہ حضرت رائے پور ہیں یا کہیں سفر میں ہیں؟

ان دو مجبوریوں کی وجہ سے مولانا مرحوم جب بھی رائے پور جاتے ایک دو منٹ کے لئے آنا ضروری تھا مرحوم بھی سمجھتے یہ ضابطہ پری ہے اور میں بھی سمجھتا۔

ایک دفعہ اس دستور کے موافق مولانا نصیر نے اوپر جاکر کہا کہ مولانا حبیب الرحمٰن صرف ایک منٹ کو مصافحہ کرنا چاہئے ہیں۔ سامان لاری پر رکھا ہے میں نے کہا بلالو۔ میں بھی یہ سمجھ رہا تھا کہ صرف مصافحہ ہی ہے وہ اوپر تشریف لائے اور مصافحہ سے بھی پہلے کھڑے کھڑے یوں کہا:.....

''ایک بات بہت ضروری پوچھنی ہے جواب اس وقت نہیں چاہئے سوچ رکھئے گا کل کو رائے پور سے واپسی میں اس کا جواب لوں گا اور اس پر گفتگو کرنے کیلئے کچھ ٹھہروں گا'' یہ تصوف کیا بلا ہے؟ چونکہ مرحوم نے یہی لفظ کہے تھے اس واسطے لکھ دیئے۔ میں نے کھڑے ہوتے ہوئے مصافحہ کرتے ہوئے کہا کہ ''تصحیح نیت ہے اس کے سوا کچھ نہیں'' کہنے لگے میں تو دلی سے سوچتا آرہا تھا کہ تو اگر یوں کہے گا تو میں یوں کہوں گا میں نے بہت سی تعبیرات اور اس پر بہت سے اشکالات سوچ رکھے تھے تو نے تو ایک ہی لفظ میں نمٹا دیا میں نے کہا اب تو رائے پور میں اس پر اشکالات سوچتے لائیو!

اگلے دن آئے فرمایا۔ اس پر تو کوئی اشکال سمجھ میں نہیں آتا میں نے کہا حقیقت یہی ہے کہ ذکر و شغل مجاہدات وغیرہ سب اسکے پیدا کرنے کیلئے ہیں اور تعلق مع اللہ نسبت انوار وغیرہ سب اسکے ثمرات ہیں۔

فرمانے لگے کہ آج پہلا دن ہے کہ میرے دل میں تیرے سے کچھ اُنس پیدا ہو آج تک تو وحشت ہی تھی.... (ولی کامل)

اہل اللہ کی حکمت وفراست

مناظر اسلام حضرت مولانا امین صفدر صاحب رحمہ اللہ نے حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ سے اپنی بیعت کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

ایک دن میں خدام الدین میں حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی مجلس ذکر کی تقریر پڑھ رہا تھا' جس میں آپ کا فرمان تھا کہ جسمانی آنکھیں تو اللہ تعالیٰ نے گدھوں اور کتوں کو بھی دی ہیں۔ آنکھیں تو اصل دل کی ہیں۔ اگر یہ روشن ہو جائیں تو انسان کو حرام حلال کا امتیاز ہو جاتا ہے اور اگر وہ قبر کے پاس سے گزرے تو اسے پتہ چلتا ہے کہ یہ قبر جنت کا باغ ہے یا دوزخ کا گڑھا' میں یہ پڑھ ہی رہا تھا کہ ایک ماسٹر صاحب جن کا نام رشید احمد تھا' وہ ہال کمرے میں داخل ہوئے' ان کے ہاتھ میں پانچ روپے کا نوٹ تھا اور کہتے آرہے تھے کہ کسی نے حرام نوٹ لینا ہے' یہ حرام ہے حرام' میں نے کہا مجھے دے دو۔ وہ مجھ سے پوچھنے لگے تم کیا کرو گے؟ میں نے حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی مجلس ذکر کی وہ

تقریر سنائی اور کہا لاہور چلتے ہیں اور امتحان لیتے ہیں کہ خود حضرت لاہوری رحمہ اللہ کو حلال حرام کی تمیز ہے یا نہیں؟ اس پر چار پانچ ٹیچر اور تیار ہو گئے۔ ہم سب نے ایک ایک روپیہ اپنے پاس سے لے لیا' ایک روپے کے سیب اپنے روپے سے اور ایک کے حرام روپے سے خریدے اس طرح پانچ پھل ہم نے خرید لئے اور ہر پھل پر کوئی ایک نشانی لگا دی کہ یہ سیب حرام روپے کا ہے اور وہ حلال روپے کا ہے' یہ کینو حرام روپے کا ہے وہ حلال کا' غرضیکہ ہم پھل لے کر لاہور پہنچ گئے اور حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی خدمت میں جا پیش کئے' حضرت رحمہ اللہ نے پھلوں کی طرف دیکھا' پھر ہماری طرف دیکھا اور فرمایا بھئی یہ کیا لائے ہو میں نے عرض کیا: حضرت! زیارت کیلئے حاضر ہوئے ہیں' یہ کچھ ہدیہ ہے' فرمایا ہدیہ لائے ہو یا میرا امتحان لینے آئے ہو؟ یہ فرما کر آپ رحمہ اللہ نے ان مختلف پھلوں کو الگ الگ کر دیا اور فرمایا یہ حلال ہیں' یہ حرام ہیں' اب ہم نے بیعت کی درخواست کی تو حضرت نے سختی سے فرمایا: ''چلے جاؤ' تم بیعت کیلئے تھوڑا آئے ہو تم تو امتحان کیلئے آئے تھے اور ہمیں اٹھا دیا ہم واپس اسٹیشن پر آ گئے گاڑی آئی' باقی چاروں ساتھی سوار ہو گئے مگر میرا دل سوار ہونے کو نہ چاہا' میں ٹکٹ واپس کر کے شاہدرہ اپنے ہم زلف کے ہاں چلا گیا اور اگلے دن فجر کی نماز مسجد شیرانوالہ میں حضرت کی اقتدا میں ادا کی: نماز کے بعد درس کی جگہ پر حضرت رحمہ اللہ نے درس قرآن ارشاد فرمایا درس کے بعد چند ساتھی بیعت کیلئے بڑھے' میں بھی ساتھ بیٹھ گیا' دیکھ کر مسکرا کر فرمایا: اچھا اب بیعت کیلئے آ گئے ہو؟ میں نے عرض کیا: حضرت! حاضر ہو گیا ہوں' حضرت رحمہ اللہ نے بیعت فرمایا اور اسم ذات' استغفار اور درود شریف کی تسبیحات کی تعلیم فرمائی۔ (سہ ماہی وفاق)

حضرت فضیل بن عیاض کی ہارون رشید کو نصیحت

ہارون رشید نے ایک مرتبہ اپنے وزیر فضل برمکی سے کہا کوئی کامل مرد ہو تو اس کا خیال رکھو۔ وزیر خلیفہ کو پہلے حضرت عبدالرزاق اصفہانی پھر سفیان بن عیینہ کے پاس لے گیا لیکن خلیفہ کو دونوں سے تسلی خاطر نہ ہوئی کیونکہ دونوں صاحبان سے رخصت ہوتے وقت جب دریافت کیا گیا کہ کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتاؤ۔

دونوں نے اپنے قرضہ کا اظہار کیا۔امیر المؤمنین کے حکم سے قرضہ تو ادا کر دیا گیا۔ مگران کے تقدس کا امیر المؤمنین پر اثر نہ ہوسکا۔

آخر حضرت فضیل کا دروازہ کھٹکھٹایا۔فرمایا کون ہے؟ وزیر نے کہا امیر المؤمنین آئے ہیں! کہا یہاں امیر کا کیا کام! ان سے کہئے تشریف لے جائیں اور میرے مشاغل میں مخل نہ ہوں۔

غرض وہ زبردستی گھس آئے۔خلیفہ نے کہا کوئی نصیحت فرمایئے۔فرمایا جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تخت خلافت پر بیٹھے ہیں تو انہوں نے اپنے آپ کو بہت سی بلاؤں (ذمہ داریوں) سے گھرا ہوا پایا۔خلیفہ متاثر ہوا اور کہا کچھ اور ارشاد کیجئے۔

فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اس کے حضور میں جواب دہی کے لئے تیار رہو (جس طرح اوروں کو اپنی جوابدہی کے لئے تیار رکھتے ہو) قیامت کے دن تجھ سے ایک ایک آدمی کا حساب لیا جائے گا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی بڑھیا کسی رات بھوکی سوئی ہوگی تو قیامت کے روز وہ بھی تیری دامن گیر ہوگی۔''

خلیفہ یہ سن کر کانپ اٹھا اور اس کے آنسو نکل آئے۔فضل برمکی نے کہا فضیل بن عیاض اب سلسلہ گفتگو ختم کیجئے۔آپ نے تو امیر المؤمنین کو مار ڈالا ہے۔

فرمایا: میں نے نہیں بلکہ تم نے اور تم جیسے دوسروں لوگوں نے اسکو ہلاکت کے قریب پہنچادیا ہے۔

خلیفہ نے کہا آپ کے سر پر قرضہ ہو تو فرمایئے ادا کردوں۔فرمایا خداوند کریم کا قرض ہے یعنی مجھ سے صحیح طور سے اطاعت نہ ہوسکی۔خلیفہ نے کہا کسی بندہ کا قرض پوچھتا ہوں۔فرمایا: الحمدللہ! اس طرف سے خدا کا شکر ہے۔

خلیفہ نے کہا یہ ایک ہزار کی تھیلی ہے۔میری والدہ کی میراث ہے اور خالص طیب ہے اسکو قبول کیجئے۔

آپ نے فرمایا: افسوس میری تمام نصیحتوں نے تم کو کوئی فائدہ نہ پہنچایا اور میرے ہی ساتھ یہ ظلم روا رکھا اس کو دو جس کو ضرورت ہے اور دینا چاہتے ہو اس کو جس کو ضرورت نہیں۔

یہ کہہ کر آپ نے دروازہ بند کرلیا اور ہارون رشید اور اس کا وزیر واپس چلے گئے۔

حضرت فضیل بن عیاض ابتداء میں ڈاکوؤں اور رہزنوں کے سردار تھے ان

کے تائب ہونے کا واقعہ بھی بڑا حیرت انگیز وعبرت خیز ہے۔ایک قافلہ کے ساتھ ایک قاری بھی تھا۔ جب قافلہ دن کو روانہ ہوتا تھا تو قاری بدرقہ کے اونٹ پر بیٹھ کر نہایت خوش الحانی سے قرآن کریم پڑھا کرتا تھا۔ جب قافلہ فضیل کے پاس سے گزرا اس وقت قاری صاحب یہ آیت کریمہ پڑھ رہے تھے۔

اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ

کیاایمان والوں کیلئے ابھی وقت نہیں آیا کہ انکے دل ذکرالٰہی کیلئے گڑگڑائیں اور عاجزی کریں۔

یہ سنتے ہی آپ کے قلب پر ایک چوٹ لگی اور بے قراری کے عالم میں اپنے خیمہ سے باہر نکل آئے اور ایک ایک کا حساب چکا دیا۔ تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ ہارون رشید بہ نفس نفیس آپ کے مکان پر جایا کرتا تھا۔

خدائی حکمت کا نظارہ

علامہ کمال الدین دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب حیوۃ الحیوان میں اسلامی تاریخ کا ایک عجیب لطیفہ تحریر فرمایا ہے اور وہ یہ کہ مسلمانوں کا ہر چھٹا امیر معزول یا مقتول ہوا ہے، پھر اسے ثابت کرنے کے لئے صدیوں تک کی مختصر تاریخ پیش کی ہے۔ مسلمانوں کی خلافت کی ترتیب حسب ذیل رہی ہے۔

(۱) مسلمانوں کے سب سے پہلے امیر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

(۲) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۳) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۴) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۵) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۶) ان کے بیٹے چھٹے خلیفہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے، چنانچہ وہ معزول ہوئے ہیں پھر خلفاء کی ترتیب اس طرح رہی ہے۔

(۱) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ (۲) یزید بن معاویہ (۳) معاویہ بن یزید (۴)

مروان بن حکم (۵) عبدالملک بن مروان (۶) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ۔ یہ چھٹے امیر تھے اور قتل کیے گئے۔ آپ کے بعد خلفاء کی ترتیب اس طرح رہی ہے۔

(۱) ولید بن عبدالملک۔ (۲) سلیمان بن عبدالملک۔ (۳) حضرت عمر بن عبدالعزیز۔ (۴) یزید بن عبدالملک۔ (۵) ہشام بن عبدالملک۔ (۶) ولید بن یزید بن عبدالملک۔ یہ چھٹا امیر تھا۔ چنانچہ اسے معزول کیا گیا۔ کیونکہ یہ بڑا فاسق و فاجر تھا۔ اس کے بعد خلفاء کی ترتیب اس طرح رہی ہے۔

(۱) یزید بن ولید بن عبدالملک۔ (۲) ابراہیم بن ولید۔ (۳) مروان بن محمد، اس کے بعد خلافت بنوامیہ ختم ہوگئی۔ اس لئے مندرجہ بالا تاریخی اصول کا عمل ظاہر نہ ہوسکا، کیونکہ ولید بن یزید کے بعد صرف تین خلفاء ہوئے اور پھر خلافت بنو عباس قائم ہوئی، اس میں یہ ہی اصول اپنا عمل دکھاتا رہا ہے۔

خلافت عباسیہ

ان کی ترتیب یوں رہی ہے

(۱) سفاح (۲) ابوجعفر منصور (۳) محمد مہدی (۴) موسیٰ الہادی (۵) ہارون الرشید (۶) محمد امین بن ہارون رشید۔ یہ چھٹا خلیفہ تھا، لہٰذا مامون رشید کے ہاتھوں معزول اور مقتول ہوا۔ اس کے بعد ترتیب اس طرح رہی۔

(۱) مامون الرشید (۲) ابراہیم المعتصم باللہ (۳) واثق باللہ (۴) جعفر المتوکل (۵) محمد المنتصر باللہ (۶) احمد المستعین باللہ۔ یہ چھٹا تھا۔ لہٰذا معزول و مقتول ہوا۔ اسکے بعد حسب ذیل خلفاء آئے۔

(۱) محمد المعتز باللہ (۲) جعفر المہتدی باللہ (۳) احمد المعتمد علی اللہ (۴) احمد المعتضد باللہ (۵) علی المکتفی باللہ (۶) جعفر المقتدر باللہ۔ یہ چھٹا ہے۔ چنانچہ اسے دو مرتبہ معزول کیا گیا۔ اس کے بعد مندرجہ ذیل امراء آئے۔

(۱) عبداللہ بن معتز المرتضیٰ باللہ (۲) محمد القاصر باللہ (۳) احمد الراضی باللہ (۴) ابراہیم المتقی باللہ (۵) عبداللہ المکتفی باللہ بن المکتفی (۶) ابوالفضل المطیع باللہ۔ یہ چھٹا

تھا۔ چنانچہ معزول ہوا، اس کے بعد ترتیب اس طرح ہے۔

(۱) احمد القادر باللہ (۲) عبداللہ القائم بامر اللہ (۳) المقتدی بامر اللہ (۴) مستظہر باللہ (۵) مسترشد باللہ (۶) جعفر الراشد باللہ۔ یہ چھٹا ہے، معزول ہوا۔ پھر ترتیب یوں ہے۔

(۱) المقتفی لامر اللہ (۲) مستنجد باللہ (۳) مستضی بنور اللہ (۴) ناصر الدین اللہ (۵) الظاہر بامر اللہ (۶) مستعصم باللہ۔ یہ چھٹا ہے، لہٰذا معزول اور مقتول ہوا۔ پھر ترتیب اس طرح رہی۔

(۱) مستنصر باللہ (۲) حاکم بامر اللہ (۳) مستکفی باللہ (۴) حاکم بامر اللہ بن المستکفی باللہ (۵) معتضد باللہ (۶) متوکل علی اللہ۔ ان کے بعد خلافت عباسیہ چھ خلفاء تک نہیں پہنچ سکی۔

فاطمی خلفاء

علامہ دمیری رحمہ اللہ نے مصر کے فاطمی خلفاء میں بھی یہی اصول بیان کیا ہے۔ ان کی ترتیب یہ ہے۔ (۱) مہد (۲) قائم (۳) منصور (۴) معز (۵) عزیز (۶) حاکم۔ یہ اپنی بہن کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ پھر (۱) ظاہر (۲) مستنصر (۳) مستعلی (۴) آمر (۵) حافظ (۶) ظافر۔ یہ چھٹے تھے اور معزول ہوئے۔ پھر (۱) فائز (۲) عاضد۔ یہاں یہ خلافت بھی ختم ہوگئی۔

ایوبی خلفاء

ایوبی خلفاء میں بھی یہ اصول عمل دکھاتا رہا ہے۔ ان کی ترتیب حسب ذیل ہے۔

(۱) صلاح الدین ایوبی (۲) عزیز (۳) افضل (۴) العادل الکبیر (۵) کامل (۶) العادل الصغیر۔ یہ چھٹے تھے۔ چنانچہ معزول ہوئے۔ آگے چھ خلفاء تک تعداد نہیں پہنچ سکی۔

ترکی خلفاء

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ترکی خلفاء میں بھی یہ اصول ثابت کیا ہے۔ (حیٰوۃ الحیوان) (بحوالہ کشکول)

سلطان محمود کی زندگی کا حکیمانہ واقعہ

ایک رات حضرت سلطان محمودؒ شاہی لباس اتار کر عام لباس میں رعیت کی نگرانی کے لئے تنہا گشت فرما رہے تھے کہ اچانک چوروں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ آپس میں کچھ مشورہ کر رہا ہے۔ چوروں نے سلطان محمود کو دیکھ کر دریافت کیا کہ اے شخص تو کون ہے؟

بادشاہ نے کہا کہ میں بھی تم ہی میں سے ایک ہوں۔ وہ لوگ سمجھے کہ یہ بھی کوئی چور ہے اس لئے ساتھ لے لیا۔ پھر آپس میں باتیں کرنے لگے اور یہ مشورہ ہوا کہ ہر ایک اپنا اپنا ہنر بیان کرے تاکہ وہی کام اس کے سپرد کر دیا جاوے۔ ایک نے کہا صاحبو! میں اپنے کانوں میں ایسی خاصیت رکھتا ہوں کہ کتا جو کچھ اپنی آواز میں کہتا ہے میں سب سمجھ لیتا ہوں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

دوسرے نے کہا کہ میری آنکھوں میں ایسی خاصیت ہے کہ جس شخص کو اندھیری رات میں دیکھ لیتا ہوں اس کو دن میں بلاشک وشبہ پہچان لیتا ہوں۔

تیسرے نے کہا کہ میرے بازوؤں میں ایسی خاصیت ہے کہ میں ہاتھ کے زور سے نقب لگا لیتا ہوں یعنی گھر میں داخل ہونے کے لئے مضبوط دیوار میں بھی ہاتھ سے سوراخ کر دیتا ہوں۔

چوتھے نے کہا کہ میری ناک میں ایسی خاصیت ہے کہ مٹی سونگھ کر معلوم کر لیتا ہوں کہ اس جگہ خزانہ مدفون ہے یا نہیں۔ جیسے مجنوں نے بغیر بتلائے ہوئے خاک سونگھ کر معلوم کر لیا تھا کہ اس جگہ لیلیٰ کی قبر ہے۔

پانچویں شخص نے کہا کہ میرے پنجہ میں ایسی قوت ہے کہ محل خواہ کتنا ہی بلند ہو لیکن میں اپنے پنجہ کے زور سے کمند کو اس محل کے کنگرہ میں مضبوط لگا دیتا ہوں اور اس طرح مکان میں آسانی سے داخل ہو جاتا ہوں۔

پھر سب نے مل کر بادشاہ سے دریافت کیا کہ اے شخص تیرے اندر کیا ہنر ہے جس سے چوری کرنے میں مدد مل سکے۔ بادشاہ نے جواب دیا۔

میری داڑھی میں ایسی خاصیت ہے کہ پھانسی کے مجرموں کو جب جلادوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے اس وقت اگر میری داڑھی ہل جاتی ہے تو سب اسی وقت رہائی پا جاتے ہیں یعنی جب میں ترحم سے داڑھی ہلا دیتا ہوں تو مجرمین کو قتل کی سزا سے فی الفور نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ سنتے ہی چوروں نے کہا اے ہمارے قطب! چونکہ یوم مشقت میں خلاصی کا ذریعہ آپ ہی ہیں یعنی اگر ہم پکڑے جاویں تو آپ کی برکت سے چھوٹ جاویں گے اس لئے اب ہم سب کو بے فکری ہو گئی کیونکہ اوروں کے پاس تو صرف ایسے ہنر تھے جن سے چوری کی تکمیل ہوتی تھی لیکن سزا کے خطرہ سے بچانے کا ہنر کسی کے پاس نہ تھا۔ یہی کسر باقی تھی جو آپ کی وجہ سے پوری ہو گئی اور سزا کا خطرہ بھی ختم ہو گیا بس اب کام میں لگ جانا چاہئے۔ اس مشورہ کے

بعد سب نے قصر شاہ محمود کی طرف رخ کیا اور شاہ خود بھی ان کے ہمراہ ہو گیا۔ راستہ میں کتا بھونکا تو کتے کی آواز سمجھنے والے نے کہا کہ کتے نے کہا ہے کہ تمہارے ساتھ بادشاہ بھی ہے۔ لیکن اس کی بات کی طرف چوروں نے دھیان نہ دیا کیونکہ لالچ ہنر کو پوشیدہ کر دیتا ہے۔

ایک نے خاک سونگھی اور بتا دیا کہ شاہی خزانہ یہاں ہے ایک نے کمند پھینکی اور شاہی محل میں داخل ہو گیا۔ نقب زن نے نقب لگا دی اور آپس میں خزانہ تقسیم کر لیا اور جلدی جلدی ہر ایک نے مال مسروقہ پوشیدہ کر لیا۔ بادشاہ نے ہر ایک کا حلیہ پہچان لیا اور ہر ایک کی قیام گاہ کے راستوں کو محفوظ کر لیا۔ اور اپنے کو ان سے مخفی کر کے محل شاہی کی طرف واپس ہو گیا۔

بادشاہ نے دن کو عدالت میں شب کا تمام ماجرا بیان کر کے سپاہیوں کو حکم دیا کہ سب کو گرفتار کر لو اور سزاء قتل سنا دو۔ جب وہ سب کے سب مشکیں کسی ہوئی عدالت میں حاضر ہوئے تو تخت شاہی کے سامنے ہر ایک خوف سے کانپنے لگا لیکن وہ چور جس کے اندر یہ خاصیت تھی کہ جس کو اندھیری رات میں دیکھ لیتا دن میں بھی اس کو بے شبہ پہچان لیتا وہ مطمئن تھا۔ اس پر خوف کے ساتھ رجاء کے آثار بھی نمایاں تھے۔ یعنی ہیبت سلطانی اور قہر انتقامی سے ترساں اور لطف سلطانی کا امیدوار تھا کہ حسب وعدہ جب مراحم خسروانہ سے داڑھی ہل جائے گی تو فی الفور خلاصی ہو جاوے گی اور حسب وعدہ میں اپنے تمام گروہ کو بھی چھڑا لوں گا کیونکہ غایت مروت سے بادشاہ اپنے جان پہچان والے سے اعراض نہ کرے گا بلکہ عرض قبول کر کے سب کو چھوڑ دے گا۔

اس شخص کا چہرہ خوف اور امید سے کبھی زرد کبھی سرخ ہو رہا تھا کہ بادشاہ نے محمود جلالت خسروانہ کے ساتھ حکم نافذ فرمایا کہ ان سب کو جلادوں کے سپرد کر کے دار پر لٹکا دو اور چونکہ اس مقدمہ میں سلطان خود شاہد ہے اس لئے کسی اور کی گواہی ضروری نہیں۔ یہ سنتے ہی اس شخص نے دل کو سنبھال کر ادب سے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اجازت حاصل کر کے اس نے کہا حضور! ہم میں سے ہر ایک نے اپنے مجرمانہ ہنر کی تکمیل کر دی۔ اب خسروانہ ہنر کا ظہور حسب وعدہ فرما دیا جائے۔ میں نے آپ کو پہچان لیا ہے۔ آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ میری داڑھی میں ایسی خاصیت ہے کہ اگر کرم سے ہل جاوے تو مجرم خلاصی پا جاوے۔ لہٰذا اے بادشاہ! اب اپنی داڑھی ہلا دیجئے تا کہ آپ کے لطف کے صدقہ

میں ہم سب اپنے جرائم کی عقوبت وسزا سے نجات پا جائیں۔ ہمارے ہنروں نے تو ہمیں دار تک پہنچا دیا اب صرف آپ ہی کا ہنر ہمیں اس عقوبت سے نجات دلا سکتا ہے۔ آپ کے ہنر کے ظہور کا یہی وقت ہے۔ ہاں کرم سے جلد داڑھی ہلایئے کہ خوف سے ہمارے کلیجے منہ کو آ رہے ہیں۔ اپنی داڑھی کی خاصیت سے ہم سب کو جلد مسرور فرما دیجئے۔

سلطان محمود اس گفتگو سے مسکرایا اور اس کا دریائے کرم مجرمین کی فریاد و نالہ اضرار سے جوش میں آ گیا ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص نے اپنی اپنی خاصیت دکھا دی۔ حتیٰ کہ تمہارے کمال اور ہنر نے تمہاری گردنوں کو مبتلا قہر کر دیا بجز اس شخص کے کہ یہ سلطان کا عارف تھا اور اس کی نظر نے رات کی ظلمت میں ہمیں دیکھ لیا تھا اور ہمیں پہچان لیا تھا پس اس شخص کی اس نگاہ سلطان شناس کے صدقہ میں تم سب کو رہا کرتا ہوں۔ مجھے اس پہچاننے والی آنکھ سے شرم آتی ہے کہ میں اپنی داڑھی کا ہنر ظاہر نہ کروں۔ (دینی دسترخوان)

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ کے حاسدوں نے ایک مرتبہ آپ کا ایک مکتوب جس میں آپ نے مقامات سلوک کے عروج وسیر کا ذکر کیا ہے اس بناء پر جہانگیر کے حضور میں پیش کیا کہ اس مکتوب میں انہوں نے اپنے آپ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے افضل وبرتر ظاہر کیا ہے۔

بادشاہ نے بلوایا اور پوچھا کیا صحیح ہے کہ آپ اپنے آپ کو حضرت صدیق اکبرؓ سے افضل جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہم اہل سنت والجماعت جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جو خلیفہ چہارم ہیں حضرت ابوبکر صدیقؓ پر ترجیح نہیں دیتے تو اپنے آپ کو کس طرح ان سے افضل سمجھ سکتے ہیں؟

بادشاہ نے مکتوب کا ذکر کیا اور کہا اس کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا سیر وسلوک اور عروج مقامات کا اثر لحظہ بھر کا ہوتا ہے جیسے بادشاہ کسی شخص کو اپنے پاس بلائے اور ہمکلامی کی عزت بخشے تو ضرور ہے کہ وہ مقامات پانچ ہزاری اور ہفت ہزاری کو طے کرتا ہوا آئے گا مگر جب بادشاہ اس کو رخصت کر دے گا تو پھر وہ اپنے اصلی مقام پر جا پہنچے گا اس ہمکلامی سے اس کا مرتبہ کسی طرح پانچ ہزاری وہفت ہزاری کے مناصب جلیلہ سے بڑھ نہیں سکتا اور

میں نے تو اپنے مکتوب میں خود لکھا ہے کہ "بعکس آں مقام خود را رنگین یافتہ ام"۔ اس لیے جو عکس آفتاب سے منعکس ہو وہ آفتاب کے رتبہ کو کس طرح پہنچ سکتا ہے۔

بادشاہ کی تسلی ہو جانے پر حاسدوں نے بہت پیچ و تاب کھائے۔ آخر موقعہ پا کر پھر کہا کہ اس کو اپنی شہرت و عظمت اور مریدوں و معتقدوں کی کثرت پر جن میں بڑے بڑے ارکان سلطنت بھی ہیں گھمنڈ اور غرور ہے اندیشہ ہے کہ کسی دن بادشاہی کا دعویٰ ہی نہ کر بیٹھے۔ دور اندیشی کا تقاضا یہ ہے کہ آنے والے فتنہ و فساد کا ابھی سے انسداد کر دیا جائے اور تدبیر اس کی یہ ہے کہ اس کو حضور میں بلایا جائے اگر اس نے بادشاہ کے آگے سر جھکا دیا اور سجدہ کر لیا تو سمجھا جائے گا کہ بادشاہ کا مخالف نہیں ہے اور اگر اس نے اس کے خلاف کیا تو صاف ظاہر ہے کہ اس کی نیت بخیر نہیں۔

بادشاہوں کو سلطنت کے معاملہ میں اپنے سایہ سے بھی وہم ہوتا ہے جہانگیر نے پھر آپکو بلایا۔ آپ آئے اور بغیر کورنش اور سجدہ اور دیگر شاہی مراسم کے جو خلاف شریعت تھے اور شرک و بدعت سے تعلق رکھتے تھے۔ شرعی سلام کر کے کھڑے ہو گئے۔ بادشاہ نے شاہی مراسم ادا کرنے بلکہ صاف طور پر سجدہ بجالانے کا حکم دیا۔

آپ نے جواب میں فرمایا۔ سجدہ سوائے خدا کے جو شہنشاہوں کا بھی شہنشاہ ہے کسی کو بھی جائز نہیں ہے۔ مفتی عبدالرحمٰن نے جو اکابر علمائے وقت سے تھے اور حاضر دربار تھے بادشاہ کو برسر عتاب دیکھ کر آپ سے کہا میں فتویٰ دیتا ہوں کہ بادشاہ کو سجدہ کرنا جائز ہے اس لیے کہ جان کا خوف ہے اور جان کا بچانا فرض ہے۔

آپ نے فرمایا بے شک جب جان کا خوف ہو تو اس وقت سجدہ کرنا جائز ہے مگر وہ آخری سجدہ بھی صرف خدا کی ذات کے لئے ہی ہے۔

غرض بادشاہ نے بہت زور لگایا اور مفتی صاحب نے بہت سر مارا مگر آپ صاف و صریح انکار فرماتے رہے۔ بادشاہ نے برافروختہ ہو کر آپ کو قید خانہ (اس زمانہ میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کی عمر پچاس سال سے زیادہ تھی اور ۱۰۲۰ھ تھا۔) میں نظر بند کر دینے کا حکم دے دیا۔

روضۂ قیومیہ میں لکھا ہے کہ مفتی عبدالرحمٰن اور شہزادہ خرم (جو بادشاہ ہو کر شاہجہاں کہلایا) قید خانہ میں آپکے پاس گئے اور کتب فقہ وغیرہ سے سجدہ کا جواز پیش کیا اور کہا معمولی سی بات ہے ایک

لمحہ کیلئے سر کو زمین پر رکھ دینے سے تمام عمر کی نجات ہے مگر آپ نے اس پر بھی صاف انکار فرما دیا۔
بادشاہ نے اس خیال سے کہ یہاں کوئی شورش نہ ہو جائے آپ کو گوالیار کے مشہور قید خانہ میں بھجوا دیا۔ آخر دو برس کے بعد جہانگیر نے خود ہی پشیمان ہو کر ان کو اپنے پاس بلایا بہت کچھ معذرت کی اور نہ صرف بڑے اعزاز واکرام کے ساتھ پیش آیا بلکہ آپ کے ایماء پر اس نے بہت سی خلاف شرع باتیں موقوف کر دیں۔

حکیمانہ تبلیغ کے ثمرات

شہاب الدین غوری کے عہد میں ملاحدہ کا فتنہ اٹھا جو شاہ الموت کے زیر ہدایت جا بجا مسلمانوں کے لباس میں پھیلے ہوئے موقع کے منتظر تھے، انہوں نے ۶۰۰ھ کے اواخر اور ۶۰۱ھ کے شروع میں ملتان اور پنجاب کے اندر ایک اودھم مچادی اور امن وامان برباد کر دیا۔
سلطان شہاب الدین کی ساری عمر زیادہ تر انہی کے فتنہ کے استیصال میں گزری تھی۔ اب پھر سندھ و ملتان اور مغربی پنجاب میں ان کا زور دیکھ کر اس طرف آنا پڑا۔ ادھر دہلی کے قطب الدین ایبک پہنچ گئے۔ ان لوگوں کو اور جو انکی حمایت کرتے تھے انکو سزائیں دیں اور انکے بلاد کا امن وامان بحال کیا۔
ان کی حمایت کرنے والوں میں ایک قوم گھگڑ یا کھوکر کے نام سے موسوم غیر مسلم زنار دار تھی، ان کا پیشہ رہزنی تھا، اور مسلمانوں کے قتل کو ثواب جانتے تھے۔ اس لئے ان ملاحدہ کو ان کے اندر خوب رسوخ حاصل تھا، ایک مسلمان اتفاقاً ان کے ہاتھ میں گرفتار ہوا، جس کو انہوں نے بجائے قتل کرنے کے قید کر دیا۔ اس مسلمان قیدی کے اوضاع واطوار اور حرکات وسکنات اس شخص کو بہت پسند آئے، جس کے ہاتھ میں یہ مسلمان قید تھا، قیدی نے موقع پا کر اسلام کی تبلیغ وتلقین شروع کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گھگڑ نے اسلام قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ قیدی نے سلطان کے پاس یہ خبر بھجوائی۔ سلطان شہاب الدین غوریؒ نے اس نو مسلم گھگڑ کو اس علاقہ کا حاکم بنا دیا تا کہ وہ خود اپنی قوم کا بندوبست کر سکے۔ اور قتل وغارت سے یہ قوم باز آئے۔ اس نو مسلم گھگڑ کی کوشش سے کئی لاکھ گھگڑ دائرہ اسلام میں داخل ہو کر بہت شائستہ زندگی بسر کرنے لگے۔ ورنہ اس سے پہلے ان میں ایک عورت کو متعدد شوہر کرنے اور دختر کشی وغیرہ کا عام رواج تھا۔ (فتوح الہند)

حکمت بھری نصیحت

سلطان ملک شاہ ایک مرتبہ اصفہان میں جنگل میں شکار کھیل رہا تھا کسی گاؤں میں قیام ہوا۔ وہاں ایک غریب بیوہ کی گائے تھی جس کے دودھ سے تین بچوں کی پرورش ہوتی تھی بادشاہی آدمیوں نے اس گائے کو ذبح کر کے خوب کباب بنائے، غریب بڑھیا کو خبر ہوئی وہ بدحواست ہو گئی بادشاہی آدمیوں کا مقابلہ کوئی داد و فریاد سننے کو تیار نہ تھا۔ اس پر لاوارث اور ایک غریب عورت۔ ساری رات اس نے پریشانی میں کاٹی۔ صبح ہوئی دل میں خیال آیا کہ کوئی نہیں سنتا تو نہ سہی کیا بادشاہ بھی نہ سنے گا جس کو خدا نے غریبوں کو ظالموں سے نجات دینے کیلئے اتنی بڑی سلطنت دی ہے۔ بادشاہ تک پہنچنے کی کوشش کی مگر ناکام رہی۔ معلوم ہوا بادشاہ فلاں راستے سے شکار کو نکلے گا چنانچہ ''زندرود'' (اصفہان کی مشہور نہر) کے پل پر جا کر کھڑی ہو گئی جب سلطان پُل پر آیا تو بڑھیا نے ہمت اور جرأت سے کام لے کر کہا: اے الپ ارسلان کے بیٹے میرا انصاف اس نہر کے پل پر کرے گا یا پُل صراط پر جو جگہ پسند ہو انتخاب کر لے۔ بادشاہ کے ہمراہی یہ بے باکی دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے۔ بادشاہ گھوڑے سے اتر پڑا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس عجیب و غریب اور حیرت انگیز سوال کا اس پر خاص اثر ہوا۔ اور بڑھیا سے کہا پل صراط کی طاقت نہیں ہے میں اسی جگہ فیصلہ کرنا چاہتا ہوں۔ کہو کیا کہتی ہو۔ بڑھیا نے اپنا سارا قصہ بیان کیا۔ بادشاہ نے لشکریوں کی اس نالائق حرکت پر افسوس ظاہر کیا اور ایک گائے کے عوض میں اسی کو ستر گائیں دلائیں اور مالا مال کر دیا اور جب اس بڑھیا نے کہا تمہارے عدل و انصاف سے میں خوش ہوں اور میرا خدا اور رسول خوش ہے تو گھوڑے پر سوار ہوا۔ آہ! کیا زمانہ تھا، کہنے والے کیسے آزاد خیال تھے اور سننے والے کیسے عالی حوصلہ! اگر موجودہ تہذیب و شائستگی کے زمانہ میں کوئی شخص اس طرح حاکم کی سواری روک لے اور اس سے ایسی آزادانہ گفتگو کرے تو پاگل خانے بھجوا دیا جائے (خزینہ)

اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں حکمت

ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ وہ جنگل میں رہتے تھے اور انہوں نے ایک گدھا پال رکھا تھا جس پر اسباب لادتے تھے اور ایک کتا رکھ چھوڑا تھا جو مکان کی حفاظت کرتا تھا اور ایک مرغ

پال رکھا تھا جواذان دے کر سب کو جگایا کرتا۔ اللہ کی شان کہ ایک لومڑی آئی اور مرغ کو پکڑ کر لے گئی ان کی بیوی رونے لگی کہ ہائے مرغ جاتا رہا۔ شیخ نے فرمایا رومت اسی میں بہتری ہوگی۔ اس کے بعد بھیڑیا آیا اور گدھے کو مار گیا۔ اس وقت بیوی پھر رنجیدہ ہوئی تو وہ کہنے اسی میں خیر تھی رونے کی کوئی بات نہیں اور پھر اچانک کتا مر گیا تو بیوی پھر غمگین ہوئی تو شیخ نے پھر یہی فرمایا کہ غم نہ کرو اسی میں بھلائی تھی۔ غرض صبح ہوئی تو غنیم کا ایک لشکر اس میدان میں لوٹنے کے لیے آپڑا اور جتنے بھی گھروں کا ان کو پتہ چلا سب کو لوٹ لیا اور بجز ان بزرگ کے اور ان کی بیوی کے سب ہی کو گرفتار کر کے باندی غلام بنا کر لے گئے۔

ان کے مکانات کا دشمن کو اس طرح پتہ چلا کہ کسی کے دروازے کا کتا آہٹ پا کر بھونکنے لگا اور کسی کا گدھا رینگ رہا تھا اور کسی کا مرغ اپنی بانگ بلند کر رہا تھا۔ اس وقت ان بزرگ نے اپنی بیوی سے کہا کہ دیکھا! اس بادیہ نشین قوم کی بربادی کا سبب یہی جانور بن گئے۔ پس خدا کا کتنا فضل تھا کہ ہمارے تینوں جانور پہلے ہی مر گئے ورنہ ہمارا بھی یہی حشر ہوتا اور ہم بھی گرفتار ہوتے (تبلیغ دین)

حکیم الامت رحمہ اللہ کا حکیمانہ جواب

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ کہیں سفر پر تشریف لے جا رہے تھے، راستے میں نئی تعلیم کے دلدادہ ایک صاحب سے ملاقات ہوئی انہوں نے کسی حدیث یا آیت پر یہ شبہ پیش کیا کہ حضرت! قرآن شریف میں آتا ہے کہ قیامت میں انسان کے اعضاء بولیں گے۔ قرآن کریم میں ہے کہ یہ اعضاء گواہی دیں گے۔ ہاتھ گواہی دے گا کہ مجھ سے یہ گناہ کیا گیا تھا، ٹانگ بول پڑے گی کہ میرے ذریعہ سے یہ گناہ کیا گیا تھا۔ ان صاحب نے کہا کہ حضرت! یہ عجیب بات ہے کہ ہاتھ بول پڑے گا ٹانگ بول پڑے گی۔ یہ کیسے بول پڑے گی؟ حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گویائی دے دیں بولنے کی طاقت دے دیں۔ ان صاحب نے کہا کہ ایسا کبھی ہوا بھی ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ تم دلیل پوچھ رہے تھے یا نظیر پوچھ رہے تھے؟ یہ ایک منطق کی اصطلاح ہے۔ دلیل تو اتنی بھی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے جس کو چاہے گویائی عطا

فرمادے اور ہر چیز کی نظیر ہونا ضروری نہیں ہے کہ اس کی کوئی نہ کوئی مثال بھی ہو وہ صاحب کہنے لگے ویسے اطمینان کے لیے کوئی نظیر بنا دیں۔

حضرت نے فرمایا کہ اچھا یہ بتاؤ یہ زبان کیسے بولتی ہے؟ چونکہ اس نے پوچھا تھا کہ ہاتھ بغیر زبان کے کیسے بولے گا؟ حضرت نے فرمایا کہ زبان بغیر زبان کے کیسے بولتی ہے؟ یہ بھی تو گوشت کا ایک لوتھڑا ہی ہے۔ اس کے اندر گویائی کی قوت کہاں سے آ گئی؟ بس اللہ تبارک وتعالیٰ نے عطا فرما دی تو جو اللہ تعالیٰ گوشت کے اس لوتھڑے کو زبان عطا کر سکتا ہے وہ ہاتھ کو بھی عطا کر سکتا ہے اس لیے اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ بہر حال! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت اور دوزخ کے درمیان جو یہ مکالمہ بیان فرمایا اس کے بالکل ٹھیک ٹھیک حقیقی معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں کہ جنت اور دوزخ کو اللہ تعالیٰ بولنے کی طاقت دے دیں اور ان کے درمیان مکالمہ ہو تو یہ کوئی بعید بات نہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ ایک تمثیل ہو۔ (اصلاحی خطبات جلد ۲ ص ۲۰۳)

دعوت کا ایک حکیمانہ طریقہ

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں کہ ہمارے ایک بزرگ گزرے ہیں۔ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی قدس اللہ سرہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے آمین۔ میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے بہت گہرے دوستوں میں سے تھے لاہور میں قیام تھا۔ ایک مرتبہ کراچی تشریف لائے تو دارالعلوم کورنگی میں حضرت والد صاحبؒ سے ملنے کے لیے بھی تشریف لائے چونکہ اللہ والے بزرگ تھے اور والد صاحب کے بہت مخلص دوست تھے اس لیے ان کی ملاقات سے والد صاحب بہت خوش ہوئے صبح دس بجے کے قریب دارالعلوم پہنچے تھے۔ والد صاحب نے ان سے پوچھا کہ کہاں قیام ہے؟ فرمایا کہ آگرہ کالونی میں ایک صاحب کے یہاں قیام ہے، کب واپس تشریف لے جائیں گے؟ فرمایا کل ان شاء اللہ واپس لاہور روانہ ہو جاؤں گا بہر حال! کچھ دیر بات چیت اور ملاقات کے بعد جب واپس جانے لگے تو والد صاحب نے ان سے فرمایا کہ بھائی مولوی ادریس تم اتنے دنوں کے بعد یہاں آئے ہو میرا دل

چاہتا ہے کہ تمہاری دعوت کروں۔ لیکن میں یہ سوچ رہا ہوں کہ تمہارا قیام آگرہ تاج کالونی میں ہے اور میں یہاں کورنگی میں رہتا ہوں اب اگر میں آپ سے یہ کہوں کہ فلاں وقت میرے یہاں آ کر کھانا کھائیں۔ تب تو آپ کو میں مصیبت میں ڈال دوں گا۔ اس لیے کل آپ کو واپس جانا ہے' کام بہت سے ہوں گے۔ اس لیے دل اس بات کو گوارہ نہیں کرتا کہ آپ کو دوبارہ یہاں آنے کی تکلیف دوں لیکن یہ بھی مجھے گوارہ نہیں ہے کہ آپ تشریف لائیں اور بغیر دعوت کے آپ کو روانہ کردوں۔ اس لیے میری طرف سے دعوت کے بدلے یہ سو روپے ہدیہ رکھ لیں۔

مولانا محمد ادریس صاحبؒ نے وہ سو روپے کا نوٹ اپنے سر پر رکھ لیا اور فرمایا کہ یہ تو آپ نے مجھے بہت بڑی نعمت عطا فرمادی۔ آپ کی دعوت کا شرف بھی حاصل ہوگیا اور کوئی تکلیف بھی اٹھانی نہیں پڑی اور پھر اجازت لے کر روانہ ہوگئے۔ (اشادات اکابر)

مدارس کیلئے ایک حکیمانہ اصول

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں۔ میرے والد ماجد نے یہ بات فرمادی تھی کہ ہم نے کوئی دکان نہیں کھولی ہے جس کا ہر دم ہر آن چلتا رہنا ضروری ہو جب تک اصول صحیحہ سے اس کو چلا سکو چلاؤ جب یہ خیال ہو کہ اصول کو پامال کرنا پڑے گا اور دین کی بے عزتی کرنی پڑے گی۔ اسے تالہ ڈال دینا اور بند کر دینا یہ وصیت کر کے تشریف لے گئے۔ الحمد للہ آج تک اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنی رحمت سے اس کو چلا رہے ہیں۔ یہ مثال دنیا کے کسی ادارہ میں نہیں ملے گی۔ یہ اللہ جل جلالہ کی قدرت کا کرشمہ ہے جس کو ہر انسان اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے بے شک کوئی آدمی اس میں اصلاحات کی غرض سے کوئی تجویز پیش کرے تو اس کا خیر مقدم کرنے کیلئے تیار ہیں۔

لیکن کوئی شخص یہ چاہے کہ یہ دینی مدرسہ اپنی روش سے ہٹ کر کسی اور طریقے میں تبدیل ہو جائے یہ ان شاء اللہ کبھی نہیں ہوگا۔ جب تک ہمارے دم میں دم ہے اور جب تک سانس میں سانس ہے یہ اپنی روش سے نہیں ہٹے گا۔ ان شاء اللہ اور جس دن اس کو ہٹانا پڑا اس دن اس کو بند کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اس مزاج کے ساتھ قیامت تک قائم رکھے اور اس کو اپنی رضا کے مطابق چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (اصلاحی خطبات جلد ۷ ص ۱۰۳)

حکمت ومعرفت کی بات

میرے حضرت ڈاکٹر صاحب قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے سالہا سال اس بات کی مشق ہے۔ مثلاً گھر میں داخل ہوا اور کھانے کا وقت آیا اور دستر خوان پر بیٹھے کھانا سامنے آیا اب بھوک شدید ہے اور کھانا بھی لذیذ ہے دل چاہ رہا ہے کہ فوراً کھانا شروع کردوں لیکن ایک لمحے کیلئے کھانے سے رک گیا اور دل سے کہا کہ یہ کھانا نہیں کھائیں گے۔ اس کے بعد دوسرے لمحے یہ سوچا کہ یہ کھانا اللہ کی عطا ہے اور جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا ہے یہ میرے قوت بازو کا کرشمہ نہیں ہے ور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب کھانا سامنے آتا تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر کے اس کو کھالیا کرتے تھے۔ اس لئے میں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں اس کھانے کو کھاؤں گا۔ اس کے بعد بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرتا۔

گھر میں داخل ہوئے اور بچہ کھیلتا ہوا اچھا معلوم ہوا دل چاہا کہ اس کو گود میں اٹھا کر پیار کریں۔ لیکن ایک لمحے کیلئے رک گئے اور سوچا کہ محض دل کے چاہنے پر بچے کو گود میں نہیں لیں گے۔ پھر دوسرے لمحے یہ خیال لائے کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچوں سے محبت فرمایا کرتے تھے اور ان کو گود میں لے لیا کرتے تھے اب میں بھی آپ کی سنت کی اتباع میں بچے کو گود میں اٹھاؤں گا۔ اس کے بعد بچے کو اٹھالیا۔ حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ میں نے سالہا سال تک اس عمل کی مشق کی ہے اور یہ شعر سنایا کرتے تھے کہ

جگر پانی کیا ہے مدتوں غم کی کشاکشی میں کوئی آسان ہے کیا خوگر آزاد ہو جانا

سالہا سال کی مشق کے بعد یہ چیز حاصل ہوئی ہے اور الحمد للہ اب تخلف نہیں ہوتا اب جب بھی اس قسم کی کوئی نعمت سامنے آتی ہے تو پہلے ذہن اس طرف جاتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور پھر اس پر شکر ادا کر کے بسم اللہ پڑھ کر اس کام کو کر لیتا ہوں اور اب عادت پڑ گئی ہے اور اسی کو زاویہ نگاہ کی تبدیلی کہتے ہیں اس کے نتیجے میں دنیاوی چیز دین بن جاتی ہے۔ (اصلاحی خطبات جلد ۵ ص ۱۴۹)

نصیحت کی اہم بات

حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحئیؒ صاحب قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ انسان اگر اللہ تعالیٰ کا تصور کرنا چاہے تو بسا اوقات اللہ تعالیٰ کا دھیان اور تصور نہیں بنتا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو کبھی دیکھا تو ہے نہیں اور تصور تو اس چیز کا ہوسکتا ہے جس کو انسان نے دیکھا ہو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا تصور اور دھیان کرنے میں دشواری ہوتی ہے۔ لیکن جب گناہ کا داعیہ پیدا ہو تو ایک چیز کا تصور اور دھیان کرلیا کرو اور وہ یہ کہ میں جس گناہ کے کرنے کا ارادہ کررہا ہوں۔ اگر اس گناہ کے ارتکاب کے وقت میرا باپ مجھے دیکھ لے یا میری اولاد مجھے دیکھ لے یا میرے استاد مجھے دیکھ لیں یا میرے شاگرد مجھے دیکھ لیں یا میرے دوست احباب مجھے دیکھ لیں تو کیا اس وقت بھی میں یہ گناہ کا کام کروں گا؟

مثلاً نگاہ کو غلط جگہ پر ڈالنے کا داعیہ دل میں پیدا ہوا اس وقت ذرا یہ سوچو کہ اگر اس وقت تمہارا شیخ تمہیں دیکھ رہا ہو یا تمہارا باپ تمہیں دیکھ رہا ہو یا تمہاری اولاد تمہیں دیکھ رہی ہو تو کیا اس وقت بھی آنکھ غلط جگہ کی طرف اٹھاؤ گے۔ ظاہر ہے کہ نہیں اٹھاؤ گے اس لئے کہ یہ خوف ہے کہ اگر ان لوگوں میں سے کسی نے مجھے اس حالت میں دیکھ لیا تو یہ لوگ مجھے برا سمجھیں گے۔ لہٰذا جب ان معمولی درجے کی مخلوق کے سامنے شرمندہ ہونے کے ڈر سے اپنے داعیے پر قابو پالیتے ہو اور نگاہ کو روک لیتے ہو تو ہر گناہ کے وقت یہ تصور کرلیا کرو کہ اللہ تعالیٰ جو مالک الملک ہے اور ان سب کا خالق اور مالک ہے وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ اس تصور سے ان شاء اللہ تعالیٰ دل میں ایک رکاوٹ پیدا ہوگی۔ (اصلاحی خطبات جلد ۸ ص ۱۴۹)

حضرت شاہ اسماعیل شہید کا حکیمانہ واقعہ

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں۔ میں نے اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ سنا ایسی بزرگ ہستی کہ ماضی قریب میں اس کی نظیر ملنی مشکل ہے شاہی خاندان کے شہزادے تھے اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کیلئے نکل پڑے اور قربانیاں دیں ایک مرتبہ دہلی کی جامع مسجد میں خطاب فرمارہے تھے۔ خطاب کے

دوران بھرے مجمع میں ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا (العیاذ باللہ) ہم نے سنا ہے کہ آپ حرام زادے ہیں اتنے بڑے عالم اور شہزادے کو ایک بڑے مجمع میں یہ گالی دی اور وہ مجمع بھی معتقدین کا تھا۔ میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم جیسا کوئی آدمی ہوتا تو اس کو سزا دیتا اگر وہ سزا نہ بھی دیتا تو اس کے معتقدین اس کی تکہ بوٹی کر دیتے۔ ورنہ کم از کم اس کو ترکی بہ ترکی یہ جواب تو دے ہی دیتے کہ تو حرام زادہ تیرا باپ حرام زادہ لیکن حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جو پیغمبرانہ دعوت کے حامل تھے جواب میں فرمایا۔

آپ کو غلط اطلاع ملی ہے میری والدہ کے نکاح کے گواہ تو آج بھی دلی میں موجود ہیں۔

اس گالی کو ایک مسئلہ بنا دیا لیکن گالی کا جواب گالی سے نہیں دیا۔ (اصلاحی خطبات ج۴ص۲۵۵)

واثق کے دربار میں ایک پا بہ زنجیر عالم

عباسی عہد میں ایک طویل زمانہ "فتنۂ خلق قرآن" کے ہنگاموں میں گزرا ہے، اس زمانے کا عقلیت پسند گروہ جو معتزلہ کے نام سے مشہور تھا، سرکاری سرپرستی میں فروغ پا رہا تھا۔ اسی فرقے نے عالم اسلام میں یہ نظریہ پیش کیا تھا کہ "قرآن مخلوق ہے" اور چونکہ اس نظریہ کو سرکاری سرپرستی حاصل ہوگئی تھی۔ اس لئے اہل حق میں جو علماء اس کے مخالف تھے، انہیں شدید اذیتوں کا نشانہ بنایا جا رہا تھا۔ معتصم باللہ اور واثق باللہ خاص طور سے اس معاملہ میں دلچسپی لیتے تھے معتزلہ کی حمایت میں اہل حق کو ظلم وستم کا نشانہ بناتے تھے۔ ان کے دربار میں احمد بن ابی داؤد معتزلہ کا سرگروہ تھا، اور ہر ممکن طریقہ سے اپنے مخالفین کو خلیفہ کے ذریعہ سزائیں دلواتا تھا۔ امام احمد بن حنبلؒ جیسے بزرگوں کو اسی بناء پر کوڑے لگائے گئے کہ وہ اس سرکاری نظریہ کے حامی نہیں تھے۔

اس ملک گیر فتنے کی آگ اللہ نے ایک بوڑھے عالم کے ذریعے بجھائی جنہوں نے اپنی فراستِ ایمانی، عزیمت واستقامت، قوتِ ایمان ویقین اور دل کے سوز وساز سے واثق کے دربار کی کایا پلٹ ڈالی۔ یہ واقعہ تو واثق باللہ کے دور میں پیش آیا تھا، لیکن اس کی تفصیل واثق کے بیٹے خلیفہ مہتدی باللہ نے اپنے زمانہ کے ایک عالم شیخ صالح بن ہاشمی کو سنائی۔

شیخ صالح بن علی ہاشمی کہتے ہیں کہ میں ایک دن مہتدی باللہ کے دربار میں پہنچا تو وہ ستم رسیدہ

انسانوں کی دادرسی کے لئے بیٹھے ہوئے تھے، میں نے دیکھا کہ ہر کس وناکس آسانی کے ساتھ بغیر کسی روک ٹوک کے مہتدی کے پاس خود پہنچ جاتا ہے جو مصیبت زدہ خود وہاں نہیں آسکتے۔ ان کے خطوط خلیفہ کے پاس پہنچ رہے ہیں۔ اور خلیفہ ان تمام لوگوں کی شکایتیں بڑی حسن وخوبی کے ساتھ دور کر رہے ہیں۔ مجھے یہ منظر بے حد پسند آیا، جب خلیفہ کسی آدمی سے بات کرتے یا کوئی خط پڑھنے لگتے تو میں انہیں ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگتا اور جب وہ میری طرف دیکھتے تو نظریں جھکا لیتا۔

میری یہ کیفیت خلیفہ مہتدی نے دیکھ لی۔ اور کہنے لگے ''صالح! میرا خیال ہے کہ آپ کے دل میں کوئی بات ہے جو آپ مجھ سے کہنا چاہتے ہیں۔'' میں نے اثبات میں جواب دیا اور جب وہ دربار سے فارغ ہو کر نماز کی چٹائی پر پہنچے تو مجھ سے کہا ''اپنے دل کی بات آپ خود بتائیں گے یا میں ہی بتادوں؟''

میں نے کہا ''آپ ہی بتادیں'' مہتدی نے کہا ''میرا خیال ہے کہ آپکو میری یہ مجلس پسند آئی ہے۔''

میں نے کہا: ''ہمارا خلیفہ بھی کیسا اچھا خلیفہ ہے! بشرطیکہ وہ اپنے باپ (واثق باللہ) کی طرح نظریۂ خلق قرآن کا قائل نہ ہو۔''

یہ سن کر مہتدی باللہ نے کہا میں ایک مدت تک اس نظریہ کا قائل رہا ہوں، لیکن پھر ایک دن میرا نظریہ بدل گیا! یہ کہہ کر انہوں نے واثق باللہ کے زمانے کا مندرجہ ذیل واقعہ سنایا۔

احمد بن ابی داؤد معتزلہ کا بہت بڑا عالم تھا، اور خلیفہ واثق کا منہ چڑھا، اس نے شامی سرحد کے قریب ایک شہر ''اذنہ'' سے ایک اہلسنت بزرگ عالم کو اس جرم میں گرفتار کر لیا کہ وہ نظریۂ خلق قرآن کے قائل ہیں۔

یہ شامی بزرگ زنجیروں میں جکڑے ہوئے واثق کے دربار میں پہنچے'' نکلتا ہوا قد، بال خوبصورت اور سفید، چہرے پر وقار و تمکنت اور رعب وجلال، انہوں نے بے پروائی کے ساتھ سلام کیا کوئی مختصر سی دُعا دی، میں نے دیکھا کہ واثق کی آنکھوں کی پتلیاں انہیں دیکھ کر شرم وحیا سے جھکی جارہی ہیں۔ واثق نے کہا: ''شیخ! ابو عبداللہ احمد بن ابی داؤد کے سوالات کا جواب دو۔''

''امیر المؤمنین! شامی بزرگ نے کہا: ''مناظرہ کے وقت احمد بن ابی داؤد بہت کمزور، ضعیف اور حقیر ثابت ہوتے ہیں۔'' میں نے دیکھا کہ واثق کا چہرہ ایک دم

غضبناک ہوگیا اور وہ بولا: ''کیا کہا؟ ابوعبداللہ تم سے مناظرہ کرتے وقت کمزور اور ضعیف اور حقیر ثابت ہوں گے؟'' ''امیر المؤمنین! شامی بزرگ بولے: ذرا ٹھنڈے دل سے کام لیجئے، اجازت ہو تو میں آپ کے سامنے احمد بن ابی داؤد سے گفتگو کروں؟''

''میری طرف سے اجازت ہے۔'' واثق نے کہا۔

''احمد! یہ بتاؤ کہ تم لوگوں کو کس عقیدے کی طرف دعوت دیتے ہو؟ شیخ نے احمد کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ اس عقیدے کی طرف کہ قرآن مخلوق ہے'' احمد نے کہا۔

کیا یہ عقیدہ دین کا ایسا جز ہے کہ اس کے بغیر دین مکمل نہیں ہوتا؟ شیخ نے پوچھا۔

ہاں! احمد نے جواب دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عقیدے کی دعوت دی تھی یا نہیں؟''

نہیں! احمد نے کہا: ''اچھا تو آپؐ اس مسئلہ کو جانتے تھے یا نہیں؟ شیخ نے پوچھا۔

''جانتے تھے'' احمد نے جواب دیا۔

''پھر تم آخر ایسے عقیدے کی دعوت کیوں دیتے ہو جو خود حضورؐ نے نہیں دی۔'' شیخ نے کہا۔ یہ سن کر احمد لاجواب ہوگیا، شیخ نے واثق سے مخاطب ہو کر کہا: امیر المومنین یہ ایک بات ہوئی۔ اس کے بعد وہ پھر احمد کی طرف متوجہ ہو کر بولے:

''احمد! مجھے ایک بات اور بتاؤ، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (آج کے دن میں نے تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کردیا) لیکن تم کہتے ہو کہ دین اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک انسان خلق قرآن کا قائل نہ ہو۔ اب تمہیں سچا مانیں یا اللہ کو؟''

احمد کے پاس اس کا بھی کوئی جواب نہیں تھا۔ شیخ نے پھر واثق سے کہا: ''امیر المومنین یہ دوسری بات ہے۔'' تھوڑی دیر کے بعد شیخ پھر احمد سے مخاطب ہوئے اور بولے:

''احمد! مجھے ایک بات بتاؤ، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے يَآاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْکَ مِنْ رَّبِّکَ ط وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ (اے رسول! جو احکام آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ پر نازل کئے گئے ہیں، ان کی تبلیغ کیجئے اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو (اس کا مطلب یہ ہے کہ) آپ نے اللہ کا پیغام نہیں

پہنچایا)۔اب سوال یہ ہے کہ تمہارا یہ عقیدہ جس کی طرف تم لوگوں کو دعوت دے رہے ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت تک پہنچایا یا نہیں؟''

احمد پھر لاجواب ہو گیا۔ شیخ پھر واثق کی طرف متوجہ ہو کر بولے ''امیر المومنین! یہ تیسرا موقع ہے۔'' تھوڑی دیر کے بعد شیخ نے احمد سے کہا:

''احمد! ایک بات اور بتاؤ، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کے مخلوق ہونے کا علم تھا، مگر آپ نے یہ بات لوگوں کو نہیں بتائی، تو آپ کے لئے اس مسئلے کو نظر انداز کر دینا جائز تھا یا نہیں؟'' ''ہاں جائز تھا'' احمد نے کہا۔

''اسی طرح ابوبکرؓ کیلئے بھی جائز تھا؟ اور عمر عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کیلئے بھی؟'' شیخ نے پوچھا۔

''ہاں'' احمد نے کہا۔ اب شیخ واثق کی طرف رخ کر کے بولے:

''امیر المومنین! جو وسعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل تھی، اور آپ کے صحابہؓ کو بھی اگر وہ ہم لوگوں کو حاصل نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ہمیں کوئی وسعت عطا نہیں فرمائی۔''

اس پر واثق نے کہا: ''واقعی ٹھیک کہتے ہو، اگر کوئی وسعت آپؐ اور آپ کے صحابہؓ کو حاصل ہو اور ہمیں حاصل نہ ہو تو اللہ ہم پر کوئی وسعت نہ کرے۔''

یہ کہہ کر واثق نے حکم دیا: ''ان کی زنجیریں کاٹ دو''

جب خادموں نے شیخ کی زنجیریں کھول دیں اور انہیں اٹھا کر لے جانا چاہا تو شیخ نے زنجیریں پکڑ کر انہیں اپنی طرف کھینچنا شروع کیا اور انہیں خادموں کے ہاتھ سے چھڑانے لگے، واثق نے پوچھا: ''شیخ! یہ کیا بات ہے؟ زنجیریں کیوں نہیں چھوڑتے؟''

شیخ نے جواب دیا: ''میں نے یہ نیت کی ہے کہ ان زنجیروں کو حفاظت سے رکھوں گا اور یہ وصیت کر کے مروں گا کہ یہ زنجیریں میری قبر میں میرے کفن کے ساتھ رکھ دی جائیں، اس کے بعد اللہ سے کہوں گا کہ پروردگار! اپنے بندے سے پوچھئے اس نے مجھے ناحق ان زنجیروں میں جکڑ کر میرے گھر والوں کو کیوں پریشان کیا تھا؟''

واثق یہ سن کر رو پڑا، شیخ بھی آبدیدہ ہو گئے، اور مجلس کے سارے حاضرین کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں۔

''شیخ! مجھے معاف کردو'' واثق نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

شیخ نے کہا ''میں نے آپ کو اسی وقت معاف کر دیا تھا جب میں اپنے گھر سے نکلا تھا اس لئے کہ میرے دل میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ہے۔ اور آپ حضورؐ کے ساتھ قرابت کا رشتہ رکھتے ہیں۔'' یہ سن کر واثق کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا، اس نے کہا:

''آپ میرے پاس رہیے تاکہ میں آپ سے اُنس حاصل کرسکوں''

شیخ نے جواب دیا: میرا وہیں سرحد کے قریب رہنا زیادہ مفید ہے، میں بہت بوڑھا ہو چکا ہوں اور میرے، بہت سے مسائل ہیں۔'' واثق نے کہا: ''جس چیز کی آپ کو ضرورت ہو طلب کر لیجئے۔''

شیخ نے کہا: ''بس امیر المومنین مجھے اس بات کی اجازت دے دیں کہ میں وہیں چلا جاؤں جہاں سے یہ ظالم (احمد بن ابی داؤد) مجھے نکال لایا تھا''

واثق نے شیخ کو جانے کی اجازت دے دی۔ انہیں کچھ انعام بھی پیش کیا، لیکن شیخ نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ مہتدی باللہ نے یہ واقعہ سنا کر کہا: ''اس وقت سے میں نظریہ خلق قرآن سے رجوع کر چکا ہوں، اور میرا خیال ہے کہ واثق باللہ نے بھی رجوع کر لیا تھا۔ (الشاطبیؒ)

مامون کی حکیمانہ بات

مامون رشید نے ایک دن حسن بن سہیل سے کہا: ''میں نے دنیا کی تمام لذتوں پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ ہر ایک لذت ایسی ہے جس سے انسان کسی نہ کسی وقت اکتا جاتا ہے۔ لیکن سات لذتیں ایسی ہیں جن سے کبھی اکتاہٹ نہیں ہوتی۔ گندم کی روٹی، بکری کا گوشت، ٹھنڈا پانی، ملائم کپڑا، خوشبو، گداز بستر اور ہر قسم کے حسن کو دیکھنا۔''

حسن بن سہیلؒ نے کہا: ''امیر المومنین، ایک چیز رہ گئی، اور وہ ہے لوگوں سے بات چیت!'' مامون نے اس کی تصدیق کی۔ (ایضاً۔ ص ۱۴۴)

معروف کرخی رحمہ اللہ کا حکیمانہ عمل

ایک شخص حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ کے ہاں مہمان ہوا۔ وہ کسی مہلک مرض میں مبتلا تھا، جس کی وجہ سے وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ نظر آتا تھا۔ آپ نے اس کی خوب مہمان نوازی

کی۔ وہ اس کا بہت خیال رکھتے تھے۔ وہ شخص بیمار تو تھا ہی، زبان کا بھی برا تھا۔ عجیب سا مزاج پایا تھا اس نے۔ سارا دن ہائے ہائے کرتا خود آرام کرتا نہ دوسروں کی راحت کی پروا گھر والے اس کی اس حرکت کی وجہ سے بڑے ناراض اور تنگ تھے۔

ان تمام باتوں کے باوجود حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ دن رات اس کی خدمت میں لگے رہے، وہ اس کی چھوٹی سے چھوٹی ضرورت کا خیال رکھتے تھے۔ مشقت اور بے آرامی کی وجہ سے خود بھی قدرے کمزور ہو گئے تھے۔ ایک رات جو سوئے تو کسی چیز کا ہوش نہ رہا مہمان نے انہیں بار بار پکارا لیکن بے سود ان کی آنکھ نہ کھلی۔ یہ دیکھ کر وہ بدمزاج اور بدکلام شخص چلانے لگا:

''بڑا درویش بنا پھرتا ہے، خدا ایسے صوفیوں کو غارت کرے، خدمت خلق اور پارسائی کے کیسے کیسے دعوے کرتے ہیں، یہ فقیری کا ڈھونگ رچانے والے لوگ دنیا کو کتنی آسانی سے دھوکا دے دیتے ہیں، غضب خدا کا میں بستر مرگ پر پڑا ہوں اور یہ حضرت خواب راحت کے مزے لوٹ رہے ہیں۔''

اس کی باتیں سن کر حضرت کی آنکھ کھل گئی، لیکن انہوں نے کسی ردعمل کا اظہار نہ کیا۔ ان کی بیوی بھی مہمان کی یہ کڑوی کسیلی باتیں سن رہی تھیں۔ اگلی صبح حضرت معروف سے کہنے لگیں:

''یہ آپ نے کس مصیبت کو گھر بٹھا رکھا ہے، ایسے ناشکرے لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا کسی طور مناسب معلوم نہیں ہوتا ہے۔ اللہ کے لیے، اسے گھر سے نکال باہر کریں اور اپنے رحم و کرم کو یوں ضائع مت کیجئے۔

حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ نے اپنی بیوی کی باتیں توجہ سے سنیں اور فرمایا:

''اس نے جو کہا، بیماری کی کیفیت میں کہا، غریب آدمی ہے، مجبور ہے، اس نے جو کیا، سو کیا۔ مصیبت زدہ کی بات کو توجہ اور تحمل سے سننا میرا فرض ہے، کسی کی بدمزاجی کے جواب میں خوش اخلاقی سے کام لینا ہی انسانیت ہے اور یہی ہمارے دین کی تعلیم ہے۔''

ان کا جواب سن کر بیوی خاموش ہو گئیں۔

حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ کو دنیا سے رخصت ہوئے صدیاں بیت گئی ہیں مگر ان کا نام آج بھی زندہ و جاوید ہے۔ (از کتاب مختصر پر اثر)

حکمت سلیمانی

محمد بن کعب القرظی کہتے ہیں: ایک شخص حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: ''اے اللہ کے نبی! میرے پڑوس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو میری بطخیں چرا لیتے ہیں۔''

اس کی بات سن کر آپ نے نماز کا اعلان کر دیا۔ جب سب لوگ آ گئے تو آپ نے فرمایا: ''تم میں سے ایک شخص اپنے پڑوسی کی بطخ چوری کرتا ہے، وہ ایسی حالت میں مسجد میں آتا ہے کہ اس بطخ کا پَر اُس کے سر پر ہوتا ہے۔'' یہ سن کر چور نے جلدی سے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''اسے پکڑ لو، چور یہی ہے۔'' (از کتاب مختصر پر اثر)

حضرت لاہوری رحمہ اللہ کا حکیمانہ ارشاد

امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے، میں اسٹیشن پر پہنچوں، گاڑی چلنے کے لیے تیار کھڑی ہو، میرا ایک قدم پائیدان پر ہو اور دوسرا قدم پلیٹ فارم پر ہو، گارڈ سیٹی دے چکا ہو، گاڑی چلنے لگے، ایک آدمی دوڑتا ہوا آئے اور پکارے، احمد علی، احمد علی، اللہ کا قرآن سمجھا کے جا۔ فرماتے تھے، میرا دوسرا قدم پائیدان پر بعد میں پہنچے گا، میں آنے والے کو پورا قرآن سمجھا کے جاؤں گا۔

کسی نے پوچھا، مولانا پورا قرآن اتنی سی دیر میں کیسے سمجھا دیں گے؟

فریایا، ہاں قرآن کا خلاصہ تین چیزیں ہیں، رب کو راضی کرو عبادت کے ساتھ۔ شاہ عرب صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کو اطاعت کے ساتھ۔ اللہ کی مخلوق کو راضی کرو خدمت کے ساتھ۔ یعنی عبادت، اللہ کی۔ اطاعت، محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی... خدمت، خلق خدا کی۔

یہ پورے قرآن کا خلاصہ ہے۔

بادشاہ کے سامنے بچے کی حکیمانہ گفتگو

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ جب کوئی دعا مانگتے اور آنکھ سے کوئی آنسو آتا تو حضرت ان آنسوؤں کو اپنے چہرے پر مل لیا کرتے۔ ایک مرتبہ ایک طالب علم نے دیکھ لیا۔ اس نے کہا، حضرت! آپ کا یہ عمل کس بنا پر ہے؟''

فرمایا: میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان آنسوؤں کی برکت سے میرے چہرے کو جہنم کی آگ سے محفوظ فرمائیں گے۔"

وہ بھی آخر طالب علم تھا، کہنے لگا: "کسی کا چہرہ بچ بھی گیا اور باقی جسم کے اعضاء نہ بچے تو پھر کیا فائدہ؟" اس پر حضرت اقدس نے ایک حکایت بیان فرمائی۔

بادشاہ اورنگزیب عالمگیر رحمہ اللہ کے وقت میں ایک وزیر فوت ہوا وزیر کا ایک بیٹا چھوٹی عمر کا تھا مگر بڑا سمجھ دار تھا۔ بادشاہ نے اس بچے کو دل لگی کی خاطر بلایا۔ جب وہ بچہ حاضر ہوا تو اورنگزیب عالمگیر رحمہ اللہ اس وقت ایک تالاب میں نہا رہے تھے جو اپنے محل میں بنوایا تھا۔ بچے کو دیکھ کر آپ کنارے پر آئے۔ وہ بچہ قریب ہوا، سلام کیا، جب اس نے مصافحہ کیا تو آپ نے اس کی انگلیاں مضبوطی سے پکڑ لیں اور بچے سے کہا:

"میں تمہیں کھینچ کر پانی میں نہ ڈال دوں؟"

وہ بچہ مسکرا پڑا۔ بادشاہ اورنگزیب بڑے حیران ہوئے کہ بچے کو تو گھبرانا چاہیے تھا اور سبھی کہتے ہیں کہ بچہ سمجھ دار ہے، چنانچہ آپ نے پوچھا: "تو کیوں ہنس رہا ہے؟"

وہ بچہ کہنے لگا: "بادشاہ سلامت! میرے ہاتھ کی چند انگلیاں آپ کے ہاتھوں میں ہیں، بھلا مجھے ڈوبنے کا کیا ڈر ہے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ مجھے اپنی آنکھوں کے سامنے کھینچ کر اس پانی میں ڈبو دیں گے۔"

یہ حکایت سنا کر حضرت اقدس تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا: "اگر اس بچے کو بادشاہ کی انگلیاں پکڑنے پر اتنا اعتماد ہے تو کیا اللہ کی رحمت پر ہمیں اتنا بھی اعتماد نہ ہو کہ اگر وہ چہرہ جہنم کی آگ سے بچائیں گے تو پورے جسم کو بھی جہنم کی آگ سے آزاد فرما دیں گے۔"

ہر دینے والا اپنی حیثیت کے مطابق دیتا ہے۔ بادشاہوں کے عطایا بادشاہوں کی شان کے مطابق ہوتے ہیں۔ ہم بھی اللہ رب العزت سے بہترین حسن ظن رکھیں گے تو وہ اپنی شان کے مطابق معاملہ فرمائیں گے۔

باپ اپنے چھوٹے بچے کو تھوڑا سا دور کھڑا کر کے کہتا ہے: "بیٹا! میری طرف آؤ۔"

وہ بچہ بہت کوشش کرتا ہے مگر وہ اپنی کوشش میں ناکام ہو جاتا ہے، لیکن وہ بچہ اپنے

باپ پر اعتماد کرتے ہوئے کوشش جاری رکھتا ہے۔ پھر باپ کی محبت جوش میں آتی ہے تو باپ خود جا کر بچے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ اسی طرح ہم بھی اپنے رب کی رضا حاصل کرنے کے لیے کوشش جاری رکھیں۔ ہماری کوشش کمزور بھی ہوئی تو ماں باپ سے ستر گنا زیادہ محبت کرنے والا شہنشاہ ہمیں ضرور اپنی محبت عطا فرما دے گا۔ جب ہمیں اللہ تعالیٰ کی محبت نصیب ہوگئی تو ہم دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہو جائیں گے۔

حکمت کے ساتھ اصلاح کا عجیب واقعہ

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نوجوانی کے زمانے میں ایک مرتبہ کسی شادی کے سلسلے میں تھانہ بھون تشریف لے گئے تو خیال ہوا کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت بھی کرلوں۔

وہاں حاضر ہوئے تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے پوچھا کہ آپ کسی سے بیعت بھی ہوئے یا نہیں؟ آپ نے کہا: نہیں۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ پھر مجھ سے بیعت ہو جاؤ۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں اس شرط پر بیعت ہوں گا کہ آپ مجھے ذکر و شغل کا حکم نہیں فرمائیں گے۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے تو بیعت ہونے کو کہا ہے، شغل کا تو میں نے کہا ہی نہیں اور وعدہ بھی فرمایا کہ آئندہ بھی نہیں کہوں گا۔

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ دو تین دن یہاں ٹھہر جاؤ۔ آپ وہاں تھانہ بھون میں تین دن ٹھہرے۔ رات کے وقت ڈھائی، تین بجے دیکھا کہ سب لوگ اٹھ کر تہجد ادا کر رہے ہیں۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو شرم آئی، انہوں نے بھی اٹھ کر تہجد پڑھی۔ پھر جب لوگوں کو ذکر و شغل میں دیکھا تو خود بھی مشغول ہو گئے۔ دوسرے دن بھی یہی حالت ہوئی۔ تیسرے دن خود بخود خوشی سے تہجد پڑھی، اور ذکر و شغل میں مشغول ہو گئے۔

تیسرے دن حضرت کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ حضرت آپ نے سب کچھ ہی کرا دیا۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے تھوڑا ہی کہا تھا۔ میں نے وعدہ خلافی نہیں کی۔ اب آپ جا سکتے ہیں۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا، اب تو میں نہیں جاتا۔

چالیس دن وہاں ٹھہرے اور اس تھوڑے سے عرصے کے بعد خلافت لے کر واپس ہوئے۔
بس پہلے یہ عبادت ریا تھی، پھر عادت ہوئی، پھر عبادت ہوگئی، اور ساتھ ہی خلافت بھی مل گئی۔ (از خطبات حکیم الاسلام)

محفل میلاد کی شرکت سے معذرت

حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سفر حج پر تشریف لے گئے تو فراغت پر مدینہ منور حاضری دی۔ مدینہ منورہ قیام کے دوران ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس سے آپ کا کامل متبع شریعت ہونا جھلکتا ہے یہ واقعہ چونکہ آج کل کے اتباع شریعت اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دم بھرنے والوں کیلئے تازیانۂ عبرت و موعظت ہے اس لیے ان صفحات میں درج کیا جا رہا ہے ملاحظہ فرمائیے وہ واقعہ یہ ہے۔

"۱۲ ربیع الاول کو علماء و رؤسائے شہر مسجد میں جمع ہوئے اور سید صاحب کو بھی اس مجلس (محفل میلاد) میں شرکت کی دعوت دی، ایک شخص نے آکر کہا کہ "آج ربیع الاول کی مجلس ہے فلاں فلاں شرفاء اور رؤسا آپ کو شرکت کی دعوت دیتے ہیں۔" آپ آرام فرما رہے تھے اُٹھ کر بیٹھ گئے اور مولانا عبدالحئی صاحب (بڈھانوی شاگرد و داماد حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ) سے فرمایا کہ "ان سے فرمایئے کہ اگر اس مجلس کا انعقاد محض لہو ولعب کیلئے ہے تو ہم کو شرکت سے معذور رکھیں اور اگر عبادت کی نیت سے ہے تو اس کو کتاب وسنت سے ثابت کر دیں، اس لیے کہ ہم لوگ عبادت اور کار ثواب ہی کے لیے اپنے گھروں سے آئے ہیں۔ اگر ثابت ہو جائے گا تو میں بسر و چشم حاضر ہو جاؤں گا۔
ورنہ ہم کو اس سے کچھ تعلق نہیں" مولانا عبدالحی صاحب نے یہ مضمون اچھی طرح سمجھا دیا، قاصد نے جا کر یہ مضمون اہل مجلس کو پہنچا دیا حاضرین سن کر خاموش ہو گئے۔"

غور فرمایئے حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ کا یہ واقعہ ۱۲۳۸ھ/ ۱۸۲۲ء گویا آج سے تقریباً ایک سو بہتر سال پہلے کا ہے اُس زمانے کی مروجہ محفل میلاد میں آپ نے شرکت سے معذرت فرمائی جو اغلباً منہیات سے پاک ہوگی تو اس زمانے کی مروجہ محفل میلاد میں شرکت کا کیا جواز ہو سکتا ہے۔ جو یقیناً غیر شرعی قیودات اور منہیات سے بھری ہوتی ہے۔

تین عقلمند اور قیافہ شناس آدمی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دنیا میں تین آدمی بڑے عقل مند اور قیافہ شناس ثابت ہوئے۔ اول عزیز مصر جس نے اُن کے (حضرت یوسف علیہ السلام کے) کمالات کو اپنے قیافہ سے معلوم کر کے بیوی کو یہ ہدایت دی اَکْرِمِیْ مَثْوَاهُ کہ وہ یوسف علیہ السلام کی بود و باش کا اچھا انتظام کرے۔

دوسرے شعیب علیہ السلام کی وہ صاحبزادی جس نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اپنے والد سے کہا یٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ یعنی ابا جان ان کو ملازم رکھ لیجئے اس لیے کہ بہترین ملازم وہ شخص ہے جو قوی بھی ہو اور امانت دار بھی۔

تیسرے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے اپنے بعد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خلافت کیلئے منتخب فرمایا۔ (جواہر پارے جلد اول)

عاجزی کا کرشمہ

حکیم الامت حضرت اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

''عبدیت تو اسی میں ہے کہ فنا کر دے۔ عاجزی انکسار اختیار کرے حق تعالیٰ کے یہاں اسی کی قدر ہے حق تعالیٰ کی ذات تو بڑی ہی رحیم اور کریم ہے۔ مخلوق بھی عاجزی ہی کو پسند کرتی ہے۔ اس پر ایک حکایت یاد آئی ایک مہاجن کی لڑکی پر ایک جن عاشق تھا بڑے بڑے عامل آئے مگر ناکامیاب رہے۔ بعض جن بڑا ہی سرکش اور قوی ہوتا ہے جو عامل جاتا۔ صحیح سلامت واپس نہ ہوتا اکثر یہ حرکت کرتا کہ ہاتھ پکڑ کر چھت اُبھار کر اس میں دبا دیتا اب بیچارہ عامل ہے کہ لٹکا ہوا ہے۔ ایسا ظالم تھا کسی نے اس مہاجن سے ویسے ہی بطور تمسخر کے کہہ دیا کہ فلاں مسجد میں جو مؤذن ہیں بہت بڑے عامل ہیں وہ مہاجن ان بے چاروں کو جا لپٹا یہ ہر چند قسم کھاتا ہے مگر مہاجن ہے کہ پیروں پر گرا پڑتا ہے خوشامد کر رہا ہے جب یہ عاجز ہو گیا اس نے کہا کہ اچھا میں چلتا ہوں یہ بتلاؤ کیا دو گے، مہاجن نے کہا کہ جو کہو۔ کہا کہ پانچ سو روپیہ، اس نے کہا کہ منظور، یہ سمجھا کہ دو ہی باتیں ہیں یا تو کام بن گیا اور پانچ سو

روپیہ مل گیا تو بڑی راحت اور عیش سے گزرے گی اور اگر مار دے گا تو اس مصیبت اور پریشانی وناداری کی زندگی سے مرجانا ہی بہتر ہے بے چارہ غریب تھا۔

بسم اللہ پڑھ کر مہاجن کے ساتھ ہولیا۔ اس کے مکان پر پہنچا اس جن نے نہایت زور سے ڈانٹا کہ کیسے آیا ہے ہاتھ جوڑ کر قدموں میں گر گیا کہ حضور کی رعیت کا جولاہا ہوں، حضور نہ میں عامل ہوں نہ عمل چلانے آیا ہوں ایک جاہل اور غریب آدمی ہوں۔ یہ مہاجن جا کر سر ہوگیا ہر چند عذر کیا نہ مانا اس لیے مجبوری کو چلا آیا۔ حضور کی بڑی پرورش ہوگی۔ اگر حضور پانچ منٹ کے لیے اس لڑکی سے جدا ہو جائیں مجھ کو پانچ سو روپیہ مل جائے گا۔ میں غریب آدمی ہوں میرا بھلا ہو جائے گا اور حضور کا کوئی نقصان نہ ہوگا۔

پھر اگر دِل چاہے آ جایئے گا یہ سن کر جن بڑے زور سے قہقہہ مار کر ہنسا اور یہ کہا کہ ہم تیری خاطر سے ہمیشہ کے لیے جاتے ہیں حضرت اس مؤذن کی شہرت ہوگئی کہ بہت بڑا عامل ہے عمر بھر کی روٹیاں سیدھی ہوگئیں اور عوام کے اعتقاد کا...... یہی قاعدہ ہے کہ ایک مرتبہ رجسٹری ہو جائے کسی کے کمال کی پھر تو عقد فسخ ہوتا ہی نہیں یہ بات کاہے کی بدولت نصیب ہوئی، صرف عاجزی کی بدولت عاجزی بہت ہی عجیب چیز ہے۔ (افاضات یومیہ جلد اول)

کایہ پلٹ حکیمانہ جملہ

حضرت تھانوی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں۔

"محمود بادشاہ نے جب ہندوستان کو فتح کیا اور سومنات کا مندر توڑا تو تمام بت توڑ ڈالے جو بت سب سے بڑا تھا اس کو بھی توڑنا چاہا، پجاریوں نے بہت الحاح وزاری کی اور کہا اس کے برابر ہم سے سونا لے لیا جائے اور اس کو نہ توڑا جائے۔ محمود نے ارکان سے مشورہ کیا۔ سب نے کہا ہم کو فتح ہو ہی چکی۔ اب ایک بت کے چھوڑ دینے سے ہمارا کیا جاتا ہے اس قدر مال ملتا ہے لشکر اسلام کے کام آئے گا۔ چھوڑ دینا چاہیے۔ مجلس میں سید سالار مسعود غازی بھی تھے۔ فرمایا یہ بت فروشی ہے۔ اب تک بادشاہ بت شکن مشہور تھا اب بت فروش کہلائے گا۔ محمود کے دل کو یہ بات لگ گئی مگر گونہ تردد باقی تھا۔ دوپہر کو سویا تو خواب میں دیکھا کہ میدانِ

حشر ہے اور ایک فرشتہ اُن کو دوزخ کی طرف یہ کہہ کر کھینچتا ہے کہ یہ بت فروش ہے دوسرے فرشتے نے کہا کہ نہیں یہ بت شکن ہے اس کو جنت میں لے جاؤ اتنے میں آنکھ کھل گئی فوراً حکم دیا بت توڑ ڈالا جائے اس کو جو توڑا تمام پیٹ میں جواہرات بھرے ہوئے نکلے حق تعالیٰ کا شکر کیا کہ بت فروشی سے بچا اور جس مال کی طمع میں بت فروشی اختیار کرتا تھا اس سے زیادہ مال بھی مل گیا۔ یہ جنت اور دوزخ کی طرف کھینچا جانا اس تردد کی صورت دکھائی گئی جو محمود کے قلب میں تھا۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ بت کو چھوڑ دینا حقیقت میں بت فروشی نہ تھا لیکن صورۃً بت فروشوں کی مشابہت تھی جس کا یہ نتیجہ ہوا۔ (وعظ علاج الکبر)

ان واقعات میں اُن مسلمانوں کے لیے بھی عبرت ہے جو غیر مسلموں بالخصوص انگریز سے مرعوب و متاثر ہیں اور گفتار و کردار، لباس و پوشاک شکل و صورت رہن سہن اور اخلاق و عادات میں چاہتے ہیں کہ بالکل انگریز بن جائیں، اور اُن مسلمانوں کے لیے بھی جو اطوار و عادات اور رسومات میں غیر مسلموں کی تقلید کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھ عطا فرمائے۔

زبان ہو دل کی رفیق

یعقوب بن اسحاق المعروف ابن السکیت انہیں سکیت اس لیے کہتے ہیں کہ یہ انتہائی خاموش رہتے تھے، گویا سکیت سکوت سے ماخوذ ہے۔ اپنے زمانہ کے بہت بڑے لغوی تھے آپ نے علم لغت میں ایک کتاب ''اصلاح المنطق'' کے نام سے لکھی تھی

اس زمانہ کے ایک عالم کا کہنا تھا کہ علم لغت میں اس جیسی کوئی دوسری کتاب بغداد کے پل سے نہیں گزری اکابر اعلام نے بیان لغت میں آپ کے اقوال سے استشہاد کیا ہے۔

(چنانچہ صاحب ہدایہ باب العدۃ کے شروع میں فرماتے ہیں ''کذا قال ابن السکیت'' ہدایہ ج ۲ ص ۴۲۲)

ابن سکیت عباسی خلیفہ متوکل کے دربار سے وابستہ تھے اور متوکل کے صاحبزادوں معتز اور مؤید کے اتالیق تھے، متوکل بہت سی خوبیوں کے باوصف بغض علیؓ کا شکار تھا اور اُن کے صاحبزادوں (حسن و حسین رضی اللہ عنہما) سے کدورت رکھتا تھا اس کے برعکس ابن سکیت اہل بیت سے بے انتہا عقیدت و محبت رکھتے تھے۔

''ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ابن سکیت متوکل کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک متوکل کے بیٹے معتز اور مؤید آ گئے، متوکل نے اُن سے پوچھا کہ: یعقوب تم کو کون زیادہ محبوب ہے میرے یہ دونوں بیٹے یا حسن حسین؟ (رضی اللہ عنہما) ابن سکیت نے کہا:

''واللہ ان قنبر خادم علی رضی اللہ عنہ خیر منک ومن ابنیک واللہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خادم قنبر تجھ سے اور تیرے دونوں بیٹوں سے کہیں بہتر ہے، (متوکل یہ سن کر تاب نہ لا سکا اور جلادوں کو حکم دیا کہ گدی سے ان کی زبان کھینچ لو، چنانچہ ایسے ہی کیا گیا)، ابن سکیت اسی تکلیف میں فوت ہو گئے۔ (وفیات الاعیان ج ۲ ص ۴۰۰)

یہ قصہ ۲۴۴ھ یا اس کے لگ بھگ پیش آیا تھا اور اس وقت ابن سکیت کی عمر اٹھاون برس تھی۔

قاضی شمس الدین کی حکیمانہ جرأت

سلطان بایزید یلدرم خاندان عثمانیہ کا مشہور حکمران گزرا ہے سلطان مراد اول کا بیٹا تھا، انتہائی شجاع و دلیر واقع ہوا تھا۔ اس کے عہد میں قاضی شمس الدین ایک نامی گرامی بزرگ تھا جو سلطان کی طرف سے بروسا کی قضاء پر فائز تھے ان کے متعلق مصنف ''شقائق النعمانیہ'' فرماتے ہیں۔

''آپکی عدالت میں ایک معاملے میں سلطان بایزید نے شہادت دی تو شہادت سلطانی کو انہوں نے قبول نہیں کیا، جب سلطان نے وجہ پوچھی تو مولانا نے جواب دیا کہ سلطان نماز میں جماعت کا پابند نہیں اور تارک جماعت کی شہادت مردود ہے۔ (شقائق النعمانیہ مصنفہ طاش کبری زادہ)

دوسرا واقعہ

اسی طرح کا ایک سچا واقعہ یہ بھی ہے کہ ایک نوجوان نے نئی موٹر سائیکل خریدی اور کسی ہوٹل میں چائے پینے چلا آیا موٹر سائیکل کی چابی میز پر رکھی تھی۔ سامنے بیٹھے ایک شخص نے دیکھا تو اسی میز پر آ بیٹھا اور باتوں باتوں میں اس کی چابی اٹھالی۔ نوجوان نے سوچا چائے پینے کے بعد میں اس سے چابی واپس لے لوں گا۔ جب نوجوان نے چابی مانگی تو وہ شخص کہنے لگا کہ یہ میری چابی ہے باہر جو نئی موٹر سائیکل ہے وہ میری ہے۔ جھگڑا طویل ہوا تو یہ طے ہوا کہ موٹر سائیکل کی چابی قرآن کریم پر رکھی جاتی ہے اگر وہ تمہاری ہے تو اٹھالو۔ ٹھگ

باز نے اقرار کیا اور قرآن کریم سے چابی اٹھالی اور موٹر سائیکل پر سوار ہو کر چلا گیا۔

یہ نوجوان گھر واپس جانے کیلئے ویگن پر سوار ہوا تو دیکھا کہ اس کی موٹر سائیکل پر وہی ٹھگ باز بھی چلا آ رہا ہے۔ وہ ٹھگ باز جونہی ویگن کے قریب آیا تو ویگن ڈرائیور نے اسے ٹکر ماری جس سے وہ نامعلوم کس بُری طرح نیچے گرا کہ وہیں موقع پر ہی ہلاک ہو گیا۔ لوگوں نے ویگن ڈرائیور کو پکڑ لیا کہ تم نے ایک آدمی مار ڈالا ہے۔ اس نے کہا میں نے کسی آدمی کو نہیں مارا بلکہ میں نے تو ایک خنزیر کو مارا ہے یہ دیکھو میری سیٹ پر بیٹھ کر شیشے میں دیکھو تو تمہیں بھی یہ انسان نہیں بلکہ خنزیر نظر آئے گا۔ لوگوں نے حتیٰ کہ پولیس نے بھی ڈرائیور کی سیٹ پر بیٹھ کر شیشے سے دیکھا تو مردہ حالت میں پڑا ہوا ٹھگ باز انہیں انسان نہیں بلکہ ایک خنزیر نظر آیا۔ بالآخر اس نوجوان نے موقع پر موجود تمام لوگوں کو اس کی کارستانی سنائی اور اپنی موٹر سائیکل راہ خدا میں صدقہ کر دی۔ سچ ہے کہ قرآن خدائی کتاب ہے اس کی بے حرمتی کرنے پر خدائی نظام حرکت میں آ جاتا ہے اور زمین اپنی وسعت کے باوجود ایسے گستاخ کیلئے تنگ کر دی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کی بے ادبی سے بچائے اور یاد رکھیں اپنے دنیاوی معاملات میں قرآن کریم کو آڑ نہ بنائیں۔ اگرچہ آپ سچے ہی کیوں نہ ہوں۔ اس لئے کہ آپ کی سچائی تو ثابت ہو جائے گی لیکن دوسرے شخص کی دنیا و آخرت برباد ہو جائے گی۔

مرد تین قسم کے ہوتے ہیں

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مرد تین قسم کے ہوتے ہیں۔

1۔ پاک دامن، منکسر المزاج، نرم طبیعت، درست رائے والا، اچھے مشورے دینے والا۔ جب اسے کوئی کام پیش آتا ہے تو خود سوچ کر فیصلہ کرتا ہے اور ہر کام کو اس کی جگہ رکھتا ہے۔

2۔ وہ مرد ہے جو سمجھدار نہیں اس کی اپنی کوئی رائے نہیں ہے لیکن جب اسے کوئی کام پیش آتا ہے تو وہ سمجھ دار درست رائے والے لوگوں سے جا کر مشورہ کرتا ہے اور ان کے مشورے پر عمل کرتا ہے۔ 3۔ وہ مرد جو حیران و پریشان ہوا سے صحیح اور غلط کا پتہ نہیں چلتا یوں ہی ہلاک ہو جاتا ہے کیوں کہ اپنی سمجھ پوری نہیں اور سمجھدار اور صحیح مشورہ دینے والوں کی مانتا نہیں۔ (حیاۃ الصحابہ) (شمارہ 148)

استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ کی طلباء کو نصیحت

ہر سال اسباق کے آغاز پر یہ نصیحت ضرور طلبہ سے فرماتے کہ جو طالب علم طلب علم کے دوران تقویٰ کو نہیں اپناتا تو اللہ تعالیٰ تین باتوں میں سے ضرور ایک بات میں اسے مبتلا کر دیں گے۔

(۱) یا تو جوانی کی موت اُسے دیں گے بطور سزا۔

(۲) یا دنیاوی کاروبار میں دکان، زمین داری وغیرہ میں لگا دیں گے (۳) یا حکومت کا پرزہ اُسے بنائیں گے یعنی سرکاری ملازمت میں پھنس جائے گا پھر حق بات وہ نہیں کر سکے گا۔ ڈر کی وجہ سے کہ نوکری کو خطرہ ہے یا تبادلہ ہو جائے گا۔ (درنایاب)

ایک لڑکی کا کلمہ حکمت

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے اپنے خطبات میں ایک واقعہ نقل فرمایا ہے کہ ایک لڑکے کو ایک لڑکی سے محبت ہوگئی۔ مگر اس لڑکی کی کسی اور جگہ شادی ہوگئی۔ لڑکا بڑا پریشان ہوا، لڑکی کو خط لکھا کہ بی بی! میں تمہارے ساتھ شادی کی کوشش میں تھا مگر قسمت میں نہیں تھی۔ اب آپ میرے ساتھ ایک مرتبہ ملاقات کرلیں اس کیلئے جو بھی فرمائش ہوگی میں پوری کروں گا۔ لڑکی نیک تھی، اس نے کہا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پیچھے چالیس دن تک نماز باجماعت پڑھ لو، پھر جہاں بلائیں گے حاضر ہو جاؤنگی۔ پہلے لڑکا اس لڑکی کے مکان کی طرف چکر لگاتا تھا مگر چالیس دن کے بعد اس نے جانا ختم کر دیا۔ لڑکی نے پیغام بھجوایا کہ اگر میری فرمائش پوری کی ہے تو میں حاضر ہوں۔ لڑکے نے کہا پہلے میرے دل میں آپ کی محبت تھی مگر اب اللہ تعالیٰ کی محبت بیٹھ گئی ہے اب تمہارا اور میرا راستہ جدا ہے۔ لڑکی نے خاوند کو یہ بات بتلادی اس کے خاوند نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو یہ بات بتلائی۔ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ نے سچ فرمایا "کہ بیشک نماز لوگوں کو بے حیائی اور بُری باتوں سے روکتی ہے۔" (خطبات مدنی)

حکیمانہ انداز تبلیغ

حاجی ترنگ زیب صاحب رحمہ اللہ کے ایک مشہور خلیفہ حاجی محمد امین رحمہ اللہ تھے۔ وہ اکثر طوائف (رنڈیوں) کی محفلوں میں وعظ و نصیحت کیلئے جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک

متشدد اور سخت قسم کے آدمی کے ہاں رنگا رنگ محفل ہو رہی تھی۔ اس نے ساتھیوں سے کہا تھا کہ اگر حاجی محمد امین میرے گھر آیا' پھر خیر سے واپس نہیں جائے گا۔ حاجی صاحبؒ اپنی دھن کے پکے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے بھائی کو نیک مشورہ دینا ہے' قبول کر لے تو بہتر نہ کرے تو نہ سہی' میرا فرض ادا ہو جائے گا۔ آپ اسی محفل میں چلے لیکن سب دروازوں کو بند پا کر اپنے مریدوں سے کہا کہ باہر تم کلمہ طیبہ کا ذکر کرو۔ آخر صاحب خانہ نے دروازہ کھولا۔ اندر پہنچے تو کسی سے بات نہیں کی' اپنی وہ مبارک چادر جس میں ذکر اذکار اور مراقبے کرتے تھے اتاری اور رنڈی کے سر پر دوپٹے کی جگہ ڈال کر کہا "لو یہ میری بیٹی ہے' تجھے میں اپنے پردے میں لیتا ہوں" رنڈی کے دل کو یہ بات لگ گئی اس نے کہا حاجی صاحب! اب اس چادر کی میں بھی عزت قائم کروں گی۔ آج سے اس گناہ کے پیشے سے میری توبہ ہے۔ یہ نورانی اور مبارک چادر ہمیشہ سے میرے لیے ستر اور پردہ ہی رہے گی۔ (درس القرآن)

حکیم الاسلام رحمہ اللہ کا انداز نصیحت

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔ جہاں تک وعظ و خطابت کا تعلق ہے اس میں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت کو ایسا عجیب و غریب ملکہ عطا فرمایا تھا کہ اس کی نظیر مشکل سے ملے گی۔ بظاہر تقریر کی عوامی مقبولیت کے جو اسباب آج کل ہوا کرتے ہیں حضرت قاری صاحبؒ کے وعظ میں وہ سب مفقود تھے' نہ جوش و خروش' نہ فقرے چست کرنے کا انداز' نہ پر تکلف لسانی' لہجہ و ترنم' نہ خطیبانہ ادائیں لیکن اس کے باوجود وعظ اس قدر موثر' دلچسپ اور مسحور کن ہوتا تھا کہ اس سے عوام اور اہل علم دونوں یکساں طور پر محظوظ اور مستفید ہوتے تھے۔ مضامین اونچے درجے کے عالمانہ اور عارفانہ لیکن انداز بیان اتنا سہل کہ سنگلاخ مباحث بھی پانی ہو کر رہ جاتے' جوش و خروش نام کو نہ تھا لیکن الفاظ و معانی کی ایک نہر سبیل تھی جو یکساں روانی کے ساتھ بہتی اور قلب و دماغ کو نہال کر دیتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا کہ منہ سے ایک سانچے میں ڈھلے ہوئے موتی جھڑ رہے ہیں۔

حضرت قاری صاحبؒ نے مخالف فرقوں کی تردید کو اپنی تقریر کا موضوع کبھی نہیں بنایا لیکن نہ جانے کتنے بھٹکے ہوئے لوگوں نے ان کے مواعظ سے ہدایت پائی اور کتنے غلط عقائد و نظریات سے تائب ہوئے۔

حکمت قاسمی کا وارث ''فاتح بمبئی''

حکیم الاسلام فرماتے ہیں کہ جب میں پہلی مرتبہ بمبئی گیا تو میرے خلاف مخالف مسلک والوں نے قدآدم پوسٹر لگائے اور عوام کو بتایا گیا کہ حضرت شیخ الہندؒ کا مرید ہے حضرت تھانویؒ کا مجاز ہے۔ حضرت علامہ انور شاہؒ کا مخصوص شاگرد ہے اور حضرت قاسم العلوم نانوتویؒ کا سگا پوتا ہے اس لیے اس میں ساری کفریہ نسبتیں جمع ہیں۔ ہمارے مسلک کے بھائیوں کو چاہیے کہ اس کی صورت بھی نہ دیکھیں ورنہ ایمان کے ختم ہوجانے کا خطرہ ہے۔

عجیب اتفاق یہ پوسٹر ہی اس جلسہ میں جس میں حکیم الاسلام کی تقریر ہونیوالی تھی لوگوں کی غیر معمولی حاضری کا سبب بن گیا' لوگوں نے کہا کہ دیکھنا تو چاہیے کہ آخر اتنے بڑے ''کافر'' کی صورت شکل کیسی ہوگی اور وہ کیا کیا کفریہ باتیں لوگوں کو تلقین کرے گا۔

لیکن خلاف توقع اس دن وعظ میں اتنا بڑا اجتماع ہوا کہ بمبئی کی تاریخ میں اتنا بڑا مجمع لوگ کہتے ہیں کہ دیکھنے میں نہیں آیا تھا' لوگوں کا محتاط اندازہ ہے کہ تیس چالیس ہزار انسانوں کا اجتماع تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سارا بمبئی ٹوٹ پڑا ہے اس دن آپ کا وعظ تقریباً تین گھنٹے ہوا۔ مجمع پر سکوت طاری تھا آپ اپنے دستور کے مطابق مثبت انداز میں تقریر فرمارہے تھے آیات قرآنی اور احادیث نبویؐ کے حوالے سے اکابر اولیاء اللہ کے واقعات اور اپنے اسلاف واکابر کی خدمات کا تذکرہ بڑے مؤثر انداز میں بیان فرمارہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سامعین نے غیر معمولی اثر لیا اور پورے بمبئی میں مشہور ہوگیا کہ اگر علماء دیوبند ایسے ہوتے ہیں پھر ان سے بہتر تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا اور نتیجہ یہ نکلا کہ ان محلوں سے تقریر کی دعوتیں آنا شروع ہوگئیں جو خاص مخالفین کے محلے کہلاتے تھے اور پھر انتیس دن تک مسلسل یومیہ آپ کی تقریریں بمبئی کے مختلف محلوں میں ہوتی رہیں جن میں عوام وخواص کی بہت بڑی تعداد حاضر ہوتی رہی۔ اسی کے پیش نظر ''فاتح بمبئی'' کا خطاب عطا فرمایا۔ (مجالس حکیم الاسلام)

شیخ الاسلام کی طلبا کو قیمتی نصیحت

ختم بخاری شریف کے موقع پر حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ

سے طلباء نے درخواست کی کہ آپ اس ''الوداعی موقع'' پر کوئی نصیحت ارشاد فرمائیں۔

حضرت نے تفسیر و حدیث اور فقہ کی بہت سی کتابیں مطالعہ کیلئے بتلائیں پھر بڑی تاکید اور بڑے پرزور انداز میں فرمایا کہ ''اصلاح نفس اور اصلاح ظاہر و باطن کیلئے سب سے بہتر حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خطبات و ملفوظات ہیں''۔ مزید فرمایا: میں نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے اور ملک ملک پھرا ہوں ہر ملک' اور ہر طبقہ کی اُردو' عربی' فارسی اور انگلش کی کتابیں میں نے پڑھی ہیں اصلاح نفس اور اصلاح ظاہر و باطن سے متعلق حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے مواعظ سے بڑھ کر میں نے کوئی کتاب نہیں دیکھی۔ اپنی حد سے زیادہ مصروفیات کے باوجود میں ہر روز سونے سے پہلے ان کا تقریباً پانچ منٹ ضرور مطالعہ کرتا ہوں بعض اوقات دل ان میں ایسا لگتا ہے کہ یہ مختصر سا دورانیہ آدھے گھنٹے تک بھی چلا جاتا ہے۔ حضرت کا کوئی نہ کوئی وعظ ہمیشہ میرے سرہانے رکھا رہتا ہے مجھے سمجھ نہیں آتا کہ میں ان کی افادیت تمہارے دل و دماغ میں کس طرح اتاروں؟۔

بس میں آپ سے دست بستہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ میں سے ہر طالب علم حضرت کے مواعظ (خطبات) کو اپنے روزانہ کے معمولات میں شامل کرلے۔ ممکن ہے کہ ابتداء میں آپکا دل ان میں نہ لگے لیکن آپ جوں جوں آگے بڑھتے جائینگے ان شاءاللہ دل اُن میں کھنچا چلا جائے گا اور ایک ہی مجلس میں آپ اُنہیں ختم کرنا چاہیں گے۔

نوٹ:۔ الحمدللہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے مکمل خطبات (32 جلد) اور مکمل ملفوظات (30 جلد) میں ادارہ کی طرف سے شائع ہو چکے ہیں۔ مزید برآں خطبات حکیم الامت میں احادیث کی تخریج اور فارسی اشعار کے ترجمہ کے علاوہ عنوانات و پیرا گرافی بھی کردی گئی ہے کہ تاکہ دور حاضر کا ذوق بآسانی استفادہ کرسکے۔ (مرتب)

حکمت کی بات

کسی نے ایک بزرگ کو قبرستان سے آتے دیکھا، تو پوچھا، کہاں سے تشریف لا رہے ہیں؟ فرمایا اس مقام پر ایک قافلہ خیمہ زن ہے، اسی کے پاس سے آرہا ہوں۔ عرض کیا، کیا اہل قافلہ سے

کچھ گفتگو بھی فرمائی؟ فرمایا ہاں میں نے ان لوگوں سے پوچھا تھا کہ یہاں سے کوچ کب کرو گے؟ تو انہوں نے جواب دیا "جب تم لوگ بھی شامل قافلہ ہو جاؤ گے۔" (روض الریاحین)

حکیم الامت کا کلمہ حکمت

حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مدارس اسلامیہ میں بے کار پڑے رہنا بھی انگریزی میں مشغول ہونے سے لاکھوں کروڑوں درجے بہتر ہے۔ اس لئے کہ اگرچہ لیاقت اور کمال حاصل نہ ہو لیکن کم از کم عقائد خراب نہ ہونگے اور مسجد میں جھاڑو لگانا اس وکالت اور بیرسٹری سے بہتر ہے جس سے ایمان متزلزل اور اللہ و رسول، صحابہ و بزرگان دین کی شان میں بے ادبی ہو جو انگریزی کا اس زمانہ میں اکثری بلکہ لازمی نتیجہ ہے۔ ہاں جس کو دین کے جانے کا غم نہیں وہ جو چاہے کرے۔

شیخ الہند رحمہ اللہ کا حکیمانہ جواب

دار العلوم دیوبند کے ایک انتہائی ممتاز مدرس جو حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد بھی تھے۔ ان کو کسی کالج کی طرف سے اچھی تنخواہ پر تدریس کی پیش کش ہوئی تو انہوں نے حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ سے ذکر کیا اور کہا کہ:

"حضرت! ہم یہاں دار العلوم میں آٹھ آٹھ دس دس گھنٹے پڑھاتے ہیں، باقی وقت مطالعہ میں گزر جاتا ہے۔ تصنیف و تالیف یا وعظ و خطابت کیلئے بہت کم وقت ملتا ہے۔ خیال یہ ہے کہ کالج میں تدریس کا وقت بہت کم ہوگا اور باقی فارغ وقت میں تصنیف و تالیف اور دوسری دینی خدمات کا زیادہ موقع ملے گا۔ اس لئے ارادہ ہو رہا ہے کہ میں اس پیش کش کو قبول کرلوں"۔

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس رائے کی مخالفت کی اور فرمایا: "مولوی صاحب! مجھے امید نہیں ہے کہ وہاں جا کر آپ اتنی دینی خدمات بھی فارغ اوقات میں انجام دے سکیں، جتنی یہاں ہو جاتی ہے"۔

لیکن یہ بات ان کی سمجھ میں نہ آئی کہ زیادہ فرصت اور فراغت کے باوجود کام زیادہ کیوں نہ ہو سکے گا۔ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے تو نہ تھی لیکن انکی شدید خواہش دیکھ

کر انہیں اجازت دے دی اور وہ کالج میں چلے گئے۔

تقریباً ایک سال بعد چھٹیوں میں وہ دیوبند آئے اور حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے سلام اور خیریت دریافت کرنے کے بعد پوچھا۔

''کیوں مولوی صاحب! اس عرصے میں آپ نے کتنی تصنیف کی، کتنے فتوے لکھے اور کتنے وعظ کہے؟'' یہ سوال سن کر وہ صاحب رو پڑے اور کہا کہ حضرت حساب و کتاب کے نقطہ نظر سے تو آپ کی بات سمجھ میں نہ آئی تھی، لیکن تجربہ سے سمجھ میں آ گئی۔

واقعہ یہ ہے کہ جتنا کام دارالعلوم میں فرصت نہ ہونے کے باوجود ہو جاتا تھا یہاں فرصت کے باوجود اتنا بھی نہ ہوا۔

جامعہ اشرفیہ لاہور کے بانی عالم ربانی حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ ایک مدرسہ میں پڑھاتے تھے۔ تنخواہ بہت کم اور عیالداری زیادہ تھی آپ نے اپنے شیخ حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کی خدمت میں لکھا اور کسی دوسرے ادارہ میں جانے کی اجازت چاہی۔ حضرت نے جواب میں یوں تنبیہ فرمائی ''دو سو روپے مولوی کی جوتی کی خاک کے برابر بھی نہیں جو کچھ مل رہا ہے اسی پر قناعت کر کے بیٹھیں رہیں۔ اللہ تعالیٰ وسعت عطا فرمائیں گے''۔ حضرت مفتی صاحب نے شیخ کی ہدایت پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے رزق کے دروازے کھول دیئے۔ آخر میں نوابوں سے بھی بڑھ کر زندگی گزار رہے تھے۔ (محبت الٰہیہ)

مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی ایک اہم نصیحت

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں

میں نے تقریباً پچاس سال تک مختلف فکری واعتقادی اور فقہی واجتہادی مسائل پر تحقیق کی اور تحقیق کے دوران بعض علمی وفقہی ایسے مسائل بھی میرے سامنے آئے جن کے بارے میں ذاتی تحقیق ومطالعہ کی بنا پر میری ذہنی رائے اکابرین اہل سنت کی تحقیقی رائے سے مختلف رہی۔ لیکن میں نے تقریری وتحریری طور پر کبھی بھی پبلک کے سامنے اپنی ان ذہنی آراء کا اظہار نہیں کیا۔ اس لئے کہ خود کو اکابر واسلاف کی علمی وتحقیقی سطح کے برابر لانے کا تصور بھی دل میں پیدا نہیں ہوا۔ ہمیشہ یہی سوچا کہ میری اس ذہنی رائے کے پیچھے تحقیق میں کوئی نہ کوئی کمی

موجود ہے۔اسی سوچ وفکر کے تحت ہمیشہ اپنے اکابرواسلاف کی تحقیقی آراء کو ہی زیادہ صحیح سمجھا۔انہی کو دل وجان سے قابل قبول جانا اور انہی کی اتباع وپیروی کو اپنے لئے باعث ہدایت ونجات سمجھا بلکہ ان میں سے بعض مسائل ایسے بھی تھے جن کے بارے میں طویل مدت کے بعد تحقیقی طور پر بھی یہ منکشف ہوگیا کہ اس مسئلہ میں بھی اکابر کی تحقیق ورائے ہی مدلل ومحقق تھی۔میں نے جن دلائل پر اپنی رائے قائم کی تھی وہ توریت کا گھروندا تھے۔

اس لئے میں اپنے عزیز علماء کرام اور طلباء سے درخواست کرتا ہوں۔ان کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے اکابرواسلاف کی اجماعی واتفاقی تحقیقات وتعلیمات سے کبھی انکار وانحراف نہ کرنا اور نہ ہی کبھی جمہور اہل سنت کا دامن چھوڑنا کیونکہ ہمارے علم وفن اور دیانت وامانت کا انتہا بھی ان کے علم وحکمت کی ابجد کو نہیں چھوسکتا انہی پر اعتماد میں ہماری نجات ہے اور اسی میں ہمارے لئے خیر وبرکت ہے۔(ماہنامہ الشریعۃ)

دوسوکنوں کی خداخوفی اور حکمت ودانائی

بغداد میں ایک بڑا سوداگر رہتا تھا' دور دور سے خریدار اسکے یہاں پہنچتے اور اپنی ضرورت کا سامان خریدتے' اسی کے ساتھ ساتھ خدا نے اس کو گھریلو سکھ بھی دے رکھا تھا۔اسکی بیوی نہایت خوبصورت' نیک' ہوشیار اور سلیقہ مند تھی۔سوداگر بھی دل وجان سے اسکو چاہتا تھا اور بیوی بھی سوداگر پر جان چھڑکتی تھی اور نہایت عیش وسکون اور میل ومحبت کیساتھ انکی زندگی بسر ہورہی تھی۔

سوداگر کاروباری ضرورت سے کبھی کبھی باہر بھی جاتا اور کئی کئی دن گھر سے باہر سفر میں گزارتا۔بیوی یہ سمجھ کر کہ یہ گھر سے غائب رہنا کاروباری ضرورت سے ہوتا ہے' مطمئن رہتی۔لیکن جب سوداگر جلدی جلدی سفر پر جانے لگا اور زیادہ دنوں تک گھر سے غائب رہنے لگا تو بیوی ذرا کھٹکی اور اس نے سوچا ضرور کوئی راز ہے۔

گھر میں ایک بوڑھی ملازمہ تھی سوداگر کی بیوی کو اس پر بڑا بھروسہ تھا اور اکثر باتوں میں وہ اس ملازمہ کو اپنا راز دار بنالیتی۔ایک دن اس نے بڑھیا سے اپنے شبہ کا اظہار کیا اور بتایا کہ مجھے بہت بے چینی ہے۔بڑھیا بولی: اے بی بی! آپ پریشان کیوں ہوتی ہیں؟ پریشان ہوں آپ کے دشمن' آپ نے اب کہا ہے دیکھئے میں چٹکی بجانے میں سب راز

معلوم کیے لیتی ہوں اور بڑھیا ٹوہ میں لگ گئی اب جب سوداگر گھر سے چلا تو یہ بھی پیچھے لگ گئی۔ آخر کار اس نے پتہ چلالیا کہ سوداگر صاحب نے دوسری شادی کرلی ہے اور یہ گھر سے غائب ہوکر اس نئی بیوی کے پاس عیش کرتا ہے۔

بڑھیا یہ راز معلوم کر کے آئی اور بی بی کو سارا قصہ سنایا' سنتے ہی بی بی کی حالت غیر ہوگئی' سوکن کی جلن مشہور ہی ہے۔ لیکن جلد ہی اس بی بی نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور سوچا کہ جو کچھ ہونا تھا ہو ہی چکا ہے اب میں پریشان ہوکر اپنی زندگی کیوں اجیرن بناؤں۔ اور اس نے میاں پر قطعاً ظاہر نہ ہونے دیا کہ وہ اس راز سے واقف ہے وہ ہمیشہ کی طرح سوداگر کی خدمت کرتی رہی اور اپنے برتاؤ اور خلوص ومحبت میں ذرا فرق نہ آنے دیا۔

دوسری طرف شریف سوداگر نے بھی اپنی بیوی کے حقوق میں کوئی کمی نہ کی۔ اپنے رویے میں کوئی تبدیلی نہ آنے دی اور ہمیشہ کی طرح اسی خلوص ومحبت سے بیوی کے ساتھ سلوک کرتا رہا۔ شوہر کے اس نیک برتاؤ نے بیوی کو سوچنے پر مجبور کردیا اور اس نے یہ طے کرلیا کہ وہ شوہر کے اس جائز حق میں ہرگز روڑا نہ بنے گی۔ اس نے سوچا کہ آخر میاں مجھ سے ظاہر کر کے بھی تو دوسرا نکاح کرسکتا تھا۔ میاں نے اس طرح چھپا کر یہ نکاح کیوں کیا۔ اسی لئے تو میرے دل کو تکلیف ہوگی۔ میں سوکن کو برداشت نہ کرسکوں گی۔

کتنا پیارا ہے میرا شوہر' اس نے میرے نازک جذبات کا کیسا خیال رکھا' پھر اس نے اس نئی دلہن کی محبت میں مست ہوکر میرا کوئی حق بھی تو نہیں مارا۔ اس کے سلوک اور محبت میں بھی تو کوئی فرق نہیں آیا۔ آخر مجھے کیا حق ہے کہ میں اس کو اس حق سے روکوں جو خدا نے اس کو دے رکھا ہے مجھ سے زیادہ ناشکرا اور نالائق کون ہوگا۔ جو ایسے مہربان شوہر کے جائز جذبات کا لحاظ نہ کرے اور اس کے دل کو تکلیف پہنچائے۔ بیوی یہ سوچ کر بالکل ہی مطمئن ہوگئی۔ سوداگر بیوی کا خوش گوار سلوک اور محبت کا برتاؤ دیکھ کر یہی سمجھتا رہا کہ شاید خدا کی اس بندی کو یہ راز معلوم نہیں ہے اور پوری احتیاط کرتا رہا کہ کسی طرح معلوم نہ ہونے پائے اور دونوں ہنسی خوشی پیار ومحبت کی زندگی گزارتے رہے آخر کچھ سالوں کے بعد سوداگر کی زندگی کے دن پورے ہوئے اور اس کا انتقال ہوگیا۔ سوداگر نے چونکہ

دوسری شادی شہر سے دور بہت خاموشی سے کی تھی اس لئے اس کے رشتہ داروں میں بھی کسی کو بھی یہ راز معلوم نہ تھا۔ سب یہی سمجھتے رہے کہ سوداگر کی بس یہی ایک بیوی تھی۔ چنانچہ جب ترکے کی تقسیم کا وقت آیا تو لوگوں نے یہی سمجھ کر ترکہ تقسیم کیا اور اس نیک بیوی کو اسکا حصہ دے دیا۔ سوداگر کی بیوی نے بھی اپنا حصہ لے لیا اور یہ پسند نہ کیا کہ اپنے شوہر کے اس راز کو فاش کرے جو زندگی بھر سوداگر نے لوگوں سے چھپایا۔ لیکن اس نیک بی بی نے یہ بھی گوارا نہ کیا کہ وہ سوداگر کی دوسری بیوی کا حق مار بیٹھے' بے شک کسی کو یہ خبر نہ تھی اور نہ اس کی طرف سے کوئی دعویٰ کرنے والا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو تو سب کچھ معلوم تھا جس کے حضور ہر انسان کو کھڑے ہو کر اپنے اچھے برے اعمال کا جواب دینا ہے۔

سوداگر کی بیوہ یہ سوچ کر کانپ گئی اور اس نے یہ طے کر لیا کہ جس طرح بھی ہوگا وہ اپنے حصے میں سے آدھی رقم ضرور اپنی سوکن بہن کو بھجوائے گی۔ اس نے ایک نہایت معتبر آدمی کو یہ ساری بات بتا کر اپنے حصے کی آدھی رقم اس کے حوالے کی اور اپنی سوکن بہن کے پاس روانہ کیا اور اس کے یہاں کہلوایا کہ افسوس! آپ کے شوہر اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

مجھے ان کی جائیداد اور ترکے میں سے جو کچھ ملا ہے اسلامی قانون کی رو سے آپ اس میں برابر کی شریک ہیں میں اپنے حصے کی آدھی رقم آپ کو بھیج رہی ہوں۔ امید ہے کہ آپ قبول فرمائیں گی۔ یہ پیغام اور رقم بھیج کر نیک بی بی بہت مطمئن تھیں ان کو ایک روحانی سکون تھا۔ کچھ ہی دنوں میں وہ شخص واپس آ گیا اور اس نے وہ ساری رقم واپس لا کر سوداگر کی بیوہ کو دی سوداگر کی بیوہ فکر مند ہوئیں اور وجہ پوچھی۔ قاصد نے جیب سے ایک خط نکالا اور کہا اس کو پڑھ لیجئے اس میں سب کچھ لکھا ہے آپ فکر مند نہ ہوں۔ خط کھولا تو اس میں لکھا تھا۔

پیاری بہن! آپ کے خط سے یہ معلوم کر کے بڑا رنج ہوا کہ آپ کے اچھے شوہر کا انتقال ہو گیا اور آپ ان کی سرپرستی سے محروم ہو گئیں۔ خدا ان کی مغفرت فرمائے اور ان پر اپنی رحمتوں اور عنایتوں کی بارش فرمائے۔ میں کس دل سے آپ کے خلوص و ایثار کا شکریہ ادا کروں کہ آپ نے ان کے ترکے میں سے اپنے حصے کی آدھی رقم مجھے بھیجی۔ میں آپ کی اس نیک روش سے بہت ہی متاثر ہوئی۔

حقیقت یہ ہے کہ سوداگر کے اس راز سے کوئی واقف نہ تھا۔ میرا نکاح بہت ہی پوشیدہ طریقے پر ہوا تھا۔ مجھے تو یہ یقین تھا کہ آپ کو بھی اس کی خبر نہیں ہے۔ میں کیا' خود سوداگر مرحوم بھی یہی سمجھتے رہے کہ آپ کو اس دوسری شادی کی اطلاع نہیں ہے اب آپ کے اس خط سے یہ راز کھلا ہے کہ آپ ہمارے راز سے واقف تھیں۔ آپ کو ضرور اس واقعے سے تکلیف پہنچی ہوگی۔ لیکن اللہ اکبر! آپ کا صبر وضبط! حقیقت یہ ہے کہ آپ نے جس صبر وضبط سے کام لیا اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ کبھی اشارے کنائے سے بھی آپ نے یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ آپ ہماری اس خفیہ شادی سے واقف ہیں۔ آپ کا یہ ایثار اور صبر وتحمل واقعی حیرت انگیز ہے میں تو آپ کے اس کمال سے انتہائی متاثر ہوں۔

دولت کس کو کاٹتی ہے' دولت کیلئے کیا کچھ نہیں کیا جاتا۔ لیکن آفریں آپ کی ایمان داری کو یہ جانتے ہوئے کہ میرا نکاح راز میں ہے اور وہاں کوئی ایک بھی ایسا نہیں جس کو اس کی خبر ہو اور جو میری طرف سے وکالت کرے مگر آپ نے محض خدا کے خوف سے میرے حق کا خیال رکھا اور اپنے حصے میں سے آدھی رقم مجھے بھیج دی۔ خدا کے حاضر وناظر ہونے کا یقین ہو تو ایسا ہو اور خدا کے بندوں کے حقوق ادا کرنے کا جذبہ ہو تو ایسا ہو۔

اچھی بہن! میں آپکی اس دیانت' خلوص اور حق شناسی سے بہت متاثر ہوں خدا آپکو خوش رکھے اور دنیا و آخرت میں سرخرو فرمائے۔ لیکن بہن! میں اب اس حصے کی مستحق نہیں رہی ہوں خدا آپکا یہ حصہ آپ ہی کو مبارک کرے۔ یہ صحیح ہے کہ سوداگر مرحوم نے مجھ سے نکاح کیا تھا اور یہ بھی صحیح ہے کہ وہ میرے پاس آکر کئی دن تک رہتے تھے۔ بے شک ہم نے بہت دنوں عیش ومسرت کی زندگی بسر کی۔ لیکن ادھر کچھ دنوں سے یہ سلسلہ ختم ہوگیا تھا۔ سوداگر مرحوم نے مجھے طلاق دے دی تھی۔ اس راز کی آپ کو بھی خبر نہیں ہے۔ میں اس خط کے ساتھ آپکی اطلاع اور یقین کیلئے طلاق نامے کی نقل بھی بھیج رہی ہوں۔ آخر میں آپکی بے مثال محبت' عنایت' ایثار' خلوص اور ہمدردی کا پھر شکریہ ادا کرتی ہوں۔ والسلام آپ کی بہن

سوداگر کی بیوہ نے اس خاتون کا یہ خط پڑھا تو بہت متاثر ہوئی اور اس کی سچائی دیانت اور نیکی نے اس کے دل میں گھر کرلیا اور پھر دونوں میں مستقل طور پر خلوص ومحبت اور رفاقت کا رشتہ قائم ہوگیا۔ (ماہنامہ محاسن اسلام ملتان)

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کی ایک انگریز سے حکیمانہ گفتگو

حضرت عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں کچھ عرصہ پہلے ایک دن میں مغرب کی نماز پڑھ کر گھر میں بیٹھا ہوا تھا تو باہر سے کوئی صاحب ملنے کے لئے آئے کارڈ بھیجا تو دیکھا کہ اس کارڈ پر لکھا ہوا تھا کہ یہ ساری دنیا میں ایک مشہور ادارہ ہے جس کا نام ایمنسٹی انٹرنیشنل ہے جو سارے انسانی بنیادی حقوق کے تحفظ کا علمبردار ہے اس ادارے کے ایک ڈائریکٹر پیرس سے پاکستان آئے ہیں اور وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ میں نے اندر بلالیا پہلے سے کوئی اپائنٹ منٹ نہیں تھی کوئی پہلے سے وقت نہیں لیا تھا۔ اچانک آگئے اور پاکستان کی وزارت خارجہ کے ایک ذمہ دار افسر بھی ان کے ساتھ تھے۔ آپ کو یہ معلوم ہے کہ ایمنسٹی انٹرنیشنل وہ ادارہ ہے جس کو انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے اور آزادی تقریر وتحریر کے لئے علمبردار ادارہ کہا جاتا ہے اور پاکستان میں جو بعض شرعی قوانین نافذ ہوئے یا مثلاً قادیانیوں کے سلسلے میں پابندیاں عائد کی گئیں تو ایمنسٹی انٹرنیشنل کی طرف سے اس پر اعتراضات واحتجاجات کا سلسلہ رہا۔ بہرحال یہ صاحب تشریف لائے تو انہوں نے آکر مجھ سے کہا کہ میں آپ سے اس لئے ملنا چاہتا ہوں کہ میرے ادارے نے مجھے اس بات پر مقرر کیا ہے کہ میں آزادی تحریر وتقریر اور انسانی حقوق کے سلسلے میں ساؤتھ ایسٹ ایشیاء کے ممالک کی رائے عامہ کا سروے کروں۔ یعنی یہ معلوم کروں کہ جنوب مشرقی ایشیا کے مسلمان انسانی حقوق آزادی تحریر وتقریر اور آزادی اظہار رائے کے بارے میں کیا خیالات رکھتے ہیں اور وہ کس حد تک اس معاملہ میں ہم سے تعاون کرنے پر آمادہ ہیں۔ اس کا سروے کرنے کے لئے میں پیرس سے آیا ہوں اور اس سلسلے میں آپ سے انٹرویو کرنا چاہتا ہوں۔ ساتھ ہی انہوں نے معذرت بھی کی کہ چونکہ میرے پاس وقت کم تھا اس لئے میں پہلے سے وقت نہیں لے سکا لیکن میں چاہتا ہوں کہ میرے چند سوالات کا آپ جواب دیں تا کہ اس کی بنیاد پر اپنی رپورٹ مرتب کرسکوں۔

میں نے ان صاحب سے پوچھا کہ آپ کب تشریف لائے؟

کہا کہ میں کل ہی پہنچا ہوں میں نے کہا کہ آئندہ کیا پروگرام ہے؟

فرمانے لگے کہ کل مجھے اسلام آباد جانا ہے میں نے کہا اس کے بعد؟

کہا کہ اسلام آباد ایک یا دو دن ٹھہر کر پھر میں دہلی جاؤں گا میں نے کہا وہاں کتنے دن قیام فرمائیں گے؟ کہا دو دن میں نے کہا پھر اس کے بعد؟

کہا کہ اس کے بعد مجھے ملائیشیا جانا ہے تو میں نے کہا کل آپ کراچی تشریف لائے اور آج شام کو اس وقت میرے پاس تشریف لائے کل صبح آپ اسلام آباد چلے جائیں گے آج کا دن آپ نے کراچی میں گزارا تو آپ نے کیا کراچی کی رائے عامہ کا سروے کر لیا؟

تو اس سوال پر وہ بہت سٹپٹائے کہنے لگے اتنی دیر میں واقعی پورا سروے تو نہیں ہو سکتا تھا لیکن اس مدت کے اندر میں نے کافی لوگوں سے ملاقات کی اور تھوڑا بہت اندازہ مجھے ہو گیا ہے تو میں نے کہا آپ نے کتنے لوگوں سے ملاقات کی؟

کہا کہ پانچ افراد سے میں ملاقات کر چکا ہوں چھٹے آپ ہیں۔ میں نے کہا چھ افراد سے ملاقات کرنے کے بعد آپ نے کراچی کا سروے کر لیا اب اس کے بعد کل اسلام آباد تشریف لے جائیں گے اور وہاں ایک دن قیام فرمائیں گے۔ چھ آدمیوں سے وہاں آپ کی ملاقات ہو گی۔ چھ آدمیوں سے ملاقات کے بعد اسلام آباد کی رائے عامہ کا سروے ہو جائے گا۔ اس کے بعد دو دن دہلی تشریف لے جائیں گے۔ دو دن دہلی کے اندر کچھ لوگوں سے ملاقات کریں گے تو وہاں کا سروے آپ کا ہو جائے گا۔ تو یہ بتائیے کہ یہ سروے کا کیا طریقہ ہے؟

تو وہ کہنے لگے آپ کی بات معقول ہے۔ واقعتاً جتنا وقت مجھے دینا چاہئے تھا اتنا میں دے نہیں پا رہا۔ مگر میں کیا کروں کہ میرے پاس وقت کم تھا۔ میں نے کہا معاف فرمائیے اگر وقت کم تھا تو کس ڈاکٹر نے آپ کو مشورہ دیا تھا کہ آپ سروے کریں؟

اس لئے کہ اگر سروے کرنا تھا تو پھر ایسے آدمی کو کرنا چاہئے جس کے پاس وقت ہو جو لوگوں کے پاس جا کر مل سکے لوگوں سے بات کر سکے اگر وقت کم تھا تو پھر سروے کی ذمہ داری لینے کی ضرورت کیا تھی؟

تو کہنے لگے کہ بات تو آپ کی ٹھیک ہے لیکن بس ہمیں اتنا ہی وقت دیا گیا تھا۔ اس لئے میں مجبور تھا۔ میں نے کہا معاف فرمائیے مجھے آپ کے ایسے سروے کی سنجیدگی پر شک ہے۔ میں اس سروے کو سنجیدہ نہیں سمجھتا۔ لہٰذا میں اس سروے کے اندر

کوئی پارٹی بننے کے لئے تیار نہیں ہوں اور نہ آپ کے کسی سوال کا جواب دینے کے لئے تیار ہوں اس لئے کہ آپ پانچ چھ آدمیوں سے گفتگو کرنے کے بعد یہ رپورٹ دیں گے کہ وہاں پر رائے عامہ یہ ہے۔ اس رپورٹ کی کیا قدر و قیمت ہو سکتی ہے؟

لہٰذا میں آپ کے کسی سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔ وہ بہت سٹپٹائے اور کہا کہ آپ کی بات ویسے ٹیکنیکلی صحیح ہے لیکن یہ کہ میں چونکہ آپ کے پاس ایک بات پوچھنے کے لئے آیا ہوں تو میرے کچھ سوالوں کے جواب آپ ضرور دے دیں۔ میں نے کہا نہیں میں آپ کے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔ جب تک مجھے اس بات کا یقین نہ ہو جائے کہ آپ کا سروے واقعتاً علمی نوعیت کا ہے اور سنجیدہ ہے۔ اس وقت تک میں اس کے اندر کوئی پارٹی بننے کے لئے تیار نہیں ہوں آپ مجھے معاف فرمائیں۔ میرے مہمان ہیں میں آپ کی خاطر تواضع جو کر سکتا ہوں وہ کروں گا۔ باقی کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔

میں نے کہا کہ اگر میری بات میں کوئی غیر معقولیت ہے تو مجھے سمجھا دیجئے کہ میرا موقف غلط ہے اور فلاں بنیاد پر غلط ہے۔ کہنے لگے بات تو آپ کی معقول ہے۔ لیکن میں آپ سے ویسے برادرانہ طور پر یہ چاہتا ہوں کہ آپ کچھ جواب دیں۔ میں نے کہا کہ میں جواب نہیں دوں گا۔ البتہ آپ مجھے اجازت دیں تو میں آپ سے کچھ سوال کرنا چاہتا ہوں کہنے لگے سوال تو میں کرنے کے لئے آیا تھا لیکن آپ میرے سوال کا جواب نہیں دینا چاہتے تو ٹھیک آپ سوال کر لیں۔ آپ کیا سوال کرنا چاہتے ہیں؟

میں نے کہا میں آپ سے اجازت طلب کر رہا ہوں۔ اگر آپ اجازت دیں گے تو سوال کر لوں گا اگر اجازت نہیں دیں گے تو میں بھی سوال نہیں کروں گا اور ہم دونوں کی ملاقات ہو گئی بات ختم ہو گئی کہنے لگے نہیں آپ سوال کر لیجئے تو میں نے کہا میں سوال آپ سے یہ کرنا چاہتا ہوں کہ آپ آزادی اظہار رائے اور انسانی حقوق کا علم لے کر چلے ہیں تو میں ایک بات آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ آزادی اظہار رائے جس کی آپ تبلیغ کرنا چاہتے ہیں اور کر رہے ہیں یہ آزادی اظہار رائے **Absulute** یعنی مطلق اس پر کوئی قید کوئی پابندی کوئی شرط عائد نہیں ہوتی یا یہ کہ آزادی اظہار رائے پر کچھ قیود و شرائط بھی عائد ہونی چاہئیں؟

کہنے لگے میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا؟

تو میں نے کہا مطلب تو الفاظ سے واضح ہے میں یہ آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ جس آزادی اظہار رائے کی تبلیغ کرنا چاہتے ہیں تو کیا وہ ایسی ہے کہ جس شخص کی جو رائے ہو اس کو برملا اظہار کرے اس کی برملا تبلیغ کرے برملا اس کی طرف دعوت دے اور اس پر کوئی روک ٹوک کوئی پابندی عائد نہ ہو یہ مقصود ہے؟

اگر یہ مقصود ہے تو فرمائیے کہ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ میری رائے یہ ہے کہ یہ دولت مند افراد نے بہت پیسے کمالئے اور غریب لوگ بھوکے مر رہے ہیں۔ لہٰذا ان دولت مندوں کے گھروں پر ڈاکہ ڈال کر اور ان کی دکانوں کو لوٹ کر غریبوں کو پیسہ پہنچانا چاہئے۔ اگر کوئی شخص دیانتدارانہ یہ رائے رکھتا اور اس کی تبلیغ کرے اور اس کا اظہار کرے لوگوں کو دعوت دے کہ آپ آئیے اور میرے ساتھ شامل ہو جائیے اور یہ جتنے دولت مند لوگ ہیں۔ روزانہ ان پر ڈاکہ ڈالا کریں گے۔ ان کا مال لوٹ کر غریبوں میں تقسیم کیا کریں گے تو آپ ایسی اظہار رائے کی آزادی کے حامی ہوں گے یا نہیں؟ اور اس کی اجازت دیں گے یا نہیں؟

کہنے لگے اس کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ لوگوں کا مال لوٹ کر دوسروں میں تقسیم کر دیا جائے تو میں نے کہا یہی میرا مطلب تھا کہ اگر اس کی اجازت نہیں دی جائے گی تو اس کا معنی یہ ہے کہ آزادی اظہار رائے اتنی (Absolute) اتنی مطلق نہیں ہے کہ اس پر کوئی قید کوئی شرط کوئی پابندی عائد نہ کی جاسکے۔ کچھ نہ کچھ قید شرط لگانی پڑے گی کہنے لگے ہاں کچھ نہ کچھ تو لگانی پڑے گی تو میں نے کہا مجھے یہ بتائیے کہ وہ قید و شرط کس بنیاد پر لگائی جائے گی اور کون لگائے گا؟ کس بنیاد پر یہ طے کیا جائے کہ فلاں قسم کی رائے کا اظہار کرنا تو جائز ہے اور فلاں قسم کی رائے کا اظہار کرنا جائز نہیں ہے؟ فلاں قسم کی تبلیغ جائز ہے اور فلاں قسم کی تبلیغ جائز نہیں ہے؟

اس کا تعین کون کرے گا اور کس بنیاد پر کرے گا۔ اس سلسلے میں آپ کے ادارے نے کوئی علمی سروے کیا ہو اور علمی تحقیق کی ہو تو میں اس کو جاننا چاہتا ہوں۔ کہنے لگے کہ اس نقطہ نظر پر اس سے پہلے ہم نے غور نہیں کیا تو میں نے عرض کیا کہ دیکھئے! آپ اتنے بڑے مشن کو لے کر چلے ہیں پوری انسانیت کو آزادی اظہار رائے دلانے کے لئے ان کو حقوق دلانے

کے لئے چلے ہیں۔ لیکن آپ نے بنیادی سوال نہیں سوچا کہ آخر آزادی اظہار رائے کس بنیاد پر طے ہونی چاہئے؟ کیا اصول ہونے چاہئیں؟ کیا شرطیں اور کیا قیود ہونی چاہئیں؟

تو کہنے لگے اچھا آپ ہی بتا دیجئے تو میں نے کہا میں تو پہلے عرض کر چکا ہوں کہ میں کسی سوال کا جواب دینے بیٹھا ہی نہیں میں تو آپ سے پوچھ رہا ہوں کہ آپ مجھے بتائیے کہ کیا قیود و شرائط ہونی چاہئیں اور کیا نہیں میں نے تو آپ سے سوال کیا ہے کہ آپ کے نقطہ نظر سے اور آپ کے ادارے کے نقطہ نظر سے اس کا کیا جواب ہونا چاہئے۔

کہنے لگے میرے علم میں ابھی تک ایسا فارمولا نہیں ہے۔ ایک فارمولا ذہن میں آتا ہے کہ ایسی آزادی اظہار رائے جس میں وائی لنس ہو۔ جس میں دوسرے کے ساتھ تشدد ہو تو ایسی آزادی اظہار رائے نہیں ہونی چاہئے۔ میں نے کہا یہ تو آپ کے ذہن میں آیا کہ وائی لنس کی پابندی ہونی چاہئے کسی اور کے ذہن میں کوئی اور بات بھی آسکتی ہے کہ فلاں قسم کی پابندی بھی ہونی چاہئے یہ کون طے کرے گا اور کس بنیاد پر طے کرے گا کہ کس قسم کی اظہار رائے کی کھلی چھٹی ہونی چاہئے کس قسم کی نہیں؟

اس کا کوئی فارمولا اور کوئی معیار ہونا چاہئے کہنے لگے آپ سے گفتگو کے بعد یہ اہم سوال میرے ذہن میں آیا ہے اور میں اپنے ذمہ داروں تک اس کو پہنچاؤں گا اور اس کے بعد اس پر اگر کوئی لٹریچر ملا تو آپ کو بھیجوں گا تو میں نے کہا ان شاء اللہ میں منتظر رہوں گا کہ اگر آپ اس کے اوپر کوئی لٹریچر بھیج سکیں اور اس کا کوئی فلسفہ بتا سکیں تو میں ایک طالب علم کی حیثیت میں اس کا مشتاق ہوں جب وہ چلنے لگے تو اس وقت میں نے ان سے کہا کہ میں سنجیدگی سے آپ سے کہہ رہا ہوں یہ بات مذاق کی نہیں ہے سنجیدگی سے چاہتا ہوں کہ اس مسئلے پر غور کیا جائے۔ اس کے بارے میں آپ اپنا نقطۂ نظر بھیجیں لیکن ایک بات میں آپ کو بتا دوں کہ جتنے آپ کے نظریات اور فلسفے ہیں۔ ان سب کو مد نظر رکھ لیجئے کوئی ایسا متفقہ فارمولا آپ پیش کر نہیں سکیں گے جس پر ساری دنیا متفق ہو جائے کہ فلاں بنیاد پر اظہار رائے کی آزادی ہونی چاہئے اور فلاں بنیاد پر نہیں ہونی چاہئے تو یہ میں آپ کو بتا دیتا ہوں اور اگر پیش کر سکیں تو میں منتظر ہوں آج ڈیڑھ سال ہو گیا ہے کوئی جواب نہیں آیا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ مجمل نعرے کہ صاحب! ہیومن رائٹس ہونے چاہئیں آزادی اظہار رائے ہونی چاہئے۔تحریر وتقریر کی آزادی ہونی چاہئے۔ان کی ایسی کوئی بنیاد جس پر ساری دنیا متفق ہوسکے یہ کسی کے پاس نہیں ہے اور نہ ہوسکتی ہے کیوں؟

اس واسطے کہ جو کوئی بھی یہ بنیادیں طے کرے گا وہ اپنی سوچ اور اپنی عقل کی بنیاد پر کرے گا اور کبھی دو انسانوں کی عقل یکساں نہیں ہوتیں دو گروپوں کی عقلیں یکساں نہیں ہوتیں۔دو زمانوں کی عقلیں یکساں نہیں ہوتیں۔لہٰذا ان کے درمیان اختلاف رہا ہے۔رہے گا اور اس اختلاف کو ختم کرنے کا کوئی راستہ نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ انسانی عقل اپنی ایک لمیٹیشن (Limitation) رکھتی ہے۔اس کی حدود ہیں اس سے آگے وہ تجاوز نہیں کرپاتی۔محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پوری انسانیت کے لئے سب سے بڑا احسان عظیم یہ ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام معاملات کو طے کرنے کی جو بنیاد فراہم کی ہے وہ یہ ہے کہ وہ ذات جس نے اس پوری کائنات کو پیدا کیا۔وہ ذات جس نے انسانوں کو پیدا کیا۔اسی سے پوچھو کہ کون سے انسانی حقوق قابل تحفظ ہیں اور کون سے انسانی حقوق قابل تحفظ نہیں؟ وہی بتاسکتا ہے اس کے سوا کوئی نہیں بتاسکتا (اصلاحی خطبات ج ۴)

حکیم الامت رحمہ اللہ کی وکلاء سے حکیمانہ گفتگو

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی خدمت میں وکلاء اور بیرسٹر حضرات کا ایک وفد مسئلہ اوقاف کے متعلق حاضر ہوا حضرت کے الہامی جوابات سے متاثر ہوا جب یہ وفد واپس جانے لگا تو حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ اُن کے اکرام کے لئے اسٹیشن تک اُن کے ساتھ گئے اُنہوں نے عرض کیا کہ حضرت جب ہم حاضر ہوئے تو آپ ہمیں لینے اسٹیشن پر نہیں آئے اب آپ نے بہت شفقت فرمائی اس کی کیا وجہ ہے؟

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر میں اُس وقت آتا تو تمہارے "جاہ" کی وجہ سے ہوتا اب میں تمہارے "چاہ" کی وجہ سے آیا ہوں۔(حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

مولانا محمد عمر پالن پوری رحمہ اللہ کی حکیمانہ باتیں

حضرت مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری اپنے والد حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ والد صاحب کی خدمت میں ایک یورپین آدمی کہنے لگا۔ آج کے دور میں قرآن کریم کی بجائے کوئی ماڈرن کتاب ہونی چاہیے جو موجودہ دور کے مناسب حال ہو۔ حضرت والد صاحب نے جواب میں فرمایا۔

آپ کی عمر کتنی ہے؟ اس نے کہا کہ میری عمر تیس سال ہے۔

مولانا نے فرمایا۔ یہ آپ کی بھرپور جوانی کا زمانہ ہے اب آپ کا قد نہ بڑھے گا اور نہ گھٹے گا جس کی وجہ سے آپ کے لباس کا سائز جو اس وقت ہے یہی سائز موت تک رہے گا تو یہاں آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ایک سال یا دو سال والے بچے کا جو چھوٹا کرتہ آپ کی والدہ نے بنایا تھا یہ ان کی بھول چوک ہے بلکہ آپ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ بچپن کا زمانہ تھا۔ جوں جوں قد و قامت بڑھتی رہی لباس کا سائز بھی بڑھتا رہا۔ حتیٰ کہ جوانی میں جسامت کا سائز موت تک رہے گا حضرت آدم علیہ السلام کے دور میں انسانیت کے اعتبار سے بچپن کا زمانہ تھا پھر نوح علیہ السلام کا زمانہ آیا تو انسانیت میں جو تبدیلی آئی اس کے مناسب احکام دیئے گئے اسی طرح آخر میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو یہ ٹھیک انسانیت کی جوانی کا زمانہ تھا۔ لہٰذا آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور شریعت محمدی تا قیامت جاری رہے گا۔ اور یہی طریقہ پورے عالم کیلئے باعث رحمت و برکت ہے۔

یورپین آدمی نے دوسرا سوال یہ کیا کہ جب نبیوں کا آنا باعث رحمت ہے اور نبیوں کا سلسلہ بند ہونا باعث زحمت ہے پھر آپ کا خاتم النبیین ہونا باعث فضیلت کیسے ہو سکتا ہے؟ جب آپ کو خاتم النبیین تسلیم کیا جائے تو رحمۃ للعالمین کیسے ہو سکتے ہیں اور اگر رحمۃ للعالمین ہونا تسلیم کیا جائے تو خاتم النبیین کہنا کیسے صحیح ہے؟

مولانا نے جواب میں فرمایا بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے نبیوں کا سلسلہ بند ہو گیا مگر آپ نے نبیوں والا کام بند نہیں کیا بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام والا کام اپنے مخصوص طریقے کے

ساتھ اس امت کے حوالے کر دیا تا کہ امت محمدیہ تا قیامت تمام انبیاء علیہم السلام کے انوار و برکات اور ان کی رحمتیں حاصل کر سکے۔ جو حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوگا امت بھی اس کی مکلف ہے بشرطیکہ وہ حکم آپ کیلئے خاص نہ کر دیا گیا ہو۔ لہٰذا یہ امت تمام انبیاء علیہم السلام کی چال چلے گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء علیہم السلام والا کام کیا اور اس کے ساتھ مخصوص کام یہ کیا کہ آپ نے اس کام کے داعی (دعوت دینے والے) تیار کئے جو آپ کی اقتداء میں خود دین پر عمل کرے گی اور دوسروں میں اعمال زندہ کرنے کی کوشش کرے گی اور اس امت کا تیسرا مخصوص کام یہ ہوگا کہ دین کی دعوت کیلئے داعی تیار کرے گی تا کہ پورے عالم میں تا قیامت دین زندہ اور تابندہ رہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے گھرانے کیلئے مبعوث ہوئے تو یہ امت بھی اپنے گھرانہ میں دعوت دین کا عمل کر کے محمدی مہر کے ساتھ اسماعیل علیہ السلام والا نور حاصل کرے گی۔

ھود، نوح، صالح علیہم السلام اپنی قوموں میں مبعوث ہوئے تو یہ امت بھی قوم میں محمدی مہر کے ساتھ دین کا کام کر کے ان انبیاء کے انوار حاصل کرے گی۔

شعیب علیہ السلام تاجروں میں مبعوث ہوئے۔

قوم سبا کے تیرہ انبیاء علیہم السلام کسانوں اور جاگیرداروں میں مبعوث ہوئے۔

موسیٰ علیہ السلام اہل حکومت میں مبعوث ہوئے الغرض دنیا کے تمام طبقات میں یہ امت تا قیامت دین کی دعوت کا عمل کر کے محمدی مہر کے ساتھ سارے انبیاء علیہم السلام کے انوارات اور رحمتیں حاصل کرے گی۔

لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین ہونا شرف، رحمتوں اور برکتوں کا باعث ہے اور امت محمدیہ کیلئے طرہ امتیاز بھی ہے اور باعث فخر و اعزاز بھی۔ نیز موجودہ دور میں محمدی طریقہ ہی میں امن و امان ہے بشرطیکہ دعوت دین کا عمل نبوی طریقہ پر کیا جائے موجودہ دور کی پریشانیاں اور شر و فساد ماڈرن طریقوں کی ہی ایجادات ہیں جو کہ امن و امان کو قائم رکھنے میں ناکام ہو چکا ہے۔

مولانا محمد عمر پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ جوابات سن کر یورپین

آدمی نے کہا کہ مجھے اپنی زندگی میں کوئی بھی مطمئن نہیں کر سکا لیکن آج آپ نے مجھے مکمل طور پر مطمئن کر دیا اور میں آج سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین تسلیم کرتا ہوں۔ (انتخاب از بکھرے موتی جلد ۸)

ایک اہم نصیحت

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا: ''آپ کے نزدیک بہترین نصیحت کون سی ہے؟'' فرمایا: ''یہ چھ عادات اپنا لو۔ جب گناہ کرو تو اللہ کا رزق مت کھاؤ گناہ کا ارادہ کرو تو اللہ کی سلطنت سے نکل جاؤ۔ ایسی جگہ برائی کرو جہاں اللہ نہ دیکھ رہا ہو موت کا فرشتہ آئے تو اس سے توبہ کی مہلت طلب کرو منکر نکیر کو قبر میں داخل نہ ہونے دو جہنم میں جانے کا حکم ملے تو جانے سے انکار کردو اس نے کہا: ''حضرت! یہ باتیں تو ناممکن ہیں'' آپ نے فرمایا: ''تب پھر گناہ بھی نہ کرو۔''

علامہ یوسف بنوری رحمہ اللہ کی علامہ طنطاوی کو نصیحت

ایک مرتبہ علامہ بنوری رحمہ اللہ پہلی بار حجاز اور مصر و شام کے سفر پر تشریف لے گئے تو وہاں ان کی ملاقات علامہ جوہر طنطاوی مرحوم سے ہوگئی، جن کی ''تفسیر الجواہر'' اپنی نوعیت کی منفرد تفسیر ہے۔ علامہ طنطاوی سے حضرت بنوریؒ کا تعارف ہوا تو انہوں نے مولاناؒ سے پوچھا کہ کیا آپ نے میری تفسیر کا مطالعہ کیا ہے؟ مولاناؒ نے فرمایا'' کہ ''ہاں! اتنا مطالعہ کیا ہے کہ اس کی بنیاد پر کتاب کے بارے میں رائے قائم کرسکتا ہوں۔ علامہ طنطاوی نے رائے پوچھی، تو مولاناؒ نے فرمایا'' آپ کی کتاب اس لحاظ سے تو علماء کیلئے احسان عظیم ہے کہ اس میں سائنس کی بے شمار معلومات عربی زبان میں جمع ہوگئی ہیں۔ سائنس کی کتابیں چونکہ عموماً انگریزی زبان میں ہوتی ہے اس لئے عموماً علمائے دین ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ لیکن جہاں تک تفسیر قرآن کا تعلق ہے اس سلسلے میں آپ کے طرز فکر سے مجھے اختلاف ہے۔ آپ کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ عصر حاضر کے سائنس دانوں کے نظریات کو کسی نہ کسی طرح قرآن کریم سے ثابت کر دیا جائے اور اس غرض کیلئے آپ بسا اوقات تفسیر کے مسلمہ

اصولوں کی خلاف ورزی سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ حالانکہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ سائنس کے نظریات آئے دن بدلتے رہتے ہیں۔ آج آپ جس نظریئے کو قرآن سے ثابت کرنا چاہتے ہیں ہوسکتا ہے کہ کل وہ خود سائنس دانوں کے نزدیک غلط ثابت ہو جائے، کیا اس صورت میں آپ کی تفسیر کو پڑھنے والا شخص یہ نہ سمجھ بیٹھے گا کہ قرآن کریم کی بات ''معاذ اللہ'' غلط ہوگئی! مولانا نے یہ بات ایسے مؤثر اور دلنشین انداز میں بیان فرمائی کہ علامہ طنطاوی مرحوم بڑے متاثر ہوئے اور فرمایا ''مولانا! آپ کوئی ہندوستانی عالم نہیں ہیں بلکہ آپ کوئی فرشتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے میری اصلاح کیلئے نازل کیا ہے''۔ (نقوش رفتگاں)

تبلیغ دین کیلئے اہم نصیحت

اسلامی مشاورتی کونسل اسلام آباد میں بعض حضرات نے علامہ محمد یوسف بنوری سے فرمائش کی تھی وہ ٹیلی ویژن پر خطاب فرمائیں مولانا نے ریڈیو پر تو قبول کرلیا لیکن ٹی وی پر خطاب کرنے سے معذرت فرمادی تھی کہ یہ میرے مزاج کے خلاف ہے۔ اور فرمایا کہ ہم لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کے مکلّف نہیں ہیں کہ جس طرح بھی ممکن ہو، لوگوں کو پکا مسلمان بنا کر چھوڑیں، ہاں اس بات کے مکلف ضرور ہیں کہ تبلیغ دین کیلئے جتنے جائز ذرائع ووسائل ہمارے بس میں ہیں ان کو اختیار کر کے اپنی پوری کوشش صرف کردیں۔ اسلام نے ہمیں جہاں تبلیغ کا حکم دیا ہے، وہاں تبلیغ کے باوقار طریقے اور آداب بھی بتائے ہیں، ہم ان طریقوں اور آداب کے دائرے میں رہ کر تبلیغ کے مکلف ہیں، اگر ان جائز ذرائع اور تبلیغ کے ان آداب کے ساتھ ہم اپنی تبلیغی کوششوں میں کامیاب ہوتے ہیں تو عین مراد ہے، لیکن اگر بالفرض ان جائز ذرائع سے ہمیں مکمل کامیابی حاصل نہیں ہوتی تو ہم اس بات کے مکلف نہیں ہیں کہ ناجائز ذرائع اختیار کر کے لوگوں کو دین کی دعوت دیں، اور آداب تبلیغ کو پس پشت ڈال کر جس جائز وناجائز طریقے سے ممکن ہو، لوگوں کو اپنا ہم نوا بنانے کی کوشش کریں۔ (نقوش رفتگاں)

ذکر اللہ کے ساتھ صحبت شیخ ضروری ہے

فرمایا کہ بدوں صحبت شیخ کے اگر کوئی لاکھ تسبیحیں پڑھتا رہے کچھ نفع نہیں حضرت

خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت خود ذکر اللہ میں یہ صفت ہونی چاہئے تھی کہ وہ خود کافی ہوجایا کرتا صحبت شیخ کی کیوں قید ہے فرمایا کہ کام بنادے گا تو ذکر اللہ ہی بنادے گا لیکن عادۃ اللہ یوں جاری ہے کہ بدون شیخ کی صحبت کے نرا ذکر کام بنانے کے لئے کافی نہیں اس کے لئے صحبت شیخ شرط ہے جس طرح کہ کاٹ جب کرے گی تلوار ہی کرے گی لیکن شرط یہ ہے کہ وہ کسی کے قبضہ میں ہو ورنہ اکیلی تلوار کچھ نہیں کرسکتی گو کاٹ جب ہوگا تلوار ہی سے ہوگا۔ (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

تکبر کا حکیمانہ علاج

ایک صاحب کیرانہ میں بیعت ہونے کے لئے جب حکیم الامت رحمہ اللہ کی خدمت آئے تو مٹھائی ایک اور شخص کے ہاتھ لائے حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھ لیا کہ ہاں آپ میں شان ہے۔ اور کبر کا مادہ ہے اتفاق سے مجھے کئی جگہ جانا تھا میں نے ان سے کہا کہ مجھے یہاں فرصت نہیں ملی۔ مجھے فلاں صاحب کے یہاں جانا ہے وہاں شاید بیعت کرسکوں۔ وہاں چلئے چنانچہ مٹھائی کا طباق ہاتھ میں لئے ہوئے حضرت میرے ساتھ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر بھی میں نے یہی کہا کہ کیا کہوں۔ یہاں بھی فرصت نہ ملی وہاں چلئے غرض اسی طرح دو گھنٹے تک گھر گھر ان کو مع مٹھائی کے پھرایا اور قصداً بازار سے ہو ہو کر جاتا تھا اور وہ صاحب ہاتھ میں مٹھائی کا طباق لئے لئے پھرتے تھے۔ جب میں نے خوب پریشان کرلیا اور سمجھ لیا کہ ہاں اب ان کے قلب میں سے یہ خبیث مادہ نکل گیا تب مرید کیا اور اپنی اس حرکت کی وجہ بھی ظاہر کردی۔ چنانچہ تکبر کا اتنا بڑا مرض جو برسوں کے مجاہدوں اور ریاضتوں سے بھی نہ جاتا۔ اس تدبیر سے بفضلہٖ دو گھنٹے میں جاتا رہا۔ پھر فرمایا کہ حق تعالیٰ ایسی ہی تدبیریں سوجھا دیتا ہے۔ بزرگان سلف نے بھی ایسی تدابیر کی ہیں ایک بار فرمایا کہ جب مجھے اپنے کسی عیب کی اصلاح کرنی منظور ہوتی ہے تو ایسا کرتا ہوں کہ اس کے متعلق وعظ کہہ دیتا ہوں اس تدبیر سے بفضلہ تعالیٰ وہ عیب اس وقت تو جاتا رہتا ہے کیونکہ وعظ کہتے وقت جوش ہوتا ہے اس کا اثر خود اپنے قلب پر بھی پڑتا ہے دوسرے یہ ہے کہ غیرت بھی آتی

ہے کہ دوسروں کو تو نصیحت کی جاوے اور خود عمل نہ ہو اس سے بھی عمل کی توفیق ہو جاتی ہے چنانچہ غصہ کا میں نے اسی طرح علاج کیا کہ ایک وعظ غصہ ہی کے متعلق کہہ دیا اس کا نام الغضب ہے اس کے بعد سے غصہ میں بہت اعتدال ہو گیا ہے۔ پھر فرمایا کہ بحمداللہ میرے یہاں تو ایسے ہی چٹکلوں میں علاج ہوتے ہیں۔ (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

حکیم الامت رحمہ اللہ کی مروجہ تعظیمی رسوم کے خاتمہ کیلئے حکیمانہ تدابیر

ہر علاقہ میں ملنے جلنے کھانے پینے اور تعظیم و تکریم کی مختلف رسومات رائج ہوتی ہیں۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے سفر کے دوران میں جہاں جہاں بھی ایسے رسومات کو دیکھتے ان کے انسداد استیصال کی طرف فوری توجہ دیتے اور اس تہذیب و تدبیر سے ان رسومات کے عادی لوگوں کو سمجھاتے کہ وہ فوراً حضرت کے فرمان سے متاثر ہو کر انہیں ترک کر دیتے۔

حضرت اعظم گڑھ تشریف لے گئے تو وہاں یہ دستور تھا کہ حضرت کے ساتھ ایک جم غفیر کی بھی دعوت کی جاتی۔ حضرت تھانویؒ میزبان پر کسی قسم کا بارڈالنے کے عادی نہ تھے اس لئے کبھی کسی سے کوئی فرمائش نہ کرتے پر تکلف کھانوں کی بجائے سادہ معمولی کھانوں سے خوش ہوتے آپ نے وہاں کی اس رسم کے انسداد کی یہ ترکیب نکالی کہ جو شخص بھی دعوت کرتا۔ یہ قید لگا دیتے کہ ''میں تنہا کھاؤں گا اور محض خشکہ اور ارہر کی دال کھاؤں گا کیونکہ وہاں بیلن کی روٹیوں کا رواج ہے جو ذرا سخت ہوتی ہے اور مجھے موافق نہیں آتی'' اس طرح آپ نے میزبان کو بہت بڑے بار سے بچالیا۔

بنگال میں یہ رسم تھی کہ جو بھی ملنے آتا۔ آ کر پاؤں کو چھوتا۔ جیسے پنجاب میں اکثر پیروں کے ہاں دیکھا جاتا ہے اس کے روکنے کی یہ ترکیب نکالی کہ اول آپ منع فرماتے جو اس کے بعد بھی آپ کے پاؤں پکڑتا تو اس کے لئے علاج بالمثل فرماتے یعنی آپ بھی فوراً اس کے پاؤں پکڑ لیتے اور جب وہ شرمندہ ہو کر روکتا تو فرماتے۔

''اگر یہ کوئی اچھی بات ہے تو مجھے اس سے کیوں روکتے ہو اور اگر بری بات ہے تو تم ایسی حرکت کیوں کرتے ہو''۔

بس دو چار مرتبہ ایسا کرنے کی دیر تھی کہ اس کی شہرت عام ہوگئی اور لوگوں نے اس بے ہودہ رسم کو ترک کر دیا ضلع اعظم گڑھ میں یہ دستور بھی تھا کہ جب کسی بڑے آدمی کی سواری گزرتی تو چند لوگ آگے آگے ہٹو بچو کہتے ہوئے چلتے جو کوئی آگے آتا ہوا دیکھتے اسے ہٹا دیتے حضرت نے ان لوگوں سے فرمایا کہ۔

''راستہ کسی کی ملک نہیں ہے سب کو برابر چلنے کا حق ہے یہ حرکت خلاف شرع ہے اس کو چھوڑنا چاہئے اور آئندہ ایسا ہرگز نہ کیا جائے۔''

بس لوگوں کی سمجھ میں یہ بات آگئی اور آئندہ کے لئے یہ رسم موقوف ہوئی۔

ایک جگہ یہ دستور تھا کہ لوگ پالکی کے ساتھ دائیں بائیں دوڑتے ہوئے چلتے حضرت نے منع فرمایا کہ مجھ کو اس سے تکلیف ہوتی ہے انہوں نے عرض کیا کہ ہم تو محبت سے ایسا کرتے ہیں فرمایا پھر مجھے کیوں دکھاتے ہو دائیں بائیں نہ چلو۔ پالکی کے پیچھے چلو۔ جہاں سے مجھ کو نظر نہ آئے چنانچہ تھوڑی دیر بعد جو حضرت نے مڑ کر دیکھا تو کوئی بھی نہیں تھا۔ معلوم ہوا کہ یہ رسم محض دکھاوے کے لئے ہوتی ہے مگر وہ بے چارے کیا کرتے کسی مقتدا نے کبھی انہیں ٹوکا ہی نہ تھا۔ وہاں یہ بھی دستور تھا کہ علماء ہندوؤں سے بات بھی نہ کرتے تھے اور اگر کوئی علماء کی تعظیم کے لئے نہ اٹھتا تو اسے اہانت سمجھتے حضرت جب ایک انگریزی سکول کے پاس سے گزرے تو دستور کے مطابق سب ہندو طلباء اور مدرسین تعظیماً کھڑے ہوئے ان کا یہ سلوک دیکھ کر حضرت سکول کے اندر تشریف لے گئے اور نہایت سادگی اور ملاطفت کے ساتھ سب سے ملے اور کچھ دیر باتیں کرتے رہے جس سے وہ لوگ بہت مسرور ہوئے اور تعجب کرنے لگے کہ ایسے بھی مولوی ہوتے ہیں۔

ایک جگہ دستور کے مطابق گاؤں کے چوہدری نے چندہ جمع کر کے دو سو روپیہ حضرت کو نذرانہ دیا لیکن یہ ظاہر نہ کیا کہ یہ گاؤں والوں سے جمع کیا ہے اس کی مالی حالت سے حضرت کو شبہ ہوا کہ یہ از خود اتنا نہیں دے سکتا اس لئے حضرت نے پوچھا کہ یہ آپ کی طرف سے ہے یا اس میں اور بھی شریک ہیں جواب ملا کہ اس میں دوسرے بھی شریک ہیں فرمایا۔

''ہدیہ محبت کے لئے ہوتا ہے جب دینے والے کو میں نہیں جانتا۔ تو مجھ کو ان سے محبت

کیسے ہوگی اس لئے ہر ایک کی رقم اس کو واپس کر دو۔ پھر جس کو دینا ہوگا ہر ایک خود آ کر اپنے ہاتھ سے دے گا جس سے مجھے پتہ چلے گا کہ یہ میرا محسن ہے اور مجھے اس سے محبت ہے"۔

چوہدری نے عذر کیا کہ اب تو آپ جا رہے ہیں فرمایا۔

"میں بہت قریب مقام پر جا رہا ہوں جہاں پہنچنا سب کو آسان ہے جس کو شوق ہو وہاں آ کر ہدیہ دے۔" مگر کوئی بھی ہدیہ دینے نہ آیا کیونکہ وہاں یہ رسم تھی کہ اگر مولوی آئے اور اسے معقول نذرانہ نہ دیا جائے تو وہ برا مناتا تھا مگر جب لینے والا ہی نہ لے تو پھر کسی کو پیچھے دوڑنے کی کیا ضرورت تھی۔ اعظم گڑھ کے ان واقعات کے سلسلہ میں حضرت فرمایا کرتے تھے کہ۔

"اسٹیشنوں پر اتنا ہجوم ہو جاتا کہ مسافروں کو چلنا دشوار ہو جاتا پھر ہر ایک کی خواہش ہوتی کہ مصافحہ تو ضرور کر لوں۔ ان کی سہولت کے لئے حضرت دونوں ہاتھ جدا جدا دونوں طرف بڑھا دیتے۔ اور لوگ مصافحہ کرتے رہتے یا چومتے رہتے اور حضرت سب پر نظر توجہ دوڑاتے رہتے جب تک گاڑی تیز نہ ہو جاتی یہ سلسلہ جاری رہتا۔" (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

حکیم الامت کی غیر معمولی حکمت کا واقعہ

اشرف السوانح ہی میں حضرت خواجہ صاحب کا ایک واقعہ، جس سے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ کی غیر معمولی ذہانت و ذکاوت اور حاضر جوابی ثابت ہوتی ہے، نقل فرماتے ہیں جو درج ذیل ہے

بعض اوقات میں متولیوں کی گڑبڑ دیکھ کر بعض لوگوں کو اوقاف کے متعلق قانون بنوانے کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ معمولی تحریک کے بعد ایک تحقیقاتی وفد مقرر ہوا جس نے غالباً ۱۹۳۰ء میں مختلف مقامات کا دورہ کیا۔ جب وہ وفد تھانہ بھون پہنچا تو حضرت اقدس نے ایک مفصل مکالمہ میں نہایت واضح طور پر ثابت فرما دیا تھا کہ قواعد شرعیہ کی رو سے حکومت کو ایسا قانون بنانے کا اختیار نہیں۔

نواب صاحب باغپت کی ہمراہی میں چند اعلیٰ طبقہ کے وکلاء اور رؤسا کا ایک باضابطہ نیم سرکاری وفد جس کے صدر حافظ ہدایت حسین صاحب کانپوری بیرسٹر تھے۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ مسلمانوں کے اوقاف کے انتظامی معاملات میں غیر مسلم حکومت کو دخیل بنانا جائز ہے یا نہیں، حضرت حکیم الامت کی خدمت میں حاضر ہوا۔

اس وفد نے تھانہ بھون پہنچنے سے قبل ڈاک کے ذریعے سے تقریباً سو سوالات حضرت حکیم الامت کی خدمت میں بھیج کر یہ لکھا تھا کہ ہم ان سوالات کے جواب حضور سے لینا چاہتے ہیں، مگر حضرت والا بوجہ کثرت مشاغل ان سوالات کو دیکھ بھی نہ سکے۔

وفد کی طرف سے گفتگو کے لئے ایک مشہور بیرسٹرایٹ لاء تجویز ہوئے تھے جو جرح کے اندر اس قدر لائق شمار ہوتے ہیں کہ لوگ ان کو جرح کا بادشاہ کہتے ہیں۔ حضرت والا بھی ان کے متعلق ارشاد فرماتے تھے کہ وہ بہت ذہین آدمی ہیں بڑے دور دور کے سوالات مجھ سے کرتے تھے مگر بفضلہ تعالیٰ میری طرف سے ذراسی بات میں سب کا جواب ہو جاتا تھا چنانچہ آدھ گھنٹے کے اندر میری اور ان کی تمام گفتگو ختم ہوگئی اور ان کے تمام سوالات کا شافی جواب ہو گیا۔

چونکہ احقر (خواجہ صاحب) اس جلسہ میں حاضر نہ تھا اس لئے اس مکالمہ کے بعض اجزاء کا خلاصہ جو مولوی جلیل احمد صاحب علی گڑھی نے لکھ لیا تھا ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

حضرت حکیم الامت: چونکہ یہ (وقف) مذہبی فعل ہے اس لئے اس کے اندر غیر مسلم کا دخل دینا خود مذہبی دست اندازی ہے اور مذہبی دست اندازی کی درخواست کرنا یا اور کسی طرح سے اس میں مداخلت کی کوشش کرنا صاف جرم ہوگا۔ جیسا کہ نماز جو ایک خالص مذہبی فعل ہے اس کے اندر کسی طرح جائز نہیں کہ غیر مسلم کو دخیل بنایا جائے اسی طرح یہ بھی جائز نہ ہوگا کہ کسی غیر مسلم سے دست اندازی کی درخواست کی جائے یا کوئی ایسی کوشش کی جائے کہ وہ غیر مسلم وقف کے انتظامی معاملات میں دخیل ہو۔

بیرسٹر صاحب: معاف فرمایئے نماز میں اور وقف میں فرق ہے۔ اس لئے کہ نماز کا تعلق مال سے نہیں ہے اور وقف کا تعلق مال سے ہے۔ اس وقت چونکہ متولیوں کی حالت خراب ہو رہی ہے اس لئے اوقاف کے اندر وہ بڑی گڑبڑ کرتے ہیں۔ اور ان کی آمدنی مصارف خیر میں صرف نہیں کرتے بلکہ خود کھا جاتے ہیں۔

حضرت حکیم الامت: اچھا اگر آپ کے نزدیک نماز کی نظیر ٹھیک نہیں ہے تو زکوٰۃ ہی کو لے لیجئے کہ یہ خالص مذہبی فعل بھی ہے اور اس کا تعلق مال سے بھی ہے اور بہت سے مسلمان ایسے ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں نکالتے مگر چونکہ مذہبی فعل بھی ہے اس لئے اس میں غیر

مسلم کی مداخلت، جس قسم کی بھی ہو، ناجائز ہے۔

بیرسٹر صاحب: اچھا صاحب! نکاح اور طلاق بھی آپ کے نزدیک خالص مذہبی فعل ہیں یا نہیں؟ حضرت حکیم الامت: جی ہاں۔

بیرسٹر صاحب: بہت اچھا۔ اگر ایک عورت جس کو اس کے شوہر نے طلاق دے دی ہے اب اس مرد سے جدا ہونا چاہتی ہے لیکن مرد اس کو نہیں جانے دیتا بلکہ روکتا ہے اور طلاق سے انکار کرتا ہے تو ایسی صورت میں کیا اس عورت کو جائز نہیں کہ عدالت میں اس کے متعلق استغاثہ دائر کرے اور شہادت سے طلاق کو ثابت کر کے حکومت سے اپنی آزادی میں مدد حاصل کرے تو دیکھئے کہ نکاح وطلاق مذہبی فعل ہیں مگر اس میں غیر مسلم کا دخل جائز ہوا۔

حضرت حکیم الامت: آپ نے غور نہیں کیا، یہاں دو چیزیں علیحدہ علیحدہ ہیں، ایک تو وقوع طلاق اور ایک اثر طلاق یعنی وہ حق جو اس عورت کو مرد کے طلاق دے دینے سے حاصل ہو گیا ہے اور مرد اس حق کو چھیننا چاہتا ہے جس میں عورت کا ضرر ہے تو یہاں وہ عورت غیر مسلم حکومت کا دخل قصداً خود طلاق میں نہیں چاہتی بلکہ طلاق سے جو حق آزادی اس کو حاصل ہوا ہے جس کے استعمال نہ کر سکنے سے اس کو ضرر پہنچتا ہے اس ضرر کو دفع کرنے کے لئے وہ عورت عدالت سے مدد چاہتی ہے۔

بیرسٹر صاحب: معاف فرمائیے اسی طرح ہم یہاں بھی کہہ سکتے ہیں کہ جیسے یہاں عورت کا ضرر ہے اسی طرح اوقاف کے اندر گڑبڑ ہونے میں مساکین کا ضرر ہے۔ سو جیسے وہاں اس ضرر سے بچنے کی خاطر غیر مسلم کے دخل کو جائز رکھا گیا ہے۔ اسی طرح یہاں اوقاف میں بھی ضرر سے بچنے کی خاطر غیر مسلم کا دخل جائز ہونا چاہئے۔

حضرت حکیم الامت: آپ نے غور نہیں کیا۔ وہاں تو شوہر کے حبس سے اس عورت کا ضرر ہے اور یہاں اوقاف میں متولی کی خیانت سے مساکین کا ضرر نہیں بلکہ عدم النفع ہے۔ ضرر اور چیز ہے اور عدم النفع اور چیز ہے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے، مثلاً آپ کی جیب میں ایک سو روپے کا نوٹ تھا۔ ایک شخص نے آپ سے وہ چھین لیا تو یہ ضرر ہوا۔ اور اگر میں آپ کو ایک نوٹ دینا چاہتا ہوں مگر کوئی مجھے اس نوٹ کے دینے سے منع کر دے تو

اس میں آپ کا ضرر کچھ نہیں ہوا بلکہ صرف عدم النفع ہوا۔

اس پر سب لوگوں نے بے ساختہ سبحان اللہ اور صل علیٰ کہنا شروع کیا۔ اور بیرسٹر صاحب خاموش ہوگئے اور پھر کوئی شبہ انہوں نے پیش نہیں کیا۔ مگر بشاش برابر رہے۔

حضرت حکیم الامت نے بعد کو ارشاد فرمایا کہ میں نے اس موقعہ سے قبل اپنے دوستوں سے یہی شبہ پیش کیا تھا کہ اگر یہ شبہ کیا گیا تو اس کا کیا جواب ہوگا مگر یہاں کسی کی سمجھ میں جواب نہ آیا تھا۔ کمیٹی میں گفتگو کے وقت جب بیرسٹر صاحب نے یہ سوال پیش کیا تو اسی وقت اس کا جواب میرے قلب میں منجانب اللہ القاء ہوگیا۔

حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ وہ لوگ تھانہ بھون سے بہت خوش گئے اور کہتے تھے کہ صاحب بعض لوگوں نے تو ہم کو بہت ہی خشک جواب دیئے جس سے ہماری بڑی دل شکنی ہوئی مگر یہاں حاضر ہوکر جو نفع ہم کو ہوا اور جو علوم ہم کو اس مجلس میں ہوئے وہ کہیں حاصل نہیں ہوئے وہ لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ ہم نے ارادہ کرلیا ہے کہ استفادہ کی غرض سے کبھی کبھی یہاں حاضر ہوا کریں گے۔

جب جلسہ برخاست ہونے اور حضرت والا کے تشریف لے جانے کے بعد وقف کمیٹی کے ۹ ممبران جن میں سے اکثر اس احقر (خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ) کے بے تکلف شناسا بلکہ بعض ہم سبق بھی تھے، حضرت والا سے قانون وقف سے متعلق گفتگو کرنے کے بعد بے حد متاثر ہوکر اٹھے اور سب یک زبان ہوکر کہنے لگے کہ ہم نہ سمجھتے تھے کہ مولویوں میں بھی ایک ایسی ذات موجود ہے تو احقر نے بہت جوش وخروش کے ساتھ یہ شعر پڑھا۔

میں بھی اس پر مر مٹا ناصح تو کیا بے جا کیا　　اک مجھے سودا تھا دنیا بھر تو سودائی نہ تھی

چونکہ یہ شعر اس وقت بہت ہی برمحل اور حسب حال تھا اس لئے وہ سب بے حد متاثر ہوئے۔ حضرت والا کا منجانب اللہ جو ایسے آزاد خیال مجمع پر اس درجہ اثر ہوا اس پر احقر کو بے اختیار اپنے یہ اشعار یاد آتے ہیں۔

چہ شد مجذوب اگر دیوانہ اوست　　ہمہ عالم بہ بیں پروانہ اوست

ترا ذکر ورد زبان ہورہا ہے　　یہاں ہورہا ہے وہاں ہو رہا ہے

فدا تجھ پہ ہر نکتہ داں ہو رہا ہے ۔۔۔ وہ ناداں ہے جو بدگماں ہو رہا ہے
اگر ہے مجذوب کی بڑ تو پھر کیوں ۔۔۔ مزاحم زباں اک جہاں ہو رہا ہے

اگرچہ ادھر بڑے بڑے قابل، زباں آور اور جرح کرنے میں شہرہ آفاق بیرسٹر اور وکیل اور بڑے بڑے ذی ثروت و وجاہت متمدن رئیس تھے جن میں بعض مذہباً شیعہ بھی تھے اور ادھر ان کے جرحی سوالات کا جواب دینے کے لئے تنہا حضرت والا تھے۔ لیکن جب بعض اہل علم نے حضرت والا کے ہمراہ چلنا چاہا تو حضرت والا نے فرمایا کہ میرا تنہا جانا ہی مناسب ہے تا کہ ان کو یہ خیال نہ ہو کہ ہمارے مقابلہ میں اتنے مولوی جمع ہو کر آئے ہیں۔ اس میں مولویوں کی بے وقعتی ہے، نیز اگر میں سب کے ساتھ گیا اور مغلوب ہو گیا تو سب مولویوں کی بدنامی ہو گی اور اگر میں اکیلا مغلوب ہوا تو زیادہ بدنامی نہ ہو گی۔ کیونکہ اگر ایک کو نونے مغلوب بھی کر دیا تو کوئی کمال نہ سمجھا جائے گا اور اس کے عکس میں مولویوں کی بڑی عزت ہو گی۔

حضرت ان ممبروں کی شہرت، وجاہت اور قابلیت سے مطلق مرعوب نہ تھے لیکن ان سب حضرات کو حضرت والا کی حاضر جوابی، تہذیب، متانت، قابلیت اور باصول گفتگو کا لوہا ماننا پڑا۔ (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

نصیحت کی حکمت عملی

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کا واقعہ ہے کہ ایک خان صاحب آپ کے معتقد تھے اور بچپن کے دوست بھی تھے حتیٰ کہ جمعہ کو ایک ہی جگہ غسل کر کے کپڑے بدلتے تھے مگر بظاہر وضع خلاف شریعت تھی ایک روز حضرت مولانا نے خان صاحب سے کہا کہ خان صاحب آپ کو معلوم ہے کہ ہماری تمہاری پرانی دوستی ہے اس لئے اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ تم اس وضع میں رہو اور میں اس وضع میں اس لئے جب آج نہانے آؤ تو اپنے دو جوڑے لے کر آنا ایک اپنے لئے اور ایک ہمارے لئے کیونکہ میں بھی آج تمہارے جیسی وضع اختیار کروں گا تو خان صاحب مارے شرمندگی کے پانی پانی ہو گئے اور اسی روز سے شرعی لباس پہن لیا تو ناصح اگر عالم نہ ہو گا اور نصیحت کرے گا تو اس میں بھی تکبر ہو گا کیونکہ وہ اس خیال سے نصیحت کرے گا کہ میں اس سے اچھا ہوں تو اس کا اثر برا ہو گا اس لئے مناسب طریق سے نصیحت

کرنا یہ عالم ہی کا کام ہے دوسرے فطری طور پر مخاطب کے قلب میں اس کی عظمت و محبت ہوتی ہے اس لئے اس کی سختی بھی گوارا کرلی جاتی ہے۔ (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

وہمی کا حکیمانہ علاج

مدرسہ کے ایک فارغ التحصیل کو وہم ہوگیا تھا کہ میرے سر نہیں حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ سن کر پہنچے اور دریافت فرمایا کہ تمہارے سر نہیں عرض کیا کہ حضرت نہیں اس پر حضرت نے جوتا نکال کر سر پر مارنا شروع کیا تب اس نے واویلا مچایا کہ حضرت مر گیا چوٹ لگتی ہے فرمایا کہ کہاں چوٹ لگتی ہے عرض کیا کہ حضرت سر میں فرمایا کہ سر تو ہے نہیں چوٹ کے کیا معنی عرض کیا کہ حضرت سر ہے فرمایا کہ اب تو کبھی نہ کہو گے کہ سر نہیں۔ عرض کیا کہ نہیں بس چھوڑ دیا اور وہم جاتا رہا اور ساری عمر بھی کبھی اس مرض کا وہم نہ ہوا یہ حضرات حکیم تھے اور حقیقت کو سمجھتے تھے حضرت مولانا غصیارے مشہور ہیں مگر نہایت ہنس مکھ اور نہایت خوش اخلاق تھے۔ (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحتیں

فرمایا: قرآن مجید کا خلاصہ ہے بندے سے توڑ خدا سے جوڑ تعلق باللہ سے وابستگی راہ ہے اسلام راہرو ہے مسلمان، منزل مقصود ہے دربار الرحمٰن۔

فرمایا: اگر کوئی شخص آسمان پر اڑتا ہوا آئے لاکھوں مرید پیچھے لگا لائے۔ دریا پر سے گزرتا ہوا آئے۔ مگر اس کا طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے خلاف ہو تو اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا گناہ ہے۔ اس کی بیعت حرام ہے اگر ہو جائے تو توڑنا فرض عین ہے ورنہ خود بھی جہنم میں جائے گا اور اپنے پیچھے چلنے والوں کو بھی جہنم رسید کریگا۔

فرمایا: جب مسلمان کو اخلاص اور توکل کے دو پر لگ جاتے ہیں تو پھر وہ روحانیت کے آسمان پر اڑنے لگتا ہے۔

فرمایا: تم نے اپنی اولاد کو بی اے، ایم اے، پی ایچ ڈی کرایا۔ وکالت اور ڈاکٹری پڑھائی۔ لیکن ایسی اولاد کو کیا کرنا اور اس کا کیا فائدہ جس کے لئے تم نے سب کچھ کیا مگر وہ

اپنے باپ کے جنازہ پر دعائے جنازہ بھی نہیں پڑھ سکتی۔

فرمایا: ولی کبھی مشرک نہیں ہوسکتا اور مشرک کبھی ولی نہیں بن سکتا۔

فرمایا: اللہ تعالیٰ تو بڑا ہی نازک مزاج محبوب ہے۔ وہ اپنے تعلق میں غیر کی شراکت برداشت نہیں کرسکتا۔ فرمایا: طلب صادق ہو تو کچھ عرصہ بعد شیخ کامل کی صحبت میں اس کا عکس ظاہر ہونے لگتا ہے۔

فرمایا: مسجدیں ہدایت کی منڈیاں ہیں اور علمائے ربانی دکان دار دکان ان کا سینہ ہے اور مال ہے قرآن خریدار ہے مسلمان اور پونجی ہے ایمان جو خالص نیت سے ایمان خریدنے یہاں آتا ہے۔ خالی ہاتھ نہیں جاتا۔

فرمایا: دنیا میں سب طمع کے یار ہیں۔ بے طمع کا یار صرف اللہ ہے جو سب کچھ دیتا ہے لیکن نہیں لیتا پھر بے طمع کے یار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ شفاعت کیے بغیر چین نہیں لیں گے یا پھر بے طمع کے یار اللہ والے ہیں۔ باقی سب طمع کے یار بیوی، اولاد اور برادری اور برادری تو ایسی ہے کہ اگر اپنے بدن کے گوشت کا قیمہ بنا کر انہیں کھلادیں تو بھی کوئی خوش نہ ہو۔

فرمایا: موتی ملنے ارزاں مگر اللہ والے ملنے اس سے بھی گراں اللہ والوں کے جوتوں کی خاک میں وہ موتی ملتے ہیں جو بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے نہیں ہوتے نہیں ہوتے۔ یہ موتی قبر میں بھی ساتھ جائیں گے اور میدان حشر میں بھی۔

فرمایا: عقیدت۔ ادب اور اطاعت سے فیض آتا ہے۔

ان میں سے ایک تار بھی ٹوٹ جائے تو کنکشن ٹوٹ جاتا ہے۔

فرمایا: جو قرآن مجید کا اتباع نہیں کرتے وہ آخرت کے لحاظ سے اندھے ہیں۔

فرمایا: میرے دوستو! طبیعتوں پر قابو رکھو جبر وصبر کی عادت ڈالو خدا کو یاد رکھو یہ دنیا فانی ہے۔ اپنے معاملات درست کرو رزق حلال کما کر کھاؤ۔ اپنی نشست و برخاست ہمیشہ ان لوگوں میں رکھو جنہیں دیکھ کر خدا یاد آجائے۔ (از کتاب مرد مومن)

عدل واحسان

خلیفہ منصور عباسی کے سامنے دو مجرم پیش کیے گئے۔ دونوں کا جرم ایک ہی نوعیت کا

تھا۔ ایک کو سزائے موت ملی تو دوسرا بول اٹھا۔ ''اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے عدل و احسان دونوں کا حکم دیا ہے۔ آپ نے میرے ساتھی کے ساتھ عدل کیا ہے۔ اب میرے ساتھ احسان فرما دیجئے''۔ خلیفہ اس بات پر جھوم اٹھا اور دونوں کو معاف کر دیا۔

علم کی عظمت

خلیفہ ہارون الرشید گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں اس دور کے عظیم عالم ابوالحسن علی بن حمزہ کسائی سے ملاقات ہوگئی۔ خلیفہ گھوڑے سے اترے' ان سے باادب مصافحہ کیا اور پھر پوچھا آپ میرے دربار میں کیوں نہیں آتے؟ آپ اتنا پڑھ کر کیا کریں گے؟ انہوں نے فرمایا ایک فائدہ تو یہی ہے کہ خلیفہ گھوڑے سے اتر کر باادب مصافحہ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

ایک عورت کا حسن انتخاب

حجاج کے دربار میں ایک کیس آیا' تین آدمی تھے۔ انکے قتل کا حکم دیا گیا۔ ایک خاتون بھی ساتھ تھی۔ اس نے کہا چھوڑ دے تیری بڑی مہربانی ہوگی

حجاج کہنے لگا تینوں میں سے ایک چن لے۔ اس ایک کو چھوڑ دوں گا۔ باقی دو کو قتل کر دوں گا۔ ایک بیٹا تھا' ایک خاوند تھا۔ ایک بھائی تھا عورت نے کہا خاوند دوسرا مل جائے گا۔ بچے اور بھی پیدا ہو جائیں گے میرے باپ مر گئے۔ بھائی اب کوئی نہیں ملے گا میرا بھائی چھوڑ دے باقی دو کو قتل کر دے۔ حجاج نے کہا میں تیرے حسن انتخاب پر تینوں کو چھوڑتا ہوں۔

علم کی موت

ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ عسقلان تشریف لے گئے۔ تین روز ٹھہرے کوئی شخص مسئلہ یا دین کی بات پوچھنے کیلئے نہ آیا تو اپنے ساتھی سے کہنے لگے۔

بھائی! میرے لئے سواری کرایہ پر لا دو' میں اس شہر سے نکل جانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ یہ ایسا شہر ہے کہ اس میں علم مر جائے گا۔ (جامع العلم)

ندامت کے آنسو

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ بادشاہ کے خزانے میں جو موتی کسی دوسرے ملک سے منگوایا جاتا ہے اس کی قدر خود بادشاہ بھی بہت کرتا ہے۔ اسی طرح ندامت کے جو آنسو گناہ گار کی آنکھوں سے زمین پر گرتے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کے شاہی خزانے میں قبول ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے شاہی خزانے میں صرف عزت و جلال ہے۔ وہاں ندامت کے آنسو نہیں ہیں۔ لہٰذا وہ اپنے بندوں کے ندامت کے آنسوؤں کو دنیا سے برآمد کر کے بے انتہا قدر کرتے ہیں اور شرف قبولیت عطا فرماتے ہیں اور شہیدوں کے خون کے برابر وزن فرماتے ہیں۔

حکمت سے اسلام کی جیت

تیمور تاتاریوں کی ایک شاخ کا شہزادہ تھا جس کا پایۂ تخت کاشغر تھا، آپ کو معلوم ہے کہ ساتویں صدی ہجری اور تیرھویں صدی عیسوی میں تاتاریوں نے ترکستان اور ایران پر حملہ کیا اور پھر اس کے بعد وہ بغداد تک پہنچ گئے۔ اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور عالم اسلام کی چولیں ہلا دیں، ایسا نظر آنے لگا کہ اب اسلام دنیا میں ایک طاقت کی حیثیت سے باقی نہیں رہے گا، ان کی ایک شاخ جو ترکستان پر حکمراں تھی، جس میں ایران بھی شامل تھا۔ اس کا وہ ولی عہد تھا، ابھی اس کی تاج پوشی نہیں ہوئی تھی تاج پوشی کے بعد وہ اس پورے قلمرو کا حکمراں ہوتا، وہ شکار کیلئے نکلا۔ ہر طرف پہرے بٹھا دیئے گئے کہ کوئی باہر کا آدمی شکارگاہ میں داخل نہ ہونے پائے، ایک ایرانی بزرگ شیخ جمال الدین کہیں جا رہے تھے، وہ نادانستہ اس شکارگاہ میں داخل ہو گئے، ان کو مشکیں باندھ کر شہزادہ کے سامنے حاضر کیا گیا۔

خان نے ان سے غضبناک ہو کر کہا کہ ایک ایرانی سے تو کتا ہی بہتر ہوتا ہے، شیخ نے کہا کہ ہاں سچ ہے۔ اگر ہم کو اللہ تعالیٰ دین حق کی نعمت و عزت نصیب نہ فرماتا تو ہم سے کتا ہی بہتر ہوتا۔ خان نے شیخ سے پوچھا کہ دین برحق کیا چیز ہے؟ شیخ نے اسلام کے عقائد ایسی گرم

جوشی اور ایسے دینی ولولہ سے بیان کئے کہ اس کا پتھر کا دل موم کی طرح پگھل گیا، شیخ نے حالت کفر کا بھی ایسا ہیبت ناک نقشہ کھینچا کہ خان پر لرزہ طاری ہوگیا، خان نے شیخ سے کہا کہ جب آپ سنیں کہ میری تاج پوشی ہوگئی تو آپ مجھ سے ضرور ملیں۔

یہ دل سے نکلی ہوئی بات تھی اس لئے اس میں کوئی منطقی اثر ہو یا نہ ہو لیکن اس کے دل پر اس کا اثر پڑا۔ اس کے بعد وہ برابر اس کے انتظار میں رہے کہ یہ اطلاع ملے کہ تیمور کی تاج پوشی ہوگئی ہو تو میں جاؤں اور یہ واقعہ یاد دلاؤں، لیکن ان کی قسمت میں نہیں تھا، جب وہ عالم سکرات میں تھے، آخری وقت تھا تو انہوں نے اپنے صاحبزادہ شیخ رشید الدین کو بلایا اور کہا کہ دیکھو بیٹا میری قسمت میں تو یہ سعادت نہیں تھی، لیکن شاید تمہاری قسمت میں ہو، جب سننا کہ تیمور کی تاج پوشی ہوگئی اور وہ بادشاہ ہوگیا تو اس سے ملنا اور یہ واقعہ یاد دلانا۔

جب شیخ رشید الدین نے سنا کہ تیمور کی تاج پوشی ہوگئی تو وہ گئے، اس کے شاہی محل میں تو ان کو کون اندر جانے دیتا، جب ان کی کچھ سمجھ میں نہیں آیا تو انہوں نے ذرا فاصلہ پر ایک درخت کے نیچے مصلی بچھالیا اور وہاں نماز پڑھنی شروع کی، جب نماز کا وقت آیا اذان دیتے اور نماز پڑھتے، اور وقتوں میں تو اذان کی آواز نہیں پہنچتی، لیکن فجر میں ایک دن جو کہ سناٹے کا وقت ہوتا ہے محل میں آواز آئی، اس نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ یہ کیسی مجنونانہ صدا ہے؟ یہ کیا صدائے بے ہنگام ہے؟ لوگوں نے کہا کہ بادشاہ سلامت! ایک مجذوب سا شخص ہے، وہ کچھ اٹھتا بیٹھتا ہے، اور یہ آواز لگاتا ہے، اس نے کہا کہ پکڑ لاؤ اسے، وہ لائے گئے تو اس نے کہا تم کون ہو؟ اور یہ کیا آواز لگاتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ آپ کو کچھ یاد ہے ایک مرتبہ آپ شکار میں گئے تھے، تو ایک ایرانی عالم آپ کو ملے تھے شیخ جمال الدین سے آپ کا کچھ مکالمہ ہوا تھا، اس نے کہا کہ ہاں یاد ہے، انہوں نے کہا کہ میں یہ شہادت دینے آیا ہوں کہ ان کا ایمان پر خاتمہ ہوا، اس نے اسی وقت کلمہ پڑھا، آرنلڈ نے بھی یہ لکھا ہے، اور ترکی فارسی کتابوں میں بھی یہی لکھا ہے، اس نے کلمہ پڑھا اور اپنے ایک راز دار اور سربرآوردہ امیر کو بلایا اور تنہائی میں کہا کہ دیکھو میں نے اپنے متعلق فیصلہ کیا ہے کہ میں مسلمان ہوگیا ہوں اب تم اپنے متعلق سوچو، انہوں نے کہا کہ حضور میں تو بہت دنوں سے مسلمان ہوں، آپ کے ڈر سے ظاہر نہیں کرتا تھا، اس کے بعد پھر اس طرح پوری کی پوری شاخ سو فیصدی مسلمان ہوگئی۔ (تاریخ دعوت وعزیمت)

حکیمانہ وعظ کی ایک عجیب مثال

استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک بار ملتان کو دریائی سیلاب کا خطرہ ہوا۔ سجادہ نشین دربار خواجہ بہاء الحق ملتانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دوستانہ تعلقات کی بناء پر مجھے اطلاع کئے بغیر شہر میں اعلان کرادیا کہ کل کو قلعہ پر مولانا خیر محمد صاحب نفلی جماعت کرائیں گے۔ علماء کو اس اعلان سے تشویش ہوئی اور بعض نے مجھے جانے سے منع بھی کیا کہ نفلی جماعت بالخصوص اہتمام کے ساتھ عند الاحناف مکروہ ہے۔ میں نے کہا جاؤں گا ضرور، کہ نہ جانے میں سجادہ صاحب کی سبکی ہے۔ باقی جماعت کرانا نہ کرانا میرا اپنا فعل ہے۔ چنانچہ جب سجادہ صاحب کی طرف سے کار آئی تو میں چلا گیا۔ جا کر سجادہ صاحب سے کہا کہ آپ سے علیحدگی میں کوئی بات کرنی ہے۔ وہ بخوشی علیحدہ ہوگئے۔ میں نے کہا کہ ہم حنفی ہیں۔ جو کام فقہ حنفی کے مطابق ہو، وہ کرتے ہیں۔ اور جو عمل رواج کے موافق اور فقہ حنفی کے خلاف ہو وہ نہیں کرتے۔ اس لئے ہمیں لوگ وہابی کہتے ہیں۔ چونکہ نفلی جماعت کو فقہ حنفی نے مکروہ کہا ہے، اس لئے معذور ہوں۔ سجادہ صاحب نے کہا کہ حضرت میری غلطی ہوئی کہ آپ کو اطلاع دیئے بغیر میں نے اعلان کرادیا۔ جس کی وجہ سے اب ہزاروں کا مجمع آیا ہوا ہے۔ میں آپ کو خلافِ شرع پر مجبور نہیں کرتا، مگر میری غلطی کا تدارک فرمادیں، تاکہ سبکی نہ ہو۔ میں نے کہا کہ آپ اعلان فرمادیں کہ آدھ گھنٹہ مولانا کا بیان ہوگا، بعد میں نفل پڑھے جائیں گے۔ بڑے خوش ہوئے اور اعلان کردیا۔ میں نے بعد خطبہ یہ آیت تلاوت کی: یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ (الآیۃ) اور وعظ کہا۔ اس میں یہ بھی کہا کہ مسلمان کے دو دشمن دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ جن کا وجود ہمیں نظر آتا ہے۔ یعنی کافر، دوسرے وہ جن کا وجود ہمیں نظر نہیں آتا، یعنی نفس اور شیطان۔ یہ دشمن پہلے کی نسبت بڑا سخت ہے۔ اس کے ساتھ جہاد کرنے کو جہاد اکبر فرمایا گیا ہے۔ آیت میں ظاہری دشمن یعنی کافروں کے ساتھ جہاد میں شہید ہونے والوں کے متعلق فرمایا گیا کہ تم ان کو مردہ نہ کہو، وہ اپنے پروردگار کے ہاں زندہ

ہیں۔ جو لوگ جہادِ اکبر میں ختم ہو جائیں وہ بدرجہ اولیٰ اپنے پروردگار کے ہاں زندہ ہوں گے۔ یہ بزرگانِ دین اولیاء اللہ جہادِ اکبر میں شہید ونے والے ہیں۔ اور یقیناً اپنے مزارات کے اندر زندہ ہیں۔ محض ایک پردہ حائل ہے۔ ہم ان کے مزارات پر جا کر خلافِ شرع کام کرتے ہیں۔ ان کے مزارات کو سجدہ کرتے ہیں۔ اگر یہ پردہ حائل نہ ہوتا تو ہمارے منہ پر تھپڑ مارتے۔ اخیر وعظ میں فرمایا کہ نفلی نماز باجماعت پڑھنا ناجائز ہے۔ بزرگوں کی روحیں اس سے ناراض ہوں گی۔ نفل سب اکیلے اکیلے پڑھیں۔ دعا مل کر کرلیں گے۔

سب نے خوشی خوشی اکیلے اکیلے نفل پڑھے، بعد میں مل کر دعاء کی گئی۔ اللہ پاک کا فضل ہوا، خطرہ ٹل گیا۔ جو ڈرائیور مجھے مدرسہ تک پہنچانے آیا، اس نے کہا: حضرت اگر کبھی کبھی اس طرح کے وعظ ہو جایا کریں تو بڑا فائدہ ہو۔ بڑی اصلاح ہو۔ آج کل کے مقررین کفر کی مشین چلانے لگ جاتے ہیں، بجائے فائدہ کے نقصان ہی نقصان ہوتا ہے۔ (خیر السوانح)

حضرت مولانا عبدالماجد صاحب کی اصلاح کا حکیمانہ واقعہ

حضرت مولانا عبدالماجد صاحبؒ دریابادی ابتداءً بالکل ملحد اور دَہریہ تھے نہ دین کو مانتا نہ خدا کے وجود کو مانتا۔ بالکل آزاد تھے۔ سید اکبر حسین جج الہ آبادی جن کا لقب لسان العصر ہے اور واقعی وہ لسان العصر تھے انہوں نے ظرافت کے انداز میں اس قدر حکمت کی باتیں کہی ہیں کہ آدمی کو واقعی ہدایت ہو جاتی ہے ان کا کلام حکمت آمیز ہوتا ہے تو مولانا عبدالماجد صاحب کے سید اکبر حسین صاحب سے بہت اچھے تعلقات تھے اکبر نے دیکھا کہ اس نوجوان کے اندر صلاحیت ہے مگر وہ غلط جگہ پر جاری ہے۔

انہوں نے مولانا سے کہا کہ تم نے کبھی قرآن شریف بھی پڑھا ہے مولانا نے کہا کہ معاذ اللہ لا حول ولا قوۃ۔ آپ نے کس کتاب کا نام لیا جس میں پرانے قصے ہیں یہ زمانہ روشنی کا ہے۔ سید اکبر حسین صاحب نے کہا کہ یہ میرا مطلب نہیں بلکہ ادب کی حیثیت سے دیکھو۔ انشاء اور ادب کی حیثیت سے پڑھو تو تم کو ادبی قوت معلوم ہوگی۔ اس کو چھوڑ دو کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ کیا ہدایت ہے تم اسالیب بیان پر غور کرو کہ کتنے نفسیات کو کھولا ہے۔

چونکہ یہ مولانا کا موضوع تھا اس لیے یہ بات ان کی سمجھ میں آ گئی وہ خود کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن اس طرح سے قرآن شریف پڑھا سوٹ بوٹ چڑھا ہوا تھا اور آرام دہ کرسی پر لیٹا ہوا۔ پیر پھیلا کر حمائل شریف مثل ناول کے کتابوں کے لیے ہوئے مطالعہ کر رہا تھا۔ وضو وغیرہ کا سوال ہی نہیں پوری سورۃ فاتحہ دیکھ لی اس کے بعد سورہ بقرہ پڑھنی شروع کی تو دو تین رکوع کے بعد پیر کو سکوڑ لیا۔ اور سنجیدہ ہو کر دیکھنا شروع کیا کہ اس میں تو بڑی حکمت کی باتیں ہیں اور نفسیات کے پہلو کھولے گئے یہاں تک کہ انہوں نے پورا پارہ پڑھ لیا اور ان کے دل میں یہ چیز جم گئی کہ جس کو ہم حکمت کہتے ہیں وہ حکمت نہیں ہے۔ بلکہ حکمت یہ ہے جو اس کتاب میں ہے پھر یہ کتنی فطری باتیں بیان کی گئی ہیں۔

پھر یہ واقعہ سید اکبر حسین جج سے بیان کیا کہ شروع میں ہم نے اس طرح پڑھا۔ مگر معلوم ہوا کہ اس میں بڑے کام کی باتیں ہیں تو سید اکبر حسین نے کہا کہ اگر تم باوضو اور متوجہ ہو کر دیکھو تو اور باتیں کھلیں گی۔

چنانچہ اب انہوں نے باوضو دیکھنا شروع کیا پھر چند پارے کے پڑھنے کے بعد ان کے دل میں یہ بات جم گئی کہ یہ کلام حکیمانہ ہے اور جتنی باتیں ہیں وہ نہایت سچی اور حق کی باتیں ہیں۔ نہ اس میں تعصب ہے نہ اس میں جانبداری ہے اب ان کے دل میں کچھ سوالات پیدا ہونے شروع ہوئے تو سید اکبر حسین کے پاس آئے کہ مجھے یہ یہ شبہات ہیں انہوں نے کہا کہ میں تو اس کا جواب نہیں دے سکتا۔ البتہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے رجوع کرو وہ تمہارے اشکالات کو حل کریں گے تو انہوں نے بہت سے سوالات لکھ کر حضرت کی خدمت میں بھیجے حضرت نے جواب میں لکھا کہ یہ لمبی چوڑی باتیں ہیں یہ خط و کتابت سے طے نہیں ہو سکتی ہیں۔ اگر کبھی ادھر آنے کا موقع ہو تو ہم سے ملاقات کر لینا۔ زبانی باتیں۔ مراسلت کی نسبت زیادہ نفع بخش ہوں گی اور مجھے اتنی فرصت بھی نہیں کہ اتنا لمبا جواب لکھوں۔

چنانچہ ایک دن مولانا عبدالماجد صاحب پہنچ گئے حضرت نے فرمایا کہ کتنے دن قیام رہے گا۔ انہوں نے کہا تین دن۔ فرمایا کہ میری مجلس میں بیٹھو مگر بولنے کی اجازت نہیں ہو گی۔ وہ بیٹھ گئے حضرت کی مجلس میں علمی باتیں اور علمی مذاکرات ہوتی رہیں۔ اور ان کے دل پر اثر

ہونا شروع ہوا۔ اور بیسیوں اشکالات خود بخود حل ہو گئے۔ اس تقریر سے بہت اثر لے کر وہ گھر گئے۔ اس کے بعد سید اکبر حسینؒ نے کہا کہ اگر تم ان سے وابستہ ہو جاؤ تو کچھ اور کیفیت پیدا ہو جائیگی چنانچہ مولانا عبدالماجد صاحب اور مولانا عبدالباری صاحب ندوی دیوبند تشریف لائے اور مولانا مدنیؒ سے بیعت کی درخواست کی تو مولانا نے فرمایا کہ جب جماعت کے سب سے بڑے بزرگ موجود ہیں تو تم یہاں کیوں آئے حضرت تھانویؒ کے پاس کیوں نہیں گئے۔

ان حضرات نے کہا کہ وہاں کے قواعد وضوابط بڑے سخت ہیں۔ شاید ہم برداشت نہ کر سکیں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ کیسے قواعد وضوابط مولانا مدنیؒ ان حضرات کو خود لے کر تھانہ بھون گئے۔ حضرت حکیم الاسلام رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں خود اس سفر میں موجود تھا۔ پھر فرمایا کہ حضرت تھانویؒ کے یہاں صبح کو چار گھنٹہ کی مجلس ہوتی تھی اس میں مخصوص حضرات شامل ہوتے تھے اس مجلس میں ہم لوگ گئے تو حضرت تھانویؒ نے اس مجلس میں بہت علوم بیان فرمائے ان کا دل بالکل وابستہ ہو گیا۔ جب مجلس ختم ہو گئی تو مولانا مدنیؒ نے فرمایا کہ حضرت میں ان کو لے کر حاضر ہوا ہوں۔ بیعت فرمالیں حضرت نے فرمایا کہ آپ نے خود کیوں بیعت نہ کر لی تو حضرت مدنیؒ اپنی عادت کے مطابق فرمانے لگے کہ حضرت میں ناکارہ ہوں نااہل ہوں کسی کام کا نہیں ہوں بہت نکما ہوں وغیرہ وغیرہ۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دیکھئے میں نہ کوئی متکبر ہوں نہ متواضع۔ ایک سادہ سا آدمی ہوں۔ نہ آپ اتنے نالائق ہیں کہ ان کی خدمت نہ کر سکیں اور نہ میں اتنا نالائق ہو کہ ان کی خدمت نہ کر سکوں۔ لیکن فائدہ آپ سے پہنچے گا۔ کیونکہ ان شاء اللہ آپ بھی خادم قوم ہیں اور یہ بھی خادم قوم ہیں تو پیر مرید میں توافق ہو جائے گا تو آپ لوگ خادم قوم ہیں اور میں نادم قوم ہیں تو یہ میرے ساتھ وابستہ نہ ہوں گے اور ان کو فائدہ بھی نہ ہوگا۔ فائدہ آپ سے پہنچے گا۔ جب تک پیر مرید میں طبائع کا توافق نہ ہو افادہ اور استفادہ نہیں ہوتا۔ حضرت مولانا مدنی رحمہ اللہ نے پھر وہی فرمایا کہ حضرت میں ناکارہ ہوں نکما ہوں وغیرہ وغیرہ۔

حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ اب میں بین بین بات کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ بیعت تو آپ کر لیں اور تلقین ہمارے ذمہ کر دیں پھر حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ حضرت میں اس

لائق نہیں تو حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ اب میں امر کرتا ہوں تو حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ جب آپ حکم فرماتے ہیں تو میں حکم کی تعمیل کروں گا۔اوران کو الگ لیجا کر بیعت فرمایا اور تعلیم سپرد کردی پھر وہ لوگ ادھر اتنے متوجہ ہوئے کہ پیر کو بھول گئے پھر یہ کیفیت تھی کہ جتنی دیر حضرت تھانویؒ کی خدمت میں بیٹھتے آنکھوں سے آنسو جاری رہتے۔اوران کے قلب کی عجیب کیفیت ہوتی۔اس مجلس سے فارغ ہوکر جب یہ گھر تشریف لے گئے تو مولانا عبدالماجد صاحب نے حضرت تھانویؒ کو خط لکھا کہ میں تو آپ کے کشف کا قائل ہوگیا۔اس لئے کہ جتنے سوالات ذہن میں لے کر گیا تھا آپ کی مجلس میں انہیں کے جواب میں آپ کی تقریریں ہوئی میں آپ کے کشف کا قائل ہوگیا۔

حضرت تھانویؒ نے اس کے جواب میں لکھا کہ بھائی مجھے کبھی کشف نہیں ہوا اور نہ میرے اندر کشف کی صلاحیت ہے اس لیے کہ کشف سادہ طبیعت میں زیادہ ہوتا ہے اور میں متحرک ہوں اور جس کی طبیعت میں فکر رہتی ہے اس کے اندر یکسوئی نہیں رہتی جو کشف کیلئے ضروری ہے تو مجھے نہ کبھی کشف ہوا ہے اور نہ آئندہ ہوسکتا ہے یہ تو آپ کا حسن ظن ہے۔اس پر انہوں نے یہ لکھا کہ اب تو میں اور زیادہ قائل ہوگیا اس لئے صاحب کشف یہ تھوڑے ہی کہا کرتا ہے کہ مجھ کو کشف ہوتا ہے۔معلوم ہوا کہ آپ صاحب کشف ضرور ہیں تو حضرت تھانویؒ نے پھر لکھا کہ اگر آپ کے ذہنی سوالات کے جواب میری زبان پر آئے تو اس کا تعلق کشف سے نہیں۔زیادہ سے زیادہ اسے فراست کہیں گے کہ آپ کے دل میں سوال تھے اللہ تعالیٰ نے ان کا جواب میری زبان سے ادا کرادیا۔اس کو فراست ایمانی کہیں گے۔کشف نہیں کہیں گے۔تو مولانا عبدالماجد صاحب نے لکھا کہ اگر اس کو فراست مانا جائے تو ایک دو بات میں ہو میں چالیس سوال لے کر گیا تھا۔سب کے سب فراست میں کیسے آگئے۔یہ امر اتفاقی نہیں ہے۔کشف ہے۔تو حضرت تھانویؒ نے پھر جواب میں لکھا کہ مجھے تو کشف ہوتا نہیں لیکن جب تم میرے کشف کے قائل ہو تو مجھے بھی انکار کی ضرورت نہیں" ہوتا ہوگا۔"

اس کے بعد یہ لکھا کہ کشف کمالات مقصودہ میں سے نہیں اگر آدمی دعویٰ بھی کرے کہ مجھے کشف ہوتا ہے تو وہ متکبر نہیں کہلائے گا۔اس لئے کہ کشف مقصود نہیں جیسے کوئی شخص یوں کہے

کہ الحمدللہ میری آنکھیں ہیں اس سے دیکھتا ہوں اسے کوئی فخر وغرور نہیں کہے گا تو کشف ایک باطنی آنکھ ہے اگر کسی کو ہو جائے تو یہی کہیں گے کہ باطنی آنکھ کھل گئی اور وہ مقصود کمال نہیں۔

اگر میں دعویٰ بھی کروں کہ مجھے کشف ہوتا ہے تو وہ کبر میں داخل نہ ہوگا لہٰذا جب آپ نہیں مانتے تو میں بھی تسلیم کرتا ہوں کہ ضرور کشف ہوتا ہوگا اور میری آپ کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص دکان پر جائے اور کوئی چیز خریدے اور دکاندار وہ چیز سامنے رکھ کر یوں کہے کہ یہ چیز ہے اس کے اندر فلاں فلاں عیب ہیں اگر عیب نہ ہوتا تو میں آپ کو دس روپیہ پر دیتا لیکن عیب کی وجہ سے صرف ۶ روپیہ پر دے رہا ہوں گاہک کہنے لگے کہ یہ تو آپ کے کہنے کی بات ہے یہ تو بارہ روپیہ کی ہے مگر دکاندار کہتا ہے کہ بھائی تم ۱۲ روپیہ میں خرید لو جب نہیں مانتے تو ہمارا کیا نقصان اس میں تو ہمارا فائدہ ہی ہے تو یہی مثال ہے کہ میں تو انکار کرتا ہوں کہ مجھے کشف نہیں ہوتا لیکن آپ نہیں مانتے تو اب میں بھی کہتا ہوں کہ ہوتا ہوگا پھر اتنے متوجہ ہوئے کہ حضرت مدنیؒ نے جو اپنی سوانح حیات لکھی ہے اس پر سخت تنقید کی ہے۔ جیسے کوئی عوام الناس کو ڈانٹا کرتا ہے کہ یہ بھی غلط یہ بھی غلط پھر ہمہ تن حضرت تھانویؒ کی طرف متوجہ ہو گئے۔

ایک مرتبہ مولانا عبدالماجد صاحب اور مولانا عبدالباری صاحب ندوی کا خط پہنچا اس وقت مولانا عبدالباری صاحب حیدر آباد جامعہ عثمانیہ میں پروفیسر تھے دو ڈھائی مہینہ کی چھٹی ہوئی تو انہوں نے حضرت کو لکھا کہ حضرت چھٹی ہو رہی ہے اور جی یہ چاہتا کہ یہ وقت ہم وہیں گذاریں تو آیا دیوبند میں رہ کر یہ وقت گذاریں یا تھانہ بھون میں جو آپ کا مشورہ ہو حضرت نے بڑا عجیب اصولی جواب دیا فرمایا کہ اگر جامعیت مقصود ہے تو دیوبند چلے جاؤ اور اگر جمعیت مقصود ہو تو تھانہ بھون چلے آؤ مولانا ندوی نے لکھا کہ مجھے جمعیت مقصود ہے اس لئے تھانہ بھون ہی حاضر ہوں گا چنانچہ یہی کیا۔ (مجالس حکیم الاسلام)

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی سود کے متعلق اہم نصیحت

حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ، حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ اور حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوریؒ لاہور تشریف لے گئے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ حضرت مولانا طفیل احمد صاحبؒ زندہ تھے جو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں

رجسٹرار تھے اور صحیح دیندار لوگوں میں سے تھے۔ بی اے بھی تھے۔ ان کی رائے یہ تھی کہ سودی لین دین جائز ہونا چاہیے بغیر اس کے قوم ترقی نہیں کر سکتی۔

یہ سب حضرات لاہور پہنچے۔ مولانا ظفر علی خاں صاحب (ایڈیٹر زمیندار) اور ڈاکٹر اقبال اور دوسرے بڑے بڑے لوگ ملنے کی خاطر حاضر ہوئے۔

اتفاق سے مولانا ظفر علی خاں صاحب بھی کچھ اسی خیال کے تھے جو خیال مولانا طفیل احمد صاحب کا تھا۔ انہوں نے سود کے جواز پر آدھ گھنٹہ بڑی مدلل تقریر کی اور اقتصادی دلائل وغیرہ سے ثابت کیا۔ مقصد یہ تھا کہ یہ حضرات ذرا کچھ مائل ہوں گے۔ ڈھیلے پڑیں گے سود کے سلسلے میں۔ حضرت شاہ صاحب نے جو جواب دیا وہ تو صرف دو لفظوں کا تھا۔ ان کی بات تو ایسی تھی۔ فرمایا کہ ’’بھائی ہم پل بننا نہیں چاہتے۔ جسے جہنم میں جانا ہو خود جائے، ہماری گردن پر پیر رکھ کر نہ جائے۔‘‘ یہ جواب سن کر سب چپ بیٹھے رہے۔ علامہ اقبال بھی اور مولانا ظفر علی خاں صاحب بھی۔ کسی کو بولنے کی ہمت نہ ہوئی۔ پھر علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی نے آدھ گھنٹہ بڑی مفصل تقریر کی جس میں انہوں نے دلائل سے ثابت کیا کہ سود ہر حالت میں حرام ہی ہے کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔ (مجالس حکیم الاسلام)

قریب المرگ شخص کی اصلاح کا حکیمانہ طرز

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحئی عارفی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ ہمارے ایک دوست ہیں۔ تین سال سے بیمار پڑے ہیں، مجبور و پریشان ہیں۔ دعائیں بھی کرتے ہیں، دوسروں سے بھی دعائیں کراتے ہیں، ہم ان کی عیادت کے لئے گئے، دیکھا تو ان کی حالت ہی بدلی ہوئی تھی، کہنے لگے بس دیکھ لیا کچھ نہیں ہوتا دعاؤں سے، اب نہیں مانگیں گے دعائیں اور نہ نماز وغیرہ میں کچھ رکھا ہے۔ غرض ان کی حالت مایوسانہ تھی، میں دیکھ کر حیران رہ گیا اور یہ نہ سمجھ میں آیا کہ ایسی حالت میں ان کو کیا سمجھاؤں۔ سب بے اثر ہوگا، دفعتہً مجھے خیال آیا اور مجھے خیال کہاں سے آتا یہ میرے حضرت رحمہ اللہ ہی کا فیض تھا، بس میں نے ان کا ہاتھ پکڑا اور کہا بس جو کچھ میں کہوں اس کو دہراتے جاؤ۔

اور میں نے لہجہ بدل لیا اور تیزی سے ان سے کہا اور وہ بھی میرے ساتھ دہرانے لگے کہ یا اللہ میں نے ساری عمر تو ایمان کو سینے سے لگائے رکھا اب آخری وقت ہے۔ شیطان ڈاکہ ڈال رہا ہے' میرے ایمان پر یا اللہ یہ نہ معلوم مجھ سے کیا کیا کہلوا رہا ہے' یا اللہ اگر آخری وقت میں شیطان نے ہم کو بہکا دیا تو یہ خسران عظیم ہوگا۔

یا اللہ اگر ہم بہک بھی جائیں' ہمارے ہوش وحواس ٹھیک نہ ہوں' ہم کچھ بک جائیں تو یا اللہ ہم کو معاف کر دیجئے' ہم کو ہدایت عطا فرمایئے' یا اللہ ہم ضعیف الایمان ہیں' یا اللہ ہم کو اور ہمارے اہل وعیال کو اور پوری امت کو دولت ایمان سے محروم نہ فرمایئے' یا اللہ ہم آپ سے پناہ مانگ رہے ہیں اور یا اللہ آپ کے سوا کہیں پناہ نہیں' اے اللہ ہم کو نفس وشیطان کے غلبے سے بچایئے اور ہمارا خاتمہ ایمان کامل پر ہی فرمایئے اس کے بعد میں نے دیکھا کہ ان کی حالت بدل گئی۔ الحمد للہ۔ (خطبات عارفی)

افلاطون کی یادگار حکیمانہ ضیافت

ایک بار بادشاہ وقت افلاطون کے پاس آیا اور بعد امتحان اس نے بادشاہ کو اپنے پاس آنے کی اجازت دی۔ جب رخصت ہونے لگا تو افلاطون نے کہا کہ میں آپ کی دعوت کرنا چاہتا ہوں۔ بادشاہ نے دل میں کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ دنوں تک تنہائی میں رہتے رہتے خبط ہوگیا ہے۔ یہ جنون ہی تو ہے کہ آپ کی ایسی پھٹی ٹوٹی حالت اور بادشاہوں کی دعوت کرنے کے حوصلے اور بادشاہ اس خیال میں معذور بھی تھا وہ تو اسی متاع کو بڑی چیز سمجھتا تھا مگر افلاطون کی نظر میں اس کی وہ وقعت تھی جیسے بچے ایک گھر بناتے ہیں وہاں سہ دریاں بھی ہیں کمرے بھی ہیں سب کچھ موجود ہے مگر باپ اس کو دیکھ کر ہنس رہا ہے کہ ان حضرات کا سارا گھر میری ایک لات کا ہے۔ بس ایسی ہی متاع ہے عقلاء دنیا کی جیسے ایک منہیار اپنے سر پر چوڑیوں کا ٹوکرا لئے جا رہا تھا گاؤں والوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب کسی چیز کی بابت انہیں پوچھنا ہوتا ہے اپنی لاٹھی سے آہستہ سے ایک کھودا دیا کرتے ہیں۔ کھود کرید کرنے کے لئے اسی طرح دیہاتی نے ان چوڑیوں میں لاٹھی سے کھودا دے کر منہیار سے پوچھا کہ ارے یہ کیا ہے اس نے کہا جی بس ایک دفعہ اور مار دو کچھ بھی نہیں یعنی ایک ضرب سے سب تقسیم

تفریق سے مبدل ہو کر کسور تک پہنچ گئی اور کسور بھی صرف کسور عام نہیں بلکہ کسور اعشاریہ بھی غرض سارا حساب یہیں ختم ہو گیا تو اہل دنیا کے نزدیک دنیا کی متاع بڑی چیز ہے۔

اسی بناء پر بادشاہ نے عذر کیا افلاطون کو اس خیال کا ادراک تھا اس لئے افلاطون نے کہا میں آپ کی دعوت کرنا چاہتا ہوں یہ سن کر بادشاہ نے دل میں تو یہی کہا کہ واقعی اس کے دماغ میں خلل معلوم ہوتا ہے اس کے پاس ضروری سامان تک نہیں یہ مجھے کھلاوے گا۔لیکن زبان سے یہ بات تو ادب کی وجہ سے کہہ نہ سکا کہ یہ عذر کیا کہ آپ کو فضول تکلیف ہوگی افلاطون نے کہا کہ نہیں مجھے کچھ تکلیف نہیں ہوگی۔ میرا جی چاہتا ہے۔جب اصرار دیکھا تو بادشاہ نے دعوت منظور کر لی۔اچھا آجاؤں گا اور ایک آدھ ہمراہی بھی میرے ساتھ ہوگا افلاطون نے کہا کہ نہیں مع لشکر اور وزراء امراء سب کی دعوت ہے۔غرض ایک ساتھ دس ہزار کی دعوت کر دی اور لشکر معمولی نہیں خاص شاہی لشکر بادشاہ نے کہا خیر خبط تو ہے ہی یہ بھی سہی غرض تاریخ معین پر بادشاہ مع لشکر اور امراء کے افلاطون کے پاس جانے کے لئے شہر سے باہر نکلا تو کئی میل پہلے سے دیکھا کہ چاروں طرف استقبال کا سامان نہایت تزک و احتشام کے ساتھ کیا گیا ہے ہر شخص کے لئے اس کے درجہ کے موافق الگ الگ کمرہ موجود ہے اور دو طرفہ باغ لگے ہوئے ہیں رات کا وقت تھا ہزاروں قندیل جگہ جگہ ناچ رنگ نہریں اور وہ ایک عجیب منظر پیش نظر تھا اب بادشاہ نہایت حیران تھا کہ یا اللہ یہاں تو کبھی کوئی ایسا شہر تھا نہیں غرض ہر شخص کو مختلف کمروں میں اتارا گیا اور ہر جگہ نہایت اعلیٰ درجہ کا سامان فرش فروش جھاڑ فانوس افلاطون نے خود آکر مدارت کی اور بادشاہ کا شکریہ ادا کیا۔ایک بہت بڑا مکان تھا اس میں سب کو جمع کر کے کھانا کھلایا گیا کھانے ایسے لذیذ کہ عمر بھر کبھی نصیب نہ ہوئے تھے بادشاہ کو بڑی حیرت کہ معلوم نہیں اس شخص نے اس قدر جلد یہ انتظامات کہاں سے کئے بظاہر اس کے پاس کچھ جمع پونجی بھی نہیں معلوم ہوتی یہاں تک کہ جب سب کھا پی چکے تو عیش و طرب کا سامان ہوا ہر شخص کو ایک الگ کمرہ سامان سے آراستہ پیراستہ اندر گئے تو دیکھا کہ تمیم لطف اور تکمیل عیش کے لئے ایک ایک حسین عورت بھی ہر جگہ موجود ہے غرض سارے سامان عیش و طرب کے موجود تھے خیر وہ لوگ کوئی متقی پرہیز گار تو

تھے نہیں اہل خانقاہ تھوڑے ہی تھے بلکہ خواہ مخواہ کے آدمی تھے جیسے مشہور ہے۔ الفرض یہ خواہ مخواہ مراد آدمی یہ رنگ مہمانی دیکھ کر بڑے خوش ہوئے اور رات بھر خوب عیش اڑائے کیونکہ ایسی رات انہیں پھر کہاں نصیب ہوتی یہاں تک کہ سو گئے۔

جب صبح آنکھ کھلی تو دیکھتے کیا ہیں کہ نہ باغ ہے بلکہ نرا اراغ ہے۔ نہ درخت ہیں بلکہ نرے کرخت ہیں یعنی بجائے درختوں کے دیکھا کہ پتھر کھڑے ہوئے ہیں اور ایک ایک پولا سب کی بغل میں ہے اور پاجامہ خراب ہے یہ عورتیں تھیں بڑے شرمندہ ہوئے کہ **لاحول ولا قوۃ** یہ کیا قصہ ہے بادشاہ کی بھی یہی حالت تھی افلاطون نے بادشاہ سے کہا کہ تم نے دیکھا یہ ساری دنیا جس پر تمہیں اتنا ناز ہے ایک عالم خیال ہے اور حقیقت اس کی کچھ بھی نہیں.... اس قدر قوی تصرف تھا افلاطون کے خیال کا کہ پس اس نے یہ خیال جمالیا کہ ان سب کے متخیلہ میں یہ ساری چیزیں موجود ہو جائیں بس سب کو وہی نظر آنے لگیں جب وہ لوگ سو گئے اس نے اس خیال کو ہٹالیا پھر صبح اٹھ کر جو انہوں نے دیکھا تو کچھ بھی نہ تھا۔ افلاطون مجاہدہ و ریاض کئے ہوئے تھا۔ اس لئے یہ قوت اس کے خیال میں پیدا ہوگئی تھی یہ تصوف نہیں ہے تصرف ہے۔ یہ اور چیز ہے وہ اور چیز ہے بس مزہ سب سرد ہوگیا افلاطون نے کہا کہ جیسے تمہیں ان چیزوں میں مزہ آتا ہے مجھے بالکل نہیں آتا کیونکہ مجھے ان کی حقیقت معلوم ہے تو واقعی جو کچھ نظر آیا وہ عالم خیال تھا مسمریزم میں بھی جو کچھ نظر آتا ہے وہ عالم خیال ہی ہوتا ہے اور یہ جو حاضرات واضرات ہے یہ بھی وہی ہے محض قوت خیالیہ کا اثر ہوتا ہے روح ووح کچھ نہیں ہوتی۔ اسی واسطے بچوں پر یہ عمل چلتا ہے۔ (دین ودانش)

نیلسن منڈیلا کی حکیمانہ کاوش

افریقی براعظم کے دوسرے بیشتر ملکوں کی طرح اس ملک کی اصل آبادی سیاہ فام قبائل پر مشتمل تھی، جو اس علاقے کے اصل باشندے تھے، لیکن ان پر گوروں کے تسلط کا آغاز اس طرح ہوا کہ پندرھویں صدی عیسوی میں مغربی ممالک ہندوستان میں اپنی تجارت اور اسکے پردے میں اپنی سامراجی سیاست کو فروغ دینے کے لئے مدت سے کسی ایسے راستے کی تلاش میں تھے جو مسلمانوں کی تگ وتاز سے مامون ہو، اس غرض کے لئے انہوں نے مختلف بحری

مہمات روانہ کیں، یہاں تک کہ جب ۱۴۸۷ء میں برتلمائی ڈائز افریقہ کے جنوبی سرے تک پہنچ کر واپس آیا تو پرتگال کے بادشاہ جان دوم نے افریقہ کے اس جنوبی سرے کی دریافت کو آئندہ مہمات کے لئے امید افزا سمجھ کر اس کو ''راس امید'' (Cape of good Hope) کا نام دیا، اور دس سال بعد اسی راس امید کے راستے سے واسکوڈی گاما ہندوستان پہنچنے میں کامیاب ہوا، اسی وجہ سے ابتک جنوبی افریقہ کا یہ خطہ ''راس امید'' کے نام سے موسوم چلا آتا ہے جس کا دارالحکومت ''کیپ ٹاؤن'' ہے۔

چونکہ بعد میں راس امید مغربی ممالک کے تجارتی سفروں کے لئے اہم ترین منزل بن چکا تھا، اس لئے وہ اس علاقے پر مدت سے دانت لگائے بیٹھے تھے، یہاں تک کہ ہالینڈ کی ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ۱۶۵۲ء میں اس علاقے پر قبضہ جمالیا، چونکہ ان گوروں کی تعداد بہت کم تھی، اور مقامی سیاہ فام آبادی پر مستقل غلبہ پانے کے لئے زیادہ بڑی تعداد درکار تھی، اس لئے انہوں نے یہاں سفید فام آبادی بڑھانے کی تدبیریں شروع کیں، اور ہالینڈ کے باشندوں کو یہاں آباد کرنے کیلئے مہم چلائی، ہالینڈ کے باشندے یہاں آنے کو تیار نہ تھے، لیکن ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنا شوق استعمار پورا کرنے کیلئے ہالینڈ کے یتیم خانوں سے یتیم لڑکیاں اکٹھی کر کے یہاں بھیجیں، نیز جلاوطنی کے سزایاب لوگ زبردستی یہاں دھکیلے گئے، اس طرح رفتہ رفتہ یہاں سفید فام افراد کی تعداد بڑھی، اور ان کی نسل پھیل کر علاقے کی ایک قابل لحاظ آبادی بن گئی۔

ڈچ قوم کے جن افراد نے جنوبی افریقہ میں اپنی حکومت قائم کی، ان کا صرف عمل ہی نہیں، باقاعدہ عقیدہ اور فلسفہ یہ تھا کہ گوری نسل کے لوگ کالوں پر حکومت کرنے کا پیدائشی حق رکھتے ہیں، اور کالوں کا مقصد تخلیق اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ وہ گوروں کی غلامی کریں، اور ان کی خدمت انجام دیں، ان کے نزدیک سیاہ فام انسان (بلکہ تمام وہ انسان جو گوری نسل کے نہ ہوں) کسی انسانی عزت واحترام کے مستحق نہیں تھے، چنانچہ اسی عقیدے اور فلسفے کی بنیاد پر انہوں نے جنوبی افریقہ میں جو سیاسی اور سماجی نظام جاری کیا، اس میں ملک کی نوے فیصد سیاہ فام آبادی کو اچھوت سے بدتر رتبہ دیا گیا، کالوں کی ہر چیز گوروں سے الگ رکھی گئی، وہ گوروں کی آبادیوں میں رہائش کے مستحق نہ تھے، ان کی آبادیاں، ان کے ریستوران، ان کی تفریح گاہیں، ان کی ٹرینیں غرض ہر چیز جدا تھی،

گوروں کی آبادیوں اور دوسرے مقامات پر کتا داخل ہوسکتا تھا، مگر کالے افراد کے داخلے پر پابندی تھی، ایک دور ایسا بھی گذرا کہ اونچی عمارتوں میں لفٹ کا استعمال صرف گورا کرسکتا تھا، کالوں کو لفٹ استعمال کرنے کی اجازت نہ تھی، ہر دفتر میں کالوں کے کاؤنٹر الگ تھے، گوروں کے الگ۔

جنوبی افریقہ کے زرق برق شہر تمام تر گوروں کے لئے مخصوص تھے، جوہانسبرگ ہو یا پری ٹوریا، ڈربن ہو یا کیپ ٹاؤن دن کے وقت ہر شہر کی دوکانوں، کارخانوں اور مکانات میں کالے مزدوری کرتے تھے، اور یہ شہر انہی کی محنت کے دم سے آباد تھے، لیکن کسی کالے کو نہ صرف یہ کہ وہاں مکان بنانے کی اجازت نہ تھی، بلکہ سورج غروب ہونے کے بعد کوئی سیاہ فام شخص ان شہروں میں ٹھہر نہیں سکتا تھا، ان شہروں کو بجلی کے قمقموں سے جگمگانے کے بعد یہ ہزار ہا کالے افراد بسوں میں سوار ہو کر اپنی تنگ و تاریک بستیوں میں جانے پر مجبور تھے، جو ان شہروں سے میلوں دور واقع تھیں۔ شروع میں تو کسی کالے کی مجال نہ تھی کہ وہ تعلیم حاصل کر سکے، بعد میں تعلیم کی اجازت ہوئی تو ان کی تعلیم گاہیں الگ رکھی گئیں جہاں تعلیم ایک خاص حد تک ہی دی جاسکتی تھی۔ اور جب عام شہری حقوق میں کالوں کے ساتھ برتاؤ یہ تھا تو سیاست میں کسی کالے کے عمل دخل کا سوال ہی کیا ہے؟ پارلیمنٹ تمام تر صرف دس فیصد سفید فام افراد کیلئے مخصوص تھی، کالے کو نہ ووٹ کا حق تھا، نہ پارلیمنٹ کی رکنیت کا۔

دوسری طرف جنوبی افریقہ میں چونکہ سونے اور پلاٹینم کی کانیں تھیں، اس لئے وہ گوروں کے لئے واقعی سونے کی چڑیا کی حیثیت رکھتا تھا، چنانچہ یہاں کے قدرتی وسائل کو استعمال کر کے ملک کا شمار امیر ملکوں میں ہونے لگا، اور یورپ اور امریکہ کے بیشتر ممالک نے اس کے ساتھ نہ صرف دوستانہ تعلقات قائم رکھے، بلکہ اسکی کھلم کھلا انسانیت سوز اندھیر گردی کے باوجود اس کی پشت پناہی کرتے رہے، البتہ ایشیاء اور افریقہ کے بیشتر ممالک نے جنوبی افریقہ کی نسل پرستی کے خلاف احتجاج کے طور پر اس سے اپنے تعلقات منقطع رکھے، اور عرصہ دراز تک جنوبی افریقہ تیسری دنیا کے ملکوں سے مکمل طور پر کٹا رہا۔

شروع میں تو چونکہ ملک کی سیاہ فام آبادی تعلیم سے محروم تھی، اس لئے اس ظلم وستم

کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کا شعور ہی اس میں پیدا نہ ہوسکا، لیکن رفتہ رفتہ جب کچھ افراد تعلیم سے بہرہ ور ہوئے، اور انہوں نے اپنی قوم کی حالت زار کے خلاف آواز اٹھانی چاہی تو انہیں شدید اذیتوں کا نشانہ بنایا گیا، ایسے لوگ دیکھتے ہی دیکھتے لاپتہ ہو جاتے، اور ان کی باقی زندگی عقوبت خانوں کی نذر ہو جاتی۔

یہ حالات تھے جن میں نیلسن منڈیلا نے اپنی قوم کی آزادی کی جدوجہد شروع کی اور اس کی پاداش میں اپنی جوانی کے بہترین ستائیس سال جیل میں گذارے، اس کے جیل جاتے وقت گوروں کی حکومت اس قدر مستحکم تھی کہ بظاہر حالات اس کے اپنی جگہ سے ہلنے کا تصور مشکل تھا، لیکن منڈیلا کے جیل جانے کے بعد آزادی کی تحریک دبنے کے بجائے رفتہ رفتہ قوت حاصل کرتی گئی، نسل پرست حکومت کے خلاف نفرت کا لاوا اندر ہی اندر پکتا رہا، اور دوسری طرف چونکہ حکومت اپنے موقف سے ہٹنے کے لئے تیار نہیں تھی، اس لئے ملک میں ایک خوفناک خونی انقلاب کا خطرہ سالہا سال یہاں کی فضا پر منڈلاتا رہا، یہ بات تو طے تھی کہ جبر واستبداد کا یہ تسلط ایک نہ ایک دن ختم ہو کر رہے گا، لیکن اندیشہ یہ تھا کہ بعض دوسرے افریقی ممالک کی طرح یہاں بھی یہ انقلاب خونریزی کے ذریعہ آئیگا، اور اس خوبصورت ملک میں خون کی ندیاں بہہ جائیں گی، لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ ملک کو اس خوفناک خونریزی سے بچانے کا سہرا جہاں نیلسن منڈیلا کے صبر وتحمل کے سر ہے وہاں اس کا کریڈٹ آخری دور کی سفید فام حکومت کو بھی جاتا ہے، کہ اس نے بالآخر نوشتہ دیوار پڑھا، اور پرامن انتقال اقتدار پر اصولی طور سے راضی ہوگئی، ورنہ طاقت کے نشے میں چور ظالموں کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ ان کی آنکھیں اسی وقت کھلتی ہیں جب ان کی فرعونیت کسی "بحر احمر" میں غرق ہو چکی ہوتی ہے، لیکن جنوبی افریقہ کی آخری دور کی حکومت نے اولاً تو نسل پرستانہ قوانین کو منسوخ کیا، پھر منڈیلا کو رہائی دے کر اس کے ساتھ مفاہمت کا ہاتھ بڑھایا۔

دوسری طرف نیلسن منڈیلا نے بھی جوش انتقام سے مغلوب ہونے کے بجائے اپنی قوم کو

پرامن انقلاب کا تحفہ پیش کرنے کو ترجیح دی۔ عمر کے بہترین ستائیس سال قید و بند کی صعوبتوں میں گذارنے کے باوجود اس کی سیاسی پالیسیوں میں ذاتی دشمنی اور انتقام کی کوئی جھلک نہیں آنے پائی، جن لوگوں نے اس کی ذاتی زندگی تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی، وہ انہی کے ساتھ مذاکرات کی میز پر بیٹھا، پھر ایک عبوری مدت تک انہیں اقتدار میں اپنا شریک قرار دینے پر راضی ہوگیا، اور بالآخر اپنی قوم کی آزادی کے لئے ایک ایسا فارمولا دریافت کرنے میں کامیاب ہوگیا جس کے ذریعے کسی کی نکسیر پھوٹے بغیر قوم کو آزادی مل گئی۔

اس فارمولے کے تحت جب پہلی بار ملک میں عام انتخابات منعقد ہوئے تو منڈیلا کی پارٹی افریقن نیشنل کانگریس بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئی، اور نیلسن منڈیلا کو آزاد جنوبی افریقہ کا پہلا صدر منتخب کیا گیا، اس عظیم الشان کامیابی کے موقع پر منڈیلا نے ریڈیو اور ٹی وی پر جو پہلی تقریر کی، وہ بھی اسکے تدبر کی دلیل تھی، اس نے قوم کو اس سیاسی فتح پر مبارکباد پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اس خطرے کو محسوس کیا کہ اس فتح کی خوشی میں ملک کی سیاہ فام آبادی انتقامی کارروائیاں کرسکتی ہے، اور ملک کی پرامن فضا ان سے متاثر ہوسکتی ہے، لہٰذا اس نے اپنی تقریر میں اعلان کیا کہ اس عظیم کامیابی پر عوامی سطح پر کوئی جشن مسرت نہیں منایا جائیگا، کل سے ملک کا ہر فرد اپنے نئے ملک کی تعمیر کیلئے اپنے اپنے کام پر جائے، اور پہلے سے زیادہ جوش و خروش کے ساتھ کام کرے۔ یہی ہمارا جشن مسرت ہے۔

آزادی کی منزل تک پہنچنے کے لئے نیلسن منڈیلا کو جن طویل اور صبر آزما مراحل سے گذرنا پڑا ان کی داستان اس نے اپنی خودنوشت سوانح حیات میں بیان کی ہے جس کا نام ہے "The long walk to Freedom" یعنی "آزادی کا طویل سفر"۔ یہ کتاب شائع ہونے کے بعد جب بک اسٹالوں پر آئی تو چند روز میں اس کے تمام نسخے فروخت ہوگئے۔

منڈیلا نے اپنے قوم کو آزادی دلانے کا جو کارنامہ انجام دیا وہ اسے اپنی قوم کا ہیرو بنانے کیلئے کافی ہے، لیکن اپنی اس کامیابی پر اچھلنے کے بجائے اس کی تمامتر توجہ اس وقت ملک کی تعمیر نو کی طرف ہے، ابھی تک اپنے آپ کو قومی نجات دھندہ قرار

دے کر اپنی پرستش کرانے کا کوئی بھوت اس کے سر پر سوار معلوم نہیں ہوتا، جنوبی افریقہ میں اپنے حالیہ قیام کے دوران میں نے کسی بھی جگہ منڈیلا کی کوئی نمایاں تصویر نہیں دیکھی، اس نے برسر اقتدار آنے کے بعد اپنی اور اپنے رفقاء کی سرکاری مراعات میں نمایاں تخفیف کی ہے، اور یہ احساس اس کی پالیسیوں میں جھلکتا نظر آتا ہے کہ آزادی کے بعد ملک کی تعمیر کا مرحلہ آزادی حاصل کرنے سے زیادہ کٹھن اور صبر آزما ہے، اس کا واسطہ ایک ایسی قوم سے ہے جسے صدیوں کی گھٹن کے بعد پہلی بار آزاد فضا میسر آئی ہے، دوسری طرف تعلیم کی کمی نے اسے نظم وضبط اور اعلیٰ انسانی اخلاق سے دور رکھا ہے، چنانچہ آزادی کے فوراً بعد دیہات کی آبادیاں جوق در جوق شہروں میں منتقل ہو رہی ہیں، اور بڑے بڑے شہروں میں ان لوگوں کی جھونپڑیاں دور تک پھیلی نظر آتی ہیں جو ان شہروں کے مجموعی مزاج سے کسی طرح میل نہیں کھاتیں، دوسری طرف غیر تعلیم یافتہ کالے افراد مناسب تعلیم وتربیت سے محروم ہونے کی بناء پر بہت سے جرائم کے خوگر ہیں، اور اس وجہ سے آزادی کے بعد شہروں میں چوری، ڈکیتی وغیرہ کے جرائم خاصی رفتار سے بڑھے ہیں، اور نئی آزاد حکومت کا امتحان یہ ہے کہ وہ ان نت نئے مسائل سے کس طرح عہدہ برآ ہوتی ہے، اور امیر وغریب کے درمیان اس وقت جو بے انتہا فاصلہ ہے، اسے کس حسن تدبیر سے کم کر کے ملک کو ایک متوازن فضا فراہم کرتی ہے۔ جنوبی افریقہ میں مسلمانوں کی بھی ایک بہت بڑی تعداد آباد ہے، اور اس علاقے میں مسلمانوں کی آمد کی بھی ایک عجیب اور عبرتناک تاریخ ہے جو آزاد فضا میں پیدا ہونے والے مسلمانوں کو ضرور معلوم ہونی چاہئے۔ (عالمی تاریخ)

باب ۵

حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرۃ تھانویؒ کے ظاہر و باطن کی اصلاح کیلئے اقوال حکمت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنی زندگی میں جہاں دیگر کارہائے نمایاں سرانجام دیئے' وہاں آپ نے اپنے متعلقین کی اصلاح و تربیت کیلئے خط و کتابت کا آسان طریقہ رائج فرمایا کہ طالب اصلاح جہاں بھی ہو' خط کے ذریعے اپنے احوال لکھ کر حکیم الامت رحمہ اللہ کے اقوال حکمت سے مستفید ہو سکے۔ حضرت کے یہ گراں قدر مکتوبات ''تربیت السالک'' میں تقریباً دو ہزار صفحات پر مشتمل ہیں جن کی تلخیص بنام ''آئینہ تربیت'' کی گئی ہے آئندہ صفحات میں دیئے گئے اقوال حکمت اسی آئینہ تربیت کی تلخیص ہے۔ اس طرح یہ گراں قدر اقوال تقریباً دو ہزار صفحات کا نہ صرف خلاصہ ہیں بلکہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ ہی کے الفاظ میں ہے جو ظاہر و باطن کی اصلاح کیلئے پُر حکمت ذخیرہ پر مشتمل ہیں۔

مطلوب کیا ہے ۔مطلوب مقامات ہیں نہ احوال، کیونکہ اوّل اختیاری ہیں دوسرے غیر اختیاری ہیں۔

وسلوس:۔وساوس کا ہجوم رحمت ہے جس سے عجب وخود پسندی کی جڑ کٹ جاتی ہے ۔وساوس کتنے ہی برے ہوں مضر نہیں ہیں جب تک کہ ان کے متعلق قصد نہ ہو۔وساوس سے پریشان نہ ہونا چاہئے اس کا بہتر علاج یہ ہے کہ اس پر خوش ہو۔ہجوم وساوس بھی ایک مجاہدہ ہے۔وسوسہ منافی اخلاق وحضور نہیں ہے۔

زبانی تسبیح:۔ زبانی تسبیح بھی مفید ہے بشرطیکہ اثر کا قصد ہو۔

انسان کس کا مکلف ہے :۔دل لگنے کا انسان مکلف نہیں البتہ خود دل کا متوجہ رکھنا ضروری ہے۔انسان صرف اس کا مکلف ہے کہ اخلاق رذیلہ کے مقتضی پر عمل نہ کرے نہ ازالہ کا۔اعمال کی مقبولیت کا انسان مکلف نہیں۔انسان کو چاہئے کہ اپنے قصور کی کسی سے معافی مانگ لے اور قبولیت کا مکلف نہیں ہے۔

کس کا مطالعہ کرے:۔اگر خوف خداوندی کا غلبہ ہوتو مضامین رحمت کا مطالعہ مفید ہوتا ہے گریہ اور خوف کا غلبہ ہوتو آیاتِ رحمت وبشارت کا مطالعہ کرنا چاہیئے ۔

بیعت میں جلدی نہ کرے:۔ذکر شیخ سے گریہ طاری ہوتو کسی دوسرے شغل میں لگ جانا چاہیے جب تک چند روز تعلیم یا صحبت سے مناسبت نہ پیدا کرلے بیعت میں جلدی نہ کرے۔

مسالک کی مصلحت:۔ بعض سالکین کے لئے انوار وغیرہ کا منکشف نہ ہونا ہی مصلحت ہوتا ہے۔

کامیابی کس پر ہے :۔ کامیابی مقصود کی دھن پر ہے نہ کہ صرف دوامِ عمل پر۔

ناامید نہ ہو جاؤ:۔معاصی کے ارتکاب سے ناامید نہ ہونا چاہیئے اور توبہ و استغفار کے بعد کام شروع کردینا چاہیئے اپنے گناہوں کی تلافی سے مایوس ہونا اور گھبرانا یہ شیطانی کید ہے جو خدا کی رحمت سے ناامید کرتا ہے۔

دولت:۔ورد کے ترک پر افسوس کرنا بھی دولت ہے۔

علاج گناہ:۔معاصی کا علاج صرف ہمت اور استغفار ہے۔

نالائق پیر:۔ جس پیر کے مرید اکثر بے نمازی و غیر صالح ہوں وہ قابل بیعت نہیں ہے۔ جس پیر کو دیکھو کہ وہ مرید کرنے میں کسی مذہب کی قید نہیں لگاتا اس کو تم بھی کسی مذہب کا پابند نہ جانو۔

درس و تدریس:۔ درس و تدریس بھی عبادت ہونیکی وجہ سے قائم مقام مراقبہ ہے۔

سالک کا کام:۔ عبادات میں لذت کا متلاشی نہ ہونا چاہیئے۔ سالک کو کام میں لگنا چاہیئے ثمرہ پر نظر نہ چاہیئے۔

اضافی اَوْرَاد:۔ تعلیم شیخ کے علاوہ اوراد کے پڑھنے کی تین شروط ہیں۔

(۱) تعلیم شیخ میں خلل نہ ہو (۲) قوت سے زیادہ نہ ہو (۳) شرع کے خلاف نہ ہو۔

اصل مقصود: ثمرات و کیفیات پر نظر کرنے سے پریشانی بڑھتی ہے اصل مقصود عمل ہے۔

کیفیت پر کیا کرے:۔ کسی وارد یا کیفیت کا غیر محرم سے ذکر نہ کرنا چاہیئے اور نہ اس پر غرور کرنا چاہیئے بلکہ نعمت سمجھ کر شکر کرنا چاہیے۔ کسی کیفیت و حال کو بقاء نہیں ہے کسی حال کو ضبط کرنے کی کوشش نہ کرے۔ اگر اثنائے ذکر میں کوئی عجیب بات کا انکشاف ہو تو اسکو ضبط کر لینا چاہیئے۔

تنگدلی کا علاج:۔ جو شخص تنگدستی سے تنگ دل ہو اس کیلئے معاش کا ذریعہ مناسب ہے۔

زبان درازی کا علاج:۔ ہمت اور لوگوں سے کم ملنا، زبان درازی اور یاوہ گوئی کا علاج ہے اور پھر کوتاہی ہو تو استغفار کرے۔

غیبت سے پرہیز:۔ جن مجالس میں غیبت ہو وہاں سے خود اُٹھ جانا چاہیے۔

ذکر کے آثار:۔ ذکر و شغل کے زمانہ میں دودھ اور روغنی اشیاء کا استعمال کرنا چاہیئے ورنہ خشکی اور ذکر کے آثار باہم مشتبہ ہو جاتے ہیں۔ کبھی غلبہ ذکر کے آثار سے غصہ بڑھ جاتا ہے جو عارضی ہے۔ ذکر کے لئے کسی نشست کی قید نہیں۔

شک نہ کرے:۔ فقہاء کے نزدیک کسی مومن کا اپنے ایمان میں شک کرنا کفر ہے۔

تعداد مقصود نہیں:۔ اگر طبیعت میں شمار ذکر سے انتشار ہو تو تعداد کو چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ وہ مقصود نہیں ہے۔

مُرشد بہتر سمجھتا ہے:۔ بعض طبائع کو اشغال و مراقبات سے

مناسبت نہیں ہوتی جسکو کامل شیخ سمجھ سکتا ہے ایسے طالبین کو صرف ذکر لسانی مفید ہوتا ہے۔ایک کا طریقہ تعلیم دوسرے کے لئے مفید نہیں ہے جس کو شیخ کامل سمجھتا ہے۔

کم ہمتی:۔ کم ہمتی کا علاج صرف ہمت ہے۔تمام مجاہدات کا دارومدار ہمت پر ہے۔

بیعت ٹوٹنا:۔ گناہ کبیرہ سے بیعت نہیں ٹوٹتی جب تک کہ نیت فسخ نہ کرے۔

طبیعت رکنے کا علاج:۔ اگر ہم خیال لوگوں کے نہ ہونے سے طبیعت ذکر سے رکتی ہو تو ذکر خفی کرے۔

مسنون ذکر:۔ ذکر لسانی پاسِ انفاس سے زیادہ منافع ہے کیونکہ مسنون ہے۔

بیوی کی محبت:۔ بی بی کی محبت کوئی مرض یا عیب نہیں ہے مگر غلو نہ ہو کہ مشاغل ضروریہ میں اس سے فرق آئے۔

بد نظری کا علاج:۔ بدنظری ایک مرض ہے جس کے لئے سخت مجاہدہ کی ضرورت ہے مثلاً ایک نظر پر بیس نفلیں پڑھے۔

اُچھلنا، کُودنا:۔ اُچھلنا، کودنا شوق اور ضعف سے پیدا ہوتا ہے کمزوری کا علاج مفرحات اور مقویات سے کرے۔

کوتاہی کا کفارہ:۔ اگر عمل میں کوتاہی ہو تو علاوہ استغفار کے کچھ جرمانہ بھی مقرر کرنا چاہیئے، مثلاً بیس رکعت نفل پڑھے۔

میں کم تر ہوں۔ کسی کو حقیر نہ سمجھے یعنی دل میں اعتقاد رکھے کہ میں سب سے کمتر ہوں اور اس وقت اپنے عیوب کو پیشِ نظر رکھے۔ہمعصروں سے خود کو کم تر محسوس کرنا دلیل ترقی ہے۔

ابتدائی کیفیات۔ ابتدائے سلوک میں ہر شخص پر مختلف کیفیات ہوتی ہیں مثلاً کبھی شوق، کبھی دل خالی، کبھی گریہ۔مبتدی کو اخبار کا مطالعہ مضر ہے۔

اخیر شب اٹھنا شب کو سویرے کھانا اور عشاء پڑھ کر سویرے سونا اخیر شب میں آنکھ کھلنے کے لئے معین ہے۔

تصوف کا مقصود۔ اس فن کا مقصود صرف رضائے حق ہے جو دنیا میں مجاہدات وریاضیات سے حاصل ہوتی ہے اور آخرت میں قساوت وہ ہے جو مصیبت کے بعد

افسوس نہ ہو گریہ نہ ہونا قساوت نہیں ہے۔

اسباب پر نظر۔ اسباب پر نظر حال کی کمی سے ہوتی ہے نہ کہ نقص اعتقاد سے۔

اہلیہ کی ناموافقت۔ اہلیہ کی ناموافقت پر صبر کرنا یہ خود مجاہدہ ہے صبر سے برداشت کرنا چاہیے۔

حاجت برادی کا عمل۔ بعد عشاء کے ۱۴ سو ۱۴ مرتبہ ''یا وھابُ'' پڑھنا حاجت براری کے لئے مفید ہے۔

مبارک حالت۔ اگر دعا کے بعد اطمینان وفرحت محسوس ہو تو مبارک حالت ہے گریہ کے آنسو متبرک نہیں۔ دعاء کا مقصود تضرع وزاری ہے اگر اردو میں ہو تو بہتر ہے۔

راضی بر رضا رہے۔ حق تعالیٰ بیمار بھی رکھیں تو اس پر راضی رہنا چاہیئے کیونکہ وہ بھی رحمت وحکمت سے خالی نہیں ہے اس تصوّر سے کچھ غم نہ ہوگا۔

ناراضی دور کرنے کا عمل۔ اگر داہنے ہاتھ کی انگلیوں پر بسم اللہ پڑھ کر کسی ناراض شخص کو سلام کرے تو یہ عمل باعث رضامندی ہوگا۔

مراقبہ کی تعلیم۔ مراقبہ کی تعلیم اس شخص کو دینا چاہیے جو صاحب علم ہو یا صحبت سے صاحب فہم ہو گیا ہو۔

وظائف کی پابندی۔ اگر آخر شب میں تہجد میسر نہ ہو سکے تو بعد عشاء کے اپنے وظائف پورے کرے۔ ورد کے یاد آنے پر پھر شروع کرنا یہ بھی حکم دوام ہے اور رضائے حق ہے۔

ایذاء سے پرہیز۔ ذکر جہر سے سونے والوں کو تکلیف ہو تو ذکر خفی کرنا چاہیئے۔ اگر ذکر جہر سے اہلیہ کی تکلیف کا خیال ہو تو دریافت کرلیا جائے۔

ذکر و تلاوت کے ختم کی دعا۔ ذکر ختم ہونے پر دعا پڑھنا چاہیئے اے اللہ اپنی محبت ومعرفت اور توفیق ذکر وطاعت نصیب فرما اور ختم تلاوت پر یہ الفاظ پڑھنا چاہیئے اللہ تلاوت وعمل بالقرآن کی توفیق بخشے۔

ناغہ کا عذر۔ معمولات کے ناغہ ہونے کیلئے سفر کا عذر صحیح ہے۔ اتفاقاً بضرورت شدیدہ کسی مہمان کی خاطر سے معمولات میں تغیر ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔

آنکھ کھلنے کا عمل۔ سورۂ کہف کی آخرآیت اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُو وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سے آخرسورۃ تک پڑھ کردعا کرکے سورہنا تہجد کیلئے آنکھ کھلنے میں مجرب ہے۔

سَلَف کا مطالعہ۔ مبتدی کے لئے کتب سلف کا مطالعہ مضر ہے۔

شیخ کی تلاش۔ تلاش شیخ کا طریقہ یہ ہے کہ جس سے اعتقاد ہواسکے پاس چندروز رہے۔

تعداد ذکر کی حکمت۔ تعداد ذکر کی تعین میں یہ اقرار ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں غیر متناہی ہیں مگراس کے احاطہ سے ہم عاجز ہیں۔

کوئی بے خوف نہ ہو۔ اپنے فیصلۂ آخرت کے متعلق کوئی مطمئن نہیں ہوسکتا کیونکہ بشارت یقینی اس عالم میں ممکن نہیں ہے اور بشارت ظنی اختیار نہیں۔

ہمت ضروری ہے۔ اصلاح بدونِ ہمّت کے کسی کی توجہ سے نہیں ہوتی اور نری تمنا ہوس ہے۔ شیخ محض واسطہ اور محرک ہے۔

نیک خواب۔ خواب اس وقت مبشرات ہیں جس وقت اس پرعمل کرنے کی ہمّت ہو۔

عقلی محبت۔ خدااور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیساتھ صرف عقلی محبت کاانسان مکلف ہے۔

محبتِ دنیا کی کمی۔ کتاب ذم الدنیا از کیمیائے سعادت کامطالعہ محبت دنیا کوکم کرتا ہے۔

استقلال۔ بتکلف کسی کام پر دوام کرنے سے استقلال وملکہ ہو جاتا ہے۔

کشف و کرامات۔ مبتدی کے لئے کشف وکرامات رہزن ہیں۔

زیارت نبوی۔ کسی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرادینا اسکی مقبولیت کی دلیل نہیں ہے۔

خیرات۔ خیرات مستقل طاعت سمجھکر کرنا چاہیئے نہ بطور رشوت۔

محبتِ مُرشد۔ شیخ کی محبت بالواسطہ خدا کی محبت ہے۔

مراقبۂ رحمت۔ مراقبۂ موت سے وحشت ہوتو مراقبۂ رحمت (شوق وطن) کا مطالعہ مفید ہے۔ کسی مضمون کا تصور باندھنا مراقبہ ہے۔

دفعِ شیطان۔ لاحول اور تصورِ شیخ سے شیطان دفع ہوتا ہے۔

نیت کا فساد۔ اگر اصلاح باطن اس غرض سے کرے کہ لوگوں کو بیعت

کروں گا تو اسکی اصلاح کبھی نہیں ہو سکتی۔

بیعت لینے کی شرط۔ بیعت لینے کی سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ اپنے کو اہل نہ سمجھے۔

آخرت کا دیدار۔ آخرت میں ہر شخص کو اسکی معرفت وتقویٰ کے مطابق دیدار ہوگا۔

حق اور غیر حق۔ جس کا تعلق حق سے نہ ہو وہ غیر حق ہے اور جسکا تعلق حق کے لئے ہو وہ غیر حق نہیں ہے۔

انتہائی حالت۔ انتہائی حالت میں عقل طبیعت پر غالب رہتی ہے اس لئے سکون رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ صحابہؓ وانبیاءؑ مستی وشورش سے خالی تھے بخلاف متوسطین اولیاءؒ کے۔

صاحب نسبت کی شناخت۔ صاحب نسبت کے پہچاننے کا بہتر طریقہ اعمال سے ہے کہ اتباع کامل شرع کا ہے یا نہیں ہے۔

تجلی کی پہچان۔ اگر کسی تجلی کے ظہور کے بعد ضلالت ووحشت کی علامت پائی جائے تو یہ تجلی شیطانی ہے اگر ہدایت اور انس وفرحت کی علامت پائی جائے تو تجلی رحمانی ہے۔

ایک نظر میں کامل کا معنی۔ ایک نظر میں خدارسیدہ بنانے کے یہ معنی ہیں کہ طالب میں استعداد اور صلاحیت اعمال اختیاریہ کرنیکی ہو جاتی ہے اور باقی تکمیل تو خود عمل سے ہوتی ہے۔

ولایت۔ ولایت مقبولیت کو کہتے ہیں اور نسبت بھی یہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا تصور۔ تصور حق اس طرح کرے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو دیکھ رہا ہے اگر ذات کا تصور نہ جم سکے اور خطرات کا ہجوم ہو تو قلب کی طرف متوجہ ہو کر تصور جمائیں کہ دل اللہ اللہ کرتا ہے۔

قضائے عمری کا طریقہ۔ قضائے عمری کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ہر نماز کے ساتھ ایک نماز ادا کرے۔

مُضر خیال۔ واردات پر ناز یا اس کو کمال سمجھنا مضر ہے۔

اطمینان عقلی۔ الابذکر اللہ تطمئن القلوب سے اطمینان عقلی مراد ہے کہ نہ طبعی۔

معمولات۔ معمولات میں جس روز جس ذکر سے دلچسپی ہو اسی کو معمول سمجھے۔

ناجائز محبت کا ازالہ۔ کسی کی ناجائز محبت کے ازالہ کے بعد اگر خفیف میلان رہے تو یہ مضر نہیں۔

پابندی۔ بجائے کثرت کے مداومت عمل زیادہ مفید ہے۔ اس لئے تمام شب بیداری خلاف سنت ہے۔ ہجوم مشاغل میں تھوڑا کام بھی بالکل ناغہ سے بہتر ہے۔ معمولات کا بدستور بلاناغہ پورا ہونا استقامت فوق الکرامت ہے۔

طبیعت کا اطمینان۔ اگر دو جگہ کے قیام میں تردد ہو تو جس جگہ قیام میں جمعیت ہو اس کو منجانب اللہ خیال کرے۔

کامل شیخ۔ اصلاحِ خیالات بجز کامل شیخ کی صحبت کے میسر نہیں ہوتی۔

نماز میں خشوع۔ نماز میں الفاظ کا سوچ کر ادا کرنا خشوع پیدا کرتا ہے اور مقتدی ہونے کی حالت میں دل میں الفاظ کا خیال کرے۔ جماعت کی نماز میں اگر یکسوئی نہ ہو اس کو ترک نہ کرنا چاہئے۔

وہم کا علاج۔ مرض وہم کے دفع کیلئے کسی کامل کی صحبت اختیار کرے یا چند روز وہم پر عمل نہ کرے۔

آج کل کا جرمانہ قلت غذا کا جرمانہ آجکل مناسب نہیں بلکہ نفل پڑھنا بہت بہتر ہے۔

ذکر اور عام واعظ۔ موجودہ واعظوں کے مجالس میں شریک ہونے سے ذکر و معمولات میں مشغول ہونا بہتر ہے۔

بُغض فی اللہ۔ اگر کسی بد دین کی عداوت توبہ کے بعد محبت سے بدل جائے تو سمجھنا چاہیئے یہ عداوت بغض فی اللہ تھی ورنہ تکبّر ہے

متعدد شیوخ۔ تعلیم میں متعدد شخصوں کا اتباع نہ کرنا چاہیئے۔ طالب کو اپنے شیخ کے علاوہ کسی غیر سے تعلق تعلیم نہ رکھنا چاہئے۔ مگر باجازت۔

صحت۔ صحت کیلئے چھ گھنٹے سونا ضروری ہے ایک دفعہ ہو یا بہ تفریق۔ سالک کو حفظ صحت کا خیال ضروری ہے۔

اللہ کی عادت۔ عادۃ اللہ یہی ہے کہ استغفار خاص زندوں سے ہوتا ہے۔

خلافت حقیقی۔ خلافتِ حقیقی یہ ہے کہ اپنے پیر کے رنگ میں رنگ جائے اور دوسری شرط یہ ہے کہ ظاہراً یا باطناً اس کی خواہش نہ کرے۔

پان۔ پان منہ میں رکھ کر ذکر یا درود شریف کے ورد کرنے کا حرج نہیں اگر چہ تمبا کو بھی ہو مگر الائچی شامل کر لے۔

تلاوت قرآن۔ اگر تلاوت قرآن سے اتنی دلچسپی ہو کہ تمام اوراد بھی ترک ہو جائیں تو حصول مقصود کے لئے معین ہوگا۔

حُبّ دنیا۔ جائز حاجتوں کے لئے مال کی خواہش حب دنیا نہیں ہے بلکہ بلا خیال حرام یا ضرورت سے زائد جمع کرنا یہ حبّ دنیا ہے۔

لڑکیوں کی تعلیم۔ اگر نابالغ بڑی لڑکیوں کی تعلیم کا کوئی انتظام بلا مرد کے نہ ہو سکے تو پس پردہ اپنی بیوی کی موجودگی میں پڑھائے۔

دورنگی چھوڑ۔ دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جائے یعنی یہ ہے کہ ایک شیخ کو اپنے تمام امور سپرد کر دے۔

سب حال شیخ کو بتاؤ۔ شیخ کے سامنے کچا چٹھا پیش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بطور کلیات اپنے تمام عیوب بیان کردے۔ جزئیات کی تفصیل غیر ضروری ہے۔ شیخ سے اپنے کسی حال یا اعتقاد کو مخفی نہ رکھے۔

مخالف کی شرارت۔ مخالفین کی شرارت سے بے چین ہونا منافی اخلاص نہیں کہ امر طبعی ہے۔ **ناشکری**۔ ترکِ نعمت ناشکری ہے۔

زمانہ کی رعایت۔ اس زمانہ میں قلتِ مجاہدہ پر وہی دولت نصیب ہوتی ہے جو سلف کو مجاہدہ عظیم پر میسّر ہوتی تھی۔ **نفع رسانی**۔ نفع رسانی افضل عبادت ہے۔

حقیقی حسن۔ اگر کسی حسین کی طرف میلان ہو تو یہ تصور کرنا چاہیئے کہ حقیقی جمیل حق سبحانہٗ ہے دوسری طرف نظر نہ کرنا چاہئے۔

سعادت کی علامت۔ شیخ کی صحبت و زیارت سے سکون ہونا علامت مناسبت و مفتاح سعادت ہے۔

غصہ کا علاج۔ جس پر غصہ ہو اس سے دور ہو جانا اور اعوذ باللہ پڑھنا اور اپنی خطاؤں اور غضب خداوندی کو یاد کرنا غصہ کا علاج ہے

نوافل کہاں پڑھے۔ نوافل کا مکان میں ادا کرنا بہتر ہے مگر سکون و جمعیت اگر مسجد میں ہو تو گھر سے افضل ہے۔

طبیعتوں کا اختلاف۔ بعض طبائع کے لحاظ سے کسی کام کو پابندی سے نہ کرنا بھی اثر و برکت کے لحاظ سے دوام کے حکم میں ہے۔

یقین۔ جس شخص کو خدا کیساتھ توکل و یقین کی دولت ہو جائے اسکو کبھی پریشانی نہیں ہوتی۔

قرض۔ قرض کا بار اٹھا کر شیخ کی صحبت میں رہنا فائدہ کو کم کرتا ہے۔

کامیاب نسخہ۔ (۱) اصلاح نفس کا نسخہ شافیہ اگر نمازیں یا روزے ہوں ادا کرے۔ توبہ کرنا، بدنظری سے احتیاط، مراقبہ موت تبلیغ دین کا مطالعہ، حقوق العباد سے بری الذمہ ہونا، بلا ضرورت تعلقات کی کمی، مواعظ کا مطالعہ، اوقات فرصت میں شیخ سے ملنا وغیرہ۔ (۲) (ا) تہجد چار رکعت تا بارہ رکعت بوقت تہجد یا بعد العشاء (ب) بعد تہجد بوقت فرصت ذکر لا الہ الا اللہ چھ سو سے بارہ سو تک جہر معتدل سے اور درمیان میں محمد رسول اللہ کہنا (ج) محاسبہ نفس۔

تعلیم کی اہمیت۔ اگر تعلیم میں حرج ہو تو طالب العلم کیلئے نوافل غیر مناسب ہیں۔

خوشامد۔ جو قابل عظمت نہیں ہیں ان کی تعظیم بغرض خوشامد ممنوع ہے اگر شر سے بچنا مقصود ہو تو جائز ہے۔

شہید عشق۔ جو شخص عشق میں مبتلا ہو اور صبر کرے اور پھر مر جائے تو وہ شہید ہے۔

ذکر کا مقصود۔ ذکر کا مقصود یہ ہے کہ تعلق مع اللہ پیدا ہو جائے۔

فکر۔ اچھے کام کی فکر بھی موجب ثواب ہے۔

عبدیت۔ اپنے حال کو کچھ نہ سمجھنا عبدیت ہے۔

توحید کا غلبہ۔ قرآن شریف سے دلچسپی مذاقِ توحید کے غلبہ کی علامت ہے۔

خلقِ خدا۔ چونکہ الخلق عیال اللہ (فرمایا گیا) ہے اس لئے ان سے کج اخلاقی باعثِ ناراضی (خالق) ہے۔

مشتبہ چیزیں۔ مشتبہ چیزوں کے کھانے سے شہوات کی کثرت ہو جاتی ہے۔

لڑکوں کا خیال۔ لڑکوں کی طرف اگر خیال ہو تو منہ اور قلب دونوں پھیرنا

چاہیئے یعنی دوسری طرف متوجہ ہو جائے۔

نماز میں آنکھیں بند کرنا۔ نماز میں یکسوئی کی غرض سے آنکھیں بند کرنا جائز ہے مگر خلاف افضل ہے۔

خوش طبعی۔ احباب کے ساتھ خوش طبعی مفید ہے اگر معتدل ہو۔

سلسلہ کی خاص علامت۔ حقوق العباد کا زیادہ خیال رہنا خاص سلسلۂ امدادیہ کی ممتاز علامت ہے۔

حقیقت شناسی۔ بجز رضائے مولا کوئی خواہش دل میں نہ ہونا حقیقت شناسی کی علامت ہے۔

عمل کی نعمت۔ ہر نعمت اس حیثیت سے کہ ہمارا عمل ہے ہیچ ہے اور اس حیثیت سے کہ خدا تعالیٰ کا عطیہ ہے اور توفیق ہے قابلِ قدر ہے۔

خواب کی تعبیر۔ خواب کی تعبیر اگر صاف نہ ہو تو جواب دیدے تکلف نہ کرے۔

گناہ سے حفاظت۔ اگر معاصی سے احتیاط کی توفیق میسّر ہو تو کسی حال کی فکر نہ کرے۔

نفع مند غصہ۔ اگر غصہ سے کوئی دینی یا دنیوی فساد برپا نہ ہو تو علاج کی ضرورت نہیں بلکہ نافع ہے۔

خود سپردگی۔ اپنے تمام امور کو خداوند تعالیٰ کے سپرد کرنا اور جنت کی تمنّا اور دوزخ سے پناہ مانگنا عین سنت ہے۔

اتباع سنت۔ جس کو اتباعِ سنت کا ذوق میسّر ہوتا ہے اس کے نزدیک تمام احوال ولطائف کی کوئی وقعت نہیں رہتی۔

نقشہ کو بوسہ۔ روضۂ مبارک کے نقشہ کو بوسہ دینا خلاف سنت ہے۔

حالت سفر۔ اگر سفر میں تہجد کا موقع نہ ملے تو تیمّم کر کے صرف ذکر ہی کر لینا موجبِ برکت ہے۔

شیخ کا مشورہ۔ بلا مشورۂ شیخ کوئی شغل نہ کرنا چاہیے۔ شیخ کی تجاویز کا اتباع اور اپنے احوال کی اطلاع ضروری ہے۔

عبدیت کی تکمیل۔ کسی وارد کے نہ ہونے سے تکمیل عبدیت ہوتی ہے اور عجب کی جڑ کٹتی ہے۔

بلا ضرورت لقب۔ نام کیساتھ بلاضرورت کسی لقب کا زیادہ کرنا اہل تفاخر کا شعار ہے۔

مُبتدی کیلئے ذکر۔ مبتدی کو بہ نسبت تلاوت کے کثرت ذکر نافع ہے تا کہ تلاوت کے قابل ہو جائے۔

مریض۔ مریض کو اپنی کوتاہی پر نادم رہنا اور آئندہ تدارک کا عزم کرنا اور بجائے ذکر کے فکر کرنا کافی ہے۔

چھوٹی مصیبت۔ ناجائز ملازمت جب تک جائز کا انتظام نہ ہو ترک نہ کرے۔

فناء کی علامت۔ کافر کو خود سے بہتر اور خود کو ناقدر شناس نعمت الٰہی سمجھنا نیستی و فنا کی علامت ہے۔

شیخ کے متعلق عقیدہ۔ شیخ کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا چاہیئے کہ میرے حق میں اس سے زیادہ نافع اور میّسر نہ ہوگا باقی بزرگی و کرامت اس کا علم اللہ کو ہے۔ شیخ کے ساتھ حسن ظن سے فضل الٰہی میسر ہوتا ہے۔

اصلاحِ اعمال۔ قلب کی صفائی اصلاحِ اعمال سے ہوتی ہے وظائف صرف معین ہوتی ہیں۔

فنائے علمی۔ اپنی ہستی کو بھول جانا اور اپنی تمام حرکت کو حق تعالیٰ سے منسوب کرنا فنائے علمی کی علامت ہے۔

مُربی کا منصب۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیلئے عتاب کرنا مقتداء و مربی کا منصب ہے۔

حقیقی مقصود۔ غفلت نہ کرنا، گناہوں سے بچنا اور ارتکاب گناہ پر فوراً توبہ کرنا اور پھر اس گناہ کی فکر میں نہ پڑنا یہ سلوک کا حقیقی مقصود ہے۔

حقیقی انوار۔ انوار جو قلب میں ہوں وہ نعمت ہیں اور وہی انوار حقیقیہ ہیں جن پر قرب مترتب ہوتا ہے۔

تعلیم حاصل کرنے کا طریقہ۔ شیخ سے تعلیم حاصل کرنے کا طریق یہ ہے کہ اپنے تمام احوال و عیوب پیش کر کے تفویض کر دے۔ اور جو نسخہ شیخ

تجویز کرے اسکو بلاتردد استعمال کرے۔

خواب حجت نہیں۔ اگر حالت شریعت کے موافق ہو تو خواب کتنے ہی مخالف اور شدید نظر آئیں حجت نہیں ہیں۔

اطاعت۔ اطاعت یہی ہے کہ مشقت برداشت کرے۔

امام غزالیؒ کی کتابیں۔ عیوب کے علاج کے لئے امام غزالیؒ کی کتب کا مطالعہ مفید ہے۔ ''تبلیغ دین'' کا مطالعہ حب دنیا کا علاج ہے اور روحانی امراض کے لئے مفید ہے پھر جو اثر باقی رہے اس میں مشورہ شیخ سے لینا چاہئے۔

بے جا تواضع۔ بعض اوقات تواضع میں نعمت کا انکار ہوتا ہے۔

حُزن۔ حزن مجاہدہ عظیم ہے۔ **محاسبۂ نفس کا طریقہ۔** محاسبۂ نفس کا یہ بھی طریق ہے کہ روزانہ اپنے روزنامچہ سے شیخ کو اطلاع کرے۔

سوچ کر بولو۔ اگر بات سوچ کر کی جائے تو غیبت و لایعنی باتوں سے نجات ہوتی ہے۔

دنیا و آخرت کا مقصود۔ احوال بدون عمل محض خیالات ہیں۔ اس عالم میں مقصود عمل ہے اور عالمِ آخرت میں کیفیت مع الثمرات مطلوب ہے۔

ریاء کا خیال۔ کسی مجمع اور ریا کے خیال سے ورد کا ترک کرنا جائز نہیں ہے۔

تواضع۔ تواضع وہ ہے جو ہر ایک کے ساتھ ہو۔

جذب کی علامت۔ دفعتاً سکوت کا ایک عرصہ تک بلاقصد طاری ہونا عالم غیب کے جذب کی علامت ہے۔

دماغی قوت۔ اعمال میں کوتاہی کا سبب ضعف ہے۔ دماغ کی تقویت کیجائے۔

روبرو تعریف۔ اگر کوئی شخص منہ پر تعریف کرے تو اس کو روکنا موافقِ سنت ہے۔

فنا کے آثار۔ اچھے لوگوں میں بیٹھنے یا تعظیم و تکریم سے شرمانا فنا و تواضع کے آثار سے ہے۔

خشیت کے آثار۔ کسی کے کام کرنے سے پہلے اس کے جواز و عدم جواز پر مطلع ہونے سے شکر کرنا آثارِ خشیت سے ہے۔

مواعظ شیخ۔ مواعظ کا کثرت اور غور سے دیکھنا یکسوئی اور اصلاح کے لئے مفید ہے۔

بلا اختیار میلان۔ بوقت تہجد اگر بلا اختیار اہلیہ کی طرف میلان ہو تو ہرج نہیں ہے۔

مستحبات۔ مستحبات کیلئے تحمل سے زیادہ مشقت و تعب برداشت کرنا مناسب نہیں ہے۔

مقتدی کی رعایت۔ نماز میں مقتدی کی رعایت غیر اللہ کی رعایت نہیں ہے بلکہ حکم الٰہی کی رعایت ہے۔

بد نظری کا علاج۔ اگر بد نظری کی شکایت ہو تو یہ سوچے کہ اللہ دیکھ رہا ہے اور یہ بھی خیال رہے کہ اگر تیرا کوئی بزرگ، استاد، یا باپ، یا پیر ایسی حالت میں دیکھ رہا ہو تو شرما جائے گا، کیا تجھ کو خدا سے حیا نہیں آتی ہے؟

تکبر کا علاج۔ مسجد میں جا کر جوتے سیدھے کرنا اور پانی لوٹوں میں بھرنا اور موقعہ ہو تو جھاڑو دینا اس میں کبر کا علاج ہے۔

امر بالمعروف۔ بلا اجازت شیخ امر بالمعروف نہ کرے۔

ثمرات پر نظر کا مطلب۔ ثمرات پر نظر نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے انتظار میں نہ رہے ورنہ دعا میں تو کوئی ہرج نہیں ہے۔

نسبت کیا ھے۔ تعلق مع اللہ اور رضائے حق باہم متلازم ہیں اسی کو نسبت بھی کہتے ہیں۔

بچوں سے محبت۔ بچوں سے محبت کرنا اور کھیلنا تکبر کے نہ ہونے کی دلیل ہے۔

صالحین کی محبت۔ تمیز دار اور صالحین کی محبت عین حق تعالیٰ کی محبت ہے۔

امتحان نہ کرتے پھرو۔ کسی کی دینداری اور حالت کا امتحان نہ کرنا چاہیئے۔

بد دین سے نفرت۔ بد دینوں سے طبعی نفرت یہ غرور نہیں ہے مگر یہ خیال کرے کہ ممکن ہے کہ ان میں بھی کوئی ایسی صفت ہو کہ عند اللہ ہم سے اچھا ہو۔

حُبّ خدا و حُبّ رسول۔ طبائع کے لحاظ سے بعض پر حب خدا کے آثار کا غلبہ ہوتا ہے بعض پر حبِ نبویؐ کا اور دونوں میں منافات نہیں ہے اس لئے دونوں محبوب ہیں صرف لون کا اختلاف ہے۔

محبت نبوی کی علامت۔ درود شریف سے رونگٹے کھڑے ہونا ایک قسم کا وجد ہے جو محبتِ نبویہؐ سے ہوتا ہے۔

عاصی پر غصہ نہ کرو۔ کسی عاصی کو حقیر نہ سمجھا جائے اس پر غصہ کے وقت اپنے عیوب کا استحضار کیا جائے۔

نظر بازی۔ نظر بازی کا تھوڑا سا مرض بھی قابلِ علاج ہے لہٰذا جس شخص کو گفتگو میں لذّت آئے اُس سے فوراً جدا ہو جانا چاہیئے۔

اعمال پر استقامت۔ احوال اعمال پر استقامت کرنے سے پیدا ہوتے ہیں۔

تذلیل کا غلبہ۔ غلبہ تذلیل محمود ہے مگر نہ اس قدر کہ نعمت کا کفران ہو جائے اگر احیاناً ایسا غلبہ ہو تو موجودہ نعمت کا استحضار مفید ہے۔

خود حال تجویز کرنا۔ اپنے لئے کسی حال کو تجویز کرنا آدابِ عبدیت کے خلاف ہے۔

ھلاکت۔ وارداتِ قلبی پر ناز و التفات کرنا ہلاکت ہے۔

فرائض و سنن مؤکدہ۔ فرائض و سنن مؤکدہ کو بالاعلان پڑھنا چاہیئے۔ اور فرائض و سنن کے سوا سب اعمال پوشیدہ ادا کرے۔

زیادہ نفع۔ اذکار میں زیادہ نافع یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے دیکھنے کا خیال رکھے۔

تفاخر و بیھودہ گوئی۔ تفاخر و ریا و بیہودہ گوئی کا یہ علاج ہے کہ قصداً ایسے کام کرے جو تفاخر کے خلاف ہوں۔

فعل قبیح پر غصہ۔ کسی فعل قبیح پر غصہ آنا مذموم نہیں ہے۔ مگر افضل یہ ہے کہ باوجود غصہ کے اس پر عمل نہ ہو۔ مگر جس وقت کہ دل میں غبار بڑھ جانے کا احتمال غالب ہو تو اس وقت غصہ نکالنا افضل ہے۔

لباس۔ لباس میں صلحاء کا اتباع کرنا جب کہ نیّت اچھی ہو تو ریا نہیں ہے۔

دُوری، دُور کرنا۔ اگر شیخ کو اپنے احوال کی اطلاع اور اس کی تعلیم کا اتباع کرتا رہے تو شیخ سے دوری مضر نہیں ہے۔

دُھن اور دھیان۔ کام اگر دھن و دھیان کے ساتھ قلیل بھی ہو تو کافی ہے۔

تلاوت قرآن۔ تلاوت کے وقت یہ خیال کر کہ حق تعالیٰ میرے پڑھنے کو سن رہے ہیں۔ نماز میں قرآن اس طرح پڑھنا چاہیے کہ گویا جناب باری تعالیٰ کی پیشی میں عرض و معروض کر رہا ہے۔

تین محبتیں۔ بعد نماز کے حبِّ خدا اور سول وحبّ شیخ کیلئے دعا کرنا عین سنت ہے۔

کامیابی کی دلیل۔ عجز وانکسار کامیابی کی دلیل ہے۔

گناہ چھوڑنا۔ معصیت کا چھوٹ جانا ہزاروں ذکر وشغل سے افضل ہے۔

بے فکری کا نقصان۔ اپنی اصلاح پر ناز نہ کرنا چاہیے اور نہ اکتفاء ورنہ شیطان بے فکر کر کے سب اوقات کی کسر نکال لیتا ہے۔

بدری صحابہ۔ اسماءبدریینؓ کا کسی غرض دینی کیلئے پڑھنا بھی موجب ثواب ہے۔

مبتدی کا نصیحت کرنا۔ مبتدی کے لئے وعظ ونصیحت کرنا خطرناک ہے پہلے اس کو اپنی اصلاح کرنی چاہئے۔

اپنے عیب سوچنا۔ ایک وقت معین تک اپنے عیبوں کو سوچنا اور زبان سے خود کو بیوقوف ونالائق کہنا اصلاح کے لئے اکسیر ہے۔

تادیب۔ بچوں کو حد سے زیادہ تادیب مضر ہے۔

از خود مطالعہ۔ غیر عالم کو قصص الانبیاء وتذکرۃ اولیاء کا خود دیکھنا مناسب نہیں۔

غور و فکر۔ طالب کو چند روز تک شیخ کی باتوں کو سنکر غور کرنا چاہیے اور سوال وجواب نہ کرنا چاہیے۔

تہجد کی نیت۔ تہجد میں مسنون رکعات سے زیادہ پڑھنا چاہے تو نفلوں کی نیت کرے۔

معیار۔ ہر امر میں شریعت کو معیار قرار دینا چاہیے اپنے احساسات کا اعتبار نہ کرے۔ مثلاً کوئی شخص شیخ کو باوضو خط لکھنے کا التزام کرے تو یہ جائز نہ ہوگا۔

بخل کا علاج۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے اگر نفس حارج ہو تو چند بار کی مخالفت سے یہ ذمیمہ جاتا رہتا ہے۔

دیدار الٰہی۔ رویت باری تعالیٰ کا اگر تقاضہ ہو تو یہ دعا کرے کہ اے اللہ دیدار جلد نصیب ہو جس کا ماحصل سفرِ آخرت وشوق لقا ہے۔

حرص کا علاج۔ حرص طعام کا عملی علاج یہ ہے کہ بجائے نیت بھرنے کے پیٹ بھرنے پر اکتفاء کرے۔

مطالعہ کا طریقہ۔ مواعظ کے مطالعہ کے وقت دو خیال نافع ہیں۔ اول یہ کہ کونسی برائیاں ایسی ہیں جس کی اصلاح کی ہم کو ضرورت ہے اور کونسی وہ خوبیاں ہیں جن کی تحصیل کی ضرورت ہے۔

تھکاوٹ کے بعد۔ جب زبان ذکر سے تھک جائے تو فکر سے کام لے ورنہ پھر راحت مناسب ہے۔

تعریف و تنقید۔ مدح وذم کرنے والوں کو حقیقت سے بے خبر اور اپنے خیال کا متبع سمجھا جاوے اور یہ خیال کیا جاوے کہ ان کا دل وزبان کسی اور کے قبضۂ قدرت میں ہے اس تصوّر سے انکی مدح وذم کا کوئی معتد اثر نہ ہوگا۔

خوف آخرت۔ خوفِ آخرت کے سبب دنیا سے اُچاٹ ہو جانا عین مطلوب ہے۔

عُجُبُ کی روک تھام۔ بعض اوقات بجائے مفت کام کرنے کے تنخواہ کے لینے میں عجب کا انسداد ہے۔

مغفرت کی امید۔ بعد الموت اگر کسی کی مغفرت کے متعلق صدمہ ہو تو ایصالِ ثواب کرتا رہے اس سے امید مغفرت بندھ جائے گی۔

برائیوں کا علاج۔ برائیوں کے مقتضاء پر عمل نہ کرنے سے ان میں کمزوری ہو جاتی ہے اور ذکر و مراقبہ صرف ان کے کمزور کرنے میں معین ہوتا ہے۔

الجھن سے بچو۔ جس توجہ سے اُلجھن ہو اس کا اہتمام نہ کرے۔

حقیقت پسندی۔ حقیقت پر نظر ہونے سے لذت واطمینان محسوس ہوتا ہے۔

بلند حالت۔ تمام مناقشات سے علیحدہ رہنا اور گوشۂ گمنامی کو پسند کرنا ایک رفیع حالت ہے۔

تفویض۔ ہر حالت پر شکر کرنا شعبہ تفویض ہے۔

رھزنی۔ طالب سے تواضع کرنا رہزنی ہے۔

نسبت کی حقیقت۔ نسبت کی حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے قلب کو ایسا تعلق ہو جائے کہ اس کی یاد اور طاعت غالب رہے۔

خوش حالی۔ اپنی بدحالی کا گمان اعلیٰ درجہ کی خوشحالی ہے۔

علاج بالتدبیر۔ اگر ضعف کی وجہ سے آنکھ نہ کھلے تو تقویت کی تدبیر کرنا

چاہیے اور دن میں کچھ زیادہ سونا چاہیے۔

اصل مجاہدہ۔ اصل مجاہدہ اخلاق رذیلہ کی اصلاح ہے اس کے بعد اخلاقِ حمیدہ تھوڑی سی توجہ سے پیدا ہو جاتے ہیں۔

بے اختیاری۔ حالت غیر اختیاری اگرچہ موافقِ سنت نہ ہو معاف ہے۔

زیارت نبوی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت فی المنام غیر اختیاری ہے اور نہ اس کو تصوف میں کچھ دخل ہے۔

اجنبی بزرگ۔ مبتدی کو غیر سلسلہ کے بزرگوں سے ملنا مضر ہے۔

ترغیب۔ استفادہ۔ شیخ سے استفادہ کے لئے لوگوں کو ترغیب دینے میں کوئی حرج نہیں اگر اس سے مقصود اشتہار یا تشہیر نہ ہو۔

تلاوت کی اصلاح۔ غلط تلاوت اگر قصداً نہ ہو تو تلاوت نہ چھوڑے اور آہستہ آہستہ اصلاح کرتا رہے۔

بدگوئی سے تحفظ۔ اگر اپنے عیوب کا استحضار رکھے تو کسی کی بدگوئی سے کم متاثر ہوگا۔

مشکلات کی تدبیر۔ دینی مشکلات کی بہتر تدبیر کسی شیخ کی صحبت ہے۔ اگر میسّر نہ ہو سکے تو صبر کرے یعنی جتنے کام اختیار میں ہیں کئے جائے اور امور غیر اختیاری میں تفویض کر کے خاموش رہے۔

تکبر کی شناخت۔ کبر کی شناخت یہ ہے کہ اگر کوئی تعظیم نہ کرے تو غصہ آئے اور اس کے درپے ہو جائے۔

صرف مطالعہ کافی نہیں۔ صرف کتابوں کے مطالعہ سے مقصود کی تحقیق نہیں ہوتی ہے اس کے لئے صحبت کی ضرورت ہے۔

اہل کمال محتاط رہیں۔ صاحب کمال کو ہر وقت ترساں ولرزاں رہنا چاہئے ہر وقت خیال رکھے کہ رزائل کا کہیں عود تو نہیں ہوا اور صفات حاصلہ کی ترقی میں کوشاں رہے۔

میل جول سے پرہیز۔ احباب سے بوجہ ضرر اختلاط نہ کرنا کبر نہیں ہے کیونکہ اس میں تحقیر فعل کی ہے نہ فاعل کی۔

دل کا لگنا کسی کے روبرو کسی کے مشغلہ میں دل لگنا ریا نہیں ہے کیونکہ قصداً نہیں ہے۔

نفل عبادت اور ورد۔ اگر ایک عبادت نافلہ کی زیادتی سے کسی دوسرے ورد میں کمی ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

گنہگاروں سے معاملہ فجار وفساق سے نفرت کے ساتھ حسنِ ظن جمع ہو سکتا ہے جیسے کوئی حسین آدمی اپنے منہ پر سیاہی مل لے تو اس کو اچھا اور سیاہی کو برا کہا جاتا ہے اور برتاؤ میں مبتدی کو مناسب ہے کہ ان لوگوں سے نرم برتاؤ کرے مقامِ تحقیق پر پہنچنے کے بعد ہر ایک کا حق ادا کر سکتا ہے۔

نماز قضا کا جرمانہ۔ جب ایک نماز قضا ہو تو دو وقت کا فاقہ اس کا جرمانہ ہے۔

خوف۔ خوف کے لئے رونا لازم نہیں فکر لازم ہے۔

انوار۔ قلب پر انوار خداوندی کا نزول مثل بارش کے تصور کرے۔

انہماک۔ جس کام میں مشغولی دلچسپی کے ساتھ دائمی یا غلبہ سے ہو اس کو انہماک کہتے ہیں۔

ایصال ثواب۔ اپنے سلسلہ کے بزرگوں کو ایک بار سورہ یٰسین شریف پڑھ کر بخشنا چاہئے۔

تواضع کا اثر۔ دوسروں کی تواضع یا مسکنت دیکھ کر اپنے عجز وانکسار کو کبر شمار کرنا اثر تواضع ہے۔ **ہر بلا دور**۔ کثرتِ تلاوت سے بلا رد ہوتی ہے۔

برکات۔ صرف برکات پر قناعت نہ چاہیئے عمل بھی ضروری ہے۔

بار بار توبہ۔ بار بار توبہ کرنے میں اگرچہ شرم آئے مگر اسکی پرواہ نہ کرے۔

''**قصد السبیل**''۔ سلسلہ تعلیم سے پہلے قصد السبیل کو غور سے پڑھ کر کام شروع کرے اور پھر اطلاع دے۔

بعینہ خلوص۔ حوائج کے لئے بجائے وظیفہ کے دعا پر اکتفا کرنا عین خلوص ہے

زیارت شیخ۔ خواب میں شیخ کی زیارت نہ ہونا محرومی نہیں ہے۔

اطمینانِ خاطر۔ نماز میں جس تصور سے جمعیت ہو اس کو اختیار کیا جائے خواہ تصور ذات کا ہو یا کلام اللہ کا ہو۔ **تسبیح**۔ تسبیح کا بلا خیال شمار رکھنا مفید ہے۔

سینہ سے عطاء کرنا۔ سینے سے عطا کرنے کے معنے یہ ہیں کہ دل سے تعلیم اور شفقت سے خیال اور محبت سے دعا کرے۔

لذت طاعت۔ لذتِ طاعات پر شکر کرنا چاہیئے۔

برداشت سے زیادہ نہ کرے۔ تحمل سے زیادہ محنت کرنے سے گرانی اور پھر افسردگی یا اُلجھن پیدا ہوتی ہے۔

تغیرات تغیرات اگر بلا اختیار ہیں تو کوئی غم نہیں اگر اختیار سے ہیں تو تدارک اسکا ہمت ہے

سمجھ کر پڑھنا کسی مضمون کا سمجھ کر پڑھنا نافع اور مؤثر ہے خواہ یاد رہے یا نہ رہے۔

مروت کیا ہے۔ مرحومین کے صدمہ کا بھلانا خلافِ مروت نہیں ہے مروت یہ ہے کہ ایصالِ ثواب نہ کیا جائے اور نہ بلا اختیار صدمہ کا غلبہ قابلِ مواخذہ ہے۔

شکایت نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ جس حال میں رکھیں اس پر راضی رہنا چاہیئے اس کی شکایت کرنا حق تعالیٰ پر الزام ہے۔

وُسعت کا لحاظ۔ وسعت سے زیادہ حقوق کی رعایت نہ چاہیئے اور نہ اس کا ترکِ خلاف محبت ہے۔

ھلاکت کا تصور۔ کسی کی ہلاکت کا تصور نہ جمانا چاہیئے کیونکہ اگر مؤثر ہو گیا تو قتل کا گناہ لازم آئے گا۔

تعویذ۔ تعویز یا گنڈا براوہ ہے جو خلاف شرع ہو یا اس پر تکیہ واعتماد ہو۔

بھوت کا علاج۔ معوذتین پڑھ کر دم کرنا خیالات کی پریشانی اور بھوت پریت کا علاج ہے۔

ناجائز نکاح۔ کسی عمل کے ذریعہ سے لڑکی کو مغلوب کر کے نکاح پر آمادہ کرنا جائز نہیں۔

محبت خداوندی۔ بعض طبائع پر خداوند تعالیٰ کی محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت پر غالب ہوتی ہے جس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اعتکاف کے اعمال۔ اعتکاف میں دن کو تلاوت قرآن اور رات کو کثرتِ نوافل میں مشغول ہونا چاہیے۔

بیوی سے مشغولی۔ بی بی سے بضرورت مباشرت کرنا نفس کشی کیخلاف نہیں ہے۔

ناگوار کلمہ۔ اگر کسی کے متعلق کوئی ناگوار کلمہ نکل جائے تو اس کے لئے استغفار کیا جائے اور آئندہ کے لئے عزم قوی کیا جائے۔

خبردار! نفس کے ساتھ ہر معاملہ میں احتیاط اور بدگمانی چاہیئے۔

محرم کی موت۔ کسی محرم کی موت پر مثل اولاد کے بے چین ہونا نفس کا چھپا ہوا چور ہے جو ظاہر ہوا۔

فضول گوئی۔ فضول گوئی سے بچنے کا طریق یہ ہے کہ ہر وقت تسبیح رکھے اور اصلی کام ذکر کو سمجھے جس سے کوئی وقت خالی نہ ہو اور پھر اگر سرزد ہو جائے تو چار رکعت نفل کا جرمانہ ادا کرے۔

صحبت شیخ۔ شیخ کی صحبت و مکالمہ سے اپنی کوتاہیوں کا علم ہوتا ہے۔

قصور معاف کرانا۔ اگر کسی سے اپنی غلطیوں اور قصور کا عفو کرانا مقصود ہو تو یہ کہنا کافی ہے کہ مجھ سے آپ کے کچھ حقوق ضائع ہو گئے ہیں تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔

متقدمین سے مقابلہ نہ کرے۔ متقدمین کے احوال سے اپنی حالت کا موازنہ کر کے مایوس نہ ہونا چاہیئے کیونکہ ہر زمانہ کی اصلاح کا طریقہ مختلف ہے۔

عقائد کا مدار۔ عقائد کا مدار دلائل قطعیہ کتاب وسنت ہیں۔ کسی بزرگ کا قول وفعل یا کشف والہام اس کی بناء نہیں۔

مغلوب الحال بزرگ۔ جو بزرگ مغلوب الحال ہوں نہ ان پر اعتراض جائز اور نہ ان کی تقلید جائز۔

کشف و الہام۔ کسی بزرگ کا کشف والہام اگر موافق شریعت ہے تو وہ قابل قبول ہے ورنہ واجب الرد۔

کشف بزرگی کا خاصہ نہیں۔ بزرگی کے لئے کشف والہام، توحید وجودی، کرامت وغیرہ شرط نہیں، بلکہ کشف کے لئے اسلام وانسان ہونا بھی شرط نہیں۔

تسخیرو حاضرات وغیرہ۔ مسمریزم، فریمشن وتعویز گنڈہ عملیات وحاضرات تسخیر وتوجہ کا اثر ان سب سے اسلام کا کوئی واسطہ نہیں اور نہ یہ کرامت ہیں۔ محققین کا قول ہے کہ اگر اہل نسبت عملیات، مسمریزم، کیمیاء وغیرہ کے پیچھے پڑیں تو ان کی نسبت سلب ہو جاتی ہے۔

رسم پرستی۔ رسم پرستی کو صوفیت سے کوئی تعلق نہیں، اس کو لوازم تصوف سے سمجھنا سخت غلطی وجہالت ہے بلکہ ان رسوم میں بعض امور صریحی بدعت وشرک ہیں۔

جاھل پیر۔ غلطی سے کسی ایسی جگہ مرید ہو گئے جہاں شریعت کے تمام شعبوں کا لحاظ نہیں کیا جاتا تو مریدی توڑ دینا، یعنی اس شخص سے بدعقیدہ ہو جانا فرض ہے۔ جو پیر نماز و جماعت کی پرواہ نہ کرتا ہو، وہ بے دین ہے اس سے بدعقیدہ ہو جانا فرض ہے۔

لِکُلِّ فَنٍّ رِجَالٌ۔ جو لوگ جس فن کے ماہر ہیں اور امّت نے ان کو امام تسلیم کیا ہے اُسی فن میں ان کا قول مسلم ہے مثلاً حدیث میں محدثین، فقہ میں فقہا، تصوف میں محققین صوفیہ۔

صوفی کی تعریف۔ صوفی کی تعریف سلف میں عالم باعمل سے کی جاتی تھی۔

خواب حجت نہیں۔ محض خواب کی بناء پر کسی کو برا یا اچھا سمجھنا جائز نہیں۔

پیری مریدی کا غلط تصور۔ اپنے پیر کی نسبت یہ اعتقاد کہ ان کو ہر دم ہمارے حال کی خبر رہتی ہے، یا بدون ہمارے اطلاع وہ اصلاح کر دیں گے یا مرید ہونے کے بعد پیر ذمہ دار ہیں، ضلالت وحماقت ہے۔

طبی تقاضے۔ کم کھانا، کم سونا یا نکاح نہ کرنا، باہر جنگلوں میں رہنا، ان سب امور کو صوفیت سے کوئی تعلق نہیں۔

طاعت کا دائرہ وسیع ہے۔ طاعت اسی کا نام نہیں کہ ہر وقت نماز و ذکر لسانی میں لگا رہے بلکہ ہر امتثالِ امر طاعت الٰہی ہے، اپنی بی بی سے ملابست، کہیں تلوار چلانا، زراعت، تجارت سب طاعت میں داخل ہیں بشرطیکہ یہ سب امور للہ ہوں۔

حرام ھدیہ۔ جو شخص اپنے کو بزرگ سمجھ کر ہدیہ قبول کرے حرام ہے۔ نیز ایسی حالت میں بھی حرام ہے کہ اسکی تمامتر زہد و ریاضت و گوشہ گیری اسی ہدیہ ہی کے لئے ہو۔

راہ سلوک کی شرط۔ اس راستہ میں اکلِ حلال شرط ہے پس جب تک حرام سے توبہ کامل اور حقوق العباد کی پوری ادائیگی یا طیبِ خاطر سے معافی نہ ہو کامیابی نہ ہوگی۔

خیر بقدرِ اتباع۔ اخلاص و ہمتِ کامل سے رضائے حق میں لگا رہے جس کا ذریعہ اصلاح عقائد و اعمال و اخلاق ہے اپنی حالت کو شریعت کی کسوٹی پر دیکھتا رہے جس قدر اس کی متابعت ظاہراً اور باطناً ہوگی اسی قدر خیر اور جتنی کمی ہوگی اتنی ہی شر۔

ذمہ داری بقدرِ ھمت۔ انسان جن امور کا مکلف ہے وہ بالکل آسان و

اختیاری ہیں اور شریعت وطریقت میں کوئی ایسی چیز نہیں جو غیر اختیاری اور اس پر عمل ناممکن ہو۔

مرید اپنی مرضی نہ چلائے۔ جس طرح کوئی مریض جسمانی ڈاکٹر یا حکیم سے اپنی فرمائش کیمطابق دوانہیں تجویز کراسکتا اسی طرح کوئی مرید اپنے پیر سے کسی خاص عمل، وظیفہ، شغل، مراقبہ کے لئے نہیں کہہ سکتا۔

توفیق رحمت ہے۔ اپنے عجز و نیاز وحمد وصلوٰۃ کو کسی قابل سمجھنا کبر وخلافِ عبدیّت ہے البتہ جو کچھ بھی توفیق ہو جاوے اس کو محض اس کی رحمت وفضل وکرم کا صدقہ سمجھے۔

ابو جہل و ابو لہب جیسے لوگ۔ دین میں علوم سے مراد علوم معاد یعنی قرآن وحدیث وفقہ ہیں انگریزی یا صرف عربی دانی بالکل کافی نہیں، اسی طرح کوئی شخص علومِ معاد بھی حاصل کرے مگر اس کو نہ مانے یا ترمیم و تنسیخ کرے ایسے لوگوں اور کفارِ ملّہ ابو جہل وابولہب وغیرہ میں کوئی فرق نہیں۔

صلوٰۃ غوثیہ وغیرہ۔ پیر کی قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا کفر ہے صلوٰۃ غوثیہ بعض جہلائے صوفیہ پڑھتے ہیں دو رکعت پڑھ کے گیارہ قدم بغداد کی جانب چل کر ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھ کر جھک کر سلام کرتے ہیں پھر گیارہ قدم پیچھے لوٹ کر بیٹھ کر دُعا مانگتے ہیں اور یہ بھی اعتقاد ہے کہ ان تمام امور کی اطلاع حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کو ہوتی ہے وہاں حاضر جانتے ہیں جبھی تو جھک کر پیشانی پر ہاتھ رکھ کر سلام کرتے ہیں۔ یہ سب امور صریح شرک ہیں۔

خالی جائے ، خالی آئے کا معنی۔ یہ جو مشہور ہے کہ جو پیر کے پاس خالی جاوے وہ خالی آوے اس کے معنی یہ ہیں کہ جو خلوص سے خالی جاوے خالی آوے فلوس سے خالی جانا مراد نہیں۔

مجذوب۔ ہر لنگوٹ بند گنجیڑی بھنگیڑی کو مجذوب سمجھ لینا سخت حماقت ہے اور جو مجذوب بھی ہو اس سے کسی دینی اصلاح کی فکر لغو وعبث ہے۔

ولی معصوم نہیں۔ ولی کا معصوم ہونا شرط نہیں یعنی ولی سے گناہ ہوسکتا ہے پس اگر وہ اس گناہ سے فوراً توبہ و استغفار صمیم قلب سے کرے تو نسبت ولایت محفوظ رہے گی اور اگر اس گناہ پر اصرار آیا عقیدۃً اس کی پیروی کی جاتی رہی تو ولی

اللہ نہ رہا بلکہ وہ ولی الشیطان ہے اس سے بدعقیدہ ہو جاوے۔

رسم کی سجادہ نشینی۔ اگر شیخ کسی کو مجاز نہ کر گیا ہو تو مریدین کا اس کے خاندان میں کسی بالغ نابالغ کا صاحب سجادہ وخلیفہ بنا دینا بالکل رسم پرستی و جہالت ہے ایسوں سے مرید ہونا اپنے دین و ایمان کو تباہ کرنا ہے۔ افسوس ہے کہ آج کل پیرزادگی و صاحب سجادگی کی بدرسم نے یہ حالت کر دی ہے کہ الامان والحفیظ، اپنے نسب کو ذریعہ معاش بنا رکھا ہے۔

خوابوں کے کرشمے مسمریزم ہے۔ خواب میں کسی کی زیارت کرا دینا یا کچھ کہلا دینا، انوار دکھلا دینا، اپنی روح کسی غیر کے جسم میں داخل کر دینا یہ سب خرافات ہے بزرگی ولایت سے اس کو کوئی تعلق نہیں اور جو لوگ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرا دیتے ہیں وہ دراصل زیارت نہیں ہوتی، بلکہ زیارت کرنیوالے کی خیالی قوت اور زیارت کرنے والے کا تخیل ہوتا ہے اسکا مسمریزم سے تعلق ہے اسلام سے قطعی واسطہ نہیں۔

غیر محرم و اَمْرَد۔ غیر محارم و امارد پر قصداً مطلقاً نظر کرنا حرام ہے خواہ کسی کے خیال میں بلا شہوت ہو کیونکہ یہ بلا رغبت نظر مقدمہ ہے نظر برغبت کا اس لئے یہ بھی حرام ہے اور یہ بالکل دھوکا ہے کہ میری نظر و محبت پاک ہے جب تم قصداً نظر کرو گے حق تعالیٰ کی معیت چھوٹ جاوے گی۔

دل شکنی و دین شکنی۔ دوسرے کی دل شکنی سے اپنی دین شکنی جائز نہیں۔

شیطان کی راہزنی۔ یہ خیال کہ کوئی کامل ایسا مل جاوے کہ بس ایک نظر میں کامیاب کر دے ہم کو کچھ کرنا نہ پڑے یا پہلے کچھ پاک ہو لیں تو کسی اہل اللہ کی خدمت میں چلیں یہ سب رہزنی شیطان ہے جس قدر بھی ہو سکے اور جتنی جلد ممکن ہو کسی اہل اللہ سے تعلق پیدا کرو۔

خواب کی مریدی۔ خواب میں کسی سے مرید ہونا اور اس بھروسہ پر کسی کامل کی صحبت و تعلیم کی پرواہ نہ کرنا جہل مرکب ہے۔

پیر، استاد سے پردہ فرض ہے۔ بعض بے حیا عورتیں پیر سے پردہ نہیں کرتیں اور بعضے مرد بھی اپنی عورتوں کو جلوت و خلوت میں پیر کے سامنے کر دیتے ہیں۔ ایسا پیر جو اس کو سختی سے منع نہ کرے شیطان ہے اور جو مرد اس پر راضی ہو وہ پکا دیوث

ہے۔ پیر، ولی، استاد سب سے پردہ کرنا فرض ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود صحابیاتؓ سے پردہ فرماتے تھے تو یہ لوگ کس شمار میں ہیں۔

کشف اور علمِ غیب۔ دل کی بات بتا دینا یہ علم غیب نہیں بلکہ کشف ہے، علم غیب اس کو کہتے ہیں جو بلا واسطہ ہو اور جو علم بذریعہ کشف ہو اس میں کشف واسطہ ہے اس لئے وہ علمِ غیب نہیں۔

مقبول وغیر مقبول کی علامت۔ حضرت زید خیرؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھ کو بتلایئے کہ مقبولِ الٰہی وغیرہ مقبول الٰہی کی کیا علامت ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بتلاؤ کہ تم نے صبح کس حالت میں کی ہے میں نے عرض کیا کہ خیر اور اہل خیر سے محبت رکھتا ہوں اور اگر اس پر قدرت پاتا ہوں تو اس کے کرنے کو دوڑتا ہوں اور اگر وہ خیر میرے ہاتھ سے رہ جاتی ہے تو میں اس پر مغموم ہوتا ہوں اور اس کا مشتاق رہتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بس یہی حالت ہے مقبول کی۔ (دوائے دل)

باب ۶

قدیم وجدید اطباء کی حکمت کے تابناک واقعات

کتب تاریخ میں بلاد اسلامیہ کے نامور اطباء کے کارنامے آج بھی محیر العقول معلوم ہوتے ہیں کہ اطباء نے اپنی خداداد صلاحیت سے کس طرح سنگین امراض کا علاج کیا جبکہ اس دور میں جدید سہولیات کا وجود تک نہ تھا۔ تاریخی کتب میں بکھرے ایسے نادر واقعات میں سے چند واقعات دیئے جاتے ہیں جو ہماری اسلامی تاریخ کا ایک روشن باب ہے اور اخلاص وایثار کے ساتھ لیاقت وحذاقت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ آج کی ترقی یافتہ میڈیکل ریسرچ بھی اس مقام تشخیص و علاج تک نہیں پہنچ سکی۔ جہاں ان تاریخی اطباء کی مسیحائی پہنچی۔ (مرتب)

عورت کے چہرے پر داڑھی

خلیفہ متوکل عباسی (۸۴۷ـ۸۶۱ء) کی ایک کنیز بہت خوبصورت تھی خلیفہ اس پر جان دیتا تھا ایک دن وہ حمام سے نکلی تو اسے کچھ سستی معلوم ہوئی اور دونوں ہاتھ اٹھا کر تن گئی لیکن جب ہاتھ نیچے کرنا چاہا تو ایسا نہ کرسکی۔ دونوں ہاتھ اٹھے کے اٹھے رہ گئے۔ خلیفہ کو یہ دیکھ کر سخت رنج ہوا۔ فوراً اطباء جمع کیے گئے سب نے دیکھ کر یہی کہا کہ اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ وزیر نے عرض کیا کہ کوفے میں ابن صاعد نام کا ایک حاذق طبیب ہے جو اس کا علاج کرسکتا ہے۔ چنانچہ ابن صاعد کو طلب کیا گیا۔ اس نے کنیز کی جب یہ حالت دیکھی تو خلیفہ سے کہا کہ یہ اچھی تو ہو جائے گی مگر ایک شرط ہے۔ خلیفہ نے شرط پوچھی تو اس نے کہا کہ میرا ایک شاگرد ہے وہ اس کے پورے بدن پر تیل ملے گا جو میں نے خود تیار کیا ہے۔ خلیفہ نے خفگی سے کہا کہ یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ میری کنیز کے بدن پر کوئی غیر مرد مالش کرے۔ ابن صاعد نے کہا کہ صرف اسی طریقے سے ہی اس کا علاج ہوسکتا ہے۔ خلیفہ کو مجبوراً یہ شرط منظور کرنا پڑی۔

ابن صاعد کے حکم سے کنیز برہنہ کر دی گئی اور دفعتہً اس کے سامنے ابن صاعد کا شاگرد بلایا گیا۔ کنیز نے جب اجنبی مرد کو دیکھا تو شرم سے پانی پانی ہوگئی، رگوں میں خون نے جوش مارا اور وہ اپنے کپڑوں کی طرف دوڑی اور جلدی سے ستر پوشی کی۔ اب اس کے ہاتھ ٹھیک ہو چکے تھے۔ خلیفہ کو بہت خوشی ہوئی اس نے ابن صاعد کو انعام دینے کا حکم دیا مگر ابن صاعد نے کہا کہ میں اس وقت انعام لوں گا جب کہ میرے شاگرد کو بھی انعام دیا جائے کیونکہ اصلی انعام کا مستحق وہی ہے۔ خلیفہ کے بلانے پر شاگرد حاضر ہوا۔ اس کی لمبی داڑھی کو دیکھ کر خلیفہ کو تعجب ہوا ابن صاعد نے آگے بڑھ کر شاگرد کے منہ پر لگی داڑھی کو کھینچ لیا۔

داڑھی الگ ہوگئی۔خلیفہ نے دیکھا کہ اب اس کے سامنے مرد نہیں عورت کھڑی ہے۔خلیفہ یہ جان کر بہت خوش ہوا کہ ابن صاعد نے ایک عورت کے چہرے پر مصنوعی داڑھی لگوا کر اس کی عزت رکھی ہے اور کنیز کو اجنبی مرد کے سامنے نہیں کیا۔ابن صاعد اور اس عورت کو خلیفہ کی طرف سے بہت سا انعام عطا کیا گیا۔(ماہنامہ سوغات نئی دہلی)

مردہ زندہ ہوگیا

مشہور ہندی طبیب صالح بن بہلہ نے خلیفہ نے ہارون رشید کے چچا زاد بھائی ابراہیم بن صالح کے علاج میں ایک مرتبہ اپنی حذاقت کا ثبوت پیش کیا۔جس کو مرض سکتہ لاحق ہوگیا تھا۔ابراہیم کے بارے میں یونانی طبیب جبرئیل بن بختیشوع نے یہ پیش گوئی کر دی تھی کہ یہ چند گھنٹوں سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکے گا۔اس واقعہ کی تفصیل اس طرح بیان کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید کے سامنے دستر خوان بچھا ہوا تھا۔کھانے کا وقت تھا لیکن اس وقت جبرئیل غائب تھا۔خلیفہ کو یہ بات بری لگی اور اس نے جبرئیل کو بہت برا بھلا کہا۔اتنے میں جبرئیل آ پہنچا۔اس نے جب دیکھا کہ خلیفہ اس کی غیر حاضری سے برہم ہے تو اس نے خلیفہ سے کہا۔امیر المؤمنین آپ بجائے میرے اوپر ناراض ہونے کے اس بات پر غم منایئے کہ آپ کا بھائی ابراہیم بن صالح بہت بیمار ہے اور میرا خیال ہے کہ وہ رات تک مر جائے گا۔ہارون رشید کو یہ سن کر بہت تشویش ہوگئی۔اس نے فوراً دستر خوان اٹھوا دیا اور اپنے بھائی کے اس حال کو سن کر رونے لگا۔خلیفہ کی یہ حالت دیکھ کر وزیر اعظم جعفر بن یحییٰ برمکی (م ۸۰۳ء) نے خلیفہ کو یہ مشورہ دیا کہ صالح بن بہلہ زیادہ تجربہ کار ہے اور وہ ہندی طب کا ماہر ہے۔اس لئے ابراہیم کا علاج اسی سے کروایا جائے۔چنانچہ اس کے مشورہ پر صالح بن بہلہ کو بلوایا گیا اور اس کو اس کمرے میں لے جایا گیا جہاں ابراہیم موت و زیست کی کشمکش میں مبتلا مردوں کی طرح بے حس وحرکت پڑا ہوا تھا۔

صالح بہت دیر تک مریض کا معائنہ کرتا رہا اور آخر میں اس نے خلیفہ کو اطمینان دلایا

کہ آپ فکر نہ کریں۔ آپ کا بھائی بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔ خلیفہ کو صالح کی بات سے کافی اطمینان ہوا لیکن تھوڑی دیر بعد ہی خلیفہ کے پاس خبر پہنچی کہ ابراہیم کا انتقال ہو گیا ہے۔ یہ سنتے ہی خلیفہ کے ہوش اڑ گئے اور اس کے غصے کی کوئی انتہا نہ رہی۔ لیکن صالح نے خلیفہ کو اس بات کا یقین دلایا کہ آپ کا بھائی زندہ ہے اور وہ ابھی کسی حالت میں بھی مر نہیں سکتا اس کا علاج آپ میرے اوپر چھوڑ دیجئے۔ اگر مجھے اس میں کامیابی نہیں ملی تو میں ہر سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔ اگر آپ کو میری اس بات کا یقین نہ ہو تو آیئے میں آپ کو کرشمہ دکھاؤں۔

یہ کہہ کر صالح بن بہلہ ہارون رشید کو ''مردہ'' کے پاس لے گیا اور اس کے پیر میں سوئی چبھوئی۔ ردعمل کے طور پر 'مردہ ابراہیم' نے فوراً اپنے پیر کھینچ لیے۔ صالح نے ہارون سے کہا کہ آپ ہی بتایئے کہ کیا کوئی مردہ اس طرح سے حرکت کر سکتا ہے اور اس کو درد کا احساس ہو سکتا ہے؟ ہارون نے کہا نہیں! ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد صالح نے حکم دیا کہ ابراہیم کو تنہا کمرے میں چھوڑ دیا جائے اور اوپر سے کفن وغیرہ ہٹا کر غسل دیا جائے اور اس کو اس کے اصلی کپڑے پہنائے جائیں ورنہ وہ اپنی یہ حالت دیکھ کر خوف کی وجہ سے دم توڑ دے گا۔ ہارون نے ایسا ہی کیا۔ پھر صالح نے ایک لمبی نلکی لے کر اس کے اندر نکچھکنی کا سفوف بھر دیا اور دوسرے سرے کو ابراہیم کی ناک میں داخل کر دیا جس طرف سے سفوف بھرا تھا اس طرف اس نے زور سے پھونک ماری جس سے ابراہیم کے جسم میں پہلے حرکت ہوئی اور فوراً چھینکیں آئیں اور وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور باتیں کرنے لگا۔

ابراہیم کے زندہ ہونے کی خبر سے ہر طرف خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ خلیفہ ہارون صالح کی اس مسیحائی سے ششدر رہ گیا کہ اس نے اس کے بھائی کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ جب ابراہیم سے حال پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ کسی کتے نے میرے پیر کی انگلی میں کاٹ لیا ہے اور اس کے بعد ہی میری آنکھ کھل گئی۔ یہ انگوٹھا وہی تھا جس میں صالح نے سوئی چبھوئی تھی۔ ابراہیم اس واقعہ کے بعد کافی دنوں تک زندہ رہا اور آگے چل کر ملک کا حاکم بھی مقرر رہا۔ (ہماری طب میں ہندوؤں کا ساجھا)

مرض کی پیش گوئی

حکیم ابوالحسن ثابت بن ابراہیم حرانی نے چند روز عضد الدولہ (۸۸۳۔۱۹۶۹) کے پاس رہ کر اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ جب اس کی وجہ دریافت کی گئی تو حکیم نے بتایا کہ عضد الدولہ اپنی صحت کا ذرا بھی خیال نہیں رکھتا اور کھانے پینے میں بہت بے احتیاطی کرتا ہے۔ اس لئے مجھے ڈر ہے کہ کہیں ایک سال کے بعد یہ پاگل نہ ہو جائے اگر اس وقت تک اس کے پاس رہا تو یقیناً اس کے پاگل پن کا سارا الزام میرے اوپر آئے گا۔ اس لئے بہتر ہے کہ ابھی سے میں اس سے الگ ہو جاؤں۔ حکیم ابوالحسن کا یہ قول بالکل درست ثابت ہوا اور ایک سال بعد عضد الدولہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا اور پاگل ہو گیا۔ (اطباء اور انکی مسیحائی)

کوڑے کی مار سے ہوش

مصر کے ایک رئیس زادے کو ایک مرتبہ مرض سکتہ لاحق ہو گیا۔ تمام اطباء مصر اس کے علاج کے لئے جمع ہوئے اور سبھی نے کہا کہ یہ مر چکا ہے۔ چنانچہ اس کے نہلانے اور کفنانے کا بھی انتظام ہو گیا۔ قطیعی جو مصر کا مشہور طبیب تھا وہ بھی خاموشی سے یہ سب تماشا دیکھ رہا تھا آگے بڑھا اور کہنے لگا ٹھہرو! میں اس کا علاج کروں گا۔ میرا خیال ہے کہ یہ زندہ ہے۔ سب لوگ اس کے اس دعویٰ پر حیرت میں پڑ گئے۔ قطیعی مُردے کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ کوئی شخص اس کو پوری طاقت سے کوڑے مارے۔ چنانچہ ایک شخص نے اس کے جسم پر دس کوڑے مارے۔ طبیب نے مردے کے جسم پر ہاتھ پھیرا، پھر نبض دیکھی اور کہا کہ اس کو دس کوڑے اور لگاؤ۔ پھر کوڑے لگائے گئے۔ طبیب نے پھر نبض دیکھی اور جسم پر ہاتھ پھیرا اور دس کوڑے مزید لگوائے۔ پھر نبض کو بغور دیکھا۔ اس مرتبہ نبض میں تھوڑی سی حرکت ہوئی۔ وہاں موجود دوسرے اطباء کو وہ نبض دکھا کر کہنے لگا کہ دیکھو اس میں زندگی کے آثار پیدا ہو گئے ہیں ورنہ مردے کی نبض کیسے حرکت کر سکتی ہے۔ پھر طبیب نے دس کوڑے اور لگوائے جس سے نبض کی حرکت اور بڑھی اور جسم میں گرمی بھی آئی۔ اس کے بعد پھر کوڑے لگوائے۔ اس مرتبہ مریض نے ایک آہ نکالی پھر اسی طرح کوڑے مارے گئے۔ اب تو مریض چلا اٹھا

اور درد سے کراہنے لگا۔ طبیب نے کوڑے کی مار بند کروائی اور مریض سے معلوم کیا کہ اس کو کیا محسوس ہو رہا ہے۔ مریض نے کچھ کھانے کی خواہش ظاہر کی، چنانچہ اس کو کھانا دیا گیا۔ کھانا کھانے سے اس کے اندر قوت آ گئی اور وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

تمام اطباء قطبی کے اس حیرت انگیز معالجے سے متحیر تھے۔ انہوں نے اس علاج کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں نے یہ علاج ایک بوڑھے سے سیکھا تھا جس نے ایک شخص کا علاج بالکل اسی طرح کیا تھا۔ اس سے میرے دماغ میں یہ بات آئی کہ چوٹ اپنی طرف حرارت کو کھینچتی ہے جس سے سکتہ زائل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ میں نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا جس سے واقعی یہ مریض ٹھیک ہو گیا۔ (ماہنامہ سوغات نئی دہلی)

زہریلے رائتے سے شفایابی

زکریا رازی ایک مرتبہ نیشاپور کے علاقے سے گذرا۔ وہاں کے ایک دولت مند شخص نے اپنے بیٹے کو رازی کی خدمت میں پیش کیا۔ رئیس کا لڑکا بہت عرصہ سے مرض استسقاء میں مبتلا تھا۔ رازی نے بہت توجہ سے مریض کا معائنہ کیا لیکن آخر میں بہت مایوسی سے اس کے باپ سے کہنے لگا کہ مجھے بہت دکھ ہے کہ میں اس لڑکے کا علاج نہیں کر سکتا۔ باپ اور بیٹا رازی کی زبان سے یہ الفاظ سن کر بہت مایوس ہوئے۔ لڑکے نے سوچا جب میری مقدر میں شفایابی نہیں ہے تو پھر پرہیز اور دوا سے کیا فائدہ؟ ایک دن اس نے اپنے باپ سے کہا کہ میری خدمت کے لئے آپ ایک بوڑھی دایہ کا انتظام کر دیں جو میری ہر ضرورت کو پورا کر سکے۔ باپ نے بیٹے کی یہ فرمائش پوری کر دی اور لڑکے کی خدمت کے لئے ایک بوڑھی عورت کا انتظام کر دیا گیا۔

ایک دن لڑکے نے خادمہ سے کہا کہ مجھے رائتہ بہت پسند ہے۔ تم آج میرے لئے رائتہ بنا دو۔ خادمہ نے رائتہ بنا دیا اور اس کو ایک جگہ رکھ دیا جہاں لڑکے کی نظر اس پر پڑ سکتی تھی اور وہ خود کسی کام میں مصروف ہو گئی۔ اچانک لڑکے نے دیکھا کہ ایک کالا سانپ آیا اور پیالے میں منہ ڈال کر رائتہ پینے لگا۔ تھوڑا سا رائتہ پی کر اس نے اگل دیا اور اس کا زہر پیالا میں سرایت کر گیا۔ زہر کے اثر سے رائتے کا رنگ سیاہ ہو گیا۔ بیمار لڑکے نے یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر سارا رائتہ پی گیا۔ جب بوڑھی خادمہ وہاں دوبارہ آئی اور اس نے پیالہ میں بچے ہوئے رائتہ کا رنگ

سیاہ دیکھ کر لڑکے سے اس کا سبب پوچھا تو اس نے سارا قصہ سنایا اور یہ بھی بتایا کہ میں نے اس کو پی لیا ہے کیونکہ میں اپنی زندگی سے مایوس ہو چکا ہوں اور چاہتا ہوں کہ میرا خاتمہ ہو جائے۔

خادمہ نے پورا قصہ اس کے والد کو سنایا۔ وہ دوڑا ہوا بیٹے کو دیکھنے کو آیا اس نے دیکھا کہ لڑکا گہری نیند سو رہا ہے اور اس کا سارا جسم پسینہ سے تر ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ اٹھا اور رفع حاجت کے لئے گیا۔ اس کو کھل کر دست آئے اور دن بھر میں سینکڑوں دست آ گئے اس کے بعد مریض نے چوزوں کا شوربہ طلب کیا جس سے اس کے اندر قوت آ گئی۔ دستوں اور پسینہ کی وجہ سے بڑھا ہوا پیٹ پچک گیا اور سارا پانی دستوں اور پسینے کے ذریعہ نکل گیا۔ پھر اس نے مختلف غذائیں اور دوائیں استعمال کیں جن کے اثر سے اسے صحت ہونے لگی۔

ابھی اس واقعہ کو زیادہ روز نہیں گذرے تھے کہ زکریا رازی کا گذر پھر اسی شہر سے ہوا۔ اور اس نے پھر اس رئیس شخص کے گھر میں قیام کیا۔ وہاں پر موجود ایک خوبصورت اور تندرست نوجوان کی طرف رازی نے اشارہ سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ اس شخص نے بتایا کہ یہ وہی نوجوان ہے جس کو ایک بار علاج کی غرض سے میں نے آپ کو دکھلایا تھا اور آپ نے اس کے مرض کو لاعلاج قرار دیا تھا۔ پھر اس نے رازی کو رائتہ اور سانپ کا قصہ سنایا۔ رازی نے کہا کہ میں یہ بات پہلے سے جانتا تھا کہ اس مرض کا علاج اس سانپ میں موجود ہے جس کی عمر دو سو برس کی ہو۔ چونکہ اتنی عمر کے سانپ کو مہیا کرنا تمہارے امکان سے باہر تھا اس لئے میں نے اس کو بتانا مناسب نہ سمجھا تھا۔ بہر حال خدا کو اس کی صحت منظور تھی لہٰذا اس نے وہ اسباب پیدا کر دیئے جس کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ (تاریخ الاطباء)

مطب کا عجیب انداز

زکریا رازی کے مطب کا انداز بھی عجیب تھا۔ وہ اپنے مطب میں سب سے پیچھے بیٹھتا تھا۔ اس کے آگے اس کے شاگرد بیٹھتے تھے اور اس کے بعد ان شاگردوں کے شاگرد بیٹھتے تھے اور پھر ان کے شاگرد بیٹھتے تھے۔ جب کوئی مریض آتا تو وہ سب سے پہلے آگے بیٹھے شاگردوں سے اپنا حال کہتا۔ اگر ان کی سمجھ میں نہیں آتا تو وہ اپنے سے پیچھے والے لوگوں کے پاس بھیج دیتے تھے۔ اگر ان کی بھی سمجھ میں نہیں آتا تو وہ اپنے سے

زیادہ قابل کے پاس بھیج دیتے تھے، سب سے آخر میں رازی کا نمبر آتا تھا یعنی جس کا کوئی بھی علاج نہیں کر پاتا تھا وہ رازی کے زیر علاج ہوتا تھا۔ (اخبار الطب کراچی)

دو طبیبوں کی صداقت

ابن زہر کو انجیر کھانے کا بہت شوق تھا اور وہ اس کو بکثرت استعمال کرتا تھا۔ اس کے ایک معاصر طبیب کو جو "الفار" کے نام سے مشہور تھا انجیر قطعاً پسند نہیں تھی بلکہ وہ اس سے سخت پرہیز کرتا تھا۔ الفار اکثر ابن زہر سے کہا کرتا کہ تو انجیر بہت استعمال کرتا ہے تجھے ایک دن خطرناک پھوڑا نکلے گا اور وہ تیری جان لے کر چھوڑے گا۔ اس کے جواب میں ابن زہر کہا کرتا کہ تو انجیر نہیں کھاتا ہے یہ تیرے لئے نقصان دہ ثابت ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ تجھے تشنج کی بیماری ہوگی جو تیری موت کا پیغام ہوگی۔ اتفاق کی بات کہ دونوں طبیبوں کی باتیں اپنی اپنی جگہ صحیح ثابت ہوئیں۔ ابن زہر کے پہلو میں ایک پھوڑا نکلا جو کسی بھی علاج سے ٹھیک نہیں ہوا اور بالآخر اسی حالت میں اس کی موت ہوئی۔ اسی طرح الفار تشنج میں مبتلا ہوا اور وہ بھی چند دن اس میں مبتلا رہ کر فوت ہوگیا۔ (تاریخ الاطباء)

سر میں کتے کی کھال

ایران کے شہر ہرات میں ایک شخص کے سر میں خراب قسم کے زخم پیدا ہوگئے تھے جس کی وجہ سے گنجا پن پیدا ہوگیا تھا۔ ہرات کا مشہور جراح علاء الدین ہندی نے اسے بے ہوش کر کے اس کے سر کی تمام کھال اتار لی اور اس مقام پر کتے کی کھال چسپاں کر کے ٹانکے لگا دیئے اور مختلف قسم کے اطلیہ و مراہم لگا کر پٹی باندھ دی۔ کچھ دنوں کے بعد وہ کھال وہیں پیوستہ ہوگئی اور اس پر نئے بال نکل آئے۔ ہرات کا حاکم حسین مرزا اس علاج سے بہت متاثر ہوا اور اس نے اس جراح کے نام معقول وظیفہ مقرر کر دیا۔ (اطباء قدیم کے کلینکی مشاہدات)

حیرت انگیز کراماتی پٹی

مغلیہ حکومت کا بانی ظہیر الدین محمد بابر (۱۵۱۶۔۱۵۲۶ء) کو ایک مرتبہ جنگ کے دوران شدید قسم کی چوٹیں آئیں اور ہاتھ و بازو پر بڑے گہرے گہرے زخم ہوگئے۔

بادشاہ کو کسی طرح اس کے ٹھکانے پر پہنچایا گیا اور ایک مغل سرجن کو علاج کے لئے بلایا گیا۔ یہ سرجن فن جراحت میں ماہر تھا۔ اور اسے ادویہ کے افعال وخواص کا بھی بہت اچھا علم تھا۔ اس مغل سرجن نے چند درختوں کی چھالوں کو جلا کر ان کی راکھ حاصل کی اور اس کو زخم پر چھڑ کا اور پھر لومڑی کی کھال اتر وا کر اس سے پٹی باندھ دی۔ اس حیرت انگیز کراماتی پٹی سے تین چار روز میں وہ زخم ٹھیک ہو گئے۔ بابر کا کہنا ہے کہ یہ زخم اس کے لئے معمولی حیثیت رکھتے تھے۔ اگر کسی کا سر پھٹ کر بھیجا بھی نکل آتا تھا تو وہ اس کا علاج بھی بڑی خوبی سے کر دیتا تھا۔ (اطباء اور ان کی مسیحائی)

حوض کا کمال

حکیم علی گیلانی نے لاہور میں ایک حوض بنایا تھا جس کا طول وعرض ۲۰X۲۰ گز تھا۔ یہ حوض ہر وقت بھرا رہتا تھا اور اس کے اندر ایک شاندار کمرہ بنا ہوا تھا جس کو چاروں طرف سے پانی گھیرے ہوئے تھا اور کمرہ کی چھت بالکل پانی کے اندر ڈوبی رہتی تھی۔ اس کمرہ میں داخل ہونے کے لئے پانی میں غوطہ لگا کر اس کے دروازوں تک پہنچنا ہوتا تھا اور صرف ایک بلند مینار پانی سے سر باہر نکالے ہوئے یہ ظاہر کرتا تھا کہ کمرہ یہاں ہے۔ اس حجرہ کے دروازے پانی کے اندر کھلے ہوئے تھے اور چاروں طرف سے پانی ان کو گھیرے ہوئے تھا لیکن کیا مجال کہ پانی کا ایک قطرہ بھی دروازے کے ذریعے کمرہ کے اندر داخل ہو جائے۔ اس حجرہ کے دروازہ میں کھڑے ہو کر ہر شخص اپنے قریب ہی پانی کو دیکھ سکتا تھا اور حیران ہوتا تھا کہ حجرہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے مگر پانی اندر داخل نہیں ہو پاتا۔ اس نے اس قسم کے کمال کا اظہار پانی اور ہوا کی روک اور دباؤ کی قوت کو خصوصی طور پر معلوم کر کے کیا تھا۔ (ماہنامہ مشیر الاطباء لاہور)

بادشاہ مریضوں کی صف میں

حکیم مہذب الدین ایک بار مطب میں مریضوں کا معائنہ کر رہے تھے۔ بادشاہ بھی امتحان کی غرض سے اپنا بھیس بدل کر مریضوں کی صف میں جا بیٹھا حکیم

صاحب نبض دیکھ کر مریض کا حال بتا رہے تھے۔ جب بادشاہ کی نبض دیکھنے کی باری آئی تو فوراً کہنے لگے کہ یہ تو بادشاہ کی نبض ہے۔ بادشاہ ان کی بات سن کر حیران رہ گیا اور ان کی نباضی کا قائل ہو گیا۔ (طبی میگزین لاہور)

فراست صادقہ

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م ۱۷۶۲ء) کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم دہلویؒ (م ۱۷۱۹ء) ایک جید طبیب بھی تھے اور بطور پیشہ مطب بھی کرتے تھے۔ تشخیص مریض میں ان کا ایک دلچسپ قصہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے خود تحریر فرمایا ہے کہ سادات بارہہ کے کسی گاؤں میں آپ تشریف لے گئے۔ لوگوں نے ایک بیمار کا قارورہ آپ کو دکھایا آپ نے صرف قارورہ دیکھ کر ہی، بغیر مریض کی نبض دیکھے ہوئے اور حالات معلوم کئے ہوئے، فوراً نسخہ لکھ دیا۔ ایک ہندو طبیب نے جو وہاں موجود تھا سوال کیا کہ "حضرت! تشخیص مرض بھی فرمالی ہے؟" آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ "یہ ایک عورت کا قارورہ ہے جس کا نام یہ ہے یہ شکل وصورت ہے، یہ اخلاق و عادات ہیں اور یہ شکایات ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے کام جو وہ کرتی ہے معلوم ہیں۔" ہندو طبیب نے برجستہ سوال کیا کہ حضرت! "یہ باتیں کن طبی کتب میں لکھی ہیں؟" آپ نے فرمایا "جی نہیں! یہ طب نہیں ہے یہ ہم غلامانِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فراستِ صادقہ ہے۔" (تذکرہ حضرت شاہ عبدالرحیم)

نسخے میں قبر کا سامان

رامپور میں عبدالنبی خاں ولد جنگی خاں دق میں مبتلا ہو کر حکیم محمد کفایت اللہ خاں (۱۸۰۰ء۔۱۸۹۵ء) کے علاج میں آیا اور آپ کے علاج سے مکمل طور پر صحت یاب ہوا۔ مگر حکیم صاحب نے ہدایت فرمائی کہ اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو جماع سے پرہیز ضروری ہے۔ ایک شب پیمانہ صبر لبریز ہوا اور ہدایت پر عمل جاری نہ رہ سکا۔ رات ہی میں سخت طبیعت خراب ہوئی۔ صبح قارورہ لے کر حکیم صاحب کے پاس بھیجا گیا۔ آپ نے قارورہ دیکھا اور نسخہ لکھ دیا۔ نسخہ عطار کے پاس پہنچا۔ عطار حیران تھا کہ دوا کیا دے۔ اس میں تو کفن دفن کا سامان ہے۔ اعزہ گھر آئے تو مریض سفر آخرت پر روانہ ہو چکا تھا۔ (تذکرہ کاملان رامپور)

متعفن حمل

ایک مرتبہ حکیم شیر علی بغدادی ایک سردار کی لڑکی کو دیکھنے گئے جس کو پیشاب کے ساتھ مواد اور خون آ رہا تھا۔ وہاں بہت سے اطباء جمع تھے ان کی تشخیص تھی کہ مریضہ کو سوزاک کا زخم ہے۔ لڑکی غیر شادی شدہ تھی۔ حکیم صاحب نے مریضہ کی نبض دیکھی اور فرمایا کہ اس کو حمل ہے اور یہ حمل متعفن ہو گیا ہے اور مریضہ کے پیشاب کے راستہ سے اس کا مواد آ رہا ہے۔ لڑکی نے جھٹلایا کہ ایسا نہیں ہے۔ حکیم صاحب نے کہا کہ ممکن ہے کہ میں غلط کہہ رہا ہوں لیکن چند منٹ بعد حقیقت واضح ہو جائے گی۔ یہ کہہ کر آپ نے ایک دوا دی اور اس کو کھانے کے لئے کہا۔ دوا کھانے کے چند منٹ بعد ہی حمل باہر آ گیا۔ حکیم صاحب نے کہا کہ اس لڑکی نے مجھے جھوٹا سمجھا تھا اس لئے میں مزید اس کا علاج نہیں کرسکتا اور یہ فلاں دن اور فلاں وقت مر جائے گی اور سوائے میرے اس کا کوئی اور علاج نہیں کرسکتا۔ یہ کہہ کر حکیم صاحب وہاں سے چل دیئے۔ ان کو راضی کرنے کی بہت کوشش کی گئی مگر وہ کسی طرح نہ مانے۔ آخر کار حکیم صاحب کے مقرر کردہ دن اور وقت میں لڑکی کی موت واقع ہو گئی۔ (ماہنامہ مسیح الملک کراچی)

طاعون کا علاج

حکیم عبدالمجید خاں کے سامنے ایک دفعہ دلی میں طاعون پھیلا۔ انگریزوں نے حکم دیا ''جسے طاعون ہو وہ شہر سے باہر کیمپ میں منتقل ہو جائے۔'' حکیم صاحب نے فرمایا ہر کوئی نہیں جائے گا۔ میں علاج کا شہر کے اندر ہی بندوبست کروں گا۔ چنانچہ حکیم عبدالمجید خاں نے طاعون کا علاج اپنے مدرسہ طبیہ کے طالب علموں سے کرایا۔ یونانی علاج طاعون میں کامیاب رہا۔ انگریز حکام منہ دیکھتے رہ گئے۔ (میرے زمانے کی دلی)

طب یونانی کا امتحان

یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب حکیم اجمل خاں بغرض سیاحت لندن تشریف لے گئے تھے۔ حکیم صاحب وہاں کے چیرنگ کراس اسپتال بھی گئے جہاں ڈاکٹر مختار احمد انصاری (۱۸۸۰۔۱۹۳۶ء) مشہور سرجن ڈاکٹر اسٹینلے بائیڈ کے یہاں ہاؤس سرجن تھے۔ حکیم صاحب

نے کلینکل سرجری کی کلاس میں بھی شرکت کی۔ دوران لیکچر ڈاکٹر بائیڈ نے حکیم صاحب کو ایک مریض دکھایا اور کہا کہ اس کے مرض کے بارے میں آپ اپنی رائے ظاہر فرمائیں۔ حکیم صاحب نے مریض کا اچھی طرح معائنہ کیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ مریض کی آنت کے ابتدائی حصہ میں پرانا زخم ہے جس کی وجہ سے یرقان، بخار اور درد وغیرہ کی شکایات ہیں لیکن ڈاکٹر بائیڈ کی تشخیص تھی کہ مریض کے پتہ میں ورم ہے۔ ڈاکٹر بائیڈ نے دوسرے دن آپریشن تھیٹر میں حکیم صاحب کو بلوایا اور کہا کہ آج طب یونانی اور جدید طب کا امتحان ہے۔ دیکھیں کس کی بات صحیح نکلتی ہے۔

ڈاکٹر انصاری مرحوم کا کہنا ہے کہ مجھے اس بات سے کافی پریشانی تھی کہ کہیں ہماری طب کی شکست نہ ہو جائے لیکن جب مریض کا شکم چاک کیا گیا تو واقعی اس کی آنت میں زخم ملا اور پتہ کی تھیلی میں ورم کا نام ونشان بھی نہیں۔ ڈاکٹر بائیڈ نے بہت خوشی سے اپنی شکست قبول کر لی اور حکیم صاحب کے اعزاز میں ایک شاندار ڈنر کا اہتمام کیا۔ اس طرح طب جدید کا مقابلہ میں طب یونانی کو فتح حاصل ہوئی۔

لندن کے ہی سفر میں حکیم صاحب نے شہنشاہ جارج پنجم کی نبض دیکھی تھی۔ جو کچھ دنوں سے بیمار تھے حکیم صاحب نے نبض دیکھ کر مرض بتادیا شاہی ڈاکٹر نے کہا کہ آپ نے مرض صحیح تشخیص کیا ہے وہ حیران تھا کہ نبض پر ہاتھ رکھنے سے مرض کیسے معلوم ہوگیا۔ (میرے زمانے کی دلی)

تین طبیب بہنیں

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ (م: ۵۹۷ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

''صلت بن محمد جحدری کہتے ہیں کہ ہم سے بشر بن فضل نے بیان کیا کہ ہم حج کے ارادہ سے نکلے تو ہمارا عرب کے پانیوں میں سے ایک پانی پر گزر ہوا۔ اس جگہ ہم سے بیان کیا گیا کہ یہاں تین بہنیں ہیں جو بہت خوبصورت ہیں اور تینوں طبیب ہیں۔ علاج معالجہ کرتی ہیں یہ سن کر ہمیں ان کے دیکھنے کا اشتیاق ہوا ہم نے اس کا یہ حیلہ کیا کہ اپنے ایک ساتھی کی پنڈلی کو ایک لکڑی سے چھیل دیا جس سے وہ خون آلود ہوگئی۔ پھر ہم نے اپنے ساتھی کو ہاتھوں پر اٹھایا اور لوگوں سے کہا کہ اسے سانپ نے ڈس لیا ہے ''**فھل من راق**'' کیا کوئی جھاڑنے والا ہے؟ ان میں سے چھوٹی بہن نکل کر آئی ایسی خوبصورت کہ لگتا تھا سورج نکل آیا وہ آ کر

ہمارے ساتھی کے پاس کھڑی ہوگئی اور کہنے لگی اسے سانپ نے نہیں ڈسا ہم نے کہا وہ کیسے؟ اس نے کہا اس کا جسم ایسی لکڑی سے چھل گیا ہے جس پر نر سانپ نے پیشاب کیا تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب اس کے بدن کو دھوپ لگے گی تو یہ مرجائیگا۔ واقعی جب سورج طلوع ہوا تو وہ شخص مر گیا ہمیں اس پر بڑا ہی تعجب ہوا۔'' (کتاب الاذکیاء عربی ص ۲۴۶)

جسمانی صحت کا حکیمانہ فارمولا

جہاں تک کام چلتا ہو غذا سے
وہاں تک چاہئے بچنا دوا سے

اگر تجھ کو لگے جاڑے میں سردی
تو استعمال کر انڈے کی زردی

جو ہو محسوس معدے میں گرانی
تو پی لے سونف یا ادرک کا پانی

بنے گر خون کم، بلغم زیادہ
تو کھا گاجر، چنے، شلغم زیادہ

جو بدہضمی میں چاہے تو افاقہ
تو دو اک وقت کا کر لے تو فاقہ

جو پیچش ہے تو کیلا اور دہی کو
ملا کر شہد میں کھا لے اسی کو

جگر کے بل پہ ہے انسان جیتا
اگر ضعف جگر ہے کھا پپیتا

جگر میں ہو اگر گرمی دہی کھا
اگر آنتوں میں خشکی ہو تو گھی کھا

جو طاقت میں کمی ہوتی ہو محسوس
تو پھر ملتانی مصری کی ڈلی چوس

زیادہ گر دماغی ہے تیرا کام
تو کھالے شہد کے ہمراہ بادام

اگر ہو قلب پر گرمی کا احساس
مربہ آملہ کھا اور انناس

اگر گرمی کی شدت ہو زیادہ
تو شربت پی انناس آب سادہ

جو دکھتا ہے گلا نزلے کے مارے
تو کر نمکین پانی کے غرارے

اگر ہے درد سے دانتوں کے بے کل
تو انگلی سے مسوڑھوں پر نمک مل

(اسد ملتانی مرحوم)

نوٹ۔ چند مفید واقعات جو بعد میں سامنے آئے آئندہ صفحات میں دیئے جارہے ہیں۔

چند مفید واقعات

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کی حکیمانہ تربیت کا واقعہ

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس اللہ سرہٗ کے مرید تھے جلال آباد کے ایک نوجوان پٹھان' جوان تھے خوشرو' بہت ہی خوبصورت تھے نوجوانی میں ہی مرید ہو گئے تھے۔ نماز نہیں پڑھتے تھے لوگوں نے شکایت کی کہ آپ کے مرید ہیں مگر نماز نہیں پڑھتے۔ حضرت حاجی صاحب نے بلایا وہ آ گئے شفقت سے سر پر ہاتھ رکھا کمر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ بیٹا! جب تم مرید ہو گئے تو نماز پڑھا کرو نماز ہی اسلام کا ستون ہے۔ نماز ہی سے فرق پیدا ہوتا ہے مسلم میں اور کافر میں۔ نماز کا ترک کرنا بہت بری بات ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت نماز تو پڑھ سکوں مگر میں اپنی عرض کر دوں۔ مجھے ڈاڑھی چڑھانے کی عادت ہے۔ اس زمانہ میں نوجوانوں کا تمدن یہی تھا کہ بجائے ڈاڑھی منڈانے کے چڑھاتے تھے۔ تو انہوں نے کہا کہ ڈاڑھی چڑھانے میں تقریباً سوا گھنٹہ لگتا ہے پہلے اس میں گوند لگاؤ' پھر اس کو پتوں سے باندھوں پھر جب وہ خشک ہو جائے تو تیل لگاؤ۔ اس میں سوا گھنٹہ لگتا ہے پھر آپ کہیں گے بے وضو نماز نہیں ہوتی ہے۔ جب میں وضو کروں گا گوند وند سب ڈھل جائے گا پھر سوا گھنٹہ مجھے ڈاڑھی چڑھانے میں چاہیے۔ نمازیں تو پانچوں ہو جائیں گی ایک گھنٹہ میں اور ڈاڑھی چڑھانے میں لگ جائیں گے سات گھنٹے اب ضرورت تھی حکمت تربیت کی فرمادیا کہ بھائی ڈاڑھی چڑھانا خود مکروہ ہے۔ چھوڑ دو۔ ڈاڑھی چڑھانا مگر دیکھا کہ یہ مان نہیں سکتے۔ یہ فعل ان کے دل میں جما ہوا ہے فرمایا کہ میں نے وضو کا ذکر نہیں کیا۔ میں نے

یہ کہا کہ نماز پڑھا کرو۔ اس نے کہا کہ حضرت بے وضو پڑھ لیا کروں فرمایا پھر وضو کا ذکر میں تو وضو کا نام ہی نہیں لے رہا ہوں۔ بس تم نماز پڑھا کرو۔ ان خان صاحب نے بلا وضو نماز پڑھنا شروع کر دی۔ وہ بے وضو نماز پڑھ رہا ہے اور حضرت دیکھ رہے ہیں۔ حالانکہ احادیث میں آتا ہے کہ لاتقبل صلوٰۃ بغیر طھور بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی ہے اور آپ دیکھ بھی رہے ہیں مگر بول نہیں رہے ہیں پندرہ بیس دن کے بعد نوجوان پٹھان کے دل میں خود خیال پیدا ہوا کہ تو محنت بھی کر رہا ہے اور اکارت جا رہی ہے بے وضو کے نماز ہوتی ہی نہیں۔ تو ساری نمازیں ہی بے کار ہو گئیں۔ اور چھوڑ یوں نہیں سکتا ہے کہ پٹھان کی زبان ہے جو کٹ چکی ہے پیر کے آگے کہ نماز پڑھوں گا لہٰذا چھوڑنے کا تو سوال ہی نہیں اور بے وضو پڑھوں تو بے کار ہے۔ اب انہوں نے یہ کیا کہ صبح کی نماز کے لئے وضو کرتے اور نماز کے بعد ڈاڑھی چڑھاتے اور اس وضو کو عشاء تک باقی رکھتے سب نمازیں ایک وضو سے ہی پڑھتے۔ اب ظاہر بات ہے کہ نوجوان آدمی بارہ گھنٹے ایک دم باوضو رہے یہ ممکن نہیں مشکل ہے۔ اپھارا، ریح، حبس شروع ہوا بیمار ہونے لگے تو اب یہ کیا کہ ایک وضو صبح کو کی۔ نماز کے بعد داڑھی چڑھائی پھر ایک وضو ظہر کے وقت کیا اور اس کو باقی رکھتے عشاء تک اس سے ظہر سے عشاء تک کی نمازیں پڑھتے مگر چھ گھنٹے باوضو رہنا ایک نوجوان آدمی کے لئے مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے انہوں نے کہا کہ اس ڈاڑھی چڑھانے کی ہی ساری مصیبت ہے اس دن سے ڈاڑھی چھوڑ کر باوضو نماز شروع کر دی اب شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت حاجی صاحب نے بہت شاباش دی۔ فرمایا کہ جوانان سعادت مند ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ماشاء اللہ بہت دل بڑھایا۔ اس کے بعد فرمایا کہ بھائی تم نے بے وضو کتنے دن نمازیں پڑھی ہیں۔ عرض کیا کہ حضرت جی! پندرہ دن کی۔ کہا اسے لوٹا لینا۔ وہ ہوئی نہیں اس کے بعد فرمایا کہ تمہاری عمر کیا ہوگی؟ عرض کیا کہ حضرت! پندرہ سال پورے ہو چکے ہیں سولہواں سال لگ رہا ہے۔ فرمایا کہ بھائی چودہ سال جب پورے ہوتے ہیں تو آدمی شرعاً بالغ ہو جاتا ہے اور نماز فرض ہو جاتی ہے اس لئے ایک سال کی نمازیں دوہرا لینا۔ وہ سرکاری ملازم تھے انہوں

نے رخصت لے کر ایک ہفتہ میں ساری نمازیں پڑھ ڈالیں۔ پکے نمازی بن گئے۔ یہ حکمت تھی تربیت کی۔ مسئلہ تو یہ تھا کہ بلا وضو کے نماز نہیں ہوتی۔ مگر محض مسئلہ ہی نہیں بتانا تھا تربیت بھی کرنی تھی تربیت میں مزاج کو دیکھا جاتا ہے چونکہ بعض مزاج نرم ہوتے ہیں اور بعض مزاج سخت ہوتے ہیں۔ جیسے مزاج ہوتے ہیں ویسی ہی دوا دی جاتی ہے۔ جیسا آدمی ویسی ہی خادمی۔ تعلیم ہوتی ہے عام اور تربیت ہوتی ہے خاص وہ ہر ایک کی الگ الگ ہوتی ہے۔ (خطبات طیب)

بڑوں کی نصیحت پر عمل کا فائدہ

کچھ لوگ ایک بزرگ کے پاس گئے کہ آپ ہمیں کوئی نصیحت کریں۔ انہوں نے فرمایا ہاتھی کا گوشت نہ کھانا۔ وہ بڑے حیران ہوئے کہ حضرت یہ بھی کوئی نصیحت ہے ہم کہاں ہاتھی کا گوشت کھانے لگے ہیں۔ کوئی اور نصیحت کریں انہوں نے فرمایا بس تم ہاتھی کا گوشت نہ کھانا۔ اتفاق یہ ہوا کہ انہیں لوگوں کو ایک سفر کرنا پڑا اور یہ قافلہ بنا کر سفر پر روانہ ہوئے اس قافلہ کے امیر جناب شیخ عبداللہ تھے۔ یہ قافلہ ایک جنگل سے گزر رہا تھا۔ قافلے والے جنگل میں بھٹک گئے جنگل سے باہر نکلنے کا راستہ نہ پا سکے۔ بہت دنوں تک ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر مارے مارے پھرتے رہے۔ ان کے پاس کھانے پینے کا جو سامان تھا ختم ہو گیا۔ وہ بھوک کے مارے بے چین ہونے لگے ایک جگہ انہوں نے ہاتھی کا ایک بچہ دیکھا سب نے اسے گھیر کر پکڑ لیا۔ قافلہ کے امیر شیخ عبداللہ نے پوچھا ''تم نے اس بچے کو کیوں پکڑا؟'' سب نے بتایا کہ ہم بھوک کے مارے بہت پریشان ہیں۔ ہم اسے ذبح کر کے اس کا گوشت کھائیں گے؟''

''مگر ہاتھی کا گوشت کھانا تو تمہارے لئے جائز نہیں ہے اور اس بزرگ نے بھی ہاتھی کا گوشت نہ کھانے کی نصیحت بھی کی تھی۔ اور ابھی تم اتنے بھوکے بھی نہیں ہو کہ تمہاری جان پر بنی ہو میرا کہا مانو اسے چھوڑ دو اور اس کا گوشت نہ کھاؤ۔ اللہ پر بھروسہ رکھو وہ کوئی صورت نکال دے گا''

شیخ نے سمجھایا لیکن کوئی نہ مانا انہوں نے بچے کو ذبح کر ڈالا اور اس کا گوشت پکا کر کھا گئے۔ لوگوں نے شیخ سے بھی کھانے کے لئے کہا۔ شیخ نے کھانے سے انکار کر دیا اور کہا میں تو

ہر گز ہر گز بزرگ کی نصیحت کی خلاف ورزی نہیں کروں گا اور شریعت کے حکم کو نہیں توڑوں گا۔

آدھی رات کے قریب شیخ کو کچھ ایسا لگا جیسے زمین ہل رہی ہے انہوں نے ادھر ادھر نظر ڈالی۔ دیکھا کہ بہت سے ہاتھیوں نے قافلے والوں کو گھیر لیا ہے کچھ ہاتھی اپنی سونڈ سے سونے والوں کا منہ سونگھتے ہیں اور پھر اس پر لات رکھ کر دبا دیتے ہیں اور اسی طرح قافلے والوں کو ختم کر رہے ہیں یہ شیخ صاحب بہت پریشان ہوئے۔ وہ اللہ سے دعا کرنے لگے۔ ہاتھیوں کے آجانے سے قافلے کے بہت سے لوگ جاگ اٹھے تھے۔ انہوں نے بھاگنا چاہا لیکن ہاتھیوں نے بھاگنے نہیں دیا۔ اور سب کے منہ سونگھے۔ جس جس نے ہاتھی کے بچہ کا گوشت کھایا تھا اسے انہوں نے وہیں کچل دیا۔ اسی عرصے میں ایک ہاتھی شیخ کے پاس آیا۔ سونڈ بڑھا کر اس نے ان کا منہ سونگھا۔ سونگھ کر سونڈ ہٹالی اور واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا تو اس کے ساتھ ایک اور بڑا ہاتھی تھا اس بڑے ہاتھی نے بھی ان کا منہ سونگھا اور شیخ کو سونڈ آگے کر کے اپنی پیٹھ پر بٹھالیا۔ اور انہیں پھل دار درختوں کے باغ میں لے گیا جہاں شیخ صاحب نے پھل توڑ توڑ کر کھائے پھر وہ ہاتھی شیخ عبداللہ کو شہر چھوڑ آیا۔ جو بڑوں کی نصیحت پر عمل کرتے ہیں اور شریعت کی پابندی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی کیسی حفاظت کرتے ہیں اور ان کو کیسے انعامات دیتے ہیں۔ (محاسن اسلام ملتان)

بڑوں کی نصیحت پر عمل نہ کرنے کا انجام

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں

ایک شیر کا انتقال ہونے لگا، تو اس نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ دیکھو بیٹا! ہر ایک سے ملنا، ہر ایک کے پاس جانا۔ اِس انسان کے پاس مت جانا، یہ بڑی ظالم چیز ہے، اگر کہیں اس کے پاس چلے گئے، تو تم خطاء اٹھاؤ گے، مصیبت میں مبتلا ہوگے، وہ شیر صاحب جو سارے جنگل کے بادشاہ تھے، انتقال فرما گئے۔ ان کی جگہ ان کے صاحبزادے ''یعنی شیر کا بچہ'' ولی عہد بنے۔

شیر کا بچہ تجربہ نہیں رکھتا تھا جوان ہوا مگر عقل تو آتے آتے ہی آتی ہے۔ کیسی بھی عقل ہو۔ جانور ہونے کی ہو یا انسان ہونے کی ہو۔ عمر گزرنے کے بعد آتی ہے۔ بچہ ہر ایک کا

ناتجربہ کار ہوتا ہے۔ جانور کا ہو یا انسان کا ہو تو شیر کے بچے کا بچپن تھا باپ تو اٹھ گیا۔ شیر کا انتقال ہو گیا اس شیر کے بچے نے کہا کہ میرے باپ نے کہا تھا کہ تو انسان کے پاس مت جانا، یہ بڑی ظالم چیز ہے۔ دیکھنا تو چاہیے انسان ہوتا کیا ہے؟ اور میرا باپ بہت ڈر رہا تھا۔ میرا باپ تو سارے جنگل کا بادشاہ تھا اتنی طاقت والا تھا۔ وہ بھی بہت ڈر رہا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ انسان بڑی طاقت والی کوئی چیز ہوگی شیر تو دوگز کا تھا۔ انسان معلوم نہیں کوئی دس گز لمبا ہوگا۔ بیس گز کا ہوگا۔ کیا چیز ہوگی انسان؟ دیکھنا تو چاہیے تو جو پاس کے حالی حوالی تھے۔ انہوں نے کہا کہ دیکھو بڑوں کی نصیحت پر عمل کرنا چاہیے۔ باپ نے کہا تھا کہ انسان کے پاس بھی مت جانا۔ یہ بڑی ظالم چیز ہے۔ تم ارادہ مت کرو کہیں کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ۔ اس نے کہا نہیں بھائی کم سے کم ایک دفعہ دیکھنا تو چاہیے کہ یہ انسان کیا چیز ہے۔

باپ کی نصیحت نہیں مانی اور انسان کو دیکھنے کی خاطر چلے۔ اتفاق سے سب سے پہلے گھوڑے پر نظر پڑی کہ چھلانگے مارتے ہوئے جا رہا ہے۔ شیر کے بچے نے سمجھا کہ یہی انسان معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ باپ تو ڈیڑھ گز لمبا تھا اور یہ تو بہت ڈیل ڈول کا ہے، میرا باپ جو ڈرتا تھا۔ یہ اس سے دوگنا چوگنا ہے واقعی ٹھیک ڈرتا تھا تو گھوڑے کے قریب جا کے ڈرتے ڈرتے اس سے کہا کہ جناب ہی کا نام انسان ہے؟

گھوڑے نے کہا کس ظالم چیز کا نام لیا۔ میرے سامنے انسان کا نام مت لینا وہ تو بڑی ظالم چیز ہے جسے انسان کہتے ہیں۔ میں بہت ڈیل ڈول کا ہوں مگر انسان میری کمر پر زین کستا ہے۔ اس پر سوار ہوتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں کوڑا ہوتا ہے۔ میری پیٹھ پر کوڑے پڑتے ہیں۔ میں بھاگتے بھاگتے تھک جاتا ہوں۔ انسان ہے کہ مارتے مارتے باز نہیں آتا تو سب چیزوں کا ذکر کرنا مگر اس ظالم انسان کا نام مت لینا۔ یہ بڑی مصیبت کی چیز ہے شیر کے بچے نے کہا یا اللہ! انسان کتنے ڈیل ڈول کا ہوگا۔ یہ ایسا لمبا چوڑا جانور۔ یہ بھی انسان سے ڈر رہا ہے اور میرا باپ بھی ڈرتے ڈرتے مر گیا کیا چیز ہوگی انسان؟ اور آگے چلے تو اتفاق سے اونٹ نظر پڑا۔ اس نے کہا یہ ہوگا انسان کوئی کل ہی سیدھی نہیں۔ گردن ادھر کو جا رہی ہے۔ کمر ادھر کو جا رہی ہے۔ ٹانگیں ادھر کو نکل رہی ہیں۔ بس یہی انسان ہوگا یہ تو گھوڑے سے بھی چار

ہاتھ اونچا ہے۔اس نے قریب جا کر اونٹ سے کہا کیا آپ ہی کا نام انسان ہے؟

اس نے کہا ارے لا حول ولا قوۃ کس ظالم چیز کا نام لے لیا۔ یہ بڑی ظالم چیز ہے۔اس کا نام میرے سامنے مت لینا۔اس واسطے کہ میں تو اکیلا ہوں ۔ میرے علاوہ میرے سوسو بھائی بند اور ناک میں نکیل جو آگے جا رہا ہے۔اس کی دم میں پچھلے کی نکیل بندھی ہوتی ہے اس طرح سو سو کی قطاریں ہوتی ہیں اور انسان کا ایک بچہ ہمیں ہنکا تا ہے۔ ہم گڑگڑاتے ہیں ۔ بل بلاتے ہیں مگر ایک بچہ ہنکا کر لے جاتا ہے۔ سو اونٹ کی بھی ایک انسان کے آگے نہیں چلتی ۔ یہ بڑی ظالم چیز ہے۔اس کا نام میرے سامنے مت لینا۔شیر کے بچے نے کہا یا اللہ! انسان کتنی بڑی چیز ہوگا۔ یہ اتنے بڑے ڈیل ڈول کا یہ بھی ڈر رہا ہے اور گھوڑے نے تو اپنی مصیبت بیان کی ۔ اس نے تو اپنی برادری کی مصیبت بیان کی کہ سو اونٹ مل جائیں ۔تب بھی انسان کے ایک بچے سے عاجز ہیں۔ پھر یہ ڈرتا ڈرتا آگے بڑھا تو اتفاق سے ہاتھی نظر پڑ گیا اس نے کہا یہ انسان ہوگا۔ اس لئے کہ اچھے خاصے چار ستونوں پہ بلڈنگ بنی ہوئی ہے۔ چھت پڑی ہوئی ہے اس پر ایک بڑا حوضہ رکھا ہوا ہے۔ یہ انسان ہوگا ڈرتے ڈرتے ہاتھی سے جا کر کہا جناب ہی کا نام انسان ہے؟ آپ ہی کو آدمی کہتے ہیں۔

اس نے کہا ارے استغفر اللہ کس مصیبت کا نام لے دیا. میرے سامنے اس کا نام مت لے۔ یہ بڑی ظالم چیز ہے۔ میرے ڈیل ڈول پر مت جانا قد و قامت میرا اونچا نظر آرہا ہے کہ ایک عمارت کھڑی ہوئی ہے مگر ایک انسان کا بچہ میری پشت پر سوار ہوتا ہے لوہے کا ہنٹر اس کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ ذرا میں چیخا، اس نے میرے سر پر لوہے کا ہنٹر مارا۔ میں چنگھاڑتا ہوں اور کچھ نہیں کر سکتا۔ گھوڑے کے منہ میں تو لگام بھی ہوتی ہے۔ میرے پر تو بے لگام ہی سوار ہوتا ہے تو نہ لگام نہ نکیل مگر انسان کے سامنے میں مجبور ہوں۔ شیر نے کہا یا اللہ! انسان کیا چیز ہوگی۔ ڈرتے ہوئے ملتا ہے جو ملتا ہے جو ملا وہ کانپ رہا ہے کہ انسان بڑی ظالم چیز ہے۔

آگے چلا تو اتفاق سے ایک بڑھئی کا بچہ آٹھ دس برس کا وہ ایک بڑا بھاری شہتیر چیر رہا تھا اور بہت بڑا آرہ اس میں ڈال رکھا تھا اسے چیرے جا رہا تھا اور جتنا وہ چیر چکا تھا اس میں ایک کھونٹی ڈال دی تھی تا کہ اور نیچے نہ ہل سکے تو شیر کو یہ وہم بھی نہیں گزرا کہ یہ انسان بھی ہوسکتا ہے۔

اس لئے کہ ذرا سا تو وہ آٹھ نو برس کا بچہ اسے خیال نہیں گزر سکتا تھا کہ یہ آدمی ہوگا۔ وہ دیکھ کر آیا تھا ۔ اونٹ کو گھوڑے کو اور ہاتھی کو اور سب کو دیکھا کہ انسان سے ڈر رہے ہیں تو وہ اس بچے سے تھوڑا ہی ڈر سکتے ہیں۔ اسے وہم بھی نہیں گزرا کہ یہ انسان ہوگا مگر تحقیق کے لئے اس سے پوچھا کہ انسان کہاں ملے گا؟ بڑھئی نے کہا کہ انسان تو مجھے ہی کہتے ہیں۔ اس نے کہا اچھا تو انسان ہے؟ آدھ گز کا اتنا سا بچہ کہا جی ہاں انسان تو مجھے ہی کہتے ہیں۔ اس نے کہا لا حول ولا قوۃ میرا باپ بڑا بے وقوف تھا جو تجھ سے ڈر رہا تھا۔ میں ایک چپت میں تیرا کام تمام کر دوں گا اور شیر نے یہ کہہ کر اٹھایا پنجہ بڑھئی کے بچے نے سمجھا کہ بھئی یہ تو شیر ہے۔ اب موت آ گئی اگر اس نے ایک طمانچہ بھی مار دیا۔ میں تو ختم ہو جاؤں گا تو تدبیر سے کام کرنا چاہیے۔ بڑھئی کے بچے نے کہا کہ آپ تو جنگل کے بادشاہ ہیں۔ میں کیا چیز ہوں آپکے آگے۔ آپ بڑی طاقت والے مگر ایک کام ہے جو میں نہیں کر سکتا۔ آپ ہی جیسا طاقت ور کر سکتا ہے اگر آپ اس کام کو انجام دے دیں؟

شیر نے کہا۔ ہاں بتلاؤ کیا کام ہے؟ کہا یہ شہتیر جو میں نے چیرا ہے بڑی مصیبت سے اسے چیرتے چیرتے یہاں تک لایا ہوں اوپر میں نے کھونٹی لگا رکھی ہے۔ اب وہ کھونٹی مجھ سے نکلتی نہیں، آپ اگر اس میں ہاتھ ڈال کے یہ کھونٹی نکال دیں تو بڑا کام ہوگا۔ اس نے کہا یہ کونسا بڑا کام ہے۔ میں ابھی نکالتا ہوں تو شیر نے دونوں ہاتھ اس میں دیئے بڑھئی کے بچے نے چپکے سے وہ کھونٹی نکال دی دونوں پھٹ برابر ہوئے تو شیر صاحب پھنس گئے؟ اور چیں چیں کر رہے ہیں۔ نکلا جاتا نہیں اور وہ بڑھئی کا بچہ کھڑا ہوا ہنس رہا ہے کہ دیکھ لیا انسان کو؟ اب وہ شیر ہے کہ پھنس رہا ہے نہ نکل سکتا ہے نہ جا سکتا ہے۔ اس کے ہاتھ پیر ان دونوں پھٹوں کے اندر پھنس گئے کھونٹی نکل گئی اور بڑھئی کے بچے نے ہنسنا شروع کیا۔ اس وقت شیر کے بچے نے کہا کہ واقعی جو اپنے ماں باپ کی نصیحت نہیں مانتا۔ وہ اسی ذلت وخواری کا شکار بنتا ہے۔ (خطبات حکیم الاسلام)

آیئے! اصلاح معاشرہ کیلئے قدم بڑھایئے

قارئین محترم   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج بخیر!   امید ہے کہ آپ نے عمل کی مبارک نیت سے اس کتاب کا مکمل مطالعہ کرلیا ہوگا۔ اللہ کے فضل وکرم سے ادارہ کی روز اول سے کوشش رہی ہے کہ اپنے تمام کرم فرما قارئین تک اسلاف واکابر کی مستند کتب مناسب نرخ پر پہنچائی جائیں۔ اس سلسلہ میں آپ کی آراء ہمارے لیے بہت اہم ہیں۔ ہمیں آپ کی طرف سے موصول تنقید برائے اصلاح پر خوشی ہوگی اور اس کیلئے ادارہ آپ کی قیمتی رائے، مشورہ اور مفید بات کو فی الفور قابل عمل سمجھے گا۔ یقیناً کتب دینیہ کو بہتر انداز میں اشاعت کیلئے آپ ہمارے معاون ثابت ہوں گے۔ امید ہے کہ جس جذبہ کے تحت یہ گذارش کی جارہی ہے آپ تمام قارئین وقاریات اس پر عملی قدم اٹھاتے ہوئے ہمیں ذیل میں دیئے گئے سوالوں کے جوابات سے ضرور مطلع فرمائیں گے۔

☆ آپ کو اس کتاب کا تعارف کیسے ہوا؟ ....

☆ کیا آپ نے مطالعہ کے دوران کوئی حل طلب بات دیکھی تو آپ نے اسے سمجھنے کیلئے اپنے کسی قریبی مفتی صاحبان یا علماء کرام سے رجوع کیا؟ ....

☆ اگر آپ یہ مفید کتاب اپنے دوست احباب، مسجد، لائبریری، سکول وکالج کیلئے بہترین تحفہ سمجھتے ہیں تو ان تک پہنچانے کیلئے آپ نے کیا کوشش کی؟

☆ کیا آپ اس کتاب کو دیگر رشتہ داروں تک پہنچا کر فریضہ تبلیغ ادا کرسکتے ہیں؟ جبکہ یہ کتاب آپ کی طرف سے بہترین ہدیہ ہوگا جسے آپ کی پُرخلوص محبت کی علامت سمجھا جائے گا اس سلسلہ میں آپ کیا کرسکتے ہیں؟ ....

☆ اس کتاب کو پڑھ کر آپ نے کیا علمی واصلاحی فائدہ محسوس کیا؟ ....

☆ کیا آپ اس کتاب کے مصنف/ مرتب/ ناشر اور تمام مؤمنین ومؤمنات کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں؟ ....

دوران مطالعہ اگر کوئی غلطی آپ کی نظر سے گزری ہو تو ذیل کے چارٹ میں تحریر کر کے ادارہ کے ایڈریس پر روانہ فرمادیں آپ کی یہ کاوش صدقہ جاریہ ثابت ہوگی۔

وضاحت	سطر نمبر	صفحہ نمبر

آپ کا ذاتی ایڈریس..............................

مطالعہ کی جانیوالی کتاب کا نام..............................

آپ کا رابطہ نمبر فون/موبائل..............................

اصلاح معاشرہ کیلئے علم وعمل کی روشنی پھیلانے میں ہمارے معاون بنئے ہمت کیجئے...اپنی نیک دعاؤں اور مفید مشوروں کے ذریعے ادارہ سے تعاون

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تالیف "عزر الحکم و درر الکلم" سے منتخب پُر اثر نصائح، کلماتِ اسرار، اقوال و معارف حقائق و نکات، معرفتِ الٰہیہ، صبر و شکر، علم و حکمت، حکومت و سیاست، دنیا و آخرت، عقل و دانش اِخلاص و ایثار، حقوق و فرائض اور عبرت و نصیحت جیسے بیسیوں عنوانات پر مشتمل حکمت و معرفت کا خزینہ

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240)